
خواتین کے لیے صاف ستھرا تفریحی ادب
ماہنامہ
آنچل
کراچی
aanchalpk.com aanchalnovel.com
URDU TUBE
HOME OF ENTERTAINMENT
www.urdutubes.com
Digitized by Google

ماہنامہ آنچل کراچی

بانی مدیرہ	زیب النساء
مدیر اعلیٰ	مشتاق احمد قریشی
مدیرہ	قیصر آراء
نائب مدیرہ	سعیدہ نثار
گروپ ایڈیٹر	طاہر احمد قریشی
مدیر معاون	جویریہ احمد روبینہ احمد

جلد نمبر	40
شمارہ نمبر	06
اکتوبر	2018

اشتہارات اور دیگر معلومات
0300-8264242

رکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی
رکن کونسل آف پاکستان نیوز پیپرز ایڈیٹر
رکن چیمبر آف کامرس

aanchalpk.com
aanchalnovel.com
www.aanchalpk.com/blog
onlinemagazinepk.com/recipes
f /Naeyufaq Aanchal & Hijab official group
f/women.magazine

اس شمارے میں

ابتدائیہ

دانش کدہ

ہمارا آنچل

سلسلہ وار ناول

مکمل ناول

ناولٹ

افسانے

پبلشر: مشتاق احمد قریشی، پرنٹر: جمیل حسن، ابن حسن پرنٹنگ پریس
ہاکی اسٹیڈیم کراچی۔ دفتر کا پتا: 7 فرید چیمبرز، عبداللہ ہارون روڈ کراچی۔ 74400





سرورق: حمیرا مغل ..... آرائش: روز بیوٹی پارلر..... عکاسی: موسیٰ رضا



خط و کتابت کا پتہ: "آنچل" پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی 74200 فون: 021-35620771/2
فیکس: 021-35620773 کےیےازمطبوعات نئے افق پبلی کیشنز۔ای میل info@aanchal.com.pk

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا مومن ایک سوراخ سے دومرتبہ نہیں ڈسا جاتا۔
(بخاری ومسلم)

سرگوشیاں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'
اکتوبر ۲۰۱۸ء کا آنچل حاضرِ مطالعہ ہے۔

اسلامی سال نو کا آغاز ہو چکا ہے۔ تمام بہنوں کو نیا ہجری سال مبارک ہو۔ قابل تدبر بات ہے کہ اسلامی سال کا اختتام بھی اللہ کے حضور سنت ابراہیمی کی پیروی میں قربانی کر کے ہوتا ہے اور ابتدا بھی خون عمرؓ و حسینؓ سے رنگین ہے۔

میدان کربلا محض اطاعت و فرماں برداری کا مظہر ہی نہیں بلکہ جرأت و استقلال، ایثار و قربانی، عزم و شجاعت اور وفا و یقین کا استعارہ ہے۔ میدان کربلا کی تپتی ریت پر پیاس سے بلکتے بچے ہوں یا باپردہ عفت مآب بیبیاں، باوفا بھائی ہو یا جانثاران حسینؓ۔ تاریخ کی پیشانی پر یہ سارے نفوس قدسیہ اپنی سچائی، بے خوفی، جاں نثاری اور ایمان پر یقین کے باعث چمک رہے ہیں۔ شہ خوش خصالؓ نے اپنی اور اپنے ساتھیوں کی قربانی دے کر دنیا کو فتح کے ایک نئے مفہوم سے روشناس کروایا۔ اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں صبر و رضا کی اس راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے جو بندگی کی معراج ہے۔

اس بار جس طرح عید الاضحی پرامن طریقے سے منائی گئی' تبدیلی کا عمل بغیر کسی تنازع کے مکمل ہوا اسی طرح دعا ہے کہ محرم الحرام کا مہینہ بھی مذہبی ہم آہنگی کے ساتھ بخیر وخوبی اختتام پذیر ہو کہ امن و اتحاد ہی وقت کا اہم تقاضا ہے۔

ہم ایک بار پھر اپنی تمام بہنوں کے شکر گزار ہیں کہ وہ اس مشکل گھڑی میں ادارے کا ساتھ دے رہی ہیں اور اپنے تعاون سے ہماری حوصلہ افزائی کا سبب بن رہی ہیں جس سے ہمیں ہمت و طاقت اور لگن' جوش و جذبے کی نئی جہت مل رہی ہے اور ہم سب مل کر بہتر سے بہترین کرنے میں کوشاں ہیں اور ان شاء اللہ چند ماہ میں آپ کو بہت سی تبدیلیاں اور دلچسپی کا سامان نظر آئے گا جس کو آپ ضرور پسند کریں گی۔

جیسا کہ آپ سب کے علم میں ہے کہ نئی حکومت بننے کے بعد غیر محسوس طریقے سے مہنگائی کا ایک نیا طوفان اٹھ کھڑا ہوا ہے اور جیسا کہ ہم سب سمجھ رہے تھے کہ حالات میں کچھ بہتری آئے گی پر اب تک ایسا ہوتا نظر نہیں آ رہا' اللہ خیر کرے اور وطن عزیز کے لیے بہتری کی کوئی سبیل نکالے آمین۔

اس ماہ کے ستارے

راحت وفا' شبانہ شوکت' ریحانہ آفتاب' راشدہ رفعت' شازیہ الطاف' ندا حسنین۔

اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

دعا گو
قیصر آرا

قارئین نوٹ فرمالیں ہمارے ادارے کی ویب سائٹ کی ہوسٹنگ کمپنی کسی ناگزیر وجہ کے باعث اچانک بند ہوگئی ہے اس لیے ویب سائٹ اور تمام ای میل ایڈریس نے کام کرنا بند کردیا ہے۔ ہم سمجھ سکتے ہیں کہ آپ سب کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے ہمارے شعبۂ ویب کے کارکنان کوشش کر رہے ہیں جلد از جلد اس ہی کمپنی سے رابطہ ہو جائے اور سب کام دوبارہ شروع کر دیا جائے یا پھر کسی نئی ہوسٹنگ کمپنی سے معاہدہ کر کے جلد از جلد ویب سائٹ اور وہی ای میل ایڈریس یا نئے میل ایڈریس آپ کو دے دیے جائیں۔ ادارہ امید کرتا ہے کہ آپ کا تعاون ادارے کے ساتھ ہمیشہ کی طرح رہے گا۔ جزاک اللہ

حمد

اے خدائے پاک ربِ ذوالجلال
دو جہاں کی نعمتوں سے کر نہال
چاند، سورج، کہکشاں میں تیرا نور
یہ جہانِ رنگ و بو، تیرا جمال
تو نے پیدا کی ہے ساری کائنات
آسمانِ بے ستوں تیرا کمال
زلزلے، سیلاب اور بیماریاں
مجھ کو ان آفات سے یا رب نکال
یاد کرتا ہوں تجھے، دن رات میں
ذکر تیرا ہر گھڑی تیرا خیال
بجلیاں، طوفان اور بادِ سموم
اہلِ عالم کے لیے تیرا جلال
کرلیا ہے مجھ کو دنیا نے اسیر
یا الٰہی اپنی الفت دل میں ڈال

جناب ابرار امیر

نعت

ملے ہیں خاک سے لیکن بدن میلا نہیں ہوتا
فدایانِ محمد ﷺ کا کفن میلا نہیں ہوتا
محبت اہلِ بیت پاک کی جس دل میں پنہاں ہو
سدا شفاف رہتا ہے وہ من میلا نہیں ہوتا
ثنائے مصطفیٰ لکھو کہ ان کی مدح کرنے سے
قلم میلا نہیں ہوتا سخن میلا نہیں ہوتا
نبی کے دین کی خاطر جو بٹتی ہے محبت سے
وہ دولت کم نہیں ہوتی وہ دھن میلا نہیں ہوتا
زباں تو جن کی رہتی ہے ثنائے شاہِ بطحا سے
عبیدِ قادری ان کا دھن میلا نہیں ہوتا

جناب عبید رضا قادری

editor_aa@aanchal.com.pk
www.facebook.com/EDITORAANCHAL

در جواب آں
مدیرہ

ڈاکٹر تنویز انور خان...... کراچی
بہن تنویر! سدا سہاگن رہو۔ بھئی ناراضی اپنی جگہ مگر ایسی بھی کیا کہ تحریر ہی ارسال نہ کریں۔ ہم نہ سہی پر قارئین تو آپ کے اپنے ہیں' مانا کہ غلطی ہماری ہے کہ کتاب کی رونمائی میں حاضر نہ ہوسکے۔ لیکن مجبوری بھی تو کوئی چیز ہے۔ کام کا بوجھ ہی کچھ ایسا ہے کہ سب کو شکایت ہے' آئے نہیں' فون نہیں کیا' میسج نہیں پڑھا' اب کیا کہیں اور کس کی شکایت دور کریں۔ 'کوئی بتلائے کہ ہم بتلائیں کیا' آپ سے رشتہ پرانا ہے اور امید ہے اتنا مضبوط بھی ہوگا اس لیے ان باتوں کو درگزر کرتے تقریب کا احوال اور ایک عدد تحریر بھی ارسال کردیں حجاب کے لیے کیونکہ یہ بھی آپ کا ہی پرچا ہے اور پھر اب حجاب کی سالگرہ بھی آنے والی ہے' اس میں آپ کی شرکت ہماری اور قارئین کی خوشی کا باعث ہوگی۔ پانچ کتابیں اب آپ کی منظر عام پر آگئی ہیں۔ یہ ہمارے لیے خوشی کی بات ہے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کے قلم میں مزید نکھار پیدا کرے' آمین۔ ہماری جانب سے کتاب کی اشاعت پر مبارک باد قبول فرمائیں۔

نزہت جبیں ضیاء...... کراچی
پیاری نزہت سدا سہاگن رہو۔ گو کہ خوشیاں انسان کی زندگی کا اہم حصہ ہیں اور ایک ساتھ اتنی بڑی خوشی مل جانا بھی اللہ سبحان وتعالیٰ کا انعام ہوتا ہے جو کہ آپ کے آنگن میں معصوم پھولوں کی مانند اتر کر آپ کو مسرت بخش رہی ہے۔ ادارے کی جانب سے بھی آپ کو توام پوتے مبارک ہوں۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کی خوشی اور بچوں کی عمر دراز کرے اور انہیں نیک وصالح بنائے' آمین۔

شمیم ناز صدیقی...... کراچی
پیاری شمیم! آپ کے شوہر کے ساتھ رونما ہونے والے حادثے کے متعلق جان کر بے حد افسوس ہوا۔ اللہ سبحان وتعالیٰ ایسی ناگہانی آفات وحادثات سے سب کو محفوظ رکھے' آمین۔ ایک معمولی سے حادثے نے آپ کی ساری زندگی کا مفہوم ہی بدل کر رکھ دیا۔ بے شک یہ لمحات اور مشکلات آپ کے لیے بے حد تکلیف دہ ہیں' لیکن اللہ کی رضا کے آگے انسان بے بس ہے اور ہمارے رب کے ہر کام میں کوئی نہ کوئی مصلحت پوشیدہ ہے' اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ آپ کے شوہر عثمان صاحب کو غریق رحمت کرے اور آپ سمیت دیگر اہل خانہ کو صبر واستقامت عطا فرمائے۔ مشکل اور غم کے یہ لمحات جلد گزر جائیں' آمین۔ قارئین سے بھی دعائے مغفرت کے لیے ملتمس ہیں۔

ماورا طلحہ...... گجرات
ڈیئر ماورا سدا سہاگن رہو۔ آپ کی ممانی کی رحلت کی خبر جان کر بے حد افسوس ہوا۔ بعض قریبی رشتوں کا یوں اچانک بچھڑ جانا ایک بے یقینی کی کیفیت میں مبتلا کردیتا ہے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ مرحومہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے اور آپ سمیت دیگر اہل خانہ کو صبر وہمت عطا کرے' آمین۔

حمیرا نوشین...... منڈی بہاؤ الدین
عزیزی حمیرا! سدا سہاگن رہو' طویل عرصے کی غیر حاضری کے بعد بالآخر آپ کو آنچل کی یاد آ ہی گئی۔ ورنہ آپ ہر ماہ باقاعدگی سے شریک ہونے والے قارئین میں سے تھیں۔ "کبھی ہم بھی تم بھی تھے آشنا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو" بہر حال اب بھولے سے یاد کر ہی لیا ہے تو قلمی رابطے کو بحال رکھیے گا' کتاب کی اشاعت پر ڈھیروں مبارک باد قبول فرمایئے۔ بے شک آپ کی محنت اور کوشش رنگ لائی۔ آپ حجاب وآنچل کے لیے اپنا قلمی رابطہ استوار رکھیے گا۔ آنچل کی پسندیدگی کے کے لیے شکریہ۔

ایس این شہزادی کھرل...... جڑانوالہ
پیاری شہزادی! شاد رہو' آپ کی خوب صورت مصروفیت کے متعلق جان کر اچھا لگا۔ بے شک یہ دینی تعلیم ایسی تعلیم ہے کہ جس قدر بھی سیراب ہو تشنگی بڑھتی جاتی ہے۔ علم کی پیاس اور لگن برقرار رہتی ہے اور ہر بار ایک نئے معنی ومفہوم سامنے آتے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا گو

ہیں کہ آپ کو دین و دنیا کے تمام امتحانات میں کامیابی عطا فرمائے' آمین۔ فاخرہ گل تک آپ کے ناول کی فرمائش ان سطور کے ذریعے پہنچ جائے گی۔ پرچے کے صفحات زیادہ تو فی الحال نہیں ہوسکتے۔ کاغذ کی قیمت میں جب کمی آجائے گی تو ازخود آپ کی یہ خواہش پایہ تکمیل تک پہنچ جائے گی۔ امید کا دامن تھامے رکھیے۔

انیلا طالب...... گجرانوالہ

عزیزی انیلہ! سدا مسکراؤ' "صراط مستقیم" کے عنوان سے آپ کی طویل نظم موصول ہوئی لیکن متعلقہ شعبے کے معیار پر پوری نہ اتر سکی اس لیے معذرت۔ اپنی اس نظم کو از سر نو پڑھیں اور محنت اور کوشش جاری رکھیں۔

حفصہ کنول...... ٹوبہ ٹیک سنگھ

ڈیئر حفصہ! سلامت رہو' شکوہ و شکایت سے بھرپور آپ کا نامہ موصول ہوا۔ بیٹا نہ جانے آپ کو ایسا کیونکر محسوس ہوا کہ پرچے پر صرف چند ناموں کا راج ہے جبکہ ایسا تو ہرگز نہیں ہے۔ ہاں بعض قارئین مستقل لکھنے والوں میں شمار ہوتے ہیں۔ جن کی نگارشات ہر ماہ باقاعدگی سے موصول ہوتی ہیں اور پرچے کی زینت بھی بن جاتی ہیں۔ بہرحال پھر بھی آپ کا گلہ دور کرنے کی کوشش کریں گے کہ آپ کا پیغام جلد شامل ہوجائے۔ اس بار خط کا جواب حاضر ہے امید ہے خفگی دور ہوجائے گی۔

علشبہ نور...... پھیر کنڈ

ڈیئر علشبہ! سدا آباد رہو' آپ کی تحریر سچی محبت موصول ہوئی۔ پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو مزید محنت کی ضرورت ہے' موضوع بھی کچھ خاص نہیں تھا' اس موضوع پر کہ لڑکی کی منگنی ہوجاتی ہے اور پھر دوسرا لڑکا اس کے منگیتر سے غلط بیانی کرتا ہے' مگر منگیتر اس کی باتوں میں نہیں آتا۔ بہت سی نامور مصنفین لکھ چکی ہیں بہتر ہے کہ کچھ وقت کے لیے آپ قلم سے ناطہ توڑ کر صرف مطالعہ کریں۔ ذہن میں الفاظ کا ذخیرہ ہوگا اور موضوعات بھی نئے نئے آئیں گے۔ پھر جب کچھ عرصہ بعد قلم اٹھائیں گی تو لکھنے میں مدد ملے گی۔ امید ہے تشفی ہوئی ہوگی۔

اسماء صدیقہ...... عبد الحکیم

پیاری اسماء! جگ جگ جیو' آپ کا نامہ موصول ہوا' جس تحریر کا آپ نے ذکر کیا ہے وہ ہم تک نہیں پہنچی تو شکایت کیسی۔ وطن کی محبت کے حوالے سے پہلے بھی تحریریں موصول ہوتی رہی ہیں اور آنچل کی اب قاری بہنیں کچھ مختلف پڑھنا چاہتی ہیں۔ اس لیے کسی اور موضوع کا انتخاب کرکے اپنی تحریر ارسال کریں۔

گلشن چوہدری...... گجرات

عزیزی گلشن! شاد رہو' آپ کی تحریر "یہ عشق نہیں آساں" پڑھ ڈالی' لیکن متاثر کرنے میں ناکام رہی۔ انداز تحریر کی کمزوریاں کافی نمایاں رہیں۔ بے شک آپ نے محنت سے اور سوچ بچار کرکے لکھا ہوگا اور اس مقصد کی خاطر لاہور بھی گئی ہوں گی' لیکن فی الحال کہانی اس معیار کی نہیں کہ پرچے کی زینت بن سکے۔ مزید محنت اور لگن کے ساتھ کوشش جاری رکھیں۔ اپنا مطالعہ وسیع کرکے دیگر مصنفین کو بغور پڑھیں۔ ان کے انداز تحریر اور موضوعات کی انفرادیت کو پیش نظر رکھ کر قلم اٹھائیں۔

حفصہ نور...... گجرات

پیاری حفصہ! سدا آباد رہو' بزم آنچل میں پہلی بار شرکت پر خوش آمدید۔ گلشن آپ کی کزن ہیں جان کر خوشی ہوئی اور اسی لیے دونوں کے خطوط کے جوابات بھی ساتھ ساتھ ہیں۔ ضروری نہیں کہ آپ کہانی لکھ کر ہی پرچے میں اپنی شمولیت کا اظہار کریں۔ آپ دیگر سلسلوں میں شرکت کے ذریعے بھی ہر ماہ پرچے میں اپنا نام دیکھ سکتی ہیں کیونکہ کہانی لکھنے کے لیے مطالعہ کا وسیع ہونا ضروری ہے اور انداز بیاں اور کہانی لکھنے پر عبور ہونا بھی ضروری ہے۔ امید ہے تشفی ہوئی ہوگی۔

عالیہ اشرف...... لانڈھی

ڈیئر عالیہ! جیتی رہو' تعارف تو ہر ماہ کثیر تعداد میں موصول ہوتے ہیں لیکن صفحات کی کمیابی کی بناء پر سب کو شامل نہیں کیا جاسکتا ہے۔ بہرحال آپ کا تعارف بھی جلد شائع کرنے کی کوشش کریں گے۔ دیگر سلسلوں میں شرکت کرتی رہیں۔ وہاں اتنا انتظار آپ کے حصے میں نہیں آئے گا۔

گڑیا راجپوت...... ننکانہ صاحب

عزیزی گڑیا! جگ جگ جیو' آپ کی تحریریں پڑھ ڈالی۔ ایک ڈائری کی صورت میں کہانی کو پیش کیا گیا' مختلف حالات و واقعات کو دکھایا گیا' بالخصوص تایا اور چچا

کے دو گھرانوں کا تذکرہ ہے لیکن کہانی کے ان دونوں حصوں میں ربط نظر نہیں آرہا' کہانی بے جا طوالت کا شکار بھی محسوس ہوئی۔ آپ اس کہانی میں سے ڈائری کا تذکرہ نکال دیں اور ان باتوں کو پیش نظر رکھتے قلم اٹھائیں جبکہ باقی دو تحریروں کے لیے معذرت خواہ ہیں۔

رضوانہ رامین...... جلالپور روڈ تاج کالونی

ڈیئر رضوانہ! سدا مسکراتی رہو' بزم آنچل میں پہلی بار شرکت پر خوش آمدید۔ آپ نے دل میں اس قدر ناکامی کا خوف کیوں چھپا رکھا ہے۔ بے شک یہ انسان کے ارادے ہی ہوتے ہیں جو اسے کامیاب بناتے ہیں اور پھر آپ ایک کامیاب انسان بحیثیت استاد اپنے فرائض بھی انجام دے رہی ہیں۔ آپ کی نظمیں پرچے کے معیار کے مطابق ہوئیں تو ضرور شائع کردیں گے۔ بصورت دیگر آپ کی اصلاح ہوجائے گی۔ امید ہے اس بات کو سامنے رکھتے ہوئے مایوس نہیں ہوں گی۔

عذبہ آرزو چودھری...... گجرات

ڈیئر آرزو! آباد رہو' نیرنگ خیال کے لیے ارسال کردہ آپ کی شاعری کے لیے معذرت' ابھی مطالعہ وسیع کریں دیگر بڑے شعراء کے کلام کو بغور پڑھیں' پھر شاعری کی جانب آئیں۔ آپ کی اس کاوش میں کافی جھول ہے اور بعض اشعار بھی بے وزن ہیں۔ امید ہے محنت جاری رکھیں گی۔

گلمینا خان اینڈ حسیبہ ایچ ایس...... مانسہرہ

پیاری مینا اور حسینہ! جگ جگ جیو' آپ کی تحریر کے ساتھ نامہ موصول ہوا' بے شک محنت کے رشتے ایسے ہی ہوتے ہیں کہ انسان تخیل کی دنیا میں دوسرے انسان کی شبیہ بنالیتا ہے۔ یہ سمجھ لیجیے کہ معاملہ یہاں بھی یہی رہا۔ خط پڑھتے یوں محسوس ہوا جیسے آپ سامنے ہوں اور مسکرا کر اپنی معصوم اداؤں سے مخاطب ہوں۔ بات ہوجائے اب آپ کی تحریر 'بکرے تیری خیر ہو' تو موضوع اور انداز تحریر دونوں ہی متاثر نہیں کرسکے۔ بہتر ہے کسی اور موضوع کو منتخب کرکے کہانی ارسال کریں۔

وفا ملک...... ضلع خوشاب

ڈیئر وفا! خوش رہو' آپ کی جانب سے متفرق اشعار موصول ہوئے۔ شاعری کرنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں گوکہ سنتے اور پڑھتے ہوئے بے شک یہ احساس ہوتا ہے کہ یہ تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں یا لکھ سکتے ہیں لیکن ایسا نہیں ہے عام سے الفاظ میں بھی وزن پیدا کرنا اور اس خوب صورتی سے بات کہہ جانا کہ مدتوں یاد رہ جائے یہ ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ آپ کے لیے بھی یہی تجویز ہے کہ ابھی اپنا مطالعہ وسیع کریں اور نامور شعراء کا کلام پڑھیں تاکہ لکھنے میں مدد ملے۔ ان اشعار کے لیے معذرت۔

ماریہ سلیم...... کورنگی

ڈیئر ماریہ! سدا شاد رہو' اپنا نام دیکھ کر آپ کو خوشی ہوئی بے حد اچھا لگا' اس بار بھی آپ کا تبصرہ پرچے کی زینت بن گیا ہے امید ہے خوشی کا باعث بنے گا اور آنچل سے آپ کا رشتہ مزید گہرا ہوجائے گا۔ آپ دیگر سلسلوں میں بھی شرکت کرتی رہیں۔ وقتاً فوقتاً شائع کرتے رہیں گے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ آپ کو دین و دنیا کے تمام امتحانات میں کامیابی عطا فرمائے آمین۔

جمیلہ بشیر...... ساہیوال

ڈیئر جمیلہ! جیتی رہو' آپ کے خط سے تمام حالات کا بخوبی اندازہ ہوا' بے شک زندگی میں انسان کو ہر طرح کے حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ خوشی وغم کے لمحات سے گزرنا پڑتا ہے' مسرت بھرے لمحات مختصر اور قلیل لگتے ہیں اور جدائی کی گھڑیاں طویل۔ وہ کہتے ہیں ناں۔

مہینے وصل کے گھڑیوں کی صورت اڑتے جاتے ہیں
مگر گھڑیاں جدائی کی گزرتی ہیں مہینوں میں

اب اپنی والدہ کی دائمی جدائی آپ کے لیے بے حد جانگسل ہے۔ بے شک ماں کے مشفق سائے سے محرومی ایک گہرا صدمہ ہے اور صبر بھی وقت کے ساتھ ہی آئے گا۔ اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ آپ کی والدہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپ کو صبر و ہمت عطا فرمائے' آمین۔ آپ کی شاعری متعلقہ شعبے میں بھیج دی ہے اگر معیاری ہوئی تو ضرور شائع ہوجائے گی۔

سیدہ برجیس رباب...... عیسیٰ خیل

ڈیئر برجیس! سدا سہاگن رہو' طویل عرصہ کی غیر حاضری کے بعد آپ کی شرکت اچھی لگی۔ آپ کا نام

ہمارے ذہن کے نہاں خانوں میں محفوظ تھا اور تحریریں بھی بالکل موجود ہیں۔ جلد لگانے کی کوشش کریں گے۔ اب یہ قلمی رابطہ بحال کیا ہے تو دیگر سلسلوں میں بھی شرکت کرتی رہیے گا۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو بہت سی خوشیاں عطا فرمائے آمین۔

سمیہ رانی...... ملتان

ڈیئر سمیہ! سدا سہاگن رہو یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ آنچل نے زندگی کے ہر میدان میں آپ کی رہنمائی کی اور آپ نے اس سے بہت کچھ سیکھا۔ بے شک ہمارا اصل مقصد بھی یہی ہے کہ کہانی کے پیرائے میں اشارے اور کنائے میں وہ مقصد اور مفہوم اجاگر کیا جائے جو اس زندگی کی حقیقت ہے۔ خیر اور شر دونوں ساتھ ساتھ زندگی میں چلتے ہیں اور ایسے ہی کردار ہر کہانی میں اپنی جھلک دکھاتے ہیں۔ آپ لکھنا چاہتی ہیں۔ ضرور لکھیں' لیکن ابتدا افسانے سے کریں جو کہ مختصر اور جامع ہو۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

کوثر خالد...... جڑانوالہ

ڈیئر کوثر! سلامت رہو' آپ کے مفصل خط سے تمام معروفیات کا بخوبی اندازہ ہوگیا ہے' بے شک اب آپ نے قرآن کی تعلیمات کو سیکھنے اور اس پر کام کرنے کا جو لائحہ عمل ترتیب دیا ہے وہ قابل تحسین ہے اور بے شک اگر انسان کسی کام کا ارادہ کرلے تو منزل پر پہنچنا آسان ہو جاتا ہے۔

ہمت کرے انسان تو کیا ہو نہیں سکتا
وہ کون سا عقدہ ہے جو وا ہو نہیں سکتا

اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو اس کام پر بہترین اجر سے نوازے' حوض کوثر سے جلد انتخاب کرتے نیرنگ خیال میں اشاعت کا موقع دیں گے آپ اسی طرح اپنی رائے تعریف وتنقید سے آگاہ کرتی رہا کریں دعاؤں کے لیے جزاک اللہ' آنچل کے حوالے سے لکھی نظم بے حد پسند آئی۔

راؤ سمیرا ایاز...... کراچی

پیاری سمیرا! جگ جگ جیو' آپ کی تحریر تاخیر سے موصول ہونے کی بنا پر عید الاضحیٰ نمبر میں اپنی جگہ نہ بنا سکی اب یا تو آئندہ عید نمبر میں لگ جائے گی یا پھر آپ کے کہنے پر عید کا تذکرہ نکال کر جلد شائع کردیں گے۔ یہ آپ کی مرضی اور سوچ پر منحصر ہے۔ بہرکیف آپ کی پھوپو کے ایکسیڈنٹ اور ان کے آپریشن کے متعلق جان کر بے ساختہ دعاؤں نے لبوں کا احاطہ کرلیا اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کی پھوپو کو ہمیشہ ہنستا مسکراتا رکھے آمین۔

قابل اشاعت:۔

یہ خوف ایک آئینہ ہے' چور مینا' وقت کی کوڑی' محاسبہ محبت گزیدہ' جب تجھ سے ناتا جوڑا ہے' عشق کی سیاہیاں میں عورت' ہاتھوں پہ لکھی تحریر ہے تو' فارمولا' ہم قاری لوگ' اک ذرا سی بات

ناقابل اشاعت:۔

عید کے رنگ پیا کے سنگ' پہلا سفر' سجدہ شکر' راہ کا پتھر' رب کی عطا' مکافات عمل' مکافات قرض' نکی ایکی' وجود' نیت' فی سبیل اللہ' اللہ رکھی' نمرہ شہزادی' اک لمحہ معتبر ہوا' ایک سال کی دولت' رشتہ انسانیت کا' ذرا سی بات تھی' نئے پڑوسی' پچھتاوا' نئے سال کا چاند' نجمہ بھابی جیسی' تم میرے ہو' مائیں نی میں کنوں آکھاں' رحمت' اولاد بدلا میرے ہم راز کا رنگ' ربا یار ملا دے' خوشیاں ہوئیں دوبالا' تمنائے دل' میرا کرب ہی میرا سکون' دنیائے امید قائم' کنسر' بساط عشق' بکھرے تیری خیر ہو' کامیابی ناممکن نہیں' عورتوں کی عزت' حی یا علی الفلاح' بس ایک احساس' ڈائری' دسویں منزل' خوابوں کے جگنو' عائشہ' وصال یار' صنف نازک' وہ اک صبح دسمبر' اک ذرا سی بات' ٹوٹیں میری سانسیں' قیامت سے پہلے' سینہ ہوا کھوکھلا' وجہ کیا تھی' قدر جانے نہ' محبت کے نام پر' سچی محبت' تیری قید میں پناہ میری' مکافات عمل' کاش بہو بھی بیٹی ہوتی' کتاب وقت' سیراب محبت کا سفر' محبت نام کی نہیں ملتی' سزا' روح مضطرب' رب کی عطا۔



دانش کدہ

الکوثر

مشتاق احمد قریشی

ترجمہ۔اور ذرا انہیں آدم کے دو بیٹوں کا قصہ بے کم وکاست سنادو۔ جب ان دونوں نے قربانی کی تو ان میں سے ایک کی قربانی قبول کی گئی اور دوسرے کی نہ کی گئی۔ اس نے کہا میں تجھے مار ڈالوں گا اس نے جواب دیا اللہ تو متقیوں ہی کی نذریں قبول کرتا ہے۔(سورۃ المائدہ۔۲۷)

تفسیر۔قرآن کریم میں حضرت آدم کے ان دونوں بیٹوں کے نام اور زمان و مکان کے بارے میں تفصیلات نہیں دی ہیں۔ البتہ مشہور یہ ہے کہ ان کے نام ہابیل اور قابیل تھے یہ دونوں حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ان کے درمیان انسانیت کا پہلا تنازعہ پیدا ہوا جو دو بہنوں کے بارے میں تھا۔ابتداء میں حضرت آدم علیہ السلام اور اماں حوا علیہ السلام کے ملاپ سے حکم ربی سے بیک وقت ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتی تھی اسی طرح دوسرے حمل سے پھر ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتی۔ایک حمل کے بہن بھائی کا نکاح دوسرے حمل کے بہن بھائی سے کردیا جاتا لیکن ہابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی بدصورت تھی جب کہ قابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی خوب صورت تھی۔اس وقت کے اصول کے تحت ہابیل کا نکاح قابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی کے ساتھ ہونا تھا اور قابیل کا نکاح ہابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی سے ہونا تھا۔لیکن قابیل چاہتا تھا کہ اس کا نکاح ہابیل کی بہن کے بجائے اپنی بہن یعنی اپنے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی سے ہو کیونکہ وہ خوب صورت تھی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اسے سمجھایا لیکن وہ نہ سمجھا بالآخر حضرت آدم علیہ السلام نے دونوں کو بارگاہ الٰہی میں قربانیاں پیش کرنے کا حکم دیا اور فرمایا جس کی قربانی قبول ہوجائے گی اسی کے ساتھ قابیل کی بہن کا نکاح کردیا جائے گا۔(یہ واقعہ تاریخ انسانیت کا پہلا تنازعہ بھی ہے اور پہلی قربانی کا ذریعہ بھی ہے) دونوں بھائیوں نے اپنے اپنے طور پر اللہ کی بارگاہ میں قربانی پیش کی ہابیل نے ایک عمدہ دنبے کی قربانی پیش کی اور قابیل نے گندم کی بالیوں کی قربانی پیش کی۔ہابیل کی قربانی قبول ہوگئی اس طرح کہ آسمان سے آگ آئی اور دنبے کو کھا گئی جو اس کے قبول ہونے کی دلیل تھی ہابیل کی قربانی قبول ہونے پر قابیل حسد کا شکار ہوگیا اور اس نے بغاوت کردی اور اپنے بھائی کو قتل کرنے کی دھمکی دی اور بعد میں اسے قتل کرڈالا۔(اس قصے کے بارے میں نہ تو قطعی روایات یا ثبوت ہیں نہ ہی احادیث میں اس کا ذکر ہے لیکن اکثر مفسرین کرام نے اسے تحریر کیا ہے یہ قصہ دراصل اہل کتاب کے عہد نامہ قدیم میں آیا ہے جہاں پوری تفصیل سے اسے درج کیا گیا ہے) یہاں اس واقعے کو نقل کرنے کا مقصد یہ ظاہر کرنا تھا کہ اللہ کی بارگاہ میں قربانی کا رواج کیسے اور کب ہوا جو بتدریج بگڑتے بگڑتے کفر کی حد میں داخل ہوگیا پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی رحمت اللعالمین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کے توسط سے بطور عبادتِ خاص رائج فرمایا اور اس کی فضیلت یہ بتائی گئی جب کوئی شخص اللہ کی راہ میں جانور قربان کرتا ہے تو اس قربانی کے نتیجے میں اس جانور کے جسم پر جتنے بھی بال ہوں گے اس کے ہر ہر بال کے عوض ایک ایک گناہ معاف کردیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ تو اپنے بندوں کو اجر وثواب سے نوازنے کے لیے حیلے بہانے ڈھونڈتا ہے۔ جب بندہ کوئی جانور قربان کرتا ہے تو جانور کا خون ابھی زمین پر گرتا بھی نہیں ہے کہ اس سے پہلے قربانی اللہ تعالیٰ کے یہاں پہنچ جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جب یہ دیکھتے ہیں کہ میرا بندہ یہ دیکھے بغیر کہ یہ بات عقل میں آرہی ہے یا نہیں اور یہ دیکھے بغیر کہ اس کے مال کا فائدہ ہورہا ہے یا نقصان صرف اللہ کے حکم کو مانتے ہوئے صرف ایک اللہ کے لیے جانور کے گلے پر چھری پھیر رہا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت بھی جوش میں آجاتی ہے اور وہ اپنے بندے کو اجرِ عظیم عطا فرماتا ہے۔

قربانی ہر امت کے نظام عبادت کا ایک لازمی جز و رہی ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں سورۃ الحج میں اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے۔

ترجمہ۔ اور ہر اُمت کے لیے ہم نے قربانی کے طریقے مقرر کردیے ہیں تاکہ وہ ان چوپایے جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے انہیں دے رکھے ہیں۔ سمجھ لو کہ تم سب کا معبود برحق صرف ایک ہی ہے تم اسی کے تابع فرمان ہوجاؤ عاجزی کرنے والوں کو خوش خبری سنادیجیے۔ (الحج۔۳۴)

تفسیر۔ اس آیت مبارکہ سے دو باتیں سامنے آتی ہیں ایک یہ کہ قربانی تمام شرائع الہیہ کے نظامِ عبادت کا ایک لازمی حصہ ہے اور توحید فی العبادت کے بنیادی تقاضوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انسان نے جن جن صورتوں سے غیر اللہ کی بندگی کی ہے ان سب کو غیر اللہ کے لیے ممنوع کرکے صرف اللہ کے لیے مختص کردیا جائے۔ جیسے انسان نے عبادت کے لیے غیر اللہ کے آگے رکوع و سجود کیے شرائع الہیہ نے اسے صرف اللہ کے لیے خاص کردیا۔ انسان نے غیر اللہ کے سامنے مالی نذرانے پیش کیے۔ شرائع الہیہ نے انہیں قطعی روک دیا اور زکوٰۃ وصدقات صرف اللہ کے لیے واجب کردیئے۔ انسان نے ان غیر اللہ معبودانِ باطل کی تیرتھ یاترا (مقدس دریا کے کنارے زیارت کرنا) کی شرائع الہیہ نے بیت اللہ کو مقدس قرار دے کر اس کی زیارت اور طواف کا حکم دے دیا۔ انسان نے غیر اللہ کے نام کے روزے رکھے شرائع الہیہ نے انہیں بھی اللہ کے لیے مختص کردیا۔ ٹھیک اسی طرح خود ساختہ معبودوں کے لیے جانوروں کی قربانی بھی انسان کرتا تھا شرائع الہیہ نے اس کو بھی غیر اللہ کے لیے قطعی حرام قرار دے کر اللہ کے لیے واجب کردیا۔

اس آیت مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اصل چیز صرف اللہ کے نام پر قربانی دینا ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں میں حالات کے لحاظ سے فرق رہا ہے لیکن سب کی روح سب کا مقصد ایک ہی رہا کہ ایک اللہ کے لیے اس کی رضا و منشا کے لیے قربانی کی جائے کب کہاں اور کس طرح کی جائے اس کی تفصیلات مختلف زمانوں میں ضرور مختلف رہیں مگر مقصد صرف اللہ کے حضور قربانی پیش کرنا ہی رہا۔ قربانی چونکہ عبادت شمار کی جاتی ہے اس لیے اللہ کے نام پر قربانی کرنا اللہ کی اطاعت وعبادت کے لیے رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لیے جانور کی قربانی کرنا عبادت ہے اسی لیے غیر اللہ کے نام پر ان کی خوشنودی کے لیے جانور ذبح کرنا حرام ہے قربانی ہر طرح سے ہر قسم کی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہے اور یہ ہر ملت وقوم میں رائج رہی ہے۔

اسلامی نظام زندگی یہ ہے کہ وہ انسان کے احساسات اور رجحانات کو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات سے وابستہ کرتا ہے۔ اسلام میں ہر حرکت، ہر عادت ہر عمل و سرگرمی کو شعوری طور پر ایک سمت دی جاتی ہے اور ہر چیز کو اسلامی نظریۂ حیات کے رنگ میں رنگ دیا جاتا ہے۔ اسی نکتہ نظر سے اسلام نے ایسے تمام مذبوحہ جانوروں کو حرام قرار دے دیا، جن پر ذبح کرتے وقت اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو یا کسی غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔ اسلام میں یہ ضروری ہے کہ ہر ذبح کے وقت قربانی کی نیت صرف اللہ کے لیے کی جائے اور ذبح کے وقت بلند آواز میں اللہ اکبر کہا جائے۔ اسلام میں تمام بنیادی شعائر میں ربط پیدا کر کے ذات باری تعالیٰ کو ہر چیز کا محور بنا دیا جائے اس طرح اسلام کا نظامِ عبادت، اس کے عقائد و نظریات اور قوتِ عمل میں کوئی تضاد نہیں رہتا اور نفسِ انسانی اور عملِ انسانی کے درمیان کوئی ابہام، کوئی تضاد و کشمکش نہیں رہتی۔

اسلام وہ دین کامل ہے جو آفرینش سے لے کر اپنی تکمیل تک تمام ادوار میں ایک ہی رہا۔ مختلف ادوار میں گمراہ ہو جانے والوں کی ہدایت کے لیے رب ذوالجلال اپنی رحمت و کریمیّت کے اظہار کے لیے بار بار اپنے رسول و پیغمبر بھیجتا رہا ہے تاکہ اس نے جس مخلوق کو اپنا نائب بنایا ہے وہ کسی وجہ سے گمراہی میں گر کر اپنی دائمی زندگی کو خراب نہ کر لے اس لیے تمام ادیان کے داعی صرف ایک اللہ کی عبادت و اطاعت کا پیغام دیتے رہے، یہی پیغام نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم لے کر تشریف لائے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے لائے ہوئے دین اسلام میں تمام ادیان اور ان کے داعیوں ان کی کتابوں کو تسلیم کرنے کا حکم دیا گیا ہے چونکہ اللہ تعالیٰ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اطاعت و تسلیم و رضا کی ادا بہت زیادہ پسند آئی۔ اس لیے اسے رہتی دنیا تک کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے قائم فرما دیا۔

سورۃ الکوثر کی دوسری آیت کی تشریح کر رہے تھے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دل جوئی، دلداری کے لیے اللہ تعالیٰ نے انعام فرمائی چونکہ قربانی اطاعت کا ذریعہ ہے۔ اس لیے اللہ تبارک و تعالیٰ انہیں انعام الٰہی پر نماز ادا کرنے اور شکر کے طور پر قربانی کرنے کی ہدایت فرما رہا ہے۔ یہ ہدایت نبی آخر زماں صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے ان کی تمام اُمت کے لیے بھی ہے کہ وہ اپنی ہر کامیابی، اپنی ہر مسرت و خوشی اور اپنی ہر ناکامی و نامرادی پر اپنے رب کا شکر ادا کرتے رہیں۔ نماز پڑھیں اور اپنے مال کی قربانی اللہ کی راہ میں دیں تاکہ اللہ ان کے اخلاص و اطاعت کا انہیں بھرپور اجر عطا فرمائیں۔ اس طرح ایک مومن اہل ایمان کا اپنے رب سے تعلق و قربت بھی ہوگی اور حق بندگی بھی ادا ہو سکے گا۔

(جاری ہے)



ہمارا آنچل

ملیحہ احمد

شائستہ یاسین

آنچل کے تمام قارئین' رائٹر اور اسٹاف کو میرا پُر خلوص اور محبت بھرا اسلام قبول ہو' دعا ہے کہ آنچل ہمیشہ کلیوں کی طرح خوبصورت رہے۔ صاف شفاف تر و تازہ مہکتا ہوا۔ جیسا کہ آپ جان گئے ہوں گے کہ میرا نام شائستہ یسین ہے۔ پیار سے سب ''مانی'' کہتے ہیں۔ 6 اگست کو ہڑپہ شہر میں پیدا ہوئی۔ ہم پانچ بہن بھائی ہیں۔ تین بہنیں دو بھائی' میرا نمبر پہلا ہے اس کے بعد دو بہنیں اور بھائی دونوں چھوٹے ہیں۔ میں نے بی اے کیا ہے۔ اور ایم اے اردو کرنے کا ارادہ ہے۔ اب ہوجائے بات خوبیوں اور خامیوں کی۔ خامیاں جلد باز ہوں' غصہ جلدی آجاتا ہے' دوسروں پر جلد اعتبار کرلیتی ہوں۔ خوبیاں' نرم اور حساس دل کی ہوں' کسی کا دل نہیں دکھاتی' چھوٹی چھوٹی باتوں پر رونا شروع ہوجاتی ہوں۔

آنچل' کرن' خواتین' شعاع میرے پسندیدہ رسالے ہیں۔ رائٹرز میں نازیہ کنول نازی' صائمہ اکرم' عمیرہ احمد' نمرہ' عفت' منشا محسن علی' رنگوں میں گلابی مطلب پنک اور ریڈ کلر بہت پسند ہے۔ سردیوں کا موسم بہت پسند ہے۔ پرفیوم مجھے بہت زیادہ پسند ہیں۔ دوست نہیں بناتی' مجھے اعتبار نہیں آتا اب کسی کا' شاعروں میں پروین شاکر' امجد اسلام امجد' وصی شاہ بہت پسند ہیں۔ کھانے میں نخرے نہیں کرتی' جو مل جائے کھالیتی ہوں۔ ویسے مجھے آئسکریم' برگر' فروٹ چاٹ' دہی بھلے اور ملک شیک بہت بہت پسند ہیں۔ میں اسکول میں پڑھاتی ہوں۔ صبح نماز اور قرآن پاک کی تلاوت اور پھر گھر کا کام جلدی مکمل کرکے اسکول جاتی ہوں اور پھر بچوں کو ٹیوشن پڑھاتی ہوں۔ کچھ دیر ٹی وی دیکھتی ہوں اور پھر رات کو نیند کی وادی میں گم ہوجاتی ہوں (ہاہاہا) اگر میں اور میرا تعارف اچھا لگے تو رائے ضرور دینا دوستو! اب اجازت چاہتی ہوں' آپ لوگ تنگ آگئے ہوں گے۔

مہربان شاہ

السلام وعلیکم! تمام ریڈرز سے التماس ہے کہ میرا چاہتوں اور خلوص بھرا اسلام قبول کریں۔ مابدولت کو آپ جانتے ہیں اور اگر نہیں جانتے تو اب جان لیجیے۔ میرا نام مہرباں شاہ ہے جو میرا قلمی نام ہے۔ بہن بھائیوں میں میرا نمبر چوتھا ہے۔ ابھی فرسٹ ایئر کا ایگزام دے کر فارغ ہوئی ہوں۔ ڈیٹ آف برتھ 20 دسمبر ہے۔ سالگرہ نہیں مناتی' لیکن فرینڈ وش ضرور کرتے ہیں۔ میری سب سے اچھی دوست سمیر چانی' مجھے برتھ ڈے کے دن وش کرنا نہیں بھولتی۔ لویو نانی اینڈ مس یو اتنے مہینوں سے ملاقات جو نہیں ہوئی تو مس کررہی ہوں' تم سب کو۔ میری فرینڈز لسٹ میں صبا گل' معرفہ' حمیمہ' سمیہ چانی' کے ٹی' عائشہ اور سلویٰ شامل ہیں۔ میں افغان (مریم) کو بہت مس کرتی ہوں۔ کلرز مجھے سب اٹریکٹ کرتے ہیں۔ لیکن بلیک کلر جنون کی حد تک پسند ہے۔ گرے اور لائٹ بلیو بھی پسند ہیں۔ شلوار قمیص کے علاوہ ساڑھی اور فراک پسندیدہ لباس میں شامل ہیں۔ آئی تھنک میں سکس کلاس میں تھی جب میں نے ڈائجسٹ پڑھنا شروع کیا تھا۔ گھر والوں سے چھپ کر ڈائجسٹ پڑھنے کا اپنا ہی مزا تھا۔ اب بھی اگر ڈائجسٹ ہاتھ میں دیکھ لیں نا امی تو پھر ان کے غصے سے جان بچانا مشکل ہوجاتا ہے۔ پسندیدہ رائٹرز کو لکھنے بیٹھوں تو میرے خیال میں صفحے کم پڑجائیں گے۔ نازیہ کنول نازی' اقراء صغیر' عشنا کوثر' ام مریم' سباس گل' نمرہ احمد' عمیرہ احمد اور فرحت اشتیاق کے ناول بیسٹ ہوتے ہیں۔ دلوں کو چھو لینے والی

شاعری باعث تسکین ہے۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کی شاعری دل کو لگتی ہے۔ ان میں چند شعراء کے نام ساغر صدیقی، احمد فراز، غالب، ادا جعفری، پروین شاکر، محسن نقوی، علامہ اقبال کی شاعری پسندیدہ ترین ہیں۔ پشتو شاعروں میں امیر حمزہ سنواری، اجمل خٹک، غنی خان، رحمان بابا بیسٹ شاعر تھے، ان کی شاعری میں بہت تاثیر ہے۔ آتے ہیں خوبیوں اور خامیوں کی طرف تو خوبی تو شاید ہو لیکن میں انجان ہوں، ہاں خامی غصہ ہے جو ساری خوبیوں کو دبا دیا کرتی ہے۔ دھوکے باز لوگوں سے سخت نفرت ہے اور ایک چھوٹی سی کوشش ہر وقت رہتی ہے کہ کوئی مجھ سے ناراض نہ ہو۔ تنگ نظر اور بے حس لوگوں سے ملنے کو تو کیا بات کرنے اور دیکھنے کا بھی دل نہیں کرتا۔ تعارف میرے خیال میں زیادہ طویل ہوگیا ہے۔ اس لیے میرے لیے دعا کریں کہ میرا غصہ کسی صحرا کی خاک چھاننے چلا جائے۔ جو مجھے پڑھ رہا ہے ان کے نام ایک پیغام۔ کبھی بھی اپنا دکھ کسی پر ظاہر نہ کریں۔ دوسروں کو خوش رکھیں اور خود کو مطمئن، کسی بھی مشکل میں صرف اس کو پکاریں جو سب کی سنتا ہے۔ سب کو عطا کرتا ہے۔ اس پر توکل کریں۔ ساری مشکلیں خود بخود آسان ہو جائیں گی۔ مجھ سے آدھی ملاقات کیسی لگی، ضرور بتایئے گا۔

کنزہ علی

اسلام علیکم! تمام آنچل اسٹاف اور قارئین کو میرا محبت بھر سلام۔ تو جناب آتے ہیں اپنے تعارف کی طرف۔ مجھے کنزہ علی کہتے ہیں۔ میرا تعلق کھاریاں کے ایک گاؤں فتح بھنڈ سے ہے۔ میں نے جون کے اس آگ برساتے مہینے میں والدین کی آنکھوں کو ٹھنڈک بخشی، میں فرسٹ ایئر کی اسٹوڈنٹ ہوں۔ ہم لوگ پانچ بہن بھائی ہیں۔ میرا نمبر تیسرا ہے۔ مجھے اپنے بہن بھائیوں اور امی ابو سے بہت پیار ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کا سایہ ہمارے سروں پر ہمیشہ سلامت رکھے۔ علی میرا موسٹ فیورٹ بھائی ہے۔ جو ہم سب کی جان ہے۔

میں کالج میں پڑھتی ہوں۔ اور کالج لائف کو بہت انجوائے کر رہی ہوں۔ کالج میں پڑھنا کم اور انجوائے کرنا زیادہ پسند ہے۔ اب آپ لوگ یہ نہ سمجھنا کہ پڑھائی سے بھاگتی ہوں۔ میٹرک میں ماشاء اللہ میں نے پلس کے ساتھ نمبرز حاصل کیے ہیں۔ اب بات ہو جائے پسند و ناپسند کی۔ تو کلرز میں بلیو اور بلیک کلرز میرے فیورٹ ہیں۔ فنکشنز میں جانا پسند نہیں۔ شادی کے فنکشن میں مہندی اور ولیمہ کی رسم بہت پسند ہے۔ کھانے میں بریانی، شوارما، نوڈلز اور فروٹ بہت پسند ہیں۔ سنگرز میں عاطف اسلم، آرجیت سنگھ، نیہا ککر اور ارمان ملک پسند ہیں۔ ڈریسز میں لانگ فراک اور چوڑی دار پاجامہ اچھے لگتے ہیں۔ ساڑھی تو بہت پسند ہے۔ کرکٹرز میں شاہد آفریدی، عماد وسیم، محمد عامر اور حفیظ بہت سند ہیں۔ موویز میں عاشقی ٹو اور ہاف گرل فرینڈ پسند ہیں۔ شاعری بہت پسند ہے۔ شاعروں میں علامہ اقبال اور جون ایلیا بہت پسند ہیں۔ رائٹرز میں سمیرا شریف طور، عمیرہ احمد، نمرہ احمد، نازیہ کنول نازی، اقراء صغیر اور ہاشم ندیم ہیں، ناولز میں متاع جاں ہے تو اور امر بیل پسند ہیں۔ چائے جنون کی حد تک پسند ہے۔ خوبیاں خامیاں سبھی میں ہوتی ہیں سو مجھ میں بھی ہیں۔ خوبیوں میں رشتوں کو بہت اہمیت دیتی ہوں، خاص طور پر اپنی کزنز کو۔ میرے کزنز میں زحل، زرنل، سجل، عروہ اور عائزہ شامل ہیں۔ خامیوں میں بہت بڑی خامی یہ ہے کہ غصہ بہت جلد آجاتا ہے۔ لیکن غصے میں خاموش ہو جاتی ہوں۔ تنہائی پسند ہے۔ ساحل سمندر پر بیٹھ کر ڈوبتے ہوئے سورج کا منظر دیکھنے کا بہت شوق ہے۔ زندگی کے ان پل کو بہت انجوائے کرتی ہوں جو کزنز کے ساتھ گزاروں۔ سردیوں کا موسم بہت پسند ہے۔ برف باری اچھی لگتی ہے۔ کوئی اگنور کرے تو بہت دکھ ہوتا ہے۔

ایف ایم بہت شوق سے سنتی ہوں۔ آر جے کبیر

خان اور آر جے دانی بہت اچھے لگتے ہیں۔ میرا تعارف کچھ زیادہ ہی لمبا ہو گیا فارغ بیٹھ کر اپنی کزن زل اور آپی کے ساتھ مل کر تعارف لکھا۔ کیسا لگا' ضرور بتائیے گا۔

نور حیدر

السلام علیکم! تمام پڑھنے والوں اور رائٹرز کو میرا پیار بھرا اسلام' آپ کی آنچل کی ساتھی اور آنچل کی خاموش قاری حاضر ہے۔ ارے ویلکم تو کریں۔ سوچ رہے ہوں گے کیسی منہ پھٹ سی لڑکی ہے۔ ارے میں نے اپنا نام بھی نہیں بتایا؟ حیران مت ہوں بتاتی ہوں ابھی۔ میرا نام نور حیدر ہے۔ پندرہ اپریل انیس سو ننانوے کی صبح ضلع خانیوال کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں روشنی بکھیرنے آئی۔ ہم چھ بہن بھائی ہیں۔ میری چھوٹی بہن سے بہت زیادہ بنتی ہے۔ بہن کم فرینڈز زیادہ ہے۔ میری دوستوں کی لسٹ کافی زیادہ ہے' لیکن زیادہ قریبی میری پھوپو' میری کزن ماریہ اور میری سسٹر نیہا شامل ہیں اور لڑکوں میں میری دوستی اپنے کزن حیدر سے ہے۔ ارے آپ سوچتے ہوں گے کیسی لڑکی ہے جس کی لڑکوں سے دوستی ہے۔ ایسی کوئی بات نہیں کبھی کبھی فرینڈز بنانا بھی پڑتا ہے۔ میں خوش نصیب ہوں کہ مجھے اس جیسا دوست ملا جو کبھی مجھے اداس ہونے ہی نہیں دیتا۔

بور ہو رہے ہیں میری باتیں سن کر؟ رنگوں میں میرا فیورٹ کلر پنک اینڈ وائٹ' لیمن اینڈ پستہ کلر ہے۔ لباس میں مجھے فراک اچھی لگتی ہے' لیکن سادہ شلوار قمیص زیادہ اچھے لگتے ہیں اور بڑا دوپٹا بھی کیونکہ عورت ہمیشہ سات پردوں میں چھپی زیادہ اچھی لگتی ہے۔ زیادہ ہیوی جیولری پسند نہیں ہے' بس سمپل سی ہو۔ چوڑیاں' ایئر رنگ' ٹاپس اور گھڑی زیادہ اچھی لگتی ہے' کیونکہ مجھے میرے فرینڈز نے دی ہے۔ کھانے میں مجھے مٹر پلاؤ اور دال اچھی لگتی ہے پسندیدہ کتاب قرآن پاک ہے۔ پسندیدہ شخصیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ مطالعہ کی بے حد شوقین ہوں' بہت ساری کتابوں کا مطالعہ بھی کیا ہے۔

مجھے میری ماں بہت یاد آتی ہے۔ ان کو ہم سے بچھڑے چار سال ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے (آمین) ہمارے ابو بہت اچھے ہیں۔ انہوں نے ہمیں ماں کی کمی محسوس ہی نہیں ہونے دی۔ لیکن ماں تو آخر ماں ہوتی ہے۔ اس کی جگہ کوئی لے ہی نہیں سکتا۔ ہمارے ماموں بہت اچھے ہیں' ہماری ہر خواہش منہ سے نکلنے سے پہلے ہی پوری کر دیتے ہیں۔ چھوٹے ماموں ہمارے ماموں کم دوست زیادہ ہیں۔ کبھی کبھی ہمیں لگتا ہے کہ ہم وقت سے پہلے بڑے ہو گئے ہیں۔ لوگوں کے رویوں کی وجہ سے۔ رائٹرز میں سب بہت اچھا لکھتی ہیں۔ کسی ایک کا نام لوں تو ناانصافی ہوگی۔ کسی خوبی کا تو پتا نہیں لیکن خامیاں بہت زیادہ ہوں گی۔ گھر کو صاف ستھرا رکھنا بڑا اچھا لگتا ہے۔ ڈائجسٹ بہت شوق سے پڑھتی ہوں۔

میرے والد' بہن بھائی ماموں اور میرے فرینڈز میرا قیمتی اثاثہ ہیں۔ ان کے بغیر بہت ادھوری ہوں۔ ارے دھکے مت دیں جا رہی ہوں' بس اتنا بتا دینا انٹرویو کیسا لگا۔ آخری بات "کسی کے لیے عام ہونا اہمیت نہیں رکھتا بلکہ عام ہو کر کسی کے لیے خاص بن جانا اہمیت رکھتا ہے۔"



تیری زلف کے سر ہونے تک

اقرا صغیر احمد

قسط نمبر 25

دل اس قدر اداس بھی پہلے کبھی نہ تھا
غم میرا اک رفیق تو تھا، زندگی نہ تھا
بکھری ہوئی تھی شہر میں چہروں کی بازگشت
جس شخص کی تلاش تھی، بس اک وہی نہ تھا



(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

انشراح راستے میں نوفل کو دوستی کی آفر کرتی ہے، جس پر وہ نہایت مشتعل ہو جاتا ہے۔ اسے انشراح میں اپنی ماں کا انداز دکھتا ہے جو اسی طرح ہر کسی سے میل جول بڑھا لیتی تھی جب ہی وہ اس کے ہاتھ کو جھٹک دیتا ہے۔ انشراح اس کے رویے پر الجھن کا شکار نظر آتی ہے۔ دوسری طرف عائقہ بھی اپنی فیملی کے ہمراہ آؤٹنگ پر جانے کا ذکر کرتی ہے تو انشراح تنہا رہ جاتی ہے۔ جہاں آراء اپنی ذات میں مگن دنیا کی رنگینیوں سے لطف اندوز ہوتی ہیں، ایسے میں سراج کی آمد اچانک انہیں بوکھلا دیتی ہے۔ وہ اپنی رقم کا تقاضا کرتا ہے، جس پر جہاں آرا صاف انکار کرتی ہیں مگر وہ بھی اتنی آسانی سے ٹلنے والا نہیں ہوتا، جب ہی وہ برکھا کا ذکر کرتے انہیں چونکنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ سراج کے منہ سے یہ باتیں سن کر جہاں آرا آنے والے وقت کے لیے خود کو تیار کر لیتی ہیں، جلد ہی سراج برکھا کو لے کر ان کے گھر پہنچ جاتا ہے اور انشراح کا مطالبہ برکھا ان کی سامنے کرتی ہے، لیکن جہاں آراء اب اپنی بات پر قائم نہیں رہتیں، اور پیسے دے کر معاملہ ختم کرنے کا ارادہ رکھتی ہیں۔ عمرانہ کو جب یہ پتہ چلتا ہے کہ زید، صالحہ اور مدثر سے ملنے گیا تھا تو وہ خوب ہنگامہ کھڑا کر دیتی ہیں۔ ایسے میں زید انہیں سمجھانے میں ناکام ہو کر مایوس لوٹ جاتا ہے۔ مائدہ اپنی ماں کو آنے والے حالات کے مطابق تیار کرتی ہے اور عمرانہ بھی متفق ہو جاتی ہے۔ اچھی آپا اور چندا کے ارادے بالکل بھی نیک نہیں ہوتے، سودہ کی صورت وہ اپنے گھر میں ایک ملازمہ لانا چاہتی ہیں تو دوسری طرف پیارے میاں کو سودہ سے بدظن کرنے کی کوشش جاری رکھتی ہیں۔ رضوانہ بہن سے تعلقات خراب ہونے پر کافی مضطرب ہوتی ہیں، ایسے میں عفرا، زید سے بات کرنے کا مشورہ دیتی ہے رضوانہ کو بھی یہ بات پسند آتی ہے، جب ہی زید کے ذریعے اپنے تعلقات پھر سے بحال کرنا چاہتی ہیں۔ زید سودہ کی جدائی کے خیال سے بے چین ہوتا ہے لیکن وہ اپنے جذبات کسی پر ظاہر ہونے نہیں دیتا اور خود کو سنبھالتا شادی کی تیاریوں میں مصروف ہو جاتا ہے۔

(اب آگے پڑھیے)



سودہ کے چہرے پر پھیلتے خوف نے زید کو بھی سامنے دیکھنے پر مجبور کر دیا تھا عین وقت پر بچت ہوگئی تھی وہ سورج مکھی کے لائن سے لگے ہوئے قد آور پودوں کی سمت کھڑا تھا۔ جہاں سے وہ باہر دیکھ سکتا تھا مگر دوسری سمت سے کسی کے دیکھ لینے کا احتمام نہ تھا' وہ غیر محسوس طریقے سے مزید دور ہو گیا تھا۔

''ارے بی بی...... یہاں سے ہمیشہ کے لیے جانے میں تمہارے پاس صرف ایک ہفتہ باقی ہے اور گھر میں مہمانوں کی آمدورفت شروع ہو چکی ہے اور تمہاری یہ مٹرگشت ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی۔'' عمرانہ قریب پہنچ کر اپنے مخصوص لہجے میں گویا ہوئیں' سودہ سے کوئی جواب نہ بن پڑا' زید کچھ فاصلے پر پودوں کی اوٹ میں موجود تھا اور اس کی جان پر بنی ہوئی تھی۔ وہ دو قدم آگے بڑھتی تو قیامت کھڑی ہو سکتی تھی۔

''میں تم سے مخاطب ہوں' کیا کر رہی ہو یہاں؟''

''وہ...... وہ میں نے موسم اچھا دیکھا تو لان میں آ گئی تھی۔'' ان کی گھورتی نگاہوں نے گڑبڑا کر رکھ دیا تھا۔

''موسم اچھا دیکھا تو لان میں آ گئی تھی...... ہونہہ اب یہاں سے جا رہی ہو اس رہائش گاہ کو معاف کر دو' تمہاری ماں بھی شادی سے قبل اسی طرح ہر شے کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھا کرتی تھی اور نتیجہ کیا ہوا اس حسرت و نیت خرابی کا کہ شادی کے صرف ڈیڑھ سال بعد ہی ہمیشہ کے لیے خود تو آ ئی ساتھ تمہارا بوجھ بھی اٹھا لائی تھی۔'' ماں کی اس چھوٹی سوچ پر زید کی نگاہیں زمین پر گڑھ کر رہ گئی تھیں' اگر سودہ کی رسوائی کا خوف نہ ہوتا تو وہ یوں چور بن کر کھڑا نہ ہوتا کہ وہ ان کی تنگ نظری و تنگ دستی سے واقف تھا' اگر انہیں یہاں اس کی موجودگی کا علم ہو جاتا تو وہ ابھی مہمانوں کے سامنے سودہ کا تماشہ

بنانے میں دیر نہ لگاتیں؛ جس طرح ابھی دل کی بھڑاس نکالنے میں مگن تھیں۔

''نیت اچھی لے کر جاؤ تاکہ تمہیں اپنی ماں کی طرح کوئی تحفہ ساتھ لانے کی ضرورت نہ پیش آئے' چلو اندر جاؤ یہاں سے۔'' وہ نخوت سے کہتی ہوئیں آگے بڑھ گئیں۔ جہاں ڈرائیور ان کا منتظر کھڑا تھا۔

سودہ ان کے جاتے ہی تقریباً بھاگتی ہوئی اندر کی جانب بڑھ گئی' اس نے مڑ کر شرمندہ کھڑے زید کو بھی نہ دیکھا تھا۔



''کتیا' کمینی عورت میرے گھر تک پہنچ گئی مجھے دھمکا کر گئی ہے' یہ سب اس نمک حرام سراج کی سازش ہے' میرے منع کرنے کے باوجود وہ برکھا کو یہاں لے آیا تاکہ اسے اس کا پیسہ مل جائے لیکن میں بھی اپنے نام کی ایک ہوں' ایک ٹکہ بھی دے دوں تو اپنا نام بدل لوں گی۔'' برکھا اور سراج کے جانے کے بعد اندر آکر جہاں آرا تنہا بڑبڑا رہی تھیں۔

''روشن تیرا بیڑہ غرق ہو جائے' تو مر جائے' تیری خوشیوں کو آگ لگ جائے' جس طرح تو مجھے برباد کرکے گئی ہے اسی طرح تو بھی برباد ہو جائے' خود وہاں مزے سے زندگی گزار رہی ہے اور یہاں مجھے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنے پر مجبور کر گئی ہے...... آج یہ نوبت آگئی ہے کہ دو ٹکے کے لوگ مجھے دھمکا رہے ہیں' نیچ سمجھ رہے ہیں...... کل تک جن لوگوں کی جرأت نہ تھی میرے سامنے کھڑے ہونے کی وہ مجھ سے مقابلہ کر رہے ہیں۔'' برکھا اور سراج کے گٹھ جوڑ نے جہاں آرا کو مشکل میں ڈال دیا تھا۔ حقیقت یہی تھی کہ اس وقت وہ تنہا اور کمزور ہو گئی تھیں' لاکھ بگڑے تیوروں سے اپنی طاقت اور بہادری ثابت کرتی تھیں مگر اس امر سے بھی بہ خوبی واقف تھیں کہ وہ تنہا بے بس ولاچار ہو گئی ہیں' برکھا ایک بڑا گروہ لے کر چلی تھی' اونچی اڑان تھی اس کی جب کہ ان کا کوئی مددگار بھی نہ تھا' دوپہر شام میں ڈھلنے والی تھی اور شام میں اس نے ملنے کا وعدہ کیا تھا...... ملنے کا مقصد تھا برکھا کو انشراح کی حوالگی' جواب ناممکن تھا۔

انہوں نے انشراح کا سودا اس وقت برکھا سے کیا تھا جب وہ اپنے ناجائز وجود کا سن کر حواسوں سے بیگانہ ہو گئی تھی' اسے اپنی کوئی خبر اور ہوش نہ تھا' وہ محض سانس لیتا مجسمہ بن کر رہ گئی تھی اور اب وہ پوری طرح سے زندگی کی طرف لوٹ آئی تھی۔

''کیا کروں...... کیا کروں کچھ سمجھ نہیں آرہا؟ وقت ہرن کی طرح قلانچیں بھرتا آگے بھاگے جا رہا ہے' اگر مجھے شام سے رات ہوئی تو وہ برکھا کو لے کر پھر آجائے گا اور آکر خالی ہاتھ جانا آسان نہ ہوگا ان کا۔'' بالی اپنے کمرے سے نکلی اور انہیں پریشانی میں مبتلا دیکھ کر پوچھا۔

''ماسی...... خیر تو ہے یہ تنہا کس سے باتیں کر رہی ہو؟''

''کس سے باتیں کروں کون دکھائی دے رہا ہے یہاں تجھے؟''

''جب ہی تو پوچھ رہی ہوں یہاں کوئی ہے بھی نہیں اور تم اکیلی باتیں کر رہی ہو۔'' بالی کو وہ ایک عرصے بعد پریشان و متفکر نظر آئی تھیں۔

''کوئی خاص بات نہیں ہے چائے لا میں اتنی دیر میں تیار ہو کر آتی ہوں مسز بیگ کے ہاں پارٹی میں جانا ہے۔''

''روز پارٹیوں میں جاتی ہو ماسی' دل نہیں بھرتا تمہارا؟''

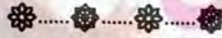
''کیوں بھرے میرا دل' میں کوئی مردہ دل تھوڑی ہوں تیری طرح' میں نے ہر عمر میں لائف انجوائے کرنا سیکھی ہے اور یہی زندگی ہے۔'' وہ سوچ چکی تھیں برکھا سے کس طرح بات کرنی ہے۔

''تمہارے اللہ اللہ کرنے کے دن ہیں' انجوائے کرنے کی عمر ختم ہو گئی ہے۔'' نہ چاہتے ہوئے بھی بالی کی زبان پھسل گئی تھی۔

''اور تیری جوتے کھانے کی عمر ہے حرافہ' ابھی بھی تیرے برابر میں کھڑی ہوتی ہوں تو تیری چھوٹی بہن لگتی ہوں۔'' غضب کی خوداعتمادی تھی۔

''پھر میرے ساتھ نہ چلا کرو ماسی' کہیں لوگ رشتہ دینا نہ شروع کر دیں۔'' بالی نے ہنستے ہوئے کہا جوابا جہاں آرا نے

پاؤں میں پہنی چپل کھینچ ماری تھی۔



گوٹے اور ستاروں سے مزین خوب صورت فراک' دوپٹہ اور پائجامہ بیڈ پر پھیلا ہوا تھا' ساتھ ہی گوٹے کی جیولری سیٹ اور چوڑیاں رکھی تھیں' اچھی بار بار ان چیزوں کو اٹھا کر ستائشی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ چندا بھی ماں کی طرح گردن اکڑائے سوٹ کو جانچ رہی تھی۔

''دیکھنا کیسی واہ واہ ہوگی' کتنا شاندار سوٹ ہے کون لے کر جاتا ہے اتنا قیمتی سوٹ یہ تو سودہ کی خوش قسمتی ہے جسے ہم جیسا سسرال ملا ہے۔''

''ممانی نے تیار نہ کروالیا ہو سودہ کا مایوں کا سوٹ اگر ایسا ہوا تو ہمارا سوٹ بیکار جائے گا۔'' چندا نے میکرونی کھاتے ہوئے اندیشہ ظاہر کیا۔

''وہ ایک چھوڑ دس سوٹ بنوائے مگر سودہ تو میرا بنایا ہوا ہی سوٹ پہنے گی' میری بات رد کرنے کی کس میں ہمت ہے بھلا؟'' وہ بیڈ پر ہی نیم دراز تھیں' معاً پیارے وہاں آیا۔

''ارے کیا ہوا بیٹا؟ تمہارے منہ پر یہ بارہ کیوں بج رہے ہیں؟'' وہ انہیں پریشان و متفکر نظر آیا۔

''وہ دبئی سے بار بار کال آرہی ہے مجھے وہاں فوراً پہنچنے کی تاکید کی جارہی ہے۔''

''دبئی سے کال آرہی ہے...... دفع دور کراسے تو اس منحوس سے خوفزدہ کیوں رہتا ہے' حد ہوتی ہے بزدلی کی بھئی۔'' انہوں نے اپنے لاپرواہ و نڈر انداز میں تسلی وحوصلہ دیا۔

''ممی...... وہ میرے پاس......!''

''بھاڑ میں گئے سب' یہ دیکھ سودہ کی مایوں کا سوٹ کیسا لگ رہا ہے؟ پورا مال چھان کر لائی ہوں سب سے خوب صورت اور فینسی ہے۔'' انہوں نے مسکراتے ہوئے سوٹ کی طرف اشارہ کیا۔

''یہ...... سودہ کا سوٹ ہے؟'' سودہ کے نام پر اس کا بجھا ہوا چہرہ کھل اٹھا فوراً آگے بڑھ کر سوٹ دیکھنے لگا۔

''یہ سوٹ سودہ مایوں پر زیب تن کرے گی ممی؟''

''ہاں...... آج تک کسی نے یہ کلر نہیں پہنا مایوں پر میری بہو سب میں الگ اور پیاری لگے گی۔'' وہ پان چباتے ہوئے کروفر سے گویا ہوئیں۔

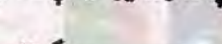
''بہت عجیب چوائس ہے ممی آپ کی' آج تک کسی نے بھی یہ کلر مایوں پر نہیں زیب تن کیا ہوگا' آپ نکاح سے قبل ہی سودہ کو بیوہ کرنے کا ارادہ رکھتی ہیں۔'' وہائٹ کلر کا ڈریس اسے ذرا نہ بھایا۔

''لو بھئی...... ممی صبح سے نکلی سارا دن خوار کرکے یہ سب لائی ہیں اور جب سے لائی ہیں دیکھ دیکھ کر پھولے نہیں سما رہی اور آپ نے بناء کسی لحاظ و مروت کے ریجیکٹ کردیا۔'' چندا کو بھائی کی سودہ کے لیے وارفتگی بالکل پسند نہ تھی سو جل کر بولی۔

''ٹھیک کہہ رہی ہے چندا...... پورے شاپنگ مال میں اوپر نیچے چکر لگا لگا کر میری ٹانگیں اکڑ کر رہ گئی' خوب چھان پھٹک کرکے پسند کیا اور تم ہو کہ باتیں سنا رہے ہو' وہ ہی بات ہے کہ بہوئیں خوامخواہ ہی بدنام ہوتی ہیں' آج کل بیٹے ہی ہاتھوں سے نکلے ہوئے ہیں۔'' اچھی بھی برا مان گئی تھیں' پیارے میاں نے ماں اور بہن کے بگڑے ہوئے موڈ دیکھے اور پھر لجاجت بھرے لہجے میں گویا ہوا۔

''میرا مقصد آپ کو ہرٹ کرنا نہیں تھا' آپ خود ہی بتائیں کبھی آپ نے کسی کو مایوں پر اس طرح وہائٹ سوٹ میں دیکھا ہے؟''

''نہیں دیکھا تب ہی تو یہ کلر لائی ہوں تاکہ میری بہو سب سے جدا لگے۔''



ساریہ کے والدین ورلڈ ٹور کے بعد واپس آگئے تھے۔ اس کے والد تنویر اور ماں ثمرہ کی دلی خواہش تھی کہ نوفل اور

سار یہ کو شادی کے بندھن میں بندھے دیکھیں اور پھر وہ اسی مقصد کے تحت تو اسے یہاں چھوڑ کر گئے تھے۔ سار یہ نوفل کو اپنی محبت سے اسیر کرلے گی' بیٹی کے حسن وذہانت پر انہیں ازحد یقین تھا لیکن نوفل کی سرد مہری وانکار نے ان کے خوابوں کو آگ لگادی تھی۔ سار یہ ماں کو ہر بات سے آگاہ رکھے ہوئے تھی اور سار یہ کا ایک بار نہیں بار بار ریجیکٹ ہونا تنویر اور ثمرہ کو سخت برا لگا تھا۔ انہوں نے آتے ہی سب سے پہلے یوسف صاحب سے گلہ کیا۔

''اتنے روشن خیال اور سمجھ دار ہونے کے باوجود آپ مجھ سے کس طرح یہ توقع کرسکتے ہیں کہ میں نوفل کو پریشرائز کروں سار یہ سے شادی کے لیے؟'' یوسف صاحب نے ان کے اصرار پر حیرانی سے کہا۔

''آپ کرنا چاہیں تو کرسکتے ہیں بھائی صاحب' نوفل آپ کی بات ٹال ہی نہیں سکتے۔'' ثمرہ منہ بنا کر گویا ہوئیں۔

وہ اس وقت سٹنگ روم میں بیٹھے تھے' سار یہ بھی وہاں موجود تھی اور زرقا بیگم یوسف صاحب کے قریب کچھ متفکر انداز میں بیٹھی تھیں' سینٹر ٹیبل پر سوفٹ ڈرنک کے علاوہ دیگر لوازمات موجود تھے مگر انہوں نے پانی تک پینے سے انکار کردیا تھا اصرار کے باوجود کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگایا تھا۔

''بھائی...... آپ کی بات درست ہے نوفل میری بات سے انکار نہیں کرتا' میرے اور زرقا کے ہونٹوں سے نکلنے والی ہر بات اس کے لیے حکم کا درجہ رکھتی ہے...... مگر شادی ایک ایسا تعلق اور رشتہ ہے جو دل اور مرضی کا تابع ہوتا ہے' ہم کس طرح سے اسے فورس کرسکتے ہیں' ایسے بندھن کو باندھنے کے لیے جس میں اس کی خوشی ومرضی شامل نہ ہو۔''

''اگر سار یہ کی جگہ آپ کی کوئی بیٹی ہوتی تو پھر بھی آپ یہی دلیل دیتے؟''

''میری بیٹی......'' ان کے دل کے زخم کو پھر چیرہ لگا تھا۔

''ہاں ہاں...... آپ کی بیٹی ہوتی تو پھر بھی آپ نوفل کی مرضی وخوشی کو ہی ملحوظ خاطر رکھتے' ذرا اپنی نہ چلاتے اسے فورس نہ کرتے؟'' تنویر نے بھی بیوی کا ساتھ دیتے ہوئے سوال کیا۔

''سار یہ ہماری ہی بیٹی ہے' جو فیصلہ سار یہ کے لیے ہوا ہے وہ ہی فیصلہ تب بھی ہوتا' زبردستی بیٹیاں مسلط نہیں کی جاتیں کسی پر بھی۔''

''میری انا کا مسئلہ ہے اب تو...... اگر نوفل نے میری بیٹی سے شادی نہیں کی تو وہ پھر کسی اور سے بھی شادی کرنے لائق نہیں رہے گا۔'' کسی طوفان کی مانند وہ بپھرے تھے اور اس طرف آتا نوفل ان کی دھمکی سن چکا تھا۔

''کیا کریں گے آپ؟'' وہ دھیمے وسرد لہجے میں گویا ہوا۔

اسے دیکھ کر سار یہ گھبرا کر کھڑی ہوگئی' چہرے کے رنگ ثمرہ اور تنویر کے بھی اڑے تھے' مگر یوسف صاحب اور زرقا بیگم کی موجودگی ان کے لیے ڈھارس بن گئی تھی' وہ اسی طرح اکڑی گردن سے بولے۔

''تم نے میری بیٹی کی محبت کی انسلٹ کی' اسے ٹھکرایا شادی سے انکار کرکے' تمہیں کیا معلوم بیٹی کے ٹھکرائے جانے کی تذلیل کتنی شدید ہوتی ہے تمہاری کوئی بہن ہوتی نہ پھر تمہیں اس درد کا احساس ہوتا جس تکلیف سے تم نے ہمیں اور ہماری بیٹی کو دوچار کیا ہے۔''

''میں نے کب وعدے کیے تھے آپ سے اور آپ کی بیٹی سے شادی کے؟'' اس کے نرم ودھیمے لہجے میں سرد مہری و ناپسندیدگی شدت سے عیاں تھی جو ان تینوں کو اذیت سے دوچار کررہی تھی' زرقا بیگم نے کچھ کہنا چاہا مگر انہیں یوسف صاحب نے آنکھ کے اشارے سے خاموش رہنے کا کہا۔

دراصل یہ معاملہ شعوانہ کے حوالے سے اہمیت کا حامل تھا تنویر اور نوفل کا جو تعلق تھا وہ ماموں اور بھانجے کا تھا۔ اگر شعوانہ اچھی وباوفا عورت ہوتی تو ان کا رشتہ بہت مضبوط وخوب صورت ہوتا تھا۔

''وعدوں کی ضرورت بھی کیا تھی تم میری بہن کے بیٹے ہو' میرا پورا پورا حق ہے تم پر پھر سار یہ ایک خوب صورت وہر لحاظ سے مکمل لڑکی ہے' میری بیٹی کو کوئی رشتوں کی کمی نہیں' ہزاروں لوگ میری بیٹی سے رشتہ جوڑنا چاہتے ہیں فخر محسوس کرتے ہیں مگر......''

''مگر ہم چاہتے ہیں شعوانہ کی بے عقلی کی وجہ سے جو ہمارے خاندانوں میں خلیج حائل ہوئی ہے اس خلیج کو سارہ یہاں کی بہو بن کر دور کردے۔'' خاوند کی بات کاٹ کر ثمر نے بات سنبھالی۔

''بس...... کیا کریں شعوانہ سے بھی بے عقلی ہوگئی تھی۔''

''بے عقلی نہیں بدچلنی' کہیں بدکردار اور بے حیا کہیں۔'' کہتے ہوئے اس کی آنکھوں میں نمی چمک اٹھی تھی۔

''گڈ...... وری گڈ۔'' تنویر نے طنزاً تالیاں بجائیں۔

''بدچلن...... بدکردار...... بے حیا...... جس عورت کو کہہ رہے ہو وہ بدقسمتی سے تمہاری ماں ہے...... ایک ایسی عورت کی اولاد کہلا کر تم خود کو کس بناء پر نیک و شریف و باکردار ثابت کرنا چاہتے ہو؟''

''تنویر بھائی...... آپ مہمان بن کر آئے ہیں اور آداب میز بانی نے میرا دامن تھاما ہوا ہے' میں نہیں چاہتا آپ کی کڑوی باتیں مجھے لحاظ و مروت سے بے بہرہ کردیں اور میں وہ کر بیٹھوں جو ہمارے درمیان نئے تنازعات کو جنم دے' بہتر ہوگا تحمل و بردباری کا مظاہرہ کریں۔'' خاصی دیر سے صبر و برداشت کا دامن تھامے یوسف صاحب کھڑے ہو کر گویا ہوئے ان کے ساتھ ہی سب کھڑے ہوگئے تھے۔

''ارے کیسا تحمل' کیسی بربادی' اس لڑکے نے میرا دماغ خراب کردیا ہے' کیسی باتیں کررہا ہے' اپنی ماں کے حوالے سے' کوئی بیٹا اس قدر بے غیرت بھی ہوسکتا ہے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔'' وہ بات کو طول دینے کی ٹھان چکے تھے سو کف اڑاتے ہوئے بولے۔

''بھائی صاحب...... جب ماں بے غیرتی و بے شرمی کو شعار بنا کر بیٹے کی موجودگی میں بھی ناجائز تعلقات قائم رکھے تو کون غیرت مند بیٹا ایسی عورت کو ماں کہے گا؟ کس طرح وہ عزت کرے گا؟'' زرقا بیگم بھی نوفل پر بے جواز حملے برداشت نہیں کرسکیں۔ ''آپ لوگ ابھی اور اسی وقت تشریف لے جاسکتے ہیں' میں ایسے لوگوں کو لمحہ بھر برداشت نہیں کروں گی' جو میرے بیٹے پر بلاوجہ انگلی اٹھائیں۔'' زرقا بیگم نے سخت لہجے میں ان تینوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور پھر نوفل کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے پُروقار انداز میں چلی گئیں۔

''ڈیڈی...... میں یہاں سے نہیں جاؤں گی۔'' ان کے جاتے ہی سارہ روتے ہوئے ضدی انداز میں گویا ہوئی۔

''سارہ...... بی بریو یہ بات تو پتھر کی لکیر بن گئی ہے اگر وہ بدبخت تمہارا نہیں ہے تو پھر کسی کا بھی نہیں اور نہ ہوسکتا ہے ہری اپ۔'' وہ تینوں وہاں سے نکل گئے' وہاں تنہا کھڑے یوسف صاحب سوچ رہے تھے۔ عکرمہ نے ایک غلط عورت کا انتخاب کیا تھا اور اس غلط عورت کی غلطیاں نسلوں کو بھگتنی تھیں۔



''سوناٸیس آف یو...... آپ نے مائدہ کی سیکنڈ مدر کو ایکسپیٹ کرکے اپنے گریٹ ہونے کا ثبوت دیا ہے' ہر کوئی آپ کی طرح پولائٹ نہیں ہوتا ہے آنٹی۔'' جنید کی نگاہوں اور لہجے میں ستائش و توصیف تھی' عمرانہ اور زید شادی کا انویٹیشن دینے وہاں آئے تھے اور زید نے ہی نپے تلے انداز میں صالحہ کی آمد کا بتایا تھا' جس کو سن کر جنید اور اس کی دادی خاموش تھے۔

''رئیلی عمرانہ...... آپ نے بہت کھلے دل و اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کیا ہے' میں آپ کی اعلیٰ ظرفی سے بے حد متاثر ہوئی ہوں' عورت اگر اپنی انا و جذبات پر دسترس حاصل کرلے تو عزت و توقیر کی معراج حاصل کرلیتی ہے اور عورت کی اہلیت ثابت ہی یہاں ہوتی ہے۔''

جنید کی دادی نے ان کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اپنائیت سے کہا' عمرانہ جواباً خاموش رہیں ہونے والے داماد اور دادی کے تعریفی و ستائشی جملوں نے ان کے اندر فخر و انبساط پیدا کردیا تھا۔

''مائدہ کی باتیں بالکل صحیح ثابت ہورہی ہیں' ابھی وہ چڑیل گھر آئی بھی نہیں اور میری واہ واہ ہونے لگی ہے' بعد میں مزید مجھے سراہا جائے گا اور پھر میں عروہ کو بتاؤں گی کہ میں کتنے بڑے دل کی مالک ہوں۔'' وہ تصور میں عروہ کی اتری ہوئی صورت سے مخاطب تھیں جب کہ دادی ان کے خیالوں سے بے خبر کہہ رہی تھیں۔

''میں جانتی ہوں ایک عورت کے لیے سوکن کا دکھ کتنا بڑا ہوتا ہے' پل میں مرنا اور پل میں جینا ہوتا ہے' آپ ایک کڑے امتحان سے گزری ہیں۔''

''جی ہاں آنٹی...... بچوں کی خاطر سب کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے' مرد کے لیے آسان ہوتا ہے دوسری بیوی لانا اور عورت جب ماں بنتی ہے پھر بس ماں ہی بن کر رہ جاتی ہے اپنے بچوں کے علاوہ پھر کہاں جاسکتی ہے۔'' بیٹی کا سسرال تھا اس نزاکت کو جانتے ہوئے انہوں نے بھی بھرم قائم رکھنے کی خاطر سلجھے ہوئے پُروقار لہجے میں کہا۔

''عورت کو ماں کا درجہ دے کر اس کے قدموں کے نیچے جنت اسی لیے تو رکھی گئی ہے کہ ماں سے بڑھ کر اولاد کی خیر خواہی میں کہیں باپ بھی زیادتی کر جاتے ہیں۔'' دونوں خواتین گفتگو میں مصروف تھیں' جنید ملازمہ کو چائے اور اسنیکس تیار کر کے لانے کی ہدایت کرنے گیا تو زید آفس سے آنے والی کال سننے باہر لان میں چلا آیا' جنید بھی وہیں آ گیا تھا۔

''بہت بدلے ہوئے اور خاصے کمزور دکھائی دے رہے ہو' خیریت تو رہی ناں' آئی مین تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟'' حسب عادت وہ اس کے چہرے کا بغور جائزہ لینے کے بعد متفکرانہ انداز میں گویا ہوا۔

''ٹھیک ہوں کیا ہوگا مجھے؟'' اس نے سرد مہری سے کہا۔

''میری دعا ہے تمہیں کبھی کچھ نہ ہو۔'' اس کے روڈ لہجے نے جنید کو کچھ لمحے خاموش کردیا تھا لیکن وہ جنید ہی کیا جو خاموش رہ جائے۔

''تم نے معاف نہیں کیا ابھی تک مجھے' حالانکہ میں نے قسم کھائی ہے کہ مائدہ کے بعد کوئی اور لڑکی میری زندگی میں نہیں آئے گی' اب تم ہی بتاؤ میں کس طرح تمہیں یقین دلاؤں' بتاؤں کہ تم پہلے کی طرح مجھ سے محبت کرنے لگو۔''

''معافی اور خفگی کا کیا سوال ہے جنید...... جو ہونا تھا وہ ہوگیا ہے۔''

''جو ہوا وہ نہیں ہونا چاہیے تھا' اس طرح ہمارے درمیان فاصلے نہ آتے' ہم دوست بن کر اجنبی نہ بنے ہوتے' میں بے حد شرمندہ ہوں' میں ایسا چاہتا نہیں تھا پھر بھی نہ جانے کس طرح یہ سب ہوگیا۔'' زید نے اس کی طرف دیکھا جس کے چہرے پر شرمندگی و ندامت اس کی سچائی کی گواہ تھی' اس وقت وہ پہلے والے جنید سے بہت مختلف وجدا دکھائی دے رہا تھا۔ رنجیدہ' ذمہ دار' قابل اعتبار۔

''پلیز' صاف کرلو دل میری طرف سے تمہارے بغیر زندگی دوستی کے رنگ سے خالی ہوگئی ہے' میری طرف سے تمہیں کبھی کوئی شکایت نہیں ہوگی۔'' زید بخوبی جانتا تھا کہ اس معاملے میں تنہا جنید کی ہی نہیں مائدہ کی بھی مرضی شامل تھی۔ خود اس کے انکار پر اس نے سنا تھا' وہ ممی سے اس کے رشتے پر حامی بھروانے کی خاطر دھمکی آمیز ضد کررہی تھی۔

اس کے ساتھ وہ بھی برابر کی شریک تھی' کچھ عرصہ ناراضگی کے بعد وہ مائدہ کو معاف کرچکا تھا تو پھر جنید کو کس بناء پر مسلسل سزا دے رہا ہے؟ اگر اس نے قدم بڑھایا ہے تو پیچھے مائدہ بھی نہیں ہٹی تھی۔

''یہ سچ ہے میرا دل تمہاری طرف سے بدگمانیوں و کبیدیوں کی کثافت سے اٹا ہوا ہے' تم نے کند چھری سے میری دوستی و اعتبار کو گھائل کیا ہے مگر میں جانتا ہوں اس چھری پر صرف تمہارا ہی ہاتھ نہ تھا...... ساتھ میں مائدہ بھی شامل تھی...... اگر وہ شامل نہ ہوتی تو آج ہم دونوں میں سے ایک زندہ نہ ہوتا' میں تمہیں مار دیتا یا تم مجھے۔'' ایک عرصے بعد اس کے لبوں پر ایسی روشن مسکراہٹ ابھری تھی کہ جس کی روشنی جنید کے قلب کو منور کرتی چلی گئی تھی۔



''انشی...... تم نے نوٹ کیا ہے ماسی ان دنوں کچھ زیادہ ہی پریشان لگ رہی ہیں' واچ مین کو بھی ہدایت دے رکھی ہے کہ کسی غیر متعلقہ فرد کو گیٹ پر گاڑی بھی پارک کرنے نہ دے۔'' بالی اس کے بالوں میں برش کرتی ہوئی گویا ہوئی' اس کے لہجے میں تفکر و بے چینی تھی جب کہ انشراح اطمینان سے گویا ہوئی۔

''جھگڑا کرلیا ہوگا پھر کسی سے' نانو کی عادت تم جانتی ہو جب تک کسی سے لڑ نہ لیں' انہیں سکون کہاں ملتا ہے' تم فکر مت کرو۔''

''بات فکر کرنے کی ہے انشی' ماسی کو اتنا پریشان میں نے اس وقت بھی نہیں دیکھا تھا جب تم ہوش وحواس سے بیگانہ ہوکر رہ گئی تھیں۔ اب ان کی پریشانی کا کیا راز ہے لیکن کوئی نہ کوئی بات ضرور ہے۔''

''ایسی بات ہے تو تم نے ان سے پوچھا کیوں نہیں' تم سے وہ کوئی بات نہیں چھپاتیں' پوچھ کر دیکھو کیا مسئلہ ہے؟ میں خود عاکفہ اور بابر بھائی کے جانے سے فکرمند ہوں' ان کی غیر موجودگی میں نوفل سے ملاقات کی کوئی لائن ہی نہیں مل رہی اور اس سے نہ ملنے کا مطلب ہے انتقام کو خواب سمجھ کر بھول جاؤں۔'' وہ آج کل اس پریشانی میں مبتلا تھی' پل میں تولہ پل میں ماشہ بننے والا وہ شخص بدلے کی آگ سے دور جاتا دکھائی دے رہا تھا۔

''اتنا عرصہ تمہیں اس سے ملتے ہوئے ہوگیا ہے اور ابھی تک تم دونوں کے تعلقات اس قدر مضبوط نہیں ہوئے کہ ایک دوسرے سے ملنے کے لیے کسی کا سہارا لینا ضروری ہے؟'' وہ اس کے بال باندھ کر سامنے بیٹھتے ہوئے بولی۔

''بتایا تو تھا تمہیں کہ وہ بہت عجیب آدمی ہے سیدھا چلتے چلتے پٹڑی سے اتر جاتا ہے' گرلز کے معاملے میں بے حد سخت دل ہے' یہ تم جانتی ہو۔'' وہ صوفہ پر نیم دراز ہوگئی۔

''وہ لڑکیوں کے معاملے میں اتنے سڑیل کیوں ہیں...... کیا کسی نے محبت میں دھوکہ دیا ہے انہیں' عموماً لڑکے ایک لڑکی کی بے وفائی کا بدلہ دوسری لڑکیوں سے لینا اپنا حق سمجھتے ہیں۔''

''آئی ڈونٹ نو...... شاید ایسا ہوسکتا ہے یا کوئی اور معاملہ ہے عاکفہ بتا رہی تھی' اس کا کوئی فیملی میٹر ہے' اس کے پیرنٹس کے مابین کوئی مس انڈر اسٹینڈنگ تھی یا کسی اور ہی انفیئر نے اس بندے کو آدھا تیتر' آدھا بٹیر بنا دیا ہے' کبھی سوجی کا حلوہ ثابت ہوتا ہے' کبھی سوہن کا۔''

''ہاہاہا' حلوؤں کی بھی خوب کہی تم نے واہ......'' وہ ہنس دی تھی۔

''وہ تو حلوہ ہے تمہارے لیے اور تم اس کے لیے کیا ثابت ہوگی؟''

''اس کے حلق میں پھنسی ہڈی جو اس کی جان لے کر چھوڑے گی۔'' اس کی مسکراہٹ اتنی خوفناک تھی کہ وہ جھرجھری لے کر رہ گئی۔

''ایسی باتیں تمہارے منہ سے اچھی نہیں لگتی انشی۔''

''ضروری نہیں ہے منہ ہر بات سے اچھی ہی نکالے' اچھی باتیں اچھے لوگوں کے لیے اور بری باتیں برے لوگوں کے لیے ہوتی ہیں۔''

''کسی کی برائی کی سزا کسی بے قصور کو دینا ظلم و بے رحمی ہے۔''

''تم یہ بات کہہ سکتی ہو بلکہ ہر کوئی یہ بات کہہ سکتا ہے جو میری طرح اس آگ میں جل نہیں رہا...... کیونکہ دوسروں کو نصیحت کرنا بہت آسان ہوتا ہے۔'' وہ اپنی ذات کی نفی کیے جانے کی تکلیف میں مبتلا تھی۔

''تمہارا اور میرا دکھ ایک سا ہے' میرے ناکارہ وجود کو کچرا سمجھ کر کچرے پر ہی پھینک دیا گیا اور میں اپنے پیدا کرنے والوں سے ناواقف ہوں' تم اس معاملے میں خوش نصیب ہو کہ تمہیں اپنی جڑوں کی خبر ہے۔'' بالی بھی رد کیے جانے کا درد لے کر جی رہی تھی۔

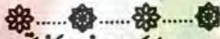
''خوش نصیب ہوں...... لعنت بھیجتی ہوں میں ایسی خوش نصیبی پر جو ہر وقت رد کیے جانے کے دکھ میں مبتلا رکھے انسان کو' جو نہ سکون سے جی سکے نہ مرسکے۔'' اس کے خوب صورت چہرے پر کبیدگی تھی' بالی نے اس کی طرف دیکھا اور سرد آہ بھری۔ اس کا مزاج بالکل بدل گیا تھا۔

''آگہی ایک اذیت ہے...... ایک کرب مسلسل ہے' جو اس کا شکار بنتا ہے وہ مرغ بسمل کی مانند تڑپتا ہی رہتا ہے۔''

''تم نانو سے معلوم کرو کیا پرابلم ہے ان کو' مجھے تو وہ کبھی نہیں بتائیں گی کچھ بھی۔'' انشراح کو بھی اپنے رویے کی تلخی کا احساس ہوا تو وہ نرمی سے گویا ہوئی۔

''ابھی وہ کہیں جانے کی تیاری کر رہی تھیں' اب تو چلی گئی ہوں گی' میرا موڈ چائے کا ہے' تمہارے لیے بھی لاؤں؟''

بالی اٹھ کھڑی ہوئی۔
''ہوں' عاکفہ نے مجھے بھی چائے کی لت لگا دی ہے' لے آؤ میرے لیے بھی۔''
''اچھا ہے کوئی تو اچھی عادت عاکفہ نے ڈالی' میں تو کہتی ہوں اس کی طرح ہی تمہیں بھی کسی سے محبت ہوجائے اور تمہیں معلوم ہو زندگی فضول بدلے کی نذر کرنا حماقت ہے۔''

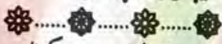


برکھا کے تیور بری طرح بگڑے ہوئے تھے' جہاں آرا ابھی تک نہیں پہنچی تھی' وقت کی پابندی میں دونوں ہی یکساں تھیں' گھڑی کی سوئیاں اپنے مقام پر پہنچنے میں سست ہوچکی تھیں' مگر وہ وقت پر ہی پہنچنے کی عادی تھیں۔
''ارے میڈم...... بار بار گھڑیال کو کیا دیکھ رہی ہو جہاں آرا اس گھڑیال سے برآمد تھوڑی ہوگی' وہ گھڑیال کی ٹن ٹن ٹن نہیں ہے' جیتی جاگتی گھاگ بڑھیا ہے۔'' سراج نے بے تابی سے بار بار وال کلاک کو گھورتی برکھا سے ہنس کر کہا۔
''میں جانتی ہوں' وہ وقت کی بہت پابند ہے اور اپنی کہی بات سے بھی مکرتی نہیں مگر اس وقت اس کے نہ آنے کا مطلب کیا ہے؟''
''وہ دن بیت گئے میڈم جب جہاں آرا کا طوطی ہر جگہ بولتا تھا' تب وہ وقت کی بھی پابند تھی اور زبان کی بھی پکی' اب اس کے نقار خانے میں الو بھی نہیں بولتے' وہ وعدے کرنے اور نبھانے کے لائق نہیں رہی۔'' سراج نے دیا سلائی دکھائی اور برکھا پہلے ہی بھس بنی ہوئی تھی۔
''میں اسے وعدہ خلافی کا مزہ ایسا چکھاؤں گی کہ مرنے کے بعد بھی یاد رکھے گی۔''
''یہ گھی ٹیڑھی انگلیوں سے بھی نہیں نکلے گا' میری مانو تو ڈبہ ہی کاٹ ڈالو کیوں انگلیاں خراب کرتی ہو۔'' اس کے لہجے میں معنی خیزی تھی۔
''سراج کتنے...... تجھ نمک حرام سے ایسی ہی لگائی بجھائی کی امید تھی' تو جس تھالی میں کھاتا ہے اسی میں تھوکتا ہے بدذات۔'' جہاں آرا اس کی باتیں سنتی آرہی تھیں' اندر آکر اس سے بگڑے لہجے میں مخاطب ہوئیں۔
''تنہا آئی ہو؟'' برکھا حیرانی سے اس کی طرف دیکھ کر استفسار کرنے لگی۔
''کیا بارات لے کر آتی؟'' ان کے لہجے میں تیکھا پن تھا۔
''ہاہا...... ہمارے یہاں بارات لانے کا رواج کہاں ہے تم بھول گئی ہو شاید؟''
''دیر کیسے ہوگئی آپا...... تم دیر کرنے والی تو نہیں ہو؟'' سراج نے پوچھا۔
''کراچی کے ٹریفک کا حال تمہیں معلوم نہیں ہے لگتا ہے پوری دنیا ہی کراچی میں آکر بس گئی ہے' ایک ہجوم بکھرا ہے جو ہمہ وقت دکھائی دیتا ہے۔''
''ٹھیک کہہ رہی ہو جہاں آرا' یہاں دن و رات کی کوئی قید نہیں ہے' آؤ بیٹھو نہ کھڑے کھڑے کیا باتیں کرو گی۔'' برکھا کا موڈ درست ہوگیا تھا۔
''میں بیٹھنے نہیں آئی تمہاری رقم واپس کرنے آئی ہوں' رقم لو اور میری جان چھوڑو۔'' وہ بیگ کھولتی ہوئیں غصے سے گویا ہوئیں۔
''ارے یہ میں کیا سن رہا ہوں؟ میں کوئی خواب تو نہیں دیکھ رہا' آپا اور رقم کی واپسی اللہ اللہ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟'' سراج مارے حیرت کے دونوں ہاتھوں سے اپنے گال پیٹنے لگا۔
''چپ کر جا سراج اور تم بھی بیگ بند کرو مجھے رقم نہیں لڑکی چاہیے۔'' برکھا نے سراج کو ڈپٹ کر ان سے سنجیدگی سے کہا۔
''لڑکی ملنا اب ممکن نہیں۔'' ان کے لہجے میں سختی در آئی تھی۔
''ناممکن لفظ میری زندگی میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔''

''پہلے نہیں رکھتا ہوگا......'' ان کا تنفس بے قابو ہوا۔

''بات کو مت الجھاؤ یہ رقم پکڑو اور کسی دوسری لڑکی کا بندوبست کرلو۔''

''کسی دوسری و تیسری لڑکی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا' میں اس لڑکی کی خاطر یہاں آئی ہوں' سراج نے اس کی خوب صورتی اور نوخیز حسن کے ایسے خواب دکھائے ہیں کہ میں اب اس کے حصول سے دستبردار ہونے والی نہیں ہوں' میں تمہیں کچھ ٹائم دے رہی ہوں اپنی مرضی سے انشراح کو یہاں چھوڑ جاؤ بس۔''



ساریہ اور اس کے والدین ہوٹل آ گئے تھے۔ تنویر ایک کینہ پرور اور کم ظرف ذہنیت کے مالک انسان تھے' نوفل کے انکار کو انہوں نے اپنی بے عزتی وانا کا مسئلہ بنالیا تھا۔ ساریہ نے بھی رو رو کر اپنا حال برا کرلیا تھا' وہ کسی بھی طرح نوفل کو بھولنے کو تیار نہ تھی اور نہ ہی وہ یہاں سے جانے کو راضی تھی۔ ثمرہ اور تنویر اسے سمجھا سمجھا کر تھک چکے تھے۔ پر وہ کسی کی سننے کو تیار نہ تھی۔

لاریب کو جب ان کے جانے کی خبر ملی تو وہ ساریہ کو کال کرکے ہوٹل چلا آیا اور جہاں ان سے گفتگو کے دوران خوب نمک مرچ لگا کر ان کی ہاں میں ہاں ملاتا رہا' دراصل وہ نوفل کی جانب سے دل میں بغض بھرے بیٹھا تھا اس دن سامعہ سے بدتمیزی کرتے دیکھ کر نوفل نے اس کی زبردست طریقے سے کلاس لی تھی اور وہ ہی خار وہ دل میں دبائے بیٹھا تھا' اب اس کے ہم مزاج لوگ مل گئے تھے۔ سو خوب محفل جم گئی تھی۔

''مجھے ازحد افسوس ہے نوفل کی وجہ سے آپ لوگوں کو وہاں سے آنا پڑا' وہ خود کو بہت کچھ سمجھنے لگا ہے گھر والوں کی نگاہوں میں اس کی بہت ویلیو ہے سب اس کی مرضی پر چلتے ہیں جو وہ کہتا ہے وہی ہوتا ہے۔''

''اب آیا ہے اونٹ پہاڑ کے نیچے کل تک میں اسے اپنا داماد سمجھ کر اس کی ہٹ دھرمی اور خاموشی کو برداشت کرتا رہا تھا مگر اب میں اس سے کوئی رعایت کرنے والا نہیں ہوں' جس کی وجہ سے میری بیٹی کی آنکھوں میں آنسو آئے ہیں۔'' تنویر گردن اکڑا کر سخت لہجے میں گویا ہوئے۔

''بالکل...... بالکل انکل اسے رعایت نہیں ملنی چاہیے۔'' اس کے بغض آمیز دل میں مسرت کی کرن روشن تھی۔

''لیکن...... یہ سب کرنے سے کیا ہوگا ڈیڈی؟'' ساریہ نے پوچھا۔

''اسے معلوم تو ہوگا کس کی بیٹی کا دل توڑا ہے اس نے۔''

''لیکن میرا تو پھر بھی نہیں ہوگا ناں وہ...... جب وہ میرا نہیں ہوگا تو یہ مار پیٹ کرنے کا کوئی فائدہ نہیں' آپ کچھ نہ کہیں نوفل کو۔'' ساریہ بھیگے لہجے میں گویا ہوئی۔

''تم غلط کہہ رہی ہو ساریہ...... ایسے کٹھور اور بے رحم کو ایسا سبق سکھانا چاہیے کہ وہ ساری زندگی یاد رکھے' باہر غیر لڑکیوں سے دوستیاں کرتا ہے اور گھر میں نیک و شریف بن جاتا ہے۔'' ساریہ کی لچک بالکل بھی لاریب کو نہ بھائی تھی وہ تلملا کر بولا۔

''وہ بڑا بدنصیب ہے جو میری بچی کی سچی محبت کو ٹھکرا گیا' میری تو بددعا ہے اسے کبھی سچی محبت نہ ملے' جس طرح میری بیٹی اس کی چاہت میں پاگل ہو رہی ہے وہ بھی اسی طرح کسی کی محبت میں دیوانہ ہوکر مرے۔'' ثمرہ بیٹی کی حالت دیکھ کر جاہل عورتوں کی طرح کوسنوں پر آ گئیں۔

''مرے گا وہ...... تم دیکھنا کیا حال کرتا ہوں میں اس کا میری شرافت دیکھی ہے اس نے ابھی' میری بدمعاشی سے وہ واقف ہی نہیں ہے۔'' تنویر اپنی گھنی و لمبی مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے غرائے۔

''ایسا نہ کہیں ڈیڈی...... وہ مر گیا تو زندہ میں بھی نہیں رہوں گی۔'' ساریہ نے تڑپ کر باپ کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

''تم انکل کا غصہ ٹھنڈا کرنے کی سعی مت کرو' انکل جو کر رہے ہیں وہ ٹھیک ہے' تمہیں ریجیکٹ کرنے کی سزا موت سے

کم نہیں ہونی چاہیے' آپ کو جو کرنا ہے وہ کریں انکل میں آپ کے ساتھ ہوں' ساریہ کو دوست کہا ہے اور دوست کی انسلٹ میری انسلٹ ہے۔"



وہ تین منزلہ عمارت بڑی خوب صورتی سے جگمگا رہی تھی' لان میں موجود درختوں اور پودوں پر بھی روشنیاں جگمگ جگمگ کررہی تھیں' مہمانوں کی آمدورفت جاری تھی' زید دل کو سنبھالے نارمل انداز میں وہاں موجود تھا۔

سودہ کی مایوں بڑی دھوم دھام سے ہورہی تھی۔ لوگوں نے سودہ کی خوب صورتی اور ساری ارینجمنٹ کو بے حد سراہا تھا۔ زیادہ تر تنقید کا نشانہ اچھی آپا کا مایوں والا وہائٹ سوٹ بن رہا تھا۔ ناپسندیدہ وتنقیدی نگاہوں کی ماں اور بیٹی نے قطعی پروانہ کی تھی۔ اول تو ان کے تیز وطرار مزاج اور جھگڑالو عادت کے خوف سے ان کی پیٹھ پیچھے ہی باتیں بنائی گئی تھیں اور کچھ نڈر خواتین نے منہ در منہ یہ سوال کیا بھی کہ مایوں پر سفید سوٹ کسی دلہن کو پہنے نہیں دیکھا تو فخر سے جواب ملا۔

"میری بہو دیکھو کیسا چاند کا ٹکڑا لگ رہی ہے' پیلے سوٹ میں کسی لڑکی پر اتنا روپ دیکھا ہے' پہلے کبھی؟" اور کہنے والی اپنا سا منہ لے کر رہ جاتی تھیں' جز بز صوفیہ بھی بہت ہوئی تھیں' انہوں نے بڑے دل سے مایوں کا غرارہ سوٹ بنوایا تھا۔ زرد غرارہ سوٹ پر ہرا گوٹہ و کرن لگی تھی۔ ہرے دوپٹے پر ہرے و پیلے ملٹی شیڈ کی باریک دھنک بہار دکھارہی تھی مگر اچھی آپا اور چندا نے اس سوٹ کو رد کردیا تھا اور اپنا لایا ہوا سوٹ اور فلاور جیولری کو ہی اہمیت دی تھی۔ سودہ اس میں بہت دلکش لگ رہی تھی۔ رسم کے موقع پر چندا زید کو بھی کھینچ لائی تھی۔

"آپ اتنے دور دور کیوں ہیں جناب...... کیا ہماری بھابی کا منہ میٹھا نہیں کرائیں گے۔" وہ کنفیوز کھڑے زید کو اسٹیج پر لے آئی اور سودہ کے برابر میں صوفے پر بٹھادیا' وائٹ شلوار سوٹ میں ملبوس کچھ گھبرایا سادہ جاذب نظر لگ رہا تھا۔ اس کے وجیہہ چہرے پر لمحے بھر کو بوکھلاہٹ طاری ہوئی تھی۔

"آپ بھول رہی ہیں چندا آپی......" شاہ زیب بھی وہاں آگیا' اس کی نگاہیں زید سے ہوتی ہوئیں سودہ کی طرف گئی تھیں' جو سرخ زرتار دوپٹے میں چہرہ چھپائے بیٹھی تھی۔ اس کا چہرہ سادہ' کشادہ پیشانی پر پھولوں کی بندیا بہار دکھارہی تھی۔ سیاہ دراز پلکیں کومل عارضوں پر لرزلرز جارہی تھیں' حیاء سے وہ پہلے ہی سمٹی بیٹھی تھی۔ مستزاد برابر میں براجمان زید کی موجودگی میں وہ حسب عادت نروس دکھائی دے رہی تھی۔

"ارے کیا کہا تم نے میں کیا بھول رہی ہوں؟" چندہ چونک کر گویا ہوئی۔

"زید بھائی کو آپ نے اس طرح لاکر بٹھایا ہے گویا یہی اصلی مالک ہیں۔"

"سودہ کے اصل مالک...... بھلا کیا مقصد ہوا اس بات کا؟" چندا کے تیور بدلنے لگے' اس نے ہاتھ میں پکڑا کیک واپس رکھا۔

"میاں...... یہ تم مذاق کررہے ہو یا مذاق ہی مذاق میں بھانڈا پھوڑ رہے ہو؟" قریب موجود اچھی آپا بھی بیٹی کے قریب آگئیں' لمحے بھر میں مسرتوں بھرے ماحول میں الجھاؤ پیدا ہوگیا تھا۔

"کیسا بھانڈ...... یہ کیا بات کررہی ہیں آپ آنٹی؟" شاہ زیب حیرانی سے بولا۔

"آپ شاہ زیب کی شوخ مزاجی کو جانتی ہیں پھر بھی ایسی بات کررہی ہیں' اس نے ازراہ مذاق ایسی بات کہی ہے اور ایسے موقعوں پر ایسی باتیں ہوتی ہیں کوئی برا نہیں مانتا' پھر آپ تو اپنی ہیں۔" زمرد نے آگے بڑھ کر تحمل و نرمی سے ان کا ہاتھ پکڑ کر سمجھایا۔

"آئم سوری آنٹی......شاہ زیب نے انہیں ہرٹ کیا ہے' میں معذرت کرتا ہوں' اس کی طرف سے وہ اسٹوپڈ ہے پلیز معاف کردیں اور اپنی رسم جاری رکھیں۔" زید ان کے قریب آکر معذرت کرتا ہوا بولا۔

"بات ایسی کوئی غصہ دکھانے والی نہ تھی جس پر آپ اتنا بدکی ہیں' اگر اس لڑکی کو مجھے بہو بنانا ہوتا تو ایک عرصے قبل یہ میری بہو بن چکی ہوتی اور آپ کو یہاں اوقات دکھانے کی نوبت ہی نہ آتی۔" زرد و سبز ساڑی میں نک سک سے تیار عمرانہ

وہاں آکر گویا ہوئیں۔
''زید اس لڑکی کا مالک نہیں ہے' البتہ آپ کے دل میں کوئی چور ہے تو اس چور کو ضرور باہر نکالیں' میرے بیٹے پر تہمت لگانے کی ضرورت نہیں۔'' ان کے ٹھنڈے لہجے میں غضب کی آگ تھی' جوان ماں بیٹی کو بھڑ کا گئی تھی۔
''ممی...... سن رہی ہیں آپ؟ کس طرح ہماری اوقات بتائی جارہی ہے' ہم یہاں اس لیے آئے ہیں کہ ہماری بے عزتی ہو' ہماری اوقات بتائی جائے؟'' چندا مہمانوں کی طرف دیکھتے ہوئے غصے سے چیخنے لگی' لمحوں میں کرسیوں پر بیٹھے مہمان وہاں جمع ہوگئے تھے۔
''زید...... چلو یہاں سے ان تھرڈ کلاس عورتوں سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔'' عمرانہ زید کا بازو پکڑ کر وہاں سے لے جانا چاہتی تھیں۔
''مما پلیز...... بات سمجھنے کی کوشش کریں' آپ ابھی کہیں نہیں جائیں۔''
''خوب تماشہ بنوارہی ہو ہمارا صوفیہ...... بہت عمدہ عزت افزائی کروارہی ہو اپنی بیٹی کے سسرالیوں کی واہ واہ۔'' اچھی آپا کی پاٹ دار آواز پورے ہال میں گونجنے لگی تھی۔ صوفیہ گم صم سی کھڑی رہ گئی تھیں۔
''رشتہ کرنے سے پہلے ہماری کلاس معلوم نہ کی' اب ہم تھرڈ کلاس دکھائی دے رہے ہیں چلو بھئی چلو' اب میں یہاں رشتہ کرنے والی نہیں ہوں۔'' اچھی آپا نے ساتھ آئے مہمانوں کی طرف دیکھتے ہوئے حکمیہ لہجے میں کہا۔
''میرے بھائی کو لڑکیوں کی کمی نہیں' ابھی بھی دیکھنا اسی تاریخ پر شادی کرکے دکھائیں گے' میرا بھائی لاکھوں میں ایک ہے۔'' خوشی کی محفل کا تماشہ بن کر رہ گیا تھا۔
اچھی آپا اور چندا کسی کے بھی سمجھانے سے نہیں سمجھ رہی تھیں' خاندان کی بزرگ خواتین ہر ممکن کوشش کررہی تھیں' منور اور مدثر صاحب بھی وہاں آگئے تھے۔
''تھرڈ کلاس کہنے سے کوئی تھرڈ کلاس نہیں ہوجاتا' چاند کو کسی بھی نام سے پکاریں چاند' چاند ہی رہتا ہے' اچھی آپا' ہمارا آپ کا خاندان ایک ہے۔'' منور صاحب کے سمجھانے پر ان کے مزاج درست ہوئے اور وہ پھر سے رسم میں مصروف ہوگئی تھیں۔



ڈھونڈتا پھرتا ہوں جہاں در جہاں
دوسرا آسماں
ہے کہاں ہے کہاں
دوسرا آسماں
بے اماں پھر رہے ہیں ولاسے کئی
ساحلوں پر بھی پھر رہے ہیں پیاسے کئی
ایک یقین کے عقب میں ہیں کئی گماں
دوسرا آسماں

تنویر سے ہونے والی تکرار نے اس کی طبیعت از حد مکدر کردی تھی' ان کی دی جانے والی دھونس دھمکی نے اس کی رگوں میں دوڑتے خون کو کھولا دیا تھا۔ جب انہیں رشتے کا پاس نہ تھا تو وہ کیونکر ان کے رویوں کو نظر انداز کرتا' اپنی ماں کے خاندان سے اسے کسی خیر و بھلائی کی توقع ہی عبث تھی' سو وہ انہیں دوبدو جواب دیتا چلا گیا تھا' گو کہ اس وقت یوسف صاحب اور زرقا بیگم نے ان ماموں و بھانجے کا معاملہ جان کر زیادہ مداخلت نہ کی تھی اور ان کے جانے کے بعد وہ دونوں اس کے کمرے میں چلے آئے تھے' وہ ایزی چیئر پر بیٹھا اپنے غصے پر قابو پانے کی سعی کررہا تھا۔ وہ پیار و محبت سے اسے سمجھاتے رہے تھے۔ دنیا کی اونچ نیچ وقت کے تقاضے اور زندگی کی اہمیت کا احساس دلانے کی سعی کرتے رہے تھے۔

پھر ساری رات اور دوسرا سارا دن وہ اپنی ذات کو کھوجتا رہا تھا۔ اپنی خواہشوں کے مہیب اندھیروں میں آرزوؤں کا دیا روشن کیا تو معلوم ہوا باہر سے صحرا اور بنجر دکھائی دینے والے من آنگن میں ہر سو ہریالی ہی ہریالی ہے جہاں پر چاہت کے جھرنے بھی بہہ رہے ہیں اور محبت کے گل بھی کھلے ہوئے ہیں اور یہ احساس اس کے اندر آسودگی و تراوٹ بھرتا چلا گیا تھا۔

اس نے عورت ذات سے نفرت کی تھی مگر ہر عورت سے نہیں' ہر عورت صرف اس کی ماں جیسی نہیں ہوتی...... عورت ماما جیسی بھی ہوتی ہے جو ایک عمر مرد کی بے وفائی کے باوجود اس کی بے رخی سہتے گزار دیتی ہے' اس کی چاہتوں کا محور صرف اور صرف ایک چہرہ تھا۔

چاندنی کے غبار کی مانند پُرکیف و نشاط آمیز وہ دلربا چہرہ' پہلی بار اس کے لبوں پر جاندار زندگی سے بھرپور مسکراہٹ در آئی تھی' وہ کھڑے ہو کر قدآور آئینے میں اپنا چہرہ دیکھنے لگا مگر...... یہ اس کا چہرہ نہ تھا...... یہ کوئی اجنبی چہرہ نہ تھا یہ چہرہ اس کے دل میں بستا تھا' دھڑکن بن کر دھڑکتا تھا' لاکھ جتن و بہانوں کے باوجود وہ اس چہرے سے خود کو نہ بچا پایا تھا اور آج وہ ہتھیار ڈال چکا تھا۔

''انشراح...... تم نے کہا تھا ہم اچھے دوست بن سکتے ہیں؟'' وہ آئینہ دیکھتے ہوئے انشراح کے عکس کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا۔

''آف کورس' بن سکتے ہیں اور بہت اچھے بن سکتے ہیں۔'' اس نے ڈھیروں پرفیوم خود پر چھڑکتے ہوئے زیرلب کہا اور موبائل نکال کر انشراح کا نمبر ڈائل کرنے لگا تھا۔

''ہیلو......'' دوسری طرف سے وہ خشک و سرد لہجے میں بولی۔ وہ بے ساختہ مسکرا اٹھا اس دن اس نے اس کی دوستی کی آفر رد کی تھی اور جواباً لمبے لیکچر سے نوازا تھا اب اس کے لہجے کی تلخی اس کے اپنے رویے کا ہی جواز تھی۔ وہ خاصا محظوظ ہوا۔

''انشی......'' اس کا بھاری لہجہ مزید بھاری ہو گیا تھا۔ دوسری طرف خاموشی تھی۔

''انشی...... میں تم سے ملنا چاہتا ہوں' کیا تم آؤ گی؟''

''آپ اور مجھ سے ملنا چاہیں گے خیریت تو ہے، کہیں آپ نیند میں تو نہیں ہیں یا میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں؟'' انشراح کا بناوٹ وطنز سے بھرپور لہجہ اسے شرمندہ کر گیا۔

''نیند سے اب بیدار ہوا ہوں' تم نے اس دن کہا تھا...... تم فرینڈشپ کرنا چاہتی ہو؟'' وہ اسے منانے کی سعی کرنے لگا۔

''ہوں...... کہا تو تھا۔'' وہ شدید حیرانی کا شکار ہوئی۔

''میں نے بہت سوچا کہ تمہاری دوستی کی آفر قبول کر لینی چاہیے۔'' اسے سخت مشکل لگ رہا تھا اس قسم کی گفتگو کرنا پر دل کے ہاتھوں مجبور بھی تھا' اپنی بے کیف زندگی کا احساس شدت سے ہوا تھا۔

''اوہ...... رئیلی!'' اس بار اس کے لہجے میں سوفیصد طنز سمٹ آیا تھا۔

''میں گلٹی ہوں اپنے ایٹی ٹیوڈ پر...... مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔''

''مرد اور عورت کی دوستی کا مطلب سمجھتے ہیں آپ؟''

''بس...... جذبوں میں کھوٹ نہ ہو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔'' جواباً دوسری طرف سے لائن کاٹ دی گئی تھی۔

❁......❁......❁......❁

''ارے ارے ارے...... لائن کیوں ڈسکنیکٹ کر دی تم نے کچھ دیر قبل تو یہ سوچ سوچ کر ہلکان ہو رہی تھیں کہ عاکفہ اور بابر کے جانے کے بعد کس طرح نوفل سے رابطہ کروں گی؟ اب اللہ نے تمہاری سن لی ہے اور اسے خود ہی رابطہ کرنے کی توفیق دی ہے بلکہ وہ دوستی کا بھی خواہاں ہے تو تم نے حاتم طائی کی قبر پر لات مارتے ہوئے کیا سخاوت دکھائی ہے؟'' چند گھنٹے قبل ہی تو وہ سوگ منا رہی تھی اپنے انتقام کے ادھورے رہ جانے کا اور پھر بالکل غیر متوقع طور پر نوفل کی طرف سے

آنے والی کال نے دونوں کو ہی سحر زدہ کردیا تھا' کتنی دیر تک وہ اسکرین پر چمکتے نوفل کے نام کو دیکھتی رہی تھی۔
''بالی...... یہ سچ مچ نوفل کی کال ہے یا مجھے دھوکہ ہوا ہے؟''
''دل سے دل کو راہ ہوتی ہے دیکھو کال آ گئی نوفل بھائی کی۔'' وہ مسرت سے جھوم اٹھی۔
''لیکن...... وہ کال کیوں کررہا ہے؟'' وہ دانتوں سے ہونٹ کچل کر بولی۔
''بھئی اب اٹھا بھی لو خود ہی معلوم ہوجائے گا۔''
''بالی...... اگر اس نے کوئی ایسی ویسی بات کی تو میں کس طرح بدلہ لوں گی اور جب تک میں بدلہ نہیں لوں گی' سکون سے مر بھی نہیں سکتی۔''
''مریں تمہارے دشمن۔'' وہ گھبرا کر بولی۔
''اگر دشمن مر گئے تو میں بدلہ کس سے لوں گی ایڈیٹ۔''
''ان کی روحوں سے لے لینا پلیز' اب کال پک بھی کرلو۔'' بالی ہاتھ جوڑ کر عاجزانہ لہجے میں بولی۔
اس نے ڈرتے ہوئے کال ریسیو کی' ساتھ ہی لاؤڈ اسپیکر کا بٹن بھی پریس کردیا تھا۔ اس کے باوجود بالی اس کے سر سے سر جوڑ کر بیٹھ گئی تھی۔ پھر جوں جوں بات بڑھتی گئی دونوں کی آنکھیں خوشی سے چمکنے لگی تھیں۔ لہجہ جان بوجھ کر اس نے سخت و بے لچک رکھا تھا اور آخر میں بنا کوئی رسپونس دیئے لائن کاٹ دی تھی۔ جس پر بالی بھڑک رہی تھی۔
''کیا کرنا چاہتی ہو آخر بتاؤ تو سہی مجھے تم؟''
''وہ شخص جتنا شاطر و عیار ہے میں جانتی ہوں' وہ کب کیا کر بیٹھے' کچھ پتا نہیں چلتا ہے آج دوستی کے لیے ہاتھ بڑھا رہا ہے کل نفرت سے جھٹک دے گا' کراہت سے تھوک دے گا کچھ پتہ نہیں چلتا۔''
''تمہیں جو کرنا ہے وہ کر کے جان چھڑاؤ ناں...... تمہارے ساتھ ساتھ میں بھی ایک اذیت میں مبتلا ہوں' تمہیں سکون نہیں ملے گا تب تک میں بھی بے سکون رہوں گی۔'' وہ آہستگی سے گویا ہوئی۔
''بے فکر رہو...... میں اسے انجام تک پہنچانے میں دیر نہیں لگاؤں گی۔''
''یہ دیر نہیں تو کیا ہے تم خود ٹائم ویسٹ کررہی ہو اب۔''
''تمہارا مطلب ہے پکے ہوئے پھل کی طرح اس کی جھولی میں گر جاؤں؟''
''ایی ویز' اتنی احمق تو تم بھی نہیں ہو کہ اس کی جھولی میں گر جاؤ۔''
''ہوں' ایک کال پر ہی میں بھاگی بھاگی چلی گئی تو اس کے لیے لوٹ کا مال ثابت ہوں گی اور لوٹ کے مال کی کون قدر کرتا ہے۔''
''ٹھیک ہے انہیں تم مجھ سے زیادہ بہتر جانتی ہو جو کرنا ہے جلدی کرنا مجھے ماسی کے ارادے گڑبڑ لگ رہے ہیں' کمرہ بند کیے نامعلوم کس کس سے خفیہ باتیں چل رہی ہیں آج کل ان کی؟''
''اف...... یہ نانو بھی نہ سکون سے بیٹھتی ہیں نہ بیٹھنے دیتی ہیں۔''

❁......❁......❁......❁

''لاریب...... کچھ سوچا ہے میں نے آپ کی شادی کے متعلق۔'' سامعہ نے اس کے قریب بیٹھتے ہوئے مسکرا کر کہا' لاریب نے بھی مسکرا کر ان کی طرف دیکھا۔
''آپ کو رہ رہ کر میری شادی کا خیال کیوں آتا ہے؟''
''اس لیے کہ آپ کی شادی کی عمر ہوگئی ہے اور ہر ماں کی طرح میری بھی یہ تمنا ہے کہ آپ کی شادی ہو......''
''شادی ہو' چاند سی بہو گھر میں آئے اور آپ پوتوں کو کھلائیں...... وٹ ربش' آپ بھی مڈل کلاس عورتوں کی طرح سوچتی ہیں۔'' وہ ان کی بات کاٹ کر منہ بنا کر گویا ہوا۔
''ماں کسی بھی کلاس سے بی لونگ کرتی ہو خواہشیں ایک جیسی ہوتی ہیں۔''

''ہوں...... پھر آپ نے کیا سوچا ہے میری شادی کے متعلق؟'' وہ جوس پیتے ہوئے خاصے اچھے موڈ میں گفتگو کررہا تھا۔ نوفل کی کوشش سے ان کے تعلقات بحال ہوگئے تھے اور اس نے اذہان کے ساتھ آفس بھی جانا شروع کردیا تھا۔ سامعہ اس کی چیک بک اسے دے چکی تھیں۔

''لڑکی پسند کرلی ہے میں نے دیکھتے ہیں اب آپ کو پسند آتی ہے یا نہیں؟''

''کون ہے لڑکی وہ؟'' وہ ہمہ تن گوش ہوا۔

''آپ کی جانی پہچانی ہے۔'' وہ معنی خیزی سے بولیں۔

''میری جانی پہچانی ہے؟'' اس کی نگاہوں میں کئی چہرے ابھرے۔

''ہوں' گیس کریں بہت اچھی فرینڈ شپ ہے آپ کی۔''

''سوری مما...... میں گیس نہیں کرپاؤں گا آپ جانتی ہیں میری گرل فرینڈ کی تعداد بے حساب ہے۔'' وہ ہار مانتا ہوا گویا ہوا۔

''ساریہ آپ کی نگاہوں میں نہیں آئی کیا؟''

''ساریہ؟'' اسے شدید اچھو لگا۔

''ارے سنبھل کر بیٹا۔'' وہ اس کی پشت تھپکنے لگیں۔

''آپ کو ساریہ پسند آئی ہے کچھ جانتی بھی ہیں اس کے بارے میں؟'' وہ گلاس ٹیبل پر رکھتا ٹشو سے چھلک جانے والا جوس صاف کرتے ہوئے بولا۔

''جانتی ہوں' اچھی طرح جانتی ہوں' اس کے فیملی بیک گراؤنڈ سے اگر آپ شعوانہ کی بات کررہے ہیں تو اسے چھوٹ عکرمہ نے دی تھی' اس پر کوئی چیک اینڈ بیلنس نہ رکھا تھا' ہم بھی اسی خاندان کی بہوئیں ہیں' مگر آزادی وخود مختاری دینے سے قبل ہمیں ہماری لمٹس بھی بتادی گئی تھیں جنہیں کراس کرنے کی ہم نے کبھی ضرورت ہی محسوس نہ کی تھی۔''

''مجھے شعوانہ آنٹی کے میٹر میں کوئی انٹرسٹ نہیں ہے میں ساریہ کی بات کررہا ہوں' وہ نوفل کو پسند کرتی ہے' مرتی ہے اس پر۔''

''معلوم ہے مجھے لیکن نوفل ساریہ میں انٹرسٹڈ نہیں ہے......''

''یہ سب جانتی ہیں آپ پھر بھی ساریہ کو بہو بنانا چاہتی ہیں؟ امیزنگ میں ایسی کسی لڑکی سے شادی کیسے کرسکتا ہوں' جو پہلے سے کسی دوسرے مرد سے محبت کرتی ہو۔'' اس کے انداز میں سخت خفگی تھی۔

''آپ نے بھی تو گرلز کے ساتھ ٹائم پاس کیا ہے' پھر ساریہ پر اعتراض کیوں؟ لبرل ہوکر ایسی باتیں کررہے ہیں آپ؟''

''مما...... میری خواہش یہی ہے میری لائف پارٹنر جو لڑکی بنے وہ اتنی پاکیزہ ہو کہ ہواؤں نے بھی اسے نہ چھوا ہو۔''

''یہ سب کتابی باتیں ہیں لاریب' جو کتابوں میں ہی اچھی لگتی ہیں۔''

''اگر آپ کو میری شادی کرنی ہے تو ایسی ہی لڑکی سے کرنی ہوگی ورنہ آپ کی خواہش صرف حسرت ہی رہے گی۔''

''یہ بہت عجیب شرط رکھ دی ہے آپ نے ہمارے حلقۂ احباب میں کوئی ایسی ان چھوئی لڑکی ملنے والی نہیں ہے۔'' وہ بڑبڑا کر رہ گئی تھی۔



جہاں آرا کے اعصاب پر برکھا بیگم آسیب بن کر سوار ہوگئی تھیں اور اس کا ساتھ دیتا ہوا سراج ان کی بڑی شکست کا سبب بن رہا تھا' وہ ہی مثال تھی آج کا دوست کل کا دشمن اور وہ بدترین دشمن ثابت ہورہا تھا۔ سراج ان کے تمام داؤ پیچ سے واقف تھا' سو برکھا کے ہارنے کا سوال ہی نہ پیدا ہوتا تھا۔ اس نے سوچنے کا وقت دیا اور وہ وقت گویا پنکھ لگا کر اڑنے لگا تھا۔ وہ روز کال کرکے گزرتے وقت کی یاد دہانی کرواتی تھی اور جہاں آرا ماسوائے دانت پیسنے کے کچھ نہ کرسکتی تھی۔ پھر اسی

تنگ ودو میں جب ہر سمت سے راستے بند دکھائی دے رہے تھے۔ ان کے ذہن میں سائرہ خانم کا تصور جاگزیں ہوا تھا اور ان کی وہی حالت ہوگئی تھی گویا مرتے کو زندگی مل گئی ہو۔

سائرہ خانم اور برکھا کسی وقت میں ایک ہی جگہ ہوا کرتی تھیں، پھر سائرہ کسی جاگیردار کو بھا گئی اور وہ اس کام سے تائب ہو کر شریفانہ زندگی گزارنے لگی تھی، برکھا کی نظر کب سے اس جاگیردار پر تھی، پہلے تو برکھا اس دکھ میں ہی گھلنے لگی کہ وہ اس آدمی کی منظورِ نظر نہ بن سکی تھی، پھر یہ آگ اس وقت الاؤ بنی جب سائرہ کو اس جاگیردار کے خاندان میں عزت و پذیرائی ملی وہ سوچ رہی تھی، سائرہ بہت جلد لوٹ کر آجائے گی، مگر وہ نہیں آئی سال پر سال بیتتے چلے گئے۔ اس کے دو بیٹے اور ایک بیٹی جوان ہوگئی اس دوران برکھا نے بہت کوشش کی اس جاگیردار کو دام میں پھنسانے کی اور ناکامی کی صورت میں اس نے بھی مزہ چکھانے کا عہد کر لیا اور ایک دن کالج سے اس کی بیٹی کو اغوا کروا کر فروخت کر ڈالا تھا اور اس لڑکی نے بلڈنگ سے کود کر اپنی جان دے دی تھی۔ تب برکھا اپنی جان بچانے کی خاطر کہیں روپوش ہوگئی تھی اور سائرہ خانم اپنی فیملی کے ہمراہ پاکستان سے کسی دوسرے ملک شفٹ ہوگئی تھی۔ وہ کہاں گئی تھی کسی کو پتہ نہ تھا اس بات کو گزرے طویل عرصہ گزر گیا تھا۔ چالیس بیالیس سال کا لمبا عرصہ ان کا دل کہتا تھا وہ جہاں بھی گئی ہوگی اب پاکستان واپس آگئی ہوگی۔ اس حوالے سے انہوں نے کئی جگہوں پر کالز کی تھیں۔ ایک کال کامیاب ہوگئی تھی۔ جہاں سے معلوم ہوا سائرہ خانم واپس آگئی ہے لیکن اس سے اتنی آسانی سے ملنا ممکن نہ تھا۔ وہ کوٹھے سے جاتے ہوئے ساری کشتیاں جلا کر گئی تھی۔

برکھا کے بھیانک طرزِ عمل نے ان جیسوں کا راستہ بالکل ہی بند کر دیا تھا، مگر وہ جہاں آرا تھیں آخری سانس تک دشمن سے مقابلہ کرنے کا عزم و حوصلہ رکھنے والی ناقابلِ تسخیر عورت، ہر رکاوٹ عبور کر کے وہ سائرہ سے ملنے میں کامیاب ہوگئی تھیں۔

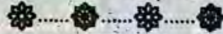
''میری مرحوم بیٹی کا نام تم نہ لیتیں تو میں تمہیں اس دہلیز پر قدم بھی نہ رکھنے دیتی، صبوحی کے غم کو بھلانے کے لیے ایک عمر میں دیارِ غیر میں گزار کر آئی ہوں اور تم نے آتے ہی میرے زخموں سے کھرنڈ نوچ لیا۔'' وہ جہاں آرا سے سخت لہجے میں گویا ہوئیں، مروتاً اسے بیٹھنے کا بھی نہ کہا تھا، ان کے لہجے میں بڑی نفرت و بیزاری تھی۔

''میں جانتی ہوں تمہارے درد کو تب ہی صبوحی کے دشمن کی خبر لے کر آئی ہوں، تم مجھے غلط نہیں سمجھو میرا ارادہ غلط ہرگز نہیں ہے۔''

''برکھا کی بات کر رہی ہو تم؟'' وہ بری طرح چونکیں۔

''بیٹھو...... بیٹھو ناں پلیز۔'' سخت لہجے میں اب لجاجت سمٹ آئی تھی۔

''ہاں اسی برکھا کی بات کر رہی ہوں جس نے اپنا نام بدل کر ممتاز رکھ لیا ہے، بہت اونچی اڑان ہوگئی ہے اس کمینی کی۔''



پیارے میاں حیرت سے ماں اور چندا کی باتیں سننے میں مشغول تھے۔ وہاں سے آنے کے بعد بڑھ چڑھ کر اسے بتا رہی تھیں، باتیں کیا تھیں جھوٹ کا پلندہ تھیں، پھر ان کا اندازِ بیان بڑا غضب کا تھا۔

''چندا...... تمہیں کیا ضرورت تھی زید کو سودہ کے برابر میں بٹھانے کی؟ آفٹر آل وہ جگہ صرف میری ہے۔'' وہ بھنا کر بولا۔ ''میں نے بھائی سمجھ کر بٹھایا تھا کہ وہ بھی اپنی بہن کا منہ میٹھا کروالیں مگر مجھے کیا معلوم تھا وہ سودہ کا ہاتھ پکڑ کر کہیں گے یہ میری ملکیت ہے۔ لاکھ پیارے میاں کی بن جائے میری ہی رہے گی۔''

''میں ہوتا تو سالے کا ہاتھ توڑ دیتا مجھے تو ابھی تک یقین نہیں آرہا کہ زید ایسی منافقت دکھائے گا؟ وہ ایسا بھی کر سکتا ہے حالانکہ میری شادی کروانے میں اس نے ہی زیادہ مدد کی ہے، سودہ کی مما کو راضی اسی نے کیا تھا، کل تک میں اس سے بات کرتا رہا ہوں۔'' ماں اور بہن کے درمیان بیٹھے پیارے میاں گویا آگ کے دریا میں ڈوبے بھڑ بھڑ جل رہے تھے۔ دھواں ہی ہر سمت دکھائی دے رہا تھا۔

''وہ سب دکھاوا تھا اپنی اترن وہ تمہارے حصے میں ڈال رہا ہے اور تم ہو سودہ کے علاوہ کسی اور طرف دیکھنا پسند ہی کہاں

کرتے ہو۔‘‘

’’آپ کو غلط فہمی ہورہی ہے ممی...... زید کا دل کالا ہوسکتا ہے مگر سودہ کا کردار کسی بھی طرح قابل گرفت نہیں...... وہ ایسی لڑکی نہیں ہے۔‘‘ وہ سودہ پر اٹھی انگلی برداشت نہ کرسکا تھا۔

’’ارے مجھے معلوم تھا تم کہاں ماننے والے ہو میری اور چندا کی باتوں کو قصور تمہارا بھی نہیں‘ صوفیہ تو شروع سے جادو گرنی ہے پہلے میرے بھائی کو اسی طرح جادو کرکے اپنے بس میں کیا تھا اور اب ایسا ہی وار اس نے تم پر کیا ہے کہ تمہیں ہر طرف اس کی اچھائی ہی اچھائی دکھائی دے گی اور وہ ہی ہورہا ہے۔‘‘ وہ اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بڑی شفقت و محبت سے کہہ رہی تھیں۔

’’بتاؤ ذرا مجھے سودہ سے کئی ماہ منگنی رہی اور اس درمیان اس نے کبھی کوئی تم سے بات کی...... فون پر کبھی کوئی رابطہ کیا؟‘‘ چندا نے اس کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا تھا کتنی بار اس نے کوشش کی کہ سودہ اس سے بات کرے‘ وہ ساتھ گھومے پھریں‘ ڈنر پر جائیں‘ وہ ان جگہوں پر ساتھ تو کیا جاتی‘ سرے سے بات کرنے کے ہی خلاف تھی۔ پھر کئی بار اس نے زید سے سفارش کی اور بات منوانے کی بجائے ہر بار اس نے ڈپٹ کر یہی کہا کہ ان کے خاندان میں شادی سے پہلے منگیتر کے ساتھ گھومنے کا رواج نہیں‘ شادی کے بعد لے جانا۔

’’خاموش کیوں ہوگئے جواب دو اس نے کبھی تم سے بات کی؟‘‘ وہ نفی میں سر ہلا کررہ گیا تب وہ چیخ کر بولی۔

’’اس نے ہم سے بھی کبھی سیدھے منہ بات نہیں کی آج کل تو لڑکیاں سسرالیوں کے آگے بچھ بچھ جاتی ہیں‘ ایک لمحہ آنکھوں سے اوجھل نہیں ہوتی ہیں اور سودہ جہاں‘ ہمیں دیکھا چھپاک سے کچن میں یا اپنے روم میں گھس جاتی تھی جیسے ہماری کوئی حیثیت ہی نہیں۔‘‘

’’چندا میری بچی بار بار مجھے کہتی رہی دال میں کچھ کالا ہے ممی‘ میں سودہ کو بھائی کی آخری نشانی سمجھ کر اس کی بات اس کان سے سن کر دوسرے کان سے نکالتی رہی...... کیا پتہ ایسا تماشہ بنایا جائے گا ہمارا اور زید سے چھوٹے شاہ زیب نے کوئی لگی لپٹی رکھے بغیر صاف صاف کہہ دیا سودہ کا مالک زید ہے۔‘‘

’’آپ نے اس کا منہ کیوں نہیں توڑ دیا ممی؟‘‘ مارے غصے و جنون کی اس کی حالت ابتر ہوگئی‘ وہ اٹھ کر ادھر ادھر ٹہلنے لگا تھا۔ غم و غصے کا ایک طوفان اس کے اندر بپھر رہا تھا۔

’’میں کیا منہ توڑتی اتنے رشتے داروں میں تماشہ بن کر نگاہیں کہاں اٹھ رہی تھیں‘ پھر رہی سہی کسر عمرانہ نے یہ کہہ کر پوری کردی کہ ہم تھرڈ کلاس عورتیں ہیں۔‘‘ وہ منہ بسور کر گویا ہوئیں۔

’’وہ لوگ ایسے گرے ہوئے اور گھٹیا ہوں گے میں سوچ بھی نہیں سکتا‘ مجھے یقین نہیں آرہا یہ ان لوگوں کی اصلیت ہے؟‘‘ وہ بری طرح بدظن و بدگمان ہوگیا تھا پھر وہ وہاں سے اٹھ گیا۔

’’دیکھا چندا...... کس طرح سودہ کی محبت کا بھوت بھگایا ہے‘ تمہیں بہت فکر تھی ناں وہ آکر مجھے گھر سے نکلوا دے گی اور دیکھو وہ گھر میں آئی بھی نہیں اور پیارے کے دل سے اتر گئی اب وہ ہماری کنیز بن کر رہے گی۔‘‘

’’مان گئی ممی...... اسے کہتے ہیں سانپ بھی مرگیا اور لاٹھی بھی نہیں ٹوٹی۔‘‘



’’بار بار فون کرنے کا مقصد کیا ہے آپ کا نوفل صاحب؟‘‘ موبائل اٹھائے اس نے خفگی سے پوچھا۔

’’ایک ملاقات کی ریکوسٹ کرنی ہے۔‘‘ لہجہ بے حد سنجیدہ تھا۔

’’آپ کی ریکوئسٹ ریجکٹ ہوچکی ہے۔‘‘

’’دروازے پر اس وقت تک دستک دینی چاہیے جب تک وہ کھل نہ جائے...... تمہاری ہاں تک میں دستک دیتا رہوں گا۔‘‘

’’ایکسکیوزمی...... یہ سیل فون ہے دروازہ نہیں۔‘‘

''بندہ دروازے پر بھی حاضر ہوسکتا ہے اگر اجازت ہو؟'' اس نے لب بھینچ کر ہنسی روکی ساتھ کھڑی بالی نے وکٹری کا نشان بنایا۔
''یہ کوئی نیا طریقہ ہے مجھے پریشان کرنے کا؟''
''کیا تم پریشان ہو رہی ہو؟'' وہ ایک دم سنجیدہ ہوا۔
''نہیں ہونا چاہیے؟'' وہ سنبھل کر بولی۔
''نہیں۔'' اطمینان سے جواب ملا۔
''نوفل صاحب......'' اس نے کہنا چاہ کہ وہ فوراً کہنے لگا۔
''صاحب نہیں......جسٹ کال می نوفل۔''
''صاحب کیوں نہیں یہ تو ادب کے زمرے میں آتا ہے۔''
''صاحب مجھے میرے سرونٹ کہتے ہیں اور تم میری سرونٹ نہیں ہو۔'' عجیب منطق تھی اس کی وہ بے ساختہ ہنس دی' دوسری طرف نوفل کو اس کی یہ ہنسی بڑی دل آویز لگی' ہر قسم کی ریا و مکر سے پاک۔
''تم ہنس رہی ہو؟''
''حالانکہ دل رونے کو چاہ رہا ہے۔''
''دل رونے کو کیوں چاہ رہا ہے بھلا؟''
''کیا صرف سرونٹ ہی صاحب پکارتے ہیں لوگ جو ایک دوسرے کو صاحب کہتے ہیں وہ سرونٹ ہو جاتے ہیں؟'' اس کے لبوں پر دلفریب مسکان تھی۔ کل تک وقت کی ستم ظریفی و ناانصافی کی بات کرتی انشراح پر اچانک تقدیر مہربان ہوگئی اور وہ پُرعزم تھی کہ ڈوبتی نیا پار لگا دے گی۔ ''میں صرف تمہاری بات کر رہا ہوں اور تم بات کو کس پہلو سے جانچنے لگی ہو' حد ہوتی ہے یار...... کس نے کہا اتنی گہرائی میں جانے کو۔'' وہ خاصے محظوظ انداز میں ہنسا' بہت دھیمی و مختصر سی ہنسی اور بے حد اجلی و شفاف جیسے کسی ویرانے میں چپکے سے بہار آئے ہو۔
اس کے دل پر ایک انجانہ بوجھ آن گرا تھا' پھر اس سے بات نہ ہوسکی تھی۔ لائن کاٹ کر وہ بیڈ پر لیٹ گئی۔
پہلی بار اس کی ہنسی سنی تھی وہ بہت خوش تھا' اس کے بھاری لہجے کی نرمی و حلاوت ظاہر کر رہی تھی وہ اپنے گزشتہ رویوں پر دل سے پشیمان ہے اور جب یہ پشیمانی کسی اور جذبے میں ڈھل جائے گی تو وہ پھر کس طرح اس کی اصلیت کو برداشت کر سکے گا؟ مرے گا تو نہیں شاید زندہ بھی نہیں رہ پائے گا جب دل مر جائے تو پھر ہر جذبہ مر جاتا ہے۔
''یہی سوچ رہی ہو ناں تم کہ کس دل سے ان کی ہنسی کو نوحہ میں بدل سکتی ہو' وہ تو تمہاری سچائی جان کر بھی خود کو تمہارے انتقام کی بھینٹ خوشی خوشی دیں گے' تم اب بھی اپنے فیصلے پر نظرثانی کرلو۔'' بالی کو اس نے کوئی جواب نہیں دیا مگر آنکھیں کہہ رہی تھیں کہ وہ اپنے مقصد سے ہٹنے والی نہیں ہے۔



گھر میں نکاح کی تیاریاں ہو چکی تھیں' کل رات ہونے والی بدمزگی نے ماحول میں تناؤ پیدا کر دیا تھا' مدثر اور منور صاحب کی ذہانت اور بردباری سے معاملہ سنبھل گیا تھا پھر کھانے کا بڑا حصہ لے جاتے ہوئے ان ماں اور بیٹی کے پھولے ہوئے چہروں کی ہوائیاں غائب ہوگئی تھی۔
کھانا شاہ زیب دے کر آیا تھا ساتھ اپنے مذاق پر ہونے والے ہنگامے پر معذرت بھی کر لی تھا۔ عمرانہ اپنے رویے پر قطعی شرمندہ نہ تھیں' وہ ویسے ہی صالحہ کی آمد پر ضبط کرنے کے باوجود کہیں نہ کہیں بھرے جام کی مانند چھلک پڑتی تھیں۔
صالحہ نے مایوں کی تقریب میں کچھ دیر ہی شرکت کی تھی' وہ آج کل گردے کے درد میں مبتلا تھیں' کمزوری اور تکلیف کے باعث کچھ دیر ہی وہاں بیٹھی تھیں' پہلی بار وہ سسرال آئی تھیں' زبردست پذیرائی ملی تھی۔ صوفیہ' زمرد' بوا اور دلہن بنی سودہ نے بہت عزت دی تھی۔ اگر کوئی نہ ملا تھا تو وہ عمرانہ اور مائدہ تھیں جو ان کی آمد پر وہاں سے چلی گئی تھیں اور پھر ان کی موجودگی

تک وہ دور دور ہی رہیں، ہمت تو ان کی بھی نہ ہوئی تھی عمرانہ کی جانب دیکھنے کی۔
ان کی خوب صورتی اور حسن کا احساس اور اپنی کم صورتی یہاں آ کر بے حد محسوس ہوئی تھی، خاص طور پر اس وقت جب انہوں نے لوگوں کی نگاہوں میں اپنے لیے حیرت و تعجب دیکھا تھا اور وہ بجھ گئی تھیں۔ عمرانہ زمرد اور منور کے کہنے پر رضوانہ کو کارڈ دے آئی تھیں۔ وہ نہیں چاہتی تھیں کہ ان کے درمیان ہونے والی چپقلش کا کسی کو پتہ چلے، رضوانہ گھر میں تنہا ہی تھیں، عمرانہ کو دیکھ کر خوش ہوئی تھیں، مگر عمرانہ کھڑے کھڑے ہی کارڈ تھما کر چلی آئی تھیں اور بھرم رضوانہ اور بیٹیوں کو بھی رکھنا تھا۔ سو وہ مایوں کی تقریب میں نہیں آئی تھیں۔ لیکن نکاح اور رخصتی میں شامل ہونے کا ان کا پورا ارادہ تھا۔
زید نے موقع پاتے ہی شاہ زیب کی خوب کلاس لی تھی کہ اس کی لاابالی حرکت کے باعث معاملہ بگڑنے لگا تھا۔
''مایوں، مہندی کے موقع پر اس سے زیادہ بڑے مذاق ہو جاتے ہیں اور کوئی مائنڈ نہیں کرتا اور وہ اچھی آپا تو اپنے نام کی الٹ ہیں، ان کا نام میں نے بڑی آپا اور چندا کا نام اماوس کی رات رکھا ہے۔''
''بکواس مت کرو، فضول بولنا بند کرو آج نکاح ہے اور اپنی زبان بند رکھنا بلکہ رخصتی تک ان لوگوں سے دور ہی رہنا تم میں نے پھوپو جان کو زبان دی ہے کہ ہر کام بہترین ہوگا اور تم نے پہلے کام میں ہی مجھے شرمندہ کروا دیا۔''
''بھائی...... وہ اماوس کی رات اور بڑی آپا کسی اور ہی ارادوں سے آئی تھیں، وہ چاہتی یہی تھیں کہ کوئی بات ملے اور وہ تماشہ کریں۔''
''تم نے موقع دے دیا ہے اب اور نہیں۔'' وہ وارننگ دیتا ہوا بولا۔
''اوکے باس...... جو آپ کا حکم وہ ہی ہوگا۔'' وہ شوخ ہوا۔
معاً صوفیہ وہاں چلی آئیں، ان کی آنکھیں سوجی ہوئی تھیں، جب سے سودہ مایوں بیٹھی تھی ان کی آنکھیں خشک نہ ہوئی تھیں۔
''خیریت ہے پھوپو...... آپ کچھ پریشان ہیں؟'' وہ دونوں ہی ان کی طرف بڑھے اور وہ زید کے سینے سے لگ کر رو پڑیں، بڑا جذباتی لمحہ تھا، دونوں کچھ نہ کہہ سکے تھے۔
''کل رات سے میں بے سکون ہوں نہ جانے وہاں میری بچی کے ساتھ کیا سلوک ہوگا، کل ان ماں اور بیٹی کے تیوروں نے سب بتا دیا ہے کہ میری سودہ کے ساتھ وہاں کیسا برتاؤ ہونے والا ہے۔'' وہ ان کے تسلی دلاسوں کے جواب میں گویا ہوئیں۔
''آپ وسوسوں کا شکار مت ہوں پھوپو جان، ان کی کیا مجال ہے وہ اس کی طرف انگلی بھی اٹھا سکیں، میں خبر گیری کرتا رہوں گا۔''
''سب سے زیادہ اعتبار مجھے پیارے پر ہے وہ سودہ کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں ہونے دے گا، اس نے وعدہ کیا ہے۔'' زید انہیں بازو کے سہارے میں لیے کھڑا تھا۔
''تم کچھ بھی کہو، میرے دل کو قرار نہیں آ رہا نکاح میں دیر ہی کتنی ہے، ان کے آنے کا انتظار ہے اور پھر سودہ ہمیشہ کے لیے پرائی ہو جائے گی، مجھے لگ رہا ہے، میرا فیصلہ غلط ثابت ہو رہا ہے، کہیں میں اپنی بچی کو کنویں میں تو دھکا نہیں دے رہی ہوں۔'' ان کے انداز میں کچھ ہذیانی پن نمایاں تھا، تب ہی ان کے پیچھے آنے والی بوا نے سرزنش کی۔
''کیسی باتیں کر رہی ہو صوفیہ، ہوش کے ناخن لو، نکاح ہونے والا ہے اور تم ایسی باتیں کر رہی ہو، کل سے سودہ کا بھی رو رو کر حال برا ہے اب وہ ایسی باتیں سنے گی تو کیا گزرے گی اس پر۔''
''سودہ کیوں رو رہی ہے بوا؟'' اس کے دل کی بات شاہ زیب کہہ گیا۔
''پرائی ہونے جا رہی ہے، ہر لڑکی کو میکے سے دوری پر رونا آتا ہے اور تم اللہ پر توکل رکھو صوفیہ، وہ بہت بہتر کرنے والا ہے اب ایسی کوئی بات منہ سے نہیں نکالنا ہماری جگ ہنسائی ہوگی۔'' بوا انہیں تھام کر وہاں سے لے گئیں، زید اس سے مخاطب ہوا۔

"دیکھا اپنے مذاق کا انجام پھوپو کس قدر پریشان ہوگئی ہیں۔"
"آئم سوری بھائی‘ میں شرمندہ ہوں۔" وہ آہستگی سے بولا۔
نکاح کی تقریب کا اہتمام گھر کے ہال روم میں ہی کیا گیا تھا۔ جمعہ کی نماز کے بعد نکاح کا اہتمام تھا اور نماز کی ادائیگی کے بعد سب لوگ آچکے تھے۔ شاہ زیب مولوی صاحب کو بھی لے آیا تھا۔ ہال مہمانوں سے بھرا ہوا تھا۔ سب کو دولہا میاں کا انتظار تھا۔
"دن سمٹتا جارہا ہے اچھی آپا ہیں کہ آنے کا نام ہی نہیں لے رہیں اور سارے فون بھی بند جارہے ہیں ان کے گھر۔" زمرد نے کہا۔
"ارے کیا گھر کا فون بھی بند ہے میں پیارے میاں کو کررہا ہوں ان کا بھی فون آف ہے‘ یہ کیسے ممکن ہے کہ سارے فون ایک ساتھ ہی بند ہیں وہ بھی اتنے اہم دن پر......" منور صاحب پریشان ہوکر گویا ہوئے‘ یہی شکایت صوفیہ اور مدثر بھی کرتے وہاں آئے۔
"اگر کوئی گڑبڑ ہوئی بھی ہے تو انہیں کسی اور ذریعے سے ہم سے رابطہ کرنا چاہیے تھا پھر اتنی دیر لگانے کا مقصد کیا ہے؟"
"انہیں بہت پہلے آجانا چاہیے تھا۔"
"ٹائم گزرتا جارہا ہے کس سے کانٹیکٹ کریں؟" رفتہ رفتہ تقریباً سب ہی وہاں جمع ہونے لگے‘ گھر کے سب افراد نے ہی ان لوگوں کو کالز کیں مگر سب کو ایک ہی جواب ملا تھا۔
"پاور آف۔" عصر کا وقت ختم ہونے کو تھا اور پیارے میاں کی آمد کے کوئی آثار نہ تھے۔
"ڈیڈی...... میں پیارے میاں کے گھر جاکر دیکھتا ہوں۔" شاہ زیب رسٹ واچ دیکھتا ہوا بولا۔
"ہوں‘ جائیں معلوم کرکے آئیں اتنی دیر کیوں ہورہی ہے؟" مدثر صاحب کی اجازت پاتے ہی وہ چلا گیا۔
سب کے چہرے تفکر و پریشانی سے بجھے ہوئے تھے‘ مہمانوں میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں‘ صوفیہ زمرد کا سہارا لیے بیٹھی تھیں۔ ماحول میں ایک خاموشی تھی‘ ایک پُراسراریت جو طوفان کے آنے سے قبل ہر سو چھا جاتی ہے جو جہاں تھا وہیں بیٹھا دروازے کی سمت تک رہا تھا‘ نکاح خواں بھی پہلو بدلنے لگے تھے اور زید کی نگاہیں سفید پڑتے چہرے والی صوفیہ پر تھیں۔
شاہ زیب آ گیا...... شکستہ قدموں اور لڑکھڑاتی زبان سے اس نے پیارے میاں کے فیملی سمیت ملک سے فرار ہونے کی خبر سنائی تھی۔
(باقی ان شاء اللہ آئندہ ماہ)



غلطی

راحت وفا

دمک رہے ہیں میرے حرف لب پہ آئے بغیر
سمجھ رہا ہے وہ باتیں مری بتائے بغیر
یہ دو چراغ ہیں اور ایک لو سے روشن ہیں
دیا جلا نہیں کرتا لہو جلائے بغیر



باری صاحب ناشتہ کرنے کے لیے ڈائننگ ٹیبل کی طرف آئے تو چائے کی کیتلی لاتی نوجوان حسین لڑکی کو دیکھ کر چونکے...... وہ کیتلی رکھ کے چلی گئی تو انہوں نے اپنی بیوی ہما کو دیکھا۔

"یہ نئی لڑکی کون ہے؟"

"لڑکی نہیں ملازمہ ہے۔" ہما بیگم نے ان کی پلیٹ میں فرائی انڈا رکھتے ہوئے کہا۔

"میرا مطلب یہی تھا۔"

"ہاں میں نے اس منحوس طاہرہ کو نکال دیا ہے۔"

"لاحول ولاقوۃ' اتنی اچھی خاتون کو نکال دیا۔" وہ منہ بنا کر بولے۔

"خاک اچھی تھی' ہفتے میں دو چھٹیاں اور کام کے معاملے میں ہزار حیلے بہانے۔"

"لیکن ماما......! پرانی ملازمہ تھی اب نئی کا کیا بھروسہ؟" ایان نے کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"تم چھوڑو' ناشتہ کرو' آفس سے دیر ہو رہی ہے۔"

"ہما بیگم' نوجوان بچی کو ملازمہ رکھنے کا مطلب ذمہ داری اٹھانا ہے۔" باری صاحب ابھی تک نئی ملازمہ میں الجھے ہوئے تھے۔

"بھئی ضرورت مند ہے بلکہ اس کی چھوٹی بہن کو میں نے مشہد صاحب کے ہاں رکھوا دیا ہے۔" ہما بیگم نے بیٹے کے کپ میں چائے ڈالتے ہوئے بتایا۔

"او خدایا...... ایک اور احمقانہ حرکت...... مشہد صاحب کے گھر جانتی بھی ہو کہ ان کے گھر میں کوئی خاتون نہیں۔ صرف ایک گیٹ پر چوکیدار ہوتا ہے۔" باری صاحب کو غصہ آ گیا۔

"ارے اسی لیے تو انہیں چھوٹے چھوٹے کاموں کے لیے ملازمہ کی ضرورت تھی۔"

"اور تمہیں یہ بچیاں ملیں کہاں سے؟" انہوں نے پوچھا۔

"مدرسے میں جو عورت کام کرتی ہے' یہ اس کی بیٹیاں ہیں۔ باپ نہیں ہے سو اس نے منت کی تو میں نے بلا لیا۔"

"تو پہلی فرصت میں فارغ کر دو اور اس چھوٹی بچی کو تو ابھی اسی وقت مشہد صاحب کے گھر سے بلاؤ۔"

"ماما...... بابا ٹھیک کہہ رہے ہیں۔" ایان نے باپ کی تائید کی اور جانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔

"دیکھو' تمہارے گھر میں بھی جوان بیٹا ہے اور کم از کم اپنی بھانجی رمشہ کا بھی سوچ لو اس کا مستقبل خطرے میں پڑ سکتا ہے۔"

"ارے توبہ بھئی' رمشہ کا مستقبل کہاں سے خطرے میں پڑ گیا۔"

"ذرا لڑکی کو غور سے دیکھنا۔" باری صاحب نے کہا اور اٹھ کر چلے گئے۔ ان کی بھی ضروری میٹنگ تھی۔ ہما بیگم نے ان کے جاتے ہی آواز لگائی۔

"تارہ...... تارہ......" وہ بوتل کے جن کی مانند حاضر ہو گئی۔

"جی' جی......" وہ ہکلائی۔

ہما بیگم اسے غور سے دیکھنے لگیں۔ بلاشبہ وہ بہت خوبصورت تھی۔ عام سے شلوار قمیص میں بھی بہت حسین لگ رہی تھی۔

"جی بیگم صاحبہ۔" اسے دوبارہ بولنا پڑا۔

"دیکھو' یہ برتن اٹھاؤ' احتیاط سے دھونا۔" انہیں کہنا کچھ تھا مگر اندر کی الجھن میں کچھ اور کہہ گئیں...... وہ برتن اٹھا کر چلی گئی تو انہوں نے فوراً مشہد صاحب کے گھر کا فون نمبر ملایا۔ اتفاق سے وہ ابھی کورٹ کے لیے نکلے نہیں تھے انہوں نے ان سے بچی کو جو ملازمہ کے طور پر رکھی تھی یہاں چھوڑ کے جانے کا کہا۔

اور پھر چند منٹ بعد ہی دس گیارہ سالہ عاشی ان کی نظروں کے سامنے تھی۔ انہیں اطمینان حاصل ہوا۔ اپنے دل میں اس کو بھی اپنے پاس رکھنے کا فیصلہ کر کے وہ مطمئن ہو گئیں۔ اس فیصلے پر باری صاحب کچھ مطمئن ہوئے مگر مشہد صاحب نے اسے بد اخلاقی گردانا...... کچھ تلخ ہو گئے تو ہما بیگم نے بڑی منطقی بات کی۔

''مشہد صاحب' آپ کے گھر میں کوئی خاتون نہیں ہیں اس لیے بچی کو کیسے اکیلا چھوڑا جاسکتا ہے؟''

''واہ' یہ خوب کہی مسز باری آپ نے' میں ہائی کورٹ کا سینئر وکیل قابل اعتبار نہیں۔'' مشہد صاحب کو غصہ آ گیا۔ مگر وہ مزید کچھ کہے سنے بغیر ہی چلے گئے۔

شام کو ہما بیگم نے شوہر کو مشہد صاحب کا جملہ ان ہی کے انداز میں سنایا تو بے ساختہ ہنس پڑے۔ یہ دیکھ کر مسز باری بھنا اٹھیں۔

''حد کرتے ہیں آپ بھی' ارے اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟''

''ہما بیگم' آپ نے تو مشہد صاحب کے مرد وہ بھی تنہا ہونے پر شک کیا ناں غصہ تو آنا ہی تھا۔''

''چلو قصہ ختم ہوا۔ اب دونوں ہمارے ہاں ہی کام کریں گی۔'' انہوں نے دوٹوک فیصلہ سنایا۔

''جو مزاج یار میں آئے...... مگر پھر کہے دیتے ہیں کہ لڑکی بہت حسین ہے اور ایان ابھی بنا لائسنس کے ہے۔''

''آپ کے تو سامنے بیٹھنا ہی فضول ہے' میرے بیٹے کو ملازمہ اور رمشہ کی حیثیت کا فرق معلوم ہے۔ ویسے بھی میں اماں بی کا انتظار کر رہی ہوں وہ کوئٹہ سے واپس آئیں تو ایان اور رمشہ کی باقاعدہ منگنی کروں۔'' وہ بولیں۔

''ویسے اپنے بیٹے سے پہلے رمشہ کے بارے میں کنفرم تو کرلو۔''

''باری صاحب...... وہ میرا بیٹا ہے' میں جانتی ہوں۔''

''خاک جانتی ہو' بیٹا ہے' ہے تو ایک مرد ہی ناں۔'' باری صاحب نے مزید جلایا۔

''آپ اپنی طرح نہ سمجھیں۔''

''اجی...... ہم تو فرشتہ صفت ہیں' گھر میں داخل ہوتے وقت آیۃ الکرسی پڑھ کر شیطان کو باہر چھوڑ آتے ہیں۔'' وہ سینہ ٹھونک کر بولے۔

''اچھا...... اچھا...... میں چپاتی ڈال رہی ہوں' آپ ہاتھ دھو کر کھانے کے لیے آ جائیں۔'' وہ بولیں۔

''کیوں' وہ آپ کی نئی ملازمہ کہاں گئی؟''

''اسے تو میں نے چار بجے بھیج دیا تھا' جوان جہان بچی اور دوسری چھوٹی بھی ساتھ تھی۔ شام بڑھ جاتی تو کون چھوڑنے جاتا؟'' وہ فکرمندی سے کہہ کر اٹھیں۔

''اچھا کیا۔'' انہوں نے سراہا۔

ہما بیگم کے دماغ میں میاں کا جملہ اٹک سا گیا تھا۔



رات معمول سے ہٹ کر ایان ذرا دیر سے گھر آیا تو اس کے لیے کھانا گرم کر کے ٹرے میں لگایا اور اس کے کمرے میں آ گئیں۔

''ماما جی' میں تو کھانا کھا کر آیا ہوں۔'' ایان نے بڑی محبت سے کہا۔

''ہیں......! کہاں کس کے ساتھ......؟''

''ارے باہر' ہوٹل میں اور کہاں؟'' وہ ذرا متعجب سا ہوا۔ اس سے پہلے بھی انہوں نے ایسا سوال نہیں کیا تھا۔

''کس کے ساتھ؟''

''ماما...... خیر تو ہے' ظاہر ہے دوست ہی ہوسکتے ہیں......''

''اچھا ٹھیک ہے' مگر گھر میں داخل ہوتے ہوئے آیۃ الکرسی پڑھ لیا کرو۔'' انہوں نے باری صاحب کا جملہ اس کے سر پر دے مارا' وہ ہنسنے لگا۔

''کمال ہے' گھر سے نکلتے ہوئے آپ پڑھ کر پھونکتی ہیں' سارا دن میں اللہ کی حفاظت میں رہوں اور آپ کی دعائیں میرے ساتھ ہوتی ہیں۔'' ایان نے پیار سے ماں کا ماتھا چوما تو وہ سرشار ہوگئیں۔

''ہاں...... یہ تو ہے' ایان مجھے تم پر پورا بھروسہ ہے۔''

''آپ اب جائیں آرام کریں' بہت رات ہوگئی ہے۔''

''ہوں...... کل رمشہ کو لے آنا۔'' انہوں نے جاتے ہوئے پلٹ کر کہا۔

''اوہ...... چھوڑیں' ماما سر کھا جاتی ہے وہ' پھر اس کے

الٹے سیدھے شوق بھی تو ہیں...... میں نہیں لاؤں گا۔“ اس نے صاف انکار کردیا۔

”حد کرتے ہو آج کل کی بچیاں ایسی ہی ہوتی ہیں‘ میں اس کا تم سے رشتہ پکا کرنے لگی ہوں اور تم بیزار ہورہے ہو اس سے۔“

”ماما......! اللہ کا نام لیں‘ جائیں سو جائیں‘ مجھے بھی بہت نیند آرہی ہے۔“ ایان نے منت سماجت کرکے انہیں ٹالا۔

اگلی صبح تارہ اکیلی کام پر آئی تو ہما بیگم نے فوراً اس سے عاشی کے متعلق پوچھا۔

”وہ اماں کے ساتھ کام پر گئی ہے۔“ تارہ نے مہین سی آواز میں جواب دیا۔

”اچھا چلو تم جلدی سے ناشتہ بناؤ‘ دیر ہورہی ہے۔“ تارہ کچن میں مصروف تھی کہ ایان‘ ہما بیگم کے کچن میں ہونے کا سوچ کر اندر آگیا مگر وہاں تارہ عالم محویت میں پراٹھا بنارہی تھی...... اسے اس کے آنے کی بھی خبر نہ ہوئی۔ وہ شرمندہ سا الٹے قدموں باہر نکلا تو سامنے ہما بیگم کھڑی تھیں۔ وہ بوکھلا گیا۔

”یہ تم اندر کیا کررہے تھے؟“

”یہ باورچی خانہ ہے‘ یہاں کیا کرنا چاہیے؟“ وہ حواس بحال کرکے بولا۔

”جو کام ہوا کرے مجھے بتایا کرو تمہیں‘ میں تارہ سے کہہ دوں گی...... تارہ سے کوئی بات نہیں کرنی۔“ انہوں نے دھیرے سے کہا۔

”مطلب‘ تارہ میڈم سے بات کرنے کے لیے درمیان میں ایک ملازم ہونا چاہیے۔ پیغام رسانی کے لیے۔“ ایان نے چڑ کر کہا۔

”بکومت‘ بولو کیا چاہیے؟“

”بس ایک کپ چائے اور دو گولی سر درد کے لیے۔“ وہ کہہ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ ہما بیگم نے اسے پہلے چائے بنانے کا کہا اور بہت نرمی سے بولیں۔

”تارہ...... یہ میرا بیٹا ہے ایان‘ ذرا لاابالی ہے اس کی بات کو محسوس نہ کرنا۔“

”جی......“ فقط اتنا بولی۔

وہ چائے اور دو گولی پیناڈول لے کر باہر آگئیں۔

”ایان...... بیٹا خالی پیٹ دوا نہیں کھاتے‘ ساتھ میں کچھ لے لو۔“

”تو آپ لے آتیں ناں اس ملازمہ کو خود نہیں پتا کہ......“

”بس چپ کرو‘ کیا ملازمہ ملازمہ لگا رکھی ہے‘ اسے آئے دو دن ہوئے ہیں۔ دھیرے دھیرے پتا چلے گا۔“

”تو کس نے کہا تھا کہ طاہرہ خالہ کو نکال دیں...... نہ جان نہ پہچان بس رکھ لیا۔ آج کل حالات اتنے خراب ہیں۔ ہاتھ دکھا گئی تو روتی رہیے گا۔“ ایان بولتا چلا گیا۔ انہوں نے کچھ نہ کہا‘ غصے میں بڑبڑاتی ہوئی ڈائننگ روم میں آگئیں۔ باری صاحب انہماک سے اخبار پڑھ رہے تھے انہیں دیکھ کر اخبار رکھ دیا اور مسکرا کر بولے۔

”کیا ہوا؟ تیور بگڑے بگڑے سے نظر آتے ہیں۔“

”یہ آپ کا اکلوتا بیٹا بے چاری تارہ کو نکلوا کر دم لے گا۔“

”اوہ ہو......! کیا برا وقت آگیا ہے کہ صبح صبح ناشتے سے پہلے ایک ملازمہ زیر بحث ہے‘ کیا ہوگیا ہے بیگم آپ کو۔“ باری صاحب نے اچھا خاصا طنزیہ انداز اختیار کیا تو انہیں اور غصہ آگیا۔

”بھئی بے چاری غریب بچی ہے اس کی ماں شریف عورت ہے۔ معلمہ باجی اس کی ضامن ہیں پھر اس کے کام کرنے پر ایان کو کیوں اعتراض ہے؟“

”اعتراض اور احتیاط دونوں لازمی ہیں‘ نیا ملازم یا ملازمہ رکھتے ہوئے۔ اس نے ایسا کیا برا کہہ دیا۔“

”اب طاہرہ تو گئی‘ کیا اس کو بھی چلتا کردوں‘ مجھ سے تو گھر کے کام نہیں ہوتے۔“

”تو آپ کو کون کہہ رہا ہے کہ کام کرو‘ بس لڑکی پر نگاہ رکھو‘ مزید پوچھ گچھ کرلو اور ہاں دل نہ جلاؤ‘ ناشتہ لگواؤ دیر ہورہی ہے۔“ باری صاحب نے بڑے ٹھنڈے میٹھے

لہجے میں ان کا غصہ زائل کردیا.....وہ مطمئن ہوگئیں۔



چند ہی دن میں تارہ نے ہما بیگم کا دل جیت لیا۔ ہر کام کرنے کا طریقہ سیکھ لیا۔ ناشتے میں کیا کھایا جاتا ہے؟ دوپہر کے کھانے میں کس طرح کی چیزیں تیار کی جاتی ہیں؟ برتن کچن کے کس کس ریک میں رکھے جاتے ہیں۔ چھوٹا سا گھرانہ تھا۔ کل تین آدمی' تین کمرے اس میں سے بھی ایک آج کل بند تھا۔ اماں بی اپنی بیٹی یعنی عارفہ کے پاس کوئٹہ گئی ہوئی تھی۔ عارفہ باری صاحب کی چھوٹی بہن تھیں۔ پچھلے ایک ماہ سے اماں بی اس کے پاس گئی ہوئی تھی۔ ایان صاحب کے کمرے میں ہر چیز سلیقے سے رکھنے اور اچھی صفائی کرنے پر ہما بیگم نے تعریف کی۔ پانچ سو روپے انعام دیا.....اچھے سے دو جوڑے عارفہ کی الماری سے نکال کر دیئے وہ خوش ہوگئی۔ اگلے دن وہ نہا کر ایک جوڑا پہن کر آئی تو ہما بیگم نے اس کی بہت تعریف کی..... باری صاحب نے موبائل پر نظریں جمائے ہوئے انہیں ستانے کی خاطر کہہ دیا۔

"دیکھ لو ہما بیگم ایان سے ہاتھ نہ دھو بیٹھنا....."

"پھر بدفال منہ سے نکالی' لے دے کر آپ ایان کو کیوں درمیان میں لے آتے ہیں؟" وہ آگ بگولہ ہوئیں۔

"یہی تو بات ہے کہ خواتین خود ہی اپنا نقصان کرتی ہیں۔"

"اُفوہ! بھئی کیا جرم کردیا میں نے....." وہ بگڑ کر چلائیں۔

"جوان اور خوبصورت ملازمہ نہیں رکھنا چاہیے۔"

"یہ کیا بات ہوئی' ان کا کوئی کمانے والا نہیں' کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے یا کسی برے رستے پر چلنے سے تو بہتر ہے کہ گھر کا کام کرلے.....شریف بچی ہے آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتی۔" انہوں نے اچھی خاصی تقریر جھاڑی۔

"چلو' جیسی تمہاری مرضی۔" باری صاحب نے ہتھیار ڈال دیے۔

"اس کی ماں اتنی دعائیں دے رہی تھی' عاشی کے لیے بھی شکریہ کہہ رہی تھی۔ وکیل صاحب کے گھر میں بچی غیر محفوظ تھی۔"

"اچھا ایک کپ چائے پلوا دو' پھر میں ذرا مارکیٹ ہو آؤں....."

"تو مجھے شاہین کی طرف چھوڑ دیں' واپسی پر لے لیجیے گا۔"

"یہ لینے دینے میں نہیں آؤں گا۔ شاہین کے ڈرائیور کے ساتھ آجانا۔" انہوں نے ٹکا سا جواب دے دیا۔

"ٹھیک ہے' میں آجاؤں گی۔"

انہوں نے تارہ کو ایک کپ چائے اور رات کے لیے سالن پکانے' آٹا گوندھنے کا کا بھی کہہ دیا۔ اس نے اثبات میں گردن ہلادی۔

"بھولی بچی' چھٹانک کی زبان نہیں ہلاتی' کلو کا سر ہلا دیا۔" ہما بیگم نے مسکرا کر اس کے سر پر پیار بھری چپت لگائی..... جب سے تارہ آئی تھی' وہ درس قرآن کے بعد گھر آکر آرام کرتی تھیں..... سب کام تارہ نے جو سنبھال لیے تھے۔

"تارہ اکیلی رہے گی۔" باری صاحب نے چلنے سے پہلے پوچھا۔

"تو کیا ہوا' قابل اعتبار ہے۔" انہوں نے بڑے وثوق سے کہا۔

ان کی واپسی تقریباً دو ڈھائی گھنٹے بعد ہوئی۔ باری صاحب تو پہنچے بھی نہیں تھے' رمشہ گاڑی ڈرائیو کر کے انہیں چھوڑنے آئی تھی۔ ایان اپنے کمرے میں تھا۔ اس کی گاڑی دیکھ کر رمشہ کا چہرہ کھل اٹھا۔ ہما بیگم نے اسے ایان کے پاس جانے کا کہا۔ خود وہ تارہ کے پاس آگئیں جو فارغ بیٹھی ان ہی کی منتظر تھی۔ انہوں نے اسے گھر جانے کی اجازت دی اور فریج سے گزشتہ رات والے سالن کا ڈونگہ نکال کر اسے دیا ساتھ کچھ پھل بھی دے دیے۔ وہ خوشی خوشی چلی گئی۔

آج وہ خود بھی کافی خوش تھیں' شاہین نے اور اس کے

شوہر فیاض نے رمشہ کے رشتے کے لیے کھل کر رضا مندی کا اظہار کردیا تھا اور اب اماں بی کے آنے پر منگنی ہونی تھی۔ رات کھانے کے دوران انہوں نے تذکرہ کیا تو ایان تو اچھل ہی پڑا۔

"ماما......! کیا ہوگیا ہے آپ کو؟ رمشہ آپ کی بھانجی ضرور ہے مگر اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ آپ اسے میرے سر پر تھوپیں۔"

"ہیں......! ہیں......! کیا ہوگیا ہے برخوردار؟" باری صاحب بولے۔

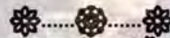
"بابا...... زمانے بھر میں ایک رمشہ ہی میرے لیے رہ گئی ہے، مجھے رمشہ ٹائپ لڑکیاں بالکل پسند نہیں۔" ایان نے آج کھل کر مخالفت کردی۔

"ارے......! کیا خرابی ہے رمشہ میں، پڑھی لکھی، دیکھی بھالی اور خوبصورت بھی ہے۔" ہما بیگم نے رمشہ کی وکالت کی۔

"جی...... فضول فیشن زدہ لڑکی، خالہ، خالو کو تو نظر نہیں آتا، کتنا چست لباس پہنتی ہے اور دوپٹا تو موصوفہ نے کبھی دیکھا تک نہیں، اوپر سے میک اپ کی تہ...... بولے تو شالیمار ٹرین پیچھے رہ جائے۔"

"تو کیا گونگی بہری لڑکی چاہیے؟" ہما بیگم نے بھڑک کر پوچھا۔

"بس فی الحال اس بکھیڑے میں، میں پڑنا نہیں چاہتا، کوئی لڑکی پسند آئے گی تو بتادوں گا۔" وہ کہہ کر اپنے کمرے کی طرف چل دیا۔ ہما بیگم ہکا بکا رہ گئیں۔ باری صاحب نے موبائل فون میں اپنے لیے عافیت ڈھونڈی۔



بات آئی گئی ہوگئی تھی مگر ہما بیگم کے دل میں گرہ سی پڑ گئی تھی۔ ایان نے سخت اور دوٹوک لفظوں میں رمشہ کے لیے انکار کردیا تھا۔ کچھ اعتراض ایان کا ٹھیک بھی تھا۔ انہیں خود بھی رمشہ کی ٹائٹس اور چست جینز ناگوار گزرتی تھی۔ ایان کی بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے انہوں نے شاہین کو فون پر دبے دبے لفظوں میں سمجھایا مگر شاہین کو یہ بات اچھی نہ لگی بس احتراماً خاموش ہوگئی اور وہ بھی اٹھ کر اپنے کپڑوں کی الماری سیٹ کرنے لگیں۔

تارہ ان کے کمرے کی صفائی کے لیے آئی تو ہما بیگم نے بغور اسے دیکھا۔ عارفہ کے فیروزی سوٹ میں وہ بہت نکھری نکھری لگ رہی تھی۔ ہما بیگم کو ایک دم جیسے کسی نے نشتر چبھویا۔ ایسا لگا کہ ایان سے تارہ متاثر ہے۔ وہ چپ سی ہوگئیں۔ مگر تیسرے دن شام کو تارہ کی ماں اور عاشی اسے لینے آئیں تو انہوں نے باتوں باتوں میں ہما بیگم سے درخواست کی کہ تارہ کا رشتہ خود کہیں کرادیں، ان کا کوئی سہارا نہیں ہے۔ اس بات نے ان کا رہا سہا سکون چھین لیا، ہما بیگم کا دل وسوسوں سے بھر گیا۔ بظاہر اثبات میں گردن ہلادی۔ مگر دل ہی دل میں وہ الجھن کا شکار تھیں۔

باری صاحب کو بھی محسوس ہو رہا تھا مگر انہوں نے کچھ وقت ہما بیگم کو دانستہ دیا تاکہ وہ خود جب مناسب سمجھیں بتادیں۔ پھر ایسا ہی ہوا...... عشاء کی نماز پڑھ کر انہوں نے معمول کے مطابق تسبیح پڑھی اور پھر باری صاحب کے ہاتھ سے ریموٹ لے کر ٹی وی بند کردیا۔ وہ متوجہ ہوئے۔

"جی فرمایئے......"

"آپ کے آفس میں کوئی کلرک، کوئی بندہ ایسا ہے جو غیر شادی شدہ ہو؟" وہ بے ربط سا بول گئیں...... باری صاحب کے چہرے پر حیرت نمایاں ہوئی۔ پھر لبوں پر شریر سا تبسم آگیا۔

"بیگم آپ بھول رہی ہیں کہ آپ شادی شدہ ہیں۔"

ذومعنی جملے پر ہما بیگم کا پارہ چڑھ گیا۔

"ہوش کے ناخن لیں، جو منہ میں آتا ہے اول فول بک دیتے ہیں۔"

"بات ہی ایسی پوچھی ہے آپ نے......"

"دراصل تارہ کی ماں چاہتی ہے کہ کسی اچھی جگہ اس کا رشتہ کرادیں۔ بیوہ عورت ہے، کوئی پرسان حال نہیں۔"

جوان بچی ہے۔ نیکی کا کام ہے۔" وہ چاہتی تو بہت کچھ تھیں، مگر اختصار سے بات کی۔ باری صاحب اصل بات سمجھ گئے۔

"بیگم...... ہمارا چھوٹا سا کاروبار ہے، تھوڑے سے ملازم ہیں، ان میں تمہارا ایان ہی غیر شادی شدہ ہے ایک بس۔"

"اوہو...... فضول بات۔" وہ بگڑیں۔

"بہترین حل یہ ہے کہ تارہ کو فارغ کردو اور دوسرا ملازم رکھ لو، ایک دو جتنے چاہو تارہ کی طرف سے جو فکر ہے اس کا یہی حل ہے، نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔" باری صاحب نے حل نکالا۔

"ارے ایک غریب بچی کو بے روزگار کردوں، کتنی مصیبت میں پڑجائے گی۔"

"بہت سے گھر ہیں، کوئی نہ کوئی ملازم رکھ لے گا۔"

"کسی کے گھر کا کیا بھروسا، میرے دل میں اللہ کا خوف ہے۔" وہ بولیں۔

"پھر اللہ پر بھروسا رکھو، تمہارا بیٹا اتنا بھی احمق نہیں۔" باری صاحب نے بڑی گہری بات کردی تھی۔



چند دن انہوں نے خود کو سمجھایا بجھایا۔ تارہ کے طور طریقے معمول کے مطابق تھے انہیں ذرا اطمینان ہوا مگر اب یہ ان کا مشن بن گیا تھا کہ تارہ کی اچھی جگہ شادی کرائی ہے۔ اسی حوالے سے وہ اپنی کالونی کے سامنے والی کالونی میں مسز الیاس سے ملنے چلی گئیں۔ مسز الیاس کا میرج بیورو تھا۔ پہلے تو مسز الیاس کو لگا کہ وہ ایان کے لیے رشتہ چاہتی ہیں لیکن پھر ملازمہ کا بتایا تو انہیں حیرت کے ساتھ خوشی ہوئی کہ آج کے دور میں اپنے ملازمین کے حوالے سے دردمند دل رکھنے والے لوگ بھی موجود ہیں۔ انہوں نے یقین دہانی کرائی کہ وہ ضرور کوئی رشتہ تلاش کردیں گی۔

ہما بیگم نے یہ کام کر کے خود کو کے ٹو کی چوٹی سر کرنے والی خاتون سمجھا، وہ بہت خوش تھیں کہ انہوں نے نیکی کا کام کیا ہے مگر جب گھر پہنچیں تو ان کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔ تارہ ایان کا سر دبا رہی تھی۔ وہ بیڈ پر آنکھیں بند کیے لیٹا تھا۔ انہیں دیکھ کر وہ گھبرا سی گئی۔

"یہ...... وہ...... چھوٹے صاحب کو بخار ہے۔"

"تم کیا کررہی تھیں۔" انہیں شدید غصہ آ گیا۔

"ماما...... میں نے سر دبانے کو کہا تھا۔ بہت شدید درد ہے۔" ایان نے صفائی دی۔

"اس کا مطلب یہ نہیں، چلو جاؤ تم باہر......" انہیں تارہ پر پہلی مرتبہ شدید غصہ آیا۔

"تم نے ملازمہ کو سر پر بٹھالیا، حد کرتے ہو، ڈاکٹر کو بلا لیتے، سر درد کی گولی کھالیتے۔" ہما بیگم کا طیش عروج پر تھا۔

"کیا ہوگیا ملازمہ سر دبا دے تو گناہ ہے؟" ایان بھی چلا اٹھا۔

"یہی سمجھ لو جوان ملازمہ کی ذمہ داری ہوتی ہے، بس آئندہ خیال رکھنا۔" انہوں نے خوب سختی سے تاکید کی۔

تارہ پر اگلے چار چھ دن اس واقعہ کا بہت اثر رہا۔ اچاٹ طبیعت کے ساتھ کام کرتی رہی پھر دبے دبے لفظوں میں کام چھوڑنے کا عندیہ دیا تو ہما بیگم کے دل میں کھد بد ہونے لگی۔ گھر کا کام کرنا ان کے بس کا روگ نہیں تھا...... زیادہ ملازم رکھنے کے وہ حق میں نہیں تھیں۔ ان کے خیال میں سادہ سی زندگی بسر کرنے کے لیے ایک ملازمہ کافی ہوتی ہے۔ بہت پرتعیش زندگی بسر کرنے کے لیے زیادہ ملازمین کی فوج درکار ہوتی ہے۔ ان کے ہاں تو بس ایک چوکیدار اور ایک گھریلو ملازمہ کی ضرورت تھی۔ طاہرہ سے تنگ آ کر اسے ہمدردی کی بنیاد پر کام دیا۔ مگر اب اس کی طرف سے فکر لاحق ہوگئی تھی۔

ہما بیگم کا مزاج بھی تو غیر متعدل سا تھا۔ رحم بھی کھانا اور پھر دوسوسے اور شک کے ہاتھوں پریشان بھی رہنا۔ تارہ سے ہمدردی تھی، اس کا خیال تھا، مگر یہ فکر بھی دامن گیر تھی کہ ایان اس سے بے تکلف نہ ہو، وہ یہ برداشت نہیں کرسکتی تھیں کہ تارہ ایان کے سرہانے بیٹھ کر سر دبائے...... ان کے اس خیال سے باری صاحب بھی

متفق تھے۔ انہوں نے پھر یہی حل بتایا کہ...... تارہ کو فارغ کردو۔

''ارے کہاں کام کرے گی؟'' وہ پریشانی سے بولیں۔

''یہ تمہارا مسئلہ نہیں ہے۔''

''باری صاحب' وہ گھر بیٹھ نہیں سکتی' پیسوں کی اشد ضرورت ہے اور کسی غلط گھر میں گئی تو......؟''

''پھر یہیں رکھو' مگر پریشان ہونا چھوڑ دو......'' باری صاحب چڑ سے گئے۔

''اسی لیے تو چاہتی ہوں کہ ایان کی جلد شادی ہوجائے۔''

''ایان پر شک کرنا چھوڑ دو۔''

''ایک تو بی اماں بھی کوئٹہ جا کر بیٹھ گئیں۔''

''فون کرلو' جلد آنے کا کہہ دو۔'' وہ یہ کہہ کر چل دیے اور ہما بیگم پھر بھی اس ذہنی الجھن میں پڑ گئیں کہ تارہ کے لیے کیا کیا جائے۔



دوپہر شاہین اور رمشہ انہیں زبردستی اپنے ساتھ شاپنگ کے لیے ساتھ لے گئیں۔ انہوں نے نہ چاہتے ہوئے بھی تارہ کو تنہا گھر میں چھوڑا اور اسے محتاط رہنے کی سخت تاکید کی' ویسے بھی انہیں اندازہ تھا کہ ایان اور باری صاحب چار بجے کے بعد ہی آفس سے گھر آتے ہیں۔ بڑی بے دلی سے انہوں نے شاپنگ کی۔ تین بج رہے تھے جب وہ گھر پہنچیں۔ باری صاحب اپنے کمرے میں آرام کررہے تھے۔ تارہ کچن میں برتن دھورہی تھی۔

''صاحب کب آئے......؟''

''جی ابھی کچھ دیر پہلے۔''

''کھانا کھالیا انہوں نے؟''

''جی نہیں' چھوٹے صاحب نے کھالیا ہے۔''

''مطلب ایان آیا تھا......!'' وہ چونکیں۔

''جی' میں نے کھانا لگادیا تھا۔'' وہ بولی۔

''ایان......!'' وہ نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبائے ششدر سی کھڑی رہ گئیں۔ یہ بالکل غیر معمولی بات تھی۔

''ٹھیک ہے کھانا لگاؤ۔'' وہ کچھ سختی سے کہہ کر باری صاحب کے پاس آگئیں...... وہ آنکھیں موندے لیٹے تھے...... وہ شش و پنج میں چادر اٹھا کر اور اپنا پرس اور موبائل فون لے کر گھر سے باہر نکل آئیں...... قدم مدرسے کی جانب تھے۔ ذہن میں لاوا پک رہا تھا اور یہ لاوا جاتے ہی تارہ کی ماں پر انڈیل دیا کہ تارہ کو یہاں اپنی جگہ کام پر رکھواؤ اور خود میرے پاس کام کرو' یہاں خواتین کا آنا جانا ہے' عاشی کے ساتھ وہ بھی رہ لے گی۔

''میری مجبوری سمجھو۔ میں تنہا عورت ہوں' جوان بیٹا ہے' شوہر ہے۔ بچی کی طرف سے ذمہ داری نہیں اٹھا سکتی۔'' انہوں نے تارہ کی ماں کو بولنے کا موقع ہی نہ دیا۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ انہوں نے یہ کہہ کر چپ کرادیا۔

''حمیدہ' میری مجبوری سمجھو' تارہ یہاں معلمہ باجی کے پاس محفوظ رہے گی۔''

''مگر......'' حمیدہ نے کچھ کہنا چاہا لیکن انہوں نے ایک نہ سنی۔

''حمیدہ کل سے تم کام پر آؤ۔'' ہما بیگم یہ کہہ کر الٹے قدموں واپس آگئیں۔

باری صاحب نے ساری بات سنی تو غیر معمولی سنجیدگی ان کے لہجے میں آگئی۔

''تمہارے اندر بڑی وہمی اور سخت دل عورت ہے یہ مجھے اندازہ نہیں تھا۔ اچھا بننے اور برا بننے کے حصار میں رہتی ہو...... مجھے خوف محسوس ہورہا ہے۔''

''کیا مطلب ہے آپ کا' جوان بیٹے کو بھٹکنے دوں۔'' وہ گرجیں۔

''آہستہ بولو' یہ آدھا رحم میری سمجھ سے باہر ہے۔'' وہ جھنجھلائے' مگر ہما بیگم نے ذرا پروا نہ کی...... شام کو حمیدہ کے ساتھ تارہ کو چلتا کردیا۔ جاتے وقت تارہ کی بڑی بڑی آنکھوں میں آنسو تھے۔ اس نے کوئی گناہ نہیں کیا تھا۔ جس کی سزا اسے دی گئی تھی۔ ہما بیگم نے سنگدلی کی انتہا کردی تھی۔ ایان نے کڑی مذمت کی۔

''ماما...... بلاوجہ آپ نے ظلم کیا ہے' یا تو پہلے رکھتی ہی نہیں۔''

''ارے' تمہاری ماما کو یہ فکر لگ گئی کہ کہیں تم رمشہ کو ریجیکٹ نہ کردو......'' باری صاحب نے جتلایا۔

''وہ تو میں کرچکا ہوں اور میرے لیے ایسی بات سوچی بھی کیسے......؟'' ایان غصے میں آ گیا۔

''میں ماں ہوں' ماں اپنی اولاد کی بہتری چاہتی ہے۔'' انہوں نے کڑک لہجے میں کہا۔ ایان بڑبڑاتا ہوا چلا گیا۔ وہ کر بھی کیا سکتا تھا۔ ہما بیگم نے سکھ کا سانس لیا۔

تارہ کو نکال کر جیسے ایان کو مورچا بند کردیا۔ ان کو پُر سکون نیند آئی لیکن ہول تو اس وقت اٹھے جب صبح سے دوپہر ہوگئی اور حمیدہ کام کے لیے نہ آئی' انہیں سب کام خود کرنے پڑے' ساتھ ساتھ حمیدہ کو برا بھلا بھی کہتی رہیں۔ شام کو باری صاحب کو روداد سنانا ہی چاہتی تھیں کہ انہوں نے ان کا ٹرین کا ٹکٹ سامنے رکھ دیا۔ وہ حیران ہوئیں مگر انہوں نے حیرت دور کردی۔

''تیاری کرلو' رات کو ٹرین سے کوئٹہ جانا ہے' اماں سیڑھیوں سے گر گئی ہیں فریکچر ہوگیا ہے۔ عارفہ اکیلے تو نہیں سنبھال سکتی' اس کیا حالت تم تو جانتی ہو۔'' انہوں نے لقمہ منہ میں رکھتے ہوئے کہا۔

''مگر......''

''اگر مگر کیا؟ بس جانا ہے۔'' باری صاحب بہت سنجیدگی سے بولے۔

''میں اکیلی ٹرین سے......!''

''فلائٹ کوئی مل نہ سکی اور اکیلے میں کیا مسئلہ ہے ایان تمہیں چھوڑ کر آئے گا۔ میں اتنا لمبا سفر کر نہیں سکتا۔'' وہ بولے...... ہما بیگم جانے پر رضا مند تو ہوگئیں لیکن بڑبڑاہٹ میں غصہ شامل تھا۔

''اتنے دن سے بلا رہے تھے اب مصیبت میں ڈال کر خوش ہیں بی اماں۔''

نہ چاہتے ہوئے بھی انہیں جانے کی تیاری کرنا پڑی' مگر ایان نے ساتھ جانے سے صاف انکار کردیا۔ اس کی کلائنٹ کے ساتھ بزنس میٹنگ تھی۔ مجبوراً ہما بیگم کو ٹرین میں بٹھادیا گیا۔ وہ جا تو رہی تھیں لیکن دل گھر میں ہی اٹکا ہوا تھا۔ بس ذرا سی تسلی تھی کہ حمیدہ سب کچھ سنبھال لے گی...... دو چار روز میں بی اماں کو جہاز کے ذریعے لے آئیں گی مگر یہ محض ان کی سوچ رہی۔

بی اماں کا آپریشن ہوا تھا۔ وہ تو ہل بھی نہیں سکتی تھیں۔ اسپتال میں تھیں...... عارفہ بے چاری پورے دنوں سے تھی۔ یہ تو بھلا ہو محکمے کا کہ عارفہ کے میاں کو چار چھ ملازم ملے ہوئے تھے۔ عارفہ سے خود تو ہلنا جلنا دشوار تھا لیکن **ملازمین سب کام دیکھ رہے تھے۔ بی اماں کے پاس کسی کا** ہونا ضروری تھا۔ انہیں ہسپتال میں ٹھہرنا تھا۔ وہ سفر کی تھکن بھی نہیں اتار سکیں۔ یہاں تک کہ باری صاحب کو یا ایان کو فون تک نہیں کرسکیں۔ باری صاحب نے خود بی اماں کی خیریت معلوم کی تو انہوں نے حال احوال پوچھا۔

''باقی سب تو ٹھیک ہے' تمہاری حمیدہ بیگم ایک دن کے بعد سے نہیں آ رہیں......'' باری صاحب نے بتایا۔

''ہیں......! کیوں؟''

''مجھے کیا پتا' خیر تم پریشان نہ ہو چوکیدار کی بیوی ریشم کھانا پکا کر بھیج دیتی ہے۔'' باری صاحب نے حسب عادت بڑا عام سا انداز رکھا اور فون بند کردیا۔ بات ادھوری رہ گئی تھی۔

''حمیدہ کو کیا موت پڑگئی؟ کوئی کھانا ہی تو مسئلہ نہیں ہوتا' پورا گھر باپ بیٹوں نے کباڑ خانہ بنادیا ہوگا۔ عارفہ نے تسلی دی۔

''بھابی' ایک ملازمہ پر بھلا گھر چلتے ہیں کیا؟ ماشاءاللہ بزنس مین کا گھر ہے' چار پانچ ملازم تو ہونے چاہئیں۔''

''ایک ملازمہ کی اور چوکیدار کی ذمہ داری اٹھالوں تو بڑی بات ہے' زیادہ ملازم تو دردِ سر بن جائیں گے۔'' عارفہ نے مزید بحث غیر ضروری سمجھی کیونکہ وہ ہما بیگم کی سوچ سے بخوبی واقف تھی۔

بی اماں کو اسپتال سے گھر منتقل کردیا گیا مگر ابھی بہت احتیاط کی ضرورت تھی۔ انہوں نے ایان سے ذکر کیا تو اس

نے کہا۔
''ماما...... کوئی بات نہیں، ہم بچے تو نہیں ہیں اور کچھ نہیں ہوا آپ کے گھر کو۔''
''دارالقرآن جاکر حمیدہ کا پتا تو کرنا تھا۔''
''دفع کریں حمیدہ کو، ہمیں کوئی پرابلم نہیں ہے، چوکیدار کی بیوی ریشم کو پیسے دیے تھے بابا نے، اس نے سب کپڑے دھو دیے، کچھ صفائی وغیرہ بھی کردی۔'' ایان لاابالی تو ہمیشہ سے تھا۔
''تو کیا میں یہیں بیٹھی رہوں......؟''
''عامر انکل سے کہیں جہاز کی ٹکٹ کرادیں یا پھر یہاں سے کراتا ہوں، مگر بی اماں کے ڈاکٹر سے پہلے پوچھ لیں، ہم وہاں بار بار جا نہیں سکتے۔''
''ارے ہمارے لاہور میں ڈاکٹرز ہڑتال پر ہیں کیا؟'' وہ اشتعال میں آ گئیں۔
''چلیں پھر میں کچھ کرتا ہوں آپ تیاری رکھیں۔''
ایان کی تسلی کے باوجود ان پر عجیب قسم کی پریشانی طاری تھی۔ کسی کام میں جی نہیں لگ رہا تھا۔ وہ گھڑی کی چوتھائی میں اڑ کر گھر پہنچنا چاہتی تھیں مگر ایان نے ایک ہفتہ مزید گزار دیا۔ آٹھویں دن اطلاع دی۔
''آن لائن ٹکٹ مل گئے ہیں۔ کل صبح دس بجے کی فلائٹ ہے۔'' انہوں نے سکھ کا سانس لیا۔ سب تیاری مکمل تھی۔ اگلی صبح عامر اور ڈرائیور انہیں ایئر پورٹ چھوڑنے آئے۔ اللہ اللہ کرکے سفر طے پایا۔ لاہور ایئر پورٹ پر ایان اور باری صاحب لینے آئے تھے، بی اماں کو گھر لانے کے بعد ہما بیگم تو جیسے سکتے میں آ گئیں...... گھر کی تو بہت بری حالت ہوگئی تھی۔ ہر چیز پر دھول مٹی سے اٹی پڑی تھی...... کچن میں گندے برتنوں کا ڈھیر چولہے پر گری ہوئی چائے، دودھ اور تیل کے باعث جیسے کوئی اخملی چڑھ گیا تھا۔ میلی بستر کی چادریں، گندے تولیے...... وہ تو چکرا ہی گئیں۔
''کوئی جاکر تو دیکھتا منحوس ماری حمیدہ کو، کم بخت چاند پر چلی گئی ہے کیا؟'' وہ جھاڑن سے گرد جھاڑتی جارہی تھیں اور بول رہی تھیں۔ مگر ان کی بات سننے کو کوئی موجود ہی نہیں تھا، دونوں باپ بیٹا تو جاچکے تھے۔ انہیں اس بات پر اور بھی غصہ آیا۔ چوکیدار سے کہہ کر اس کی بیوی ریشم کو بلایا۔ فرش دھونے کا کام اسے دیا اور خود چادر اوڑھ کر ارادہ کر رہی تھیں کہ معلمہ باجی سے جاکر ماں بیٹیوں کا پتا کیا کریں کہ چوکیدار نے گیٹ پر آنے کو کہا...... وہ تیز قدموں سے باہر نکلیں تو مشہد وکیل صاحب کو موجود پایا۔
''السلام علیکم بھابی صاحبہ، یہ مٹھائی اور نکاح نامہ کی کاپی آپ کے لیے ہے۔'' مشہد صاحب نے مسکراتے ہوئے مٹھائی کا ڈبہ اور ایک سفید فائل ان کے ہاتھ میں تھمائی۔
''جی......؟''
''آپ نے میرے گھر میں عورت نہ ہونے کے باعث ملازمہ کو غیر محفوظ سمجھا تھا۔ آپ کے اپنے شوہر نے اسی لیے تارہ سے نکاح کرکے اسے، اس کی ماں اور بہن کو محفوظ گھر دے دیا ہے...... یقین نہیں تو فائل کھول کر دیکھ لیں۔ آپ غلطی پر تھیں، تارہ آپ کے ہاں غیر محفوظ تھی ہاہاہا......!'' مشہد صاحب کا قہقہہ انہیں چاروں سمت گونجتا ہوا محسوس ہورہا تھا۔
ان کا خدشہ درست نکلا تھا مگر اس کا روپ بدل گیا تھا۔ وہ سر تھام کر وہیں بیٹھ گئیں۔



عشق سفر کی دھول

نازیہ کنول نازی

حصہ دوم

ہم موم کی سیڑھی پہ کھڑے سوچ رہے ہیں سورج سے بناوٹ کا صلہ کیسے ملے گا اب دیکھنا یہ ہے کہ رضا کچے گھڑے کو دریا سے محبت کا صلہ کیسے ملے گا



ذرا ٹھہرو......
مجھے محسوس کرنے دو
جدائی آن پہنچی ہے، مجھے تم سے بچھڑنا ہے
تمہاری مسکراہٹ، گفتگو، خاموشیاں سب بھلانا ہے
تمہارے ساتھ گزرے صندلیں لمحوں کو
اس دل میں بسانا ہے
تمہاری خواب سی آنکھوں میں
اپنے عکس کی پرچھائی کو محسوس کرنے دو
ذرا ٹھہرو......
مجھے محسوس کرنے دو
اذیت سے بھرے لمحے بچھڑتے وقت کے قصے
کہ جب خاموش آنکھوں کے کناروں پر
محبت جل رہی ہوگی
کئی جملے لبوں کی کپکپاہٹ سے ہی
پتھر ہو رہے ہوں گے
مجھے ان پتھروں میں بین کرتی چیختی گویائی کو
محسوس کرنے دو
مجھے تنہائی کو محسوس کرنے دو
ذرا ٹھہرو......
مجھے محسوس کرنے دو تمہارے بعد کا منظر......
دل برباد کا منظر......
جہاں پر آرزوؤں کے جواں لاشوں پہ کوئی اور نہ ہوگا
جہاں قسمت محبت کی کہانی میں جدائی لکھ رہی ہوگی
مجھے ان سب لمحوں میں سسکتے درد کی گہرائی کو
محسوس کرنے دو......
ذرا ٹھہرو......
ذرا ٹھہرو مجھے تنہائی کو محسوس کرنے دو!



یونیورسٹی سے ایزد حسن کو بے دخل کیے جانے کا فیصلہ طے پاچکا تھا۔

سر حفیظ اس کے مستقبل کے حوالے سے بے حد پریشان تھے، تب ہی ان کی ہر ممکن کوشش تھی کہ وہ امتحان دے لے۔ اسی سلسلے میں پرنسپل صاحب سے لمبی گفت و شنید کے بعد انہوں نے امرحہ حسین اور اسے پرنسپل صاحب کے آفس میں طلب کیا تھا۔ پرنسپل آفس میں اس وقت وہ بے حد خاموش اور مغموم کھڑا تھا جب کہ اس سے کچھ ہی قدموں کے فاصلے پر امرحہ حسین بھی وہیں موجود تھی۔ مگر اس کا چہرہ بے حد پُرسکون اور مطمئن تھا۔

پرنسپل سمیت ایزد کے تمام اساتذہ بے حد حیران تھے کہ عین امتحانات کے نزدیک بھلا ایزد جیسے لائق فائق طالب علم نے اتنی گری ہوئی حرکت کیوں کی؟ حالات و واقعات ان کے سامنے تھے، کسی قسم کی غلط فہمی یا شک کی گنجائش ہی پیدا نہیں ہوتی تھی۔ تاہم پھر بھی وہ وجہ جاننا چاہتے تھے۔ تب ہی ان دونوں کو آفس میں بلوایا تھا۔

سر حفیظ نے امرحہ سے پوچھا۔

"تم جانتی ہو امرحہ کہ ایزد ایک نہایت شریف، سلجھا ہوا اور ذہین لڑکا ہے، آج تک کبھی یونیورسٹی کی کسی لڑکی نے اس کے کردار یا غلط چال چلن کی شکایت نہیں کی، پھر جو کچھ آپ کے ساتھ ہوا کیا وجہ تھی اس کی؟"

"میں نہیں جانتی سر آپ کی طرح میں نے بھی کبھی اس شخص کے بارے میں غلط نہیں سوچا مگر پچھلے کچھ دنوں سے یہ بلاوجہ مجھے تنگ کر رہا تھا، کبھی راہ روک کر کھڑا ہو جاتا، کبھی ہاتھ پکڑ لیتا، میں اگر چپ رہی تو صرف اس وجہ سے کہ یونیورسٹی میں بات کا بتنگڑ نہ بن جائے مگر کل تو حد ہی ہوگئی سر......" اتنا کہہ کر وہ دونوں ہاتھوں میں منہ چھپا گئی تھی۔

ایزد نے ضبط سے مٹھیاں بھینچ لیں۔

"کیا ہوا کل؟" پرنسپل صاحب نے پوچھا۔ امرحہ کا چہرہ جو تھوڑی دیر پہلے تک مطمئن اور پُرسکون تھا۔ اب ایک دم آنسوؤں سے تر ہوگیا تھا۔

"کل یونیورسٹی کے گیٹ پر میرا راستہ روک کر اس شخص نے مجھے دھمکی دی کہ میں عمر سعید کی حمایت چھوڑ دوں نہیں تو یہ مجھے یونیورسٹی میں منہ دکھانے کے لائق نہیں چھوڑے گا، میں نے اس کی دھمکی کو اس کی بھڑک سمجھا مگر

مجھے کیا پتہ تھا کہ عمر سعید کی دشمنی میں یہ لائق' فائق' ذہین اور شریف شخص اتنا گر جائے گا کہ اپنے اور میرے مستقبل کو بھی داؤ پر لگا دے گا۔" رندھے ہوئے لہجے میں عمر سعید کی ہدایت کے عین مطابق وہ اپنا کردار ادا کر رہی تھی۔

پرنسپل صاحب اور سر حفیظ دونوں کے سر جھک گئے' بھلا کون تھا جو پوری یونیورسٹی میں عمر سعید اور ایزد حسن کے درمیان دشمنی سے واقف نہیں تھا۔

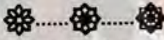
امرحہ کا وجود اب ہچکیوں کی زد میں تھا۔

"میری تو پوری زندگی برباد ہوگئی سر' اب ہر طرف طرح طرح کی باتیں گردش کر رہی ہیں' بہتان لگ رہے ہیں' یہ باتیں باہر نکلیں تو جنگل میں آگ کی طرح پھیل جائیں گی' ایسی شہرت کے بعد کون میرا یقین کرے گا' کون قبول کرے گا مجھے میں تو برباد ہوگئی۔" پرنسپل صاحب اور سر حفیظ کے جھکے سر دیکھ کر اس نے مزید جذباتی چوٹ لگائی۔ ایزد حسن اس سارے الزامات کے بعد پتھر کے مجسمے کی مانند ساکت کھڑا رہا تھا۔

"کیا تمہیں اس شرمناک حرکت کے بعد اپنی صفائی میں کچھ کہنا ہے ایزد؟" پرنسپل صاحب جو خود چار بیٹیوں کے مشفق باپ تھے اب قدرے کرختگی کے ساتھ اس سے پوچھ رہے تھے' اس نے سر اٹھا کر ایک نظر ان کے سخت چہرے پر ڈالی' پھر آہستہ سے سر نفی میں ہلا دیا۔ سر حفیظ اس کی اس حرکت پر جیسے ششدر سے رہ گئے تھے۔ تب ہی پرنسپل صاحب بولے۔

"ہونا تو یہ چاہیے کہ تمہاری نہایت غلیظ حرکت کے جواب میں ابھی پولیس کو بلواؤں اور تمہیں ان کے حوالے کردوں' مگر جس کرسی پر میں بیٹھا ہوں اس کرسی کا وقار مجھے ایسا کرنے نہیں دے گا' تمہاری شرمناک حرکت سے ہوئی بدنامی کے بعد میں اپنے ادارے کی مزید بدنامی نہیں چاہتا' لہٰذا تمہارے لیے یہی سزا کافی ہے کہ تمہیں یونیورسٹی سے بے دخل کردیا جائے' آج کے بعد میں کبھی تمہاری شکل نہ دیکھوں' سمجھے تم؟" پرنسپل صاحب کے غضب پر ایزد حسن نے ایک نظر سر اٹھا کر ان کی طرف دیکھا پھر سر جھکا لیا۔

اس کے لیے دنیا ختم ہوگئی تھی۔ امرحہ حسین کے لبوں پر فاتحانہ سی مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔ جگر جگر کرتی اس کی آنکھیں کسی روشن ستارے کی مانند چمک رہی تھیں۔ ایزد حسن نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا' پھر خاموشی سے پرنسپل آفس سے باہر نکل آ گیا تھا۔



وہ پرنسپل آفس سے باہر آیا تو میرب بے حد پریشان سی اس کی راہ دیکھ رہی تھی۔ اس کے باہر نکلتے ہی وہ تیزی سے لپک کر اس کی طرف آئی۔

"ایزد...... ایزد یہ سب کیا ہے' کیوں تمہارے بارے میں یہ لوگ فضول بکواس کر رہے ہیں' کیا ہوا ہے؟"

"پتہ نہیں۔" تیز قدموں سے پارکنگ کی طرف بڑھتے ہوئے اس نے قدرے خشک لہجے میں جواب دیا' تب ہی وہ اس کی راہ روک کر کھڑی ہوگئی۔

"تم ایسا نہیں کر سکتے ایزد' میرا دل کہتا ہے ضرور کچھ غلط ہوا ہے' میرا دل تمہاری شرافت اور کردار کی گواہی دیتا ہے' تم ایسے نہیں ہو۔" اس کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں ایزد نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا۔ کیا نہیں تھا اس ایک نظر میں۔

احد' عظیم اور افدان بھی بے حد پریشان تھے وہ سب کو نظر انداز کرتا آگے بڑھ رہا تھا۔

"ایزد...... ایزد کچھ تو کہو' فرار اس مسئلے کا حل نہیں ہے۔"

میرب نے دہائی دی مگر اس نے جیسے سنا ہی نہیں۔ عمر سعید اپنے گروپ کے ساتھ پارکنگ سے کچھ ہی فاصلے پر کھڑا تھا۔ ایزد رک گیا۔

وہ لوگ ہنس رہے تھے' کولڈ ڈرنکس ہاتھ میں پکڑے اپنی راہ کا کانٹا نکل جانے پر جشن منا رہے تھے۔ ایزد کی آنکھوں میں جیسے خون اتر آیا تھا۔

"چہ چہ چہ...... اسے کہتے ہیں شکل مومناں' کرتوت کافراں' بڑا چھپا رستم نکلا یہ ایزد تو' میں تو سمجھتی تھی اس سے

تلخ و شیریں

اس میں شک نہیں کہ باپ ایک سائبان اور محافظ ہی نہیں ایک بہترین دوست اور استاد بھی ہوتا ہے مگر کبھی کبھی زندگی کے سفر میں وہ بہت جلد ساتھ چھوڑ جاتا ہے ایسے میں گھر کی بڑی اولاد خواہ بیٹی ہو یا بیٹا، ذمہ دار ہونے کا ثبوت دیتے ہیں، ہم بہنوں کے لیے ایک نیا سلسلہ "تلخ و شیریں" کے عنوان سے شروع کر رہے ہیں اس سلسلے میں وہ تمام خواتین اپنے تجربات تحریر کر کے بھیج سکتی ہیں جو باپ یا شوہر کی عدم موجودگی میں چھوٹے بہن بھائیوں یا بچوں کی پرورش کے لیے میدان عمل میں آئیں۔ وہ خواتین جو چھوٹے پیمانے پر ذاتی بزنس کر رہی ہیں۔ کھیتوں میں کام یا محنت مزدوری کرتی ہیں وہ بھی اپنے تجربات سے آگاہ کر سکتی ہیں۔ آپ کے یہ تجربات ان لوگوں کے لیے راہ نما ہوں گے جو اپنی کم ہمتی کے باعث کوئی بڑا قدم اٹھانے سے ڈرتے ہیں۔ سوالات درج ذیل ہیں۔

۱:۔ کفالت کی ذمہ داری کب سے سنبھالی؟

۲:۔ گھر والوں کی ضروریات باعزت طریقے سے پوری کرنے کے لیے آپ نے ذاتی طور پر کیا قربانی دی، خود میں کیا تبدیلی لائیں؟

۳:۔ اس عرصے میں گھر والوں کا رویہ آپ کے ساتھ کیسا رہا؟
پہلے گھر سے باہر جانے والی خواتین کو ہراساں کیا جاتا تھا تو وہ خاموشی اختیار کر لیتی تھیں مگر آج کے زمانے میں خواتین زیادہ باشعور ہیں اپنے حقوق سے بھی آگاہ ہیں۔ اس حوالے سے سوال ہے۔

۴:۔ اگر کبھی ناگوار صورت حال کا سامنا کرنا پڑا تو آپ نے کیا طرز عمل اختیار کیا؟

۵:۔ کہا جاتا ہے کہ ماحول خواہ کیسا ہی ہو اگر آپ اچھے ہیں تو لوگ آپ کے ساتھ غلط رویہ اختیار نہیں کر سکتے۔ کیا آپ اس سے متفق ہیں، کیا واقعی محض آپ کا اچھا ہونا کافی ہے؟

۶:۔ کبھی دفتری سیاست کا شکار ہوئیں؟

۷:۔ دوران ملازمت آپ کا اپنے جونیئرز اور سینئرز کے ساتھ کیسا رویہ رہا؟

۸:۔ نوکری برقرار رکھنے کے لیے کبھی عزت نفس کا سودا کیا؟

۹:۔ ملازمت کے لیے محض محنت، ایمانداری اور قابلیت کافی نہیں، خوشامد اور چاپلوسی بھی ضروری ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے؟

۱۰:۔ اگر آپ نے اپنے اہداف اور مقاصد حاصل کر لیے ہیں تو اب گھر والوں کا رویہ کیسا ہے۔ پیچھے مڑ کر دیکھتی ہیں تو طمانیت کا احساس ہوتا ہے یا رائیگانی کا۔

آپ اپنے تجربات ہمیں لکھ بھیجیے نوک پلک ہم خود سنوار لیں گے

ہم آپ کی تحریر کے منتظر ہیں

شریف پوری یونیورسٹی میں کوئی نہیں۔“
عمر سعید کے گروپ کے قریب کھڑی لڑکیوں میں سے ایک لڑکی نے کہا تھا۔ ایزد کے لیے وہاں ایک پل بھی ٹھہرنا دشوار ہورہا تھا۔
جس ادارے میں اپنی عزت اور ساکھ بنانے میں اس نے چار سال لگا دیے تھے اسی ادارے سے وہ آج بے قصور ہوتے ہوئے بھی ذلیل ہوکر نکل رہا تھا۔



وہ گاڑی کا لاک کھول رہا تھا‘ جب احد نے پکارا۔
”کہاں جارہے ہو اس وقت؟“
”تھوڑی دیر اکیلا رہنا چاہتا ہوں‘ تم لوگ پریشان مت ہو‘ میں اپنا کوئی نقصان نہیں کروں گا۔“
اس کا لہجہ درد سے چور جب کہ آنکھیں لہورنگ ہورہی تھیں۔ میرب احد اور افدان ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے۔ وہ اس وقت جس اذیت سے گزر رہا تھا اس تکلیف سے یقیناً وہ تینوں ہی بے خبر نہیں تھے۔

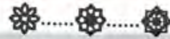


شام ڈھل رہی تھی۔
ایزد یونیورسٹی سے سیدھا ساحل سمندر کی طرف نکل آیا تھا۔ گاڑی پارک کرکے وہ سمندر کی بپھری ہوئی موجوں کے قریب آبیٹھا۔ آج اس لمحے اس کا شدت سے دل چاہ رہا تھا کہ وہ سمندر میں آگے بڑھتا‘ بپھری ہوئی لہروں کے ساتھ بہتا ہوا کہیں دور نکل جائے۔
اس کی آنکھیں رونے کی خواہش میں سرخ انگارہ ہورہی تھیں‘ مگر وہ کس کی گود میں سر رکھ کر روتا؟ کیسے اپنا دکھ بتاتا ماں تو بچپن میں ہی چھن گئی تھی۔ بچپن سے اب تک سنگھے سے تکتی ماں کا جو عکس آنکھوں میں محفوظ تھا اب اس کی جگہ اس عکس میں اسے اپنی شکل نظر آنے لگی تھی۔
اس کے پاس کیا رہا تھا؟ کچھ بھی تو نہیں...... اس کا دامن خالی تھا۔ عجیب بے بسی تھی کہ ایک لڑکی نے اس کی پوری زندگی برباد کرکے رکھ دی تھی اور وہ کچھ نہیں کرسکا تھا۔
”کیا وہ اتنا ہی آسان ہدف تھا؟ شام سے رات ہوگئی‘ وہ وہیں بیٹھا رہا۔
اعصاب کے ساتھ ساتھ جیسے وجود بھی پتھر ہوچکا تھا۔ اس میں اتنی ہمت ہی نہیں ہوئی کہ وہ اٹھ کر گھر چلا جاتا۔
شب کے ساڑھے گیارہ بج گئے۔ جب وہ ساحل سمندر سے اٹھ کر گھر کی طرف روانہ ہوا۔ صد شکر کہ ابھی اس کی تباہی کی خبر گھر نہیں پہنچی تھی تب ہی وہاں سکون تھا۔ سب لوگ اپنے اپنے گرم بستروں میں دبکے سو رہے تھے۔ گاڑی پارک کرنے کے بعد وہ لاؤنج میں آیا تو عائشہ اس کے انتظار میں جاگ رہی تھی۔
”ایزد...... کہاں تھے تم‘ میں کب سے تمہیں کال کررہی ہوں مگر تمہارا نمبر مسلسل بند ہے۔“ وہ اس کے لیے پریشان تھی۔ ایزد نے نظریں چرالیں۔
”ایک دوست کے ساتھ تھا میرے سیل کی بیٹری ڈاؤن ہونے کی بنا پر سیل آف ہوگیا تھا‘ بہت تھک گیا ہوں‘ صبح بات ہوتی ہے۔“
بمشکل اپنی سرخ آنکھیں اس سے چھپا کر وہ تیزی سے سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا تھا۔ عائشہ خاموشی سے اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔



اگلے روز حمزہ عباسی صاحب ناشتے کے بعد ابھی آفس کے لیے نکلے تھے جب ایزد کی یونیورسٹی سے پرنسپل کی کال آگئی۔ انہیں ضروری بات کرنی تھی لہٰذا حمزہ صاحب نے گاڑی یونیورسٹی کی طرف موڑ دی۔ اگلے بیس منٹ کے بعد وہ پرنسپل صاحب کے آفس میں ان کے مقابل بیٹھے تھے۔
”حمزہ صاحب جانتے تھے کہ ایزد نہایت لائق فائق ہونہار طالب علم ہے یقیناً پرنسپل صاحب نے اسی حوالے سے بلایا ہوگا‘ مگر ان کی سماعتوں کو اس وقت شدید جھٹکا لگا جب پرنسپل صاحب نے ان سے کہا۔
”ہم نے ایزد کو یونیورسٹی سے نکال دیا ہے وجہ شاید اس نے آپ کو نہیں بتائی ہوگی۔“

"یونیورسٹی سے نکال دیا......! پر کیوں؟" انہیں تو جیسے یقین ہی نہیں آرہا تھا۔
"حمزہ صاحب' آپ کا بیٹا اس قابل نہیں ہے کہ کسی بھی اچھے ادارے میں اپنی تعلیم جاری رکھ سکے۔"
"مگر کیوں؟ ایسا کیا کردیا ہے میرے بیٹے نے اچانک؟"
ان کے علم میں سرے سے کوئی بات ہی نہیں آئی تھی۔ پرنسپل صاحب کو انہیں الف سے ے تک سارا قصہ سنانا پڑا۔
"یہ ایک معزز ادارہ ہے حمزہ صاحب' لوگ ہم پر اعتماد کر کے اپنی بیٹیاں یہاں پڑھنے کے لیے بھیجتے ہیں۔ آپ خود سوچیں ایسے کیسز میں اگر ہم کوئی ایکشن نہیں لیں گے تو پبلک ہمیں گھسیٹ کر سڑک پر لے آئے گی' جو کچھ بھی ہوا ہے بہت افسوس ناک ہے۔ میں ذاتی طور پر بہت رنجیدہ ہوں۔ مگر آئی ایم سوری میں اب ایزد کے لیے مزید کچھ بھی نہیں کرسکتا۔"
ساری بات بتانے کے بعد پرنسپل صاحب نے اپنی مجبوری بیان کی' حمزہ عباسی پر جیسے کوئی پہاڑ آ گرا۔
بھلا ایزد حسن جیسا شریف' باکردار شخص اتنی گری ہوئی حرکت کیسے کرسکتا تھا؟ بے یقینی سی بے یقینی تھی۔ اس وقت وہ پرنسپل کے آفس سے کیسے نکل کے باہر آئے صرف وہی جانتے تھے۔



دن کے تقریباً ساڑھے بارہ ہو رہے تھے۔ شور کی آواز سے ایزد کی آنکھ کھلی' نوال بلند آواز میں چیخ رہی تھی۔
"اور پرائی اولادوں کو لا کر پالیں' دیکھ لیا ناں کیسا نام روشن کیا ہے نواب زادے نے حمزہ ماموں کا' پوری یونیورسٹی میں کسی کو منہ دکھانے کے لائق نہیں رہے۔"
جس طوفان کے آنے سے وہ ڈر رہا تھا وہ طوفان آچکا تھا۔ اس کی آنکھیں پوری طرح کھل گئی تھیں۔
نیچے لاؤنج میں یقیناً سب جمع تھے۔ سب کے بیچ ایک مرتبہ پھر اس کا تماشہ بن رہا تھا۔ ایک جنگ وہ گھر سے باہر لڑ کر آیا تھا۔ اب ایک جنگ یہ تھی جس کا سامنا اسے گھر کے اندر کرنا تھا' تیز بخار میں جلتے وجود کے ساتھ وہ ابھی اٹھنے کی ہمت ہی کر رہا تھا جب سلمٰی بیگم چلی آئیں۔
"ایزد...... تمہارے بابا تمہیں اپنے کمرے میں بلا رہے ہیں۔" ان کے لہجے میں پہلے والی نرمی مفقود تھی۔
ایزد کی آنکھیں بھر آئیں۔
سلمٰی بیگم پلٹ رہی تھیں' جب اس نے تڑپ کر پکارا۔
"امی......" وہ رک گئیں مگر انہوں نے پلٹ کر اس کی طرف نہیں دیکھا۔
"امی...... میں بہت چھوٹا سا تھا جب میری ماں مجھے چھوڑ کر چلی گئی' سات سال کی عمر سے لے کر ستائیس سال کی عمر تک میں نے آپ کی آغوش میں اپنا ہر اچھا برا لمحہ بسر کیا' میری پوری زندگی آپ کے سامنے ہے' کیا آپ کو بھی لگتا ہے کہ میں ایسا کرسکتا ہوں؟"
"پتہ نہیں' تمہارے بابا بلا رہے ہیں آ کر بات سن لو ان کی؟" سلمٰی بیگم کا لہجہ کسی بھی رعایت سے عاری تھا۔
ایزد نے اپنی آنکھیں زور سے میچ لیں۔
زندگی ایک دم سے اس پر کتنی تنگ ہوگئی تھی۔ جلتی آنکھوں پر ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مار کر وہ کمرے سے باہر آیا تو نیچے لاؤنج میں زہرہ بیگم بارود کا ڈھیر بنی کسی کے ساتھ فون پر مصروف تھیں۔ موضوع گفتگو اسی کی ذات تھی۔ وہ ضبط کے کڑے مراحل سے گزرتا ابھی سیڑھیاں اتر رہا تھا جب زہرہ بیگم نے موبائل سائیڈ پر رکھ کر اسے پکارا۔
"کیوں صاحب زادے' بڑے گل کھلا کر آئے ہو یونیورسٹی میں' ارے میں پوچھتی ہوں کیا یہی دن دیکھنے کے لیے ہم نے تمہیں کھلا پلا کر بڑا کیا تھا' نمک حرام۔"
وہ اور ان کی بیٹیاں اس گھر میں شروع سے اس کی مخالف تھیں۔ اب تو گویا انہیں اپنے اندر کا زہر باہر نکالنے کا بہانہ مل گیا تھا۔ ایزد کو لگا جیسے اس کا دماغ پھٹ جائے گا'

تب ہی وہ خشک لہجے میں تنگ کر بولا۔

"سوری، میں اس وقت نہ تو آپ کے کسی سوال کا جواب دینے کی پوزیشن میں ہوں نہ ہی اپنی کوئی صفائی پیش کرنی ہے مجھے، بہتر ہوگا اگر آپ لوگ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں پلیز۔" اس کے لہجے میں بیزاری تھی۔

زہرہ بیگم کے تو گویا تلووں پر لگی سر پر بجھی تھی۔

"ہاں ہاں کوئی جواب ہوگا تب ہی دو گے ناں ارے میں تو بچپن سے جانتی تھی یہی لچھن ہوں گے تمہارے بڑے ہو کر، مگر میری اس گھر میں سنتا کون ہے، آ گئی ناں اب ساری اصلیت سامنے، ہونہہ کہیں منہ دکھانے لائق نہیں چھوڑا ہمیں۔" وہ خوب برس رہی تھیں۔ ایزد خاموشی سے آگے بڑھ گیا۔

"آیا بڑا لاڈ صاحب اکڑ دیکھو جیسے امریکہ فتح کر کے آیا ہو ارے میرا بس چلے ناں تو ابھی کی ابھی ہاتھ پکڑ کر باہر کی راہ دکھا دوں نا ہنجار کو پتہ نہیں ماں باپ نے کیا اگل کھلائے ہوں گے جو یہ مصیبت ہمارے گلے پڑی۔"

حمزہ عباسی کے کمرے میں داخل ہونے تک زہرہ بیگم کے زہریلے الفاظ اس کی سماعتوں کو ڈستے رہے تھے۔ یہ پہلی بار ہوا تھا جب حمزہ عباسی نے تیز آواز میں بولنے پر اپنی بہن کو ڈپٹ کر چپ نہیں کروایا تھا۔ ایزد حسن کے اندر بہت دور تک جیسے دراڑیں پڑ گئی تھیں۔

بے حد نڈھال سا وہ حمزہ عباسی کے کمرے میں آیا تو وہ اضطراب کے عالم میں پشت پر دونوں ہاتھ باندھے اِدھر سے اُدھر ٹہل رہے تھے۔ وہ چپ چاپ ان کے قریب جا کر کھڑا ہو گیا۔

"آؤ...... میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا۔" حمزہ صاحب کی نظر جیسے ہی اس پر پڑی انہوں نے بے حد ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا، پھر صوفے پر جا بیٹھے۔ ایزد سر جھکائے کھڑا رہا۔

"مجھے کچھ پوچھنا تھا تم سے، امید ہے تم جھوٹ نہیں بولو گے۔"

سلمیٰ بیگم کی طرح ان کا لہجہ بھی بدلا ہوا تھا۔ اس نے خاموشی سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"امرحہ حسین، تمہاری یونیورسٹی فیلو، کب سے جانتے ہو اسے؟"

"تین سال سے۔"

"پھر تو عمر سعید کو بھی جانتے ہو گے تم؟"

"جی۔"

"کیا یہ سچ ہے کہ تمہاری عمر سعید کے ساتھ دشمنی چل رہی تھی؟"

"دشمن اس نے مجھے بنایا ہے بابا، میں نے نہیں۔"

"جتنا پوچھ رہا ہوں اتنا جواب دو، کیا امرحہ عمر سعید کی حامی ہے یونیورسٹی میں؟"

"جی۔"

"تم اس لڑکی کے پیچھے ہال روم میں گئے تھے؟"

"جی۔"

"کیوں؟"

"اسے مجھ سے ضروری بات کرنی تھی اس لیے۔"

"کیسی ضروری بات؟"

"اپنی بہن سے متعلق۔"

"کیا وہ ایسی بات تھی کہ جس کے لیے کمرے کا دروازہ بند کیا جانا ضروری تھا؟"

"دروازہ میں نے نہیں اس نے بند کیا تھا۔"

"تم نے اس کے چہرے پر تھپڑ مارے تھے؟"

"جی......"

"اس لیے کیونکہ اس نے کمرے کا دروازہ بند کیا تھا؟"

"نہیں۔"

"اپنی بہن کے بارے میں غلط باتیں کی تھیں اس نے؟"

"نہیں۔"

"وہ عمر سعید کے ساتھ تھی، اس کی دوست تھی اس لیے؟"

"جی ہاں۔"

وہ سچ بول رہا تھا مگر سچ کی اس آخری کڑی نے حمزہ

عباسی کو بے ساختہ لب بھینچنے پر مجبور کردیا تھا۔ چند لمحے ایک بے یقین سی خاموشی کی گرفت میں رہنے کے بعد وہ بہت شکستہ سے لہجے میں گویا ہوئے۔

''دیکھو ایزد' یہ ٹھیک ہے کہ تم میرے عزیز دوست کے بیٹے ہو اور میں نے بہت محبت سے تمہیں پالا ہے مگر یہ بھی سچ ہے کہ میں ایک شریف انسان ہوں' ایک عدد جوان بیٹی کے ساتھ ساتھ دو جوان بھانجیاں میرے زیر کفالت ہیں' میں نہیں چاہتا جو کچھ تم نے اپنے کسی انتقامی جذبے کی بھینٹ چڑھ کر کسی پرائے کی بیٹی کے ساتھ کیا' وہی سب کل کو میری بیٹی یا بھانجی کے ساتھ کرو' لہٰذا میں ہاتھ جوڑ کر تم سے درخواست کرتا ہوں کہ پلیز اپنا کہیں اور ٹھکانہ کرلو' میں اب اس گھر میں مزید تمہیں نہیں رکھ سکتا' تم جو چاہو کرسکتے ہو' مجھے کوئی اعتراض نہیں۔'' حمزہ عباسی ان کے بیچ سے اپنی مرضی کا نتیجہ نکال کر اپنا فیصلہ سنا چکے تھے۔

ایزد حسن کو لگا جیسے اس کا وجود تیز آندھی کی نذر ہوگیا ہو۔ صرف دنیا ہی نہیں اس پر زندگی بھی تنگ ہوگئی تھی۔ سزائے موت جیسا فیصلہ سننے کے بعد وہ چند لمحے تک اپنا حوصلہ جمع کرتا رہا' پھر رندھے ہوئے لہجے میں بولا۔

''سزائے موت کے مجرم کو بھی سزا سنانے سے پہلے اپنی صفائی کا ایک موقع دیا جاتا ہے' کیا میرا جرم سزائے موت سے بھی بڑھ کر ہے؟''

''ہاں۔'' حمزہ صاحب اپنے سینے پر پتھر رکھ چکے تھے' انہیں اب کمزور نہیں پڑنا تھا۔

ایزد حسن کی رہی سہی امید بھی ختم ہوگئی تھی۔

''کیا آپ کو اپنی پرورش پر بس اتنا ہی یقین تھا؟''

''یقین کی بات مت کرو ایزد' یقین تو سگی اولاد پل میں توڑ کر کرچی کرچی کردیتی ہے۔ تم تو پھر پرائے ہو۔'' وہ ٹھان چکے تھے کہ اسے لہولہان کرنا ہے۔

ایزد کے پاس کہنے اور سننے کے لیے کچھ بچا ہی نہیں۔ وہ اس وقت وہاں حمزہ عباسی کے کمرے سے اپنا زندہ وجود نہیں اپنی لاش گھسیٹ کر لایا تھا۔



امرحہ پرنسپل آفس سے باہر آئی تو اسے اپنے کیے پر کوئی پشیمانی نہیں تھی۔ اس نے عماد حسن اور اس کے سارے خاندان سے ان کی ساری زیادتیوں کا بدلہ لے لیا تھا۔ لبوں پر فاتح مسکراہٹ سجائے ابھی وہ پرنسپل آفس سے کچھ ہی دور آئی تھی جب فاطمہ نے اس کا راستہ روک لیا۔ وہ بے حد رنجیدہ اور غصے میں نظر آرہی تھی۔ امرحہ لاپروائی سے مسکرادی۔

''کیا ہوا؟''

''تمہیں کچھ اندازہ ہے امرحہ کہ تم نے کیا کیا ہے؟''

''نہیں...... تم بتادو کیا کردیا میں نے ایسا جو تم یوں خفا ہو رہی ہو؟''

''تم نے بہت غلط کیا ہے امرحہ' کاش تم یہ بات سمجھ سکو۔''

''دیکھو فاطمہ' تم میری دوست ہو ناں کہ اس اسٹوپڈ ایزد حسن کی۔''

''تمہاری دوست ہوں اسی لیے سمجھا رہی ہوں' مت گڑھے کھودو اپنے لیے' پلیز۔'' وہ صرف رنجیدہ نہیں بلکہ اس کے لیے بے حد فکر مند بھی تھی۔

امرحہ کو اس کی یہ فکرمندی پسند نہیں آئی' تب ہی خفگی سے بولی۔

''میرا خیال ہے کہ یہ میرا ذاتی معاملہ ہے' تمہیں اس میں اتنا جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔''

''جانتی ہوں تمہارا ذاتی معاملہ ہے مگر پھر بھی میرا دل تمہارے اس ذاتی معاملے کو لے کر بے حد پریشان ہے۔ تم نے ایک گھٹیا انسان کی باتوں میں آ کر' ایک نہایت شریف اور قابل انسان کا دل دکھایا ہے' صرف یہی نہیں پوری زندگی تباہ کردی ہے تم نے اس کی' تم پچھتاؤ گی امرحہ' وہ گھٹیا انسان تمہیں بھی نہیں چھوڑے گا' دیکھ لینا تم۔'' نم آنکھوں کے ساتھ انگلی اٹھاتی اسے وارن کرتی وہ واپس پلٹ گئی تھی۔

امرحہ خاموش کھڑی اسے جاتے ہوئے دیکھتی رہی تھی۔



میرے روگ کا نہ ملال کر، میرے چارہ گر
میں برا ہوا اسے پال کر، میرے چارہ گر
سب ہی درد چن میرے جسم سے کسی اسم سے
میرا انگ انگ بحال کر، میرے چارہ گر
یہ بدن کے عارضی گھاؤ ہیں انہیں چھوڑ دے
میرے زخم دل کا خیال کر، میرے چارہ گر
فقط ایک قطرہ اشک میرا علاج ہے
مجھے مبتلائے ملال کر، میرے چارہ گر
میں جہانِ درد میں کھو گیا تجھے کیا ملا؟
مجھے امتحان میں ڈال کر، میرے چارہ گر
مجھے اپنے زخم کی خود بھی کوئی خبر نہیں
سو نہ مجھ سے کوئی سوال کر، میرے چارہ گر
تیرا حال دیکھ کر روئے گا تیرا چارہ گر
میرا دل نہ دیکھ نکال کر، میرے چارہ گر



وہ گھر آئی تو تھکن سے برا حال تھا۔
شفاء کچن میں رات کے کھانے کی تیاری کر رہی تھی جب کہ حسین صاحب مسجد گئے ہوئے تھے، وہ فریش ہونے کے بعد شفاء کے پاس کچن میں چلی آئی۔
''کیا پک رہا ہے آج؟''
''قیمہ مٹر، ساتھ میں تمہاری فیورٹ کھیر اور بریانی ہے۔''
''واؤ، کوئی آ رہا ہے کیا آج؟''
''ہاں ابو کے کوئی عزیز ہیں ان کے بیٹے کا کیس چل رہا ہے یہاں عدالت میں، وہی موصوف آ رہے ہیں۔''
''کس چیز کا کیس ہے؟''
''جائیداد کا، خیر تم سب چھوڑو یہ بتاؤ آج اتنی لیٹ کیسے ہو گئیں یونیورسٹی سے؟'' بریانی کو دم لگاتے ہوئے اس کی مکمل توجہ بھی اپنے کام کی طرف تھی۔ امرحہ پاؤں لٹکا کر کچن کے سلیب پر بیٹھ گئی۔
''آج ایک عظیم معرکہ سرانجام دے کر آ رہی ہے تمہاری بہن، یوں سمجھو عماد حسن اور اس کے نام نہاد شریف گھر والوں نے جو کچھ بھی تمہارے ساتھ کیا میں نے آج ان لوگوں سے ان کی زیادتی کا بدلہ لے لیا ہے۔''
''کیا......! یہ کیا کہہ رہی ہو تم؟'' شفاء کو جیسے اس کی ذہنی حالت پر شبہ ہوا وہ مسکراتے ہوئے بولی۔
''ٹھیک کہہ رہی ہوں، عماد حسن کا لائق فائق بھائی میرا یونیورسٹی فیلو ہے، پوری یونیورسٹی میں کہیں منہ دکھانے لائق نہیں چھوڑا میں نے اسے۔'' وہ فخر سے یوں بتا رہی تھی جیسے پتہ نہیں کتنا اچھا کام کر کے آ رہی ہو، شفاء جیسے جیسے سارا ماجرا سنتی گئی اس کے چہرے کا رنگ بدلتا گیا۔
''تم سے کس نے کہا یہ سب کرنے کے لیے؟'' وہ خاموش ہوئی تو اس نے حیرانگی سے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ امرحہ نے رخ پھیر لیا۔
''میرے دل نے۔''
''مگر کیوں، جو نقصان ہوا میرا ہوا، جو بھی ان لوگوں نے برا کیا میرا کیا، پھر تم کیوں اتنا بڑا قدم بغیر کسی کو بتائے بغیر کسی سے پوچھے اٹھانے پر تیار ہوئیں۔''
''میں تم سے الگ نہیں ہوں شفاء، تم میری بہن ہو، تمہارا دکھ میرا دکھ ہے۔''
''شٹ اپ، تمہیں اندازہ ہے تم نے کتنا غلط کیا ہے، صرف عماد حسن کے بھائی کے ساتھ نہیں بلکہ خود اپنے ساتھ بھی۔'' ہاتھ میں پکڑا چمچ اس نے غصے سے سائیڈ پر پھینکا۔
''اب تک میں عماد حسن پر حاوی تھی، وہ میرا مجرم تھا، میں اس کی مجرم نہیں تھی، مگر تم نے یہ احساس بھی چھین لیا مجھ سے زیادتی کی شکار ہونے کے باوجود اب تا عمر میں اس کی مجرم بن کر زندہ رہوں گی۔'' غصے سے کہتے اس کا گلا رندھ گیا تھا۔ امرحہ کا سر جھک گیا۔
''انہوں نے ہمارے ساتھ بہت غلط کیا تھا شفاء، اس روز مارکیٹ میں ان کی پھوپو نے......''
''بھاڑ میں گئی ان کی پھوپو، وہ تو شروع سے ایسی ہیں، میں نے اگر دوبارہ سوسائیڈ کی کوشش کی تو میں غلط تھی، بہت

شرمندہ بھی ٔ مگر تم نے تو حد کردی امرحہ ابو کو پتہ چلے گا تو پتہ نہیں کیا ہوگا۔" دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر وہ وہیں کچن میں دھری کرسی پر بیٹھ گئی امرحہ نے فریج سے ٹھنڈے پانی کی بوتل نکال کر اس کے سامنے رکھ دی۔

"میں نے جو بھی کیا صرف ان کی زیادتیوں کا بدلہ لینے کے لیے کیا' پھر بھی اگر تم سمجھتی ہو کہ میں نے غلط کیا ہے تو میں ایزد حسن سے معافی مانگ لوں گی اور جا کر پرنسپل صاحب کو سب سچ بتادوں گی۔"

"یہ سب اتنا آسان نہیں ہے' جتنا تم سمجھ رہی ہو' کاش تم نے یہ قدم اٹھانے سے پہلے صرف ایک بار مجھ سے مشورہ کرلیا ہوتا۔" شفاء کا ملال نہیں جارہا تھا' امرحہ لب کاٹ کر رہ گئی۔

حسین صاحب تک ابھی بات نہیں پہنچی تھی۔ امرحہ اگلے روز یونیورسٹی گئی تو سب سے پہلے پرنسپل صاحب کے آفس پہنچی۔

کل پوری رات آنکھوں میں کاٹنے کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچی تھی کہ اسے اپنے جرم کا اعتراف کرلینا چاہیے۔ وہ ساری عمر اپنے اعصاب پر ایک نادیدہ بوجھ لے کر نہیں جی سکتی تھی۔ مگر پرنسپل صاحب کے آفس میں پہنچنے کے بعد اسے پتہ چلا کہ وہ طبیعت کی ناسازی کے باعث چھٹی پر ہیں۔ امرحہ کے دل پر منوں بوجھ آ گرا تھا۔

وہ جتنی جلدی اپنے دل و دماغ پر حاوی ایک عجیب سے بوجھ سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتی تھی۔ اتنا ہی وقت اب اس کا امتحان لے رہا تھا۔ اسی الجھن میں گرفتار وہ پرنسپل آفس سے باہر آئی تو عمر سعید سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ امرحہ کو وہ بے حد خوش باش نکھرا نکھرا سا لگا۔ وہ اسے دیکھ کر رہ گئی۔

"کیسی ہو امرحہ؟"

"ٹھیک ہوں' تم کیسے ہو؟" فائل سینے سے لگائے وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھا رہی تھی۔ جب اس نے اس کے ساتھ چلنا شروع کردیا۔

"میں ٹھیک' تم یہاں پرنسپل آفس میں' سب ٹھیک تو ہے؟"

"ہوں' سب ٹھیک ہے' بس میں اپنے جرم کا اعتراف کرنا چاہتی ہوں۔"

"مطلب؟" عمر ٹھٹک کر رکا جب وہ سامنے دیکھتے ہوئے اطمینان سے بولی۔

"مطلب میں پرنسپل صاحب کو سب سچ بتانا چاہتی ہوں' جو کچھ بھی کل ہوا اس بارے میں۔"

"تم پاگل تو نہیں ہوگئی ہو' دماغ ٹھیک ہے تمہارا؟"

"ہوں' ٹھیک ہے اسی لیے تو سب سچ بتانا چاہتی ہوں۔"

"تم ایسا کچھ نہیں کروگی' آئی بات سمجھ؟"

"کیوں...... کیوں نہ کروں میں ایسا؟"

"کیونکہ اس سچ میں تمہارے ساتھ میرا نام بھی آئے گا اور میں نہیں چاہتا کہ جو بھی کل ایزد حسن کے ساتھ ہوا وہ میرے ساتھ ہو' میرے ڈیڈ کو مجھ سے بہت امیدیں ہیں' میں ان کی امیدوں کو ٹوٹنے نہیں دوں گا۔"

"امیدیں تو ایزد حسن کے ڈیڈ کو بھی بہت ہوں گی اس سے' مگر ہم نے اس کی ساری امیدوں سارے خوابوں پر پانی پھیر کر رکھ دیا۔"

"تمہیں یہ سب پہلے سوچنا چاہیے تھا۔"

"ابھی بھی زیادہ دیر نہیں ہوئی ہے۔"

"میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ تمہیں ایزد حسن کے ساتھ ایک دم ہمدردی کا بخار کیوں ہوگیا ہے؟" وہ چراغ پا ہوا' امرحہ نظر انداز کیے آگے بڑھتی رہی۔

"ضمیر جاگ ہی جاتا ہے اگر زندہ ہو
کبھی گناہ سے پہلے کبھی گناہ کے بعد"

"تمہارے لیے یہی بہتر ہے کہ تم اس ضمیر کو اب سلائے ہی رکھو کیونکہ اگر تم نے پرنسپل صاحب یا کسی کو بھی سچ بتانے کی کوشش کی تو یاد رکھنا امرحہ' میں جتنا اچھا دوست ہوں' اس سے کہیں زیادہ برا دشمن ہوں ایسا نہ ہو کہ ایزد حسن کے ساتھ ساتھ خود تم بھی کسی کو منہ دکھلانے لائق نہ رہو۔" غرا کر وارن کرتے ہوئے عمر سعید کا چہرہ غصے کی شدت

سے سرخ ہوگیا تھا۔
امرحہ بے یقینی سے اسے دیکھتی رہ گئی۔ بے ساختہ اس کی سماعتوں میں فاطمہ کے الفاظ گونجے تھے۔
"تم پچھتاؤ گی امرحہ حسین' وہ گھٹیا انسان تمہیں بھی نہیں چھوڑے گا' دیکھ لینا تم۔" فاطمہ کتنی سمجھ دار تھی اور وہ کتنی بے وقوف' کاش اس نے اس شخص کی باتوں میں آ کر ایزد کی زندگی برباد نہ کی ہوتی' وقت اس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا' اب وہ لکیر پیٹ رہی تھی' عمر سعید اسے وارن کر کے جا چکا تھا۔ وہ تھکی ہوئی سی فاطمہ کی تلاش میں ادھر ادھر پھرتی رہی۔
امتحانات کی وجہ سے اس کا پورا ڈیپارٹمنٹ سونا پڑا تھا۔ تقریباً سب ہی طلبہ طالبات امتحانات کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ اس نے فاطمہ کا نمبر ڈائل کیا۔ وہ بند جا رہا تھا۔ اس کا دل چاہا وہ موبائل سامنے دیوار پر دے مارے۔
صرف فاطمہ ہی ان مشکل حالات میں اسے بہتر مشورہ دے کر اس کی مدد کر سکتی تھی مگر وہ چھٹی پر تھی۔ وہ پریشان سی گھر چلی آئی۔
وہ شفاء اور حسین صاحب کو سلام کرتی اپنے کمرے میں چلی آئی۔ تھوڑی دیر میں شفاء فارغ ہو کر اس کے پاس آئی۔
"کیا بنا' بات ہوئی پرنسپل صاحب سے؟"
"نہیں۔"
"کیوں' کہیں ارادہ تو بدل نہیں گیا تمہارا؟"
"نہیں' پرنسپل صاحب چھٹی پر ہیں۔"
"اوہ...... کب تک آئیں گے؟"
"پتہ نہیں' شاید کل پرسوں تک۔"
"چلو کوئی بات نہیں' تم کل مل لینا ان سے۔"
"شفاء......" شفاء اسے تسلی دے کر اس کے لیے کھانا لینے جا رہی تھی جب اس نے پکارا۔
"ہوں۔" اس نے پلٹ کر دیکھا اور امرحہ نے جیسے تھک کر بیڈ کی پشت سے سر ٹکا لیا۔
"مجھے تم سے کچھ شیئر کرنا تھا۔"
"ہوں کہو سب خیر تو ہے؟"
"پتا نہیں' آج جب میں پرنسپل آفس سے باہر نکلی تو عمر سعید ملا' میں نے اسے بتایا کہ میں پرنسپل صاحب کو سب سچ بتانے جا رہی ہوں' اس نے یہ جان کر مجھے دھمکی دی ہے کہ اگر میں نے کسی کو بھی سچ بتایا تو وہ ایزد کی طرح مجھے بھی کہیں منہ دکھانے لائق نہیں چھوڑے گا۔" دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو آپس میں مسلتے ہوئے اس نے سر جھکا کر بتایا' شفاء کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔
"دیکھا میں نے کہا تھا ناں تم نے اپنے لیے خود گڑھا کھود لیا ہے' بھگتو اب۔" وہ برہم ہوئی تو امرحہ کی آنکھیں بھر آئیں۔
"میں نے یہ سب اس طرح سے نہیں چاہا تھا شفاء' میں تو صرف تمہارے ساتھ ہوئی زیادتی کا بدلہ لینا چاہتی تھی بس۔"
"واہ...... بدلہ بھی لیا تو اس شخص سے جو کسی بھی طرح میری کسی بھی تکلیف میں حصے دار ہی نہیں تھا۔"
"میں آل ریڈی شرمندہ اور پریشان ہوں شفاء اوپر سے تم مزید مجھے پریشان کر رہی ہو۔" وہ روہانسی ہو رہی تھی۔ شفاء کو اس پر ترس آ گیا۔
"جو کام بڑوں کے علم میں لائے بغیر اپنی مرضی سے کیے جائیں' اس میں اکثر یوں ہی پچھتانا پڑتا ہے' چلو خیر دیکھتے ہیں کیا بہتر ہو سکتا ہے اس سارے مسئلے میں تم پریشان مت ہو فی الحال تمہارا یونیورسٹی جانا بھی بند ہے جب تک امتحان شروع نہیں ہو جاتے' آئی سمجھ؟"
"ہوں۔" شفاء کی ہدایت پر اس نے آہستہ سے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔
ایک غلطی شفاء سے ہوئی تھی' جس نے اس کی زندگی برباد کر دی تھی' اب ایک غلطی وہ کر بیٹھی تھی جس کا بھگتان اسے بھگتنا تھا۔



وہ اپنا سامان پیک کر رہا تھا جب روئی روئی سی

آنکھوں کے ساتھ عائشہ وہاں چلی آئی' ایزد کے ہاتھ رک گئے وہ لپک کر اس کی طرف بڑھا۔
"عائشہ..... کیا سب کی طرح تم بھی مجھے گناہ گار سمجھتی ہو؟" آنکھوں میں کتنی آس لیے وہ اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ عائشہ نے غیر محسوس انداز میں آہستگی سے اپنے ہاتھ اس کی گرفت سے نکال لیے۔
"میرے کچھ ماننے نہ ماننے سے کوئی فرق نہیں پڑتا ایزد۔"
"مجھے فرق پڑتا ہے عائشہ' تم جانتی ہو میری زندگی میں تمہاری کیا حیثیت ہے' بہت چاہا ہے میں نے تمہیں' بھلا تمہارا ہوکر بھی کسی اور لڑکی کے ساتھ ایسی گھٹیا حرکت کرنے کا سوچ بھی کیسے سکتا ہوں۔" اس نے پھر اس کے ہاتھ تھامے' عائشہ کی آنکھیں بھرآئیں۔
"اب ان سب باتوں کا کوئی فائدہ نہیں ایزد' جو ہونا تھا ہوچکا ہے۔ ہم ابو کے فیصلے کے خلاف نہیں جاسکتے۔" سلمٰی بیگم کی طرح وہ بھی دامن چھڑا رہی تھی۔
ایزد کے اندر جیسے سب کچھ ختم ہوگیا۔
"بس...... یہی رشتہ تھا ہمارا عائشہ؟" دھواں ہوتی نگاہوں کے ساتھ کتنے دکھ سے اس نے اس کی طرف دیکھا' عائشہ کا سر جھک گیا تھا۔
"میں سچ اور جھوٹ کے بارے میں نہیں جانتی ایزد' بس میرے پاس تمہاری ایک امانت تھی اس وقت وہی لوٹانے آئی ہوں' ہوسکے تو مجھے بھلا دینا' پلیز۔" آنکھوں کے نم گوشوں کے ساتھ اس نے مٹھی میں دبی رنگ ایزد کے ہاتھ پر رکھ دی' پھر کچھ لمحوں تک اس کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں دبا کر کھڑی رہی۔
"اپنا خیال رکھنا' اللہ حافظ۔" اپنے نرم ہاتھوں کا لمس اس کے سرد ہوتے سخت ہاتھوں میں چھوڑ کر وہ تیزی سے پلٹ گئی' ایزد کے لیے اپنی ٹانگوں پر کھڑا رہنا دشوار ہوگیا تو وہ بیڈ پر ڈھے گیا۔
کتنا کمتر ہوگیا تھا وہ اپنوں کی نظر میں' اتنا کمتر کہ کسی نے بھی اسے اچھی طرح جاننے کے باوجود اس کا اعتبار کرنا

گوارہ نہیں کیا۔

کیا وہ واقعی اسی سزا کے لائق تھا؟

عائشہ کی خاموشی اور بے اعتباری نے تو اسے زندہ رہنے کے قابل بھی نہ چھوڑا تھا۔ اس سے اچھی تو میرب تھی جو اس کی صرف اچھی دوست تھی‘ لیکن وہ اس کے کردار کی گواہی دیتی تھی۔

رات دھیرے دھیرے سرک رہی تھی

وہ بیڈ کی پشت سے ٹیک لگائے‘ پلکیں موندے کتنی ہی دیر ایک ان دیکھی سی آگ میں جلتا رہا۔ اگلے روز اس گھر میں صبح کا سورج طلوع ہوا تو وہ جاچکا تھا۔

بہت سالوں کے بعد اس گھر میں ایک بے حد خاموش؛ اداس صبح طلوع ہوئی تھی۔ سوائے زہرہ بیگم اور ان کی بیٹیوں کے کسی نے بھی ناشتہ نہیں کیا تھا۔

سلمٰی بیگم مارے رنج کے اپنے کمرے سے ہی باہر نہیں آئی تھیں۔

جانے والا جاچکا تھا مگر وہ جیسے آدھی موت مرگئی تھیں‘ جاتے ہوئے وہ کسی سے مل کر بھی نہیں گیا تھا۔

زہرہ بیگم کو جیسے ہی اس کے جانے کا پتہ چلا ان کے دل میں ٹھنڈ پڑ گئی تھی۔

”چلو بھئی خس کم جہاں پاک۔“ ناشتے کی میز پر دونوں ہاتھ جھاڑتے ہوئے انہوں نے شکر کا کلمہ پڑھا تھا۔



امتحانات سر پر آ گئے تھے۔

امرحہ اس روز شفاء کو بتا کر فاطمہ کے گھر چلی آئی تھی۔

دل پر جو بوجھ تھا وہ کسی صورت قرار لینے نہیں دے رہا تھا۔ فاطمہ لاؤنج میں صوفے پر بیٹھی ٹی وی دیکھ رہی تھی۔ جب وہ اس کی مما سے لان میں دعا سلام کر کے سیدھی وہیں چلی آئی۔

”السلام علیکم۔“ لاؤنج میں قدم رکھتے ہی اس نے بلند آواز میں سلامتی بھیجی‘ فاطمہ نے بے ساختہ چونک کر دیکھا۔

”وعلیکم اسلام تم یہاں؟“

”ہوں‘ تم یونیورسٹی نہیں آ رہیں‘ فون تمہارا مسلسل بند مل رہا ہے تو جناب مجبوراً مجھے یہیں آنا تھا۔“ آگے بڑھ کر اس کے گلے لگتے ہوئے وضاحت دی‘ فاطمہ مسکرادی۔

”مجبوراً؟“

”ہوں‘ چلو تمہارے کمرے میں چلتے ہیں‘ کچھ ڈسکس کرنا ہے تم سے۔“

”خیریت؟“

”ہوں‘ فی الحال تو خیریت ہی ہے۔“ وہ بے چین دکھائی دے رہی تھی۔ فاطمہ نے ٹی وی آف کر دیا۔

”ہاں اب کہو کیا بات ہے؟“ اپنے کمرے میں آ کر اس نے دروازہ بھی بند کر دیا تھا۔

”میں نے ایزدحسن کے ساتھ واقعی بہت غلط کیا‘ فاطمہ بہت پچھتا رہی ہوں میں‘ یونیورسٹی بھی گئی تھی پرنسپل صاحب کو سب سچ بتانے مگر وہ نہیں ملے‘ عمر سعید کو پتہ چلا کہ میں پرنسپل صاحب کو سب سچ بتانا چاہتی ہوں تو اس نے مجھے وارن کیا کہ اگر میں نے ایسی کوئی کوشش کی تو وہ ایزد کی طرح مجھے بھی کہیں منہ دکھانے لائق نہیں چھوڑے گا‘ شفاء نے اس روز کے بعد مجھے یونیورسٹی نہیں جانے دیا مگر میں بہت بے چین ہوں فاطمہ‘ رات سکون سے سو نہیں پاتی‘ پلیز تم ہی بتاؤ میں کیا کروں۔“ وہ واقعی بہت پریشان تھی‘ فاطمہ گہری سانس لے کر رہ گئی۔

”میں نے کہا تھا تم سے...... تم پچھتاؤ گی مگر تب میری بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئی تھی‘ بہرحال تمہیں کس احمق نے مشورہ دیا تھا کہ تم عمر سعید کو یہ سب بتاؤ‘ اس کے علم میں لائے بغیر بھی تو تم پرنسپل صاحب اور سر حفیظ کو سب سچ بتا سکتی تھیں‘ بعد میں جو ہوتا دیکھا جاتا۔“

”یار مجھے اندازہ نہیں تھا کہ وہ اتنا برا بن کر پیش آئے گا۔“

”مگر مجھے اندازہ تھا اسی لیے میں تمہیں اس سے دور رہنے کا مشورہ دیتی تھی‘ چلو خیر جو ہوا اس پر مٹی ڈالو اور ابھی میرے سامنے تم پرنسپل صاحب کو فون کر کے سب سچ بتاؤ‘

ساتھ ہی عمر سعید کی دھمکی کا بھی بتانا تاکہ وہ محتاط رہیں اور بات باہر نہ پھیلے۔" وہ سمجھ دار تھی اور ہمیشہ اچھے مشورے دیتی تھی۔

اس وقت بھی امرحہ کو اس کا مشورہ خاصا معقول لگا' تب ہی تھوڑی دیر سوچ و بچار کے بعد اس نے پرنسپل صاحب کا نمبر ڈائل کیا۔

تیسری بیل پر اس کی کال ریسیو ہوگئی تھی۔ امرحہ نے کانپتی ٹانگوں کے ساتھ اپنا تعارف کروا کر ساری بات سچ سچ ان کے گوش گزار کردی۔ صرف اتنی سی چالاکی اس نے کی کہ خود پر الزام لینے کی بجائے اس نے سارا ملبہ عمر سعید کی ذات پر ڈال دیا' ساتھ ہی اس کی دی گئی دھمکی کے بارے میں بھی مطلع کردیا تھا۔

پرنسپل صاحب نے ساری روداد سننے کے بعد اسے خاصا لتاڑا' ساتھ ہی عمر سعید کو اس کی اس شرمناک حرکت پر سبق سکھانے کا عندیہ دے دیا۔

امرحہ نے بے ساختہ سکون کا سانس لیا۔ وہ صاف بچ گئی تھی۔ دل کا بوجھ بھی اتر گیا تھا' فاطمہ بھی اس کے اعتراف گناہ پر مسرور تھی۔

گھر آ کر اس نے شفاء کو بتایا تو اس نے بھی اس کی حوصلہ افزائی کی۔

اگلے روز حمزہ عباسی کے نمبر پر پھر پرنسپل صاحب کی کال آئی تھی۔

اس بار انہوں نے جو سنا وہ انہیں زندہ درگور کردینے کے لیے کافی تھا۔ پرنسپل صاحب ایزد کو یونیورسٹی بلا رہے تھے مگر ایزد تو جاچکا تھا۔

کہاں...... یہ تو وہ خود بھی نہیں جانتے تھے' پھر انہیں کیا بتاتے۔

وہ ایک بار پھر شرمندہ ہوگئے تھے۔

کاش گزرے ہوئے پل کسی طور واپس آسکتے۔ ان کی سماعتوں میں بار بار ایزد حسن کے سوال گونج رہے تھے۔ اس نے کہا تھا۔

"سزائے موت کے مجرم کو بھی سزا سنانے سے پہلے اپنی صفائی کا ایک موقع دیا جاتا ہے' کیا میرا جرم سزائے موت سے بھی بڑھ کر ہے؟"

"آپ کو اپنی پرورش پر بس اتنا ہی یقین تھا؟"

کتنا دکھی اور بے بس تھا وہ' مگر انہوں نے اس کا اعتبار نہیں کیا تھا۔ وہ اب جتنا بھی خود کو ملامت کرتے کم تھا۔



عمر سعید کو یونیورسٹی سے نکال دیا گیا تھا۔

صرف یہی نہیں بلکہ اسے پولیس کے حوالے بھی کردیا گیا کیونکہ اس کے خلاف امرحہ حسین کے علاوہ بھی کئی طالبات کی شکایت تھی۔

امتحانات سے پہلے یونیورسٹی کی ساری فضاء جیسے مکدر ہوگئی تھی۔

عمر سعید کو یونیورسٹی سے بے دخل کیے جانے پر اس کے دوستوں نے اپنے حامیوں کو ساتھ ملا کر ہڑتال کردی تھی۔

ایزد حسن کے بارے میں کسی کو کچھ پتہ نہیں چلا کہ وہ کہاں چلا گیا ہے۔ اس سے رابطے کی ہر کوشش ناکام ہوگئی تھی۔

سلمٰی بیگم کا بخار اترنے کا نام نہیں لے رہا تھا جب کہ دوسری طرف عائشہ کو جب سے ایزد کی بے گناہی کا پتہ چلا تھا وہ اپنے کمرے کی ہو کر رہ گئی تھی۔

ہنسنا' بولنا' سب ترک کردیا تھا اس نے' کھانا بھی برائے نام کھاتی' حمزہ صاحب یہ سب دیکھتے تو مزید ندامت کے گڑھے میں گر جاتے۔

ایک امرحہ حسین تھی جو کسی بھی انجام کی پروا کیے بغیر اپنے جرم کا اعتراف کرنے کے باوجود بے قرار تھی۔ اس کا دل ہر لمحے بس ایک ہی خواہش کے حصار میں تھا کہ کاش کہیں سے ایزد حسن اس کے سامنے آجائے اور وہ اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر اس سے معافی مانگ لے۔

دن یوں ہی سبک روی سے گزر رہے تھے۔

اس روز حسین صاحب کے بہت قریبی دوست کے بیٹے کی شادی تھی۔ ان کی طبیعت ناساز تھی۔ لہٰذا وہ خود تو

نہیں جاسکتے تھے تاہم انہوں نے ضد کر کے شفاء اور امرحہ کو تھوڑی دیر کے لیے ڈرائیور کے ساتھ بھیج دیا تھا۔

نیوی بلیو شیفون کے سوٹ میں' ہلکے پھلکے میک اپ کے باوجود شفاء بے حد خوب صورت لگ رہی تھی جب کہ امرحہ نے لائیٹ پرپل رنگ کے شموز کے سوٹ کا انتخاب کیا تھا۔ دونوں بہنیں سادگی میں بھی ساری محفل پر بھاری پڑ رہی تھیں۔

یہ الگ بات تھی کہ اجنبی جگہ اور اجنبی لوگوں کی وجہ سے وہ تھوڑی گھبراہٹ کا شکار تھیں۔ جب اچانک اس کا کندھا' سائیڈ سے نکلتے کسی شخص سے ٹکرا گیا تھا۔

پلیٹ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے زمین پر جا گری تھی جب کہ اس کے مقابل کھڑا شخص اس سے معذرت کررہا تھا۔

''سوری' مجھے پتہ نہیں چلا آپ آرہی ہیں۔''

''کوئی بات نہیں۔''

صرف ایک نظر اٹھا کر اس نے سامنے کھڑے شخص کو دیکھا پھر واپس پلٹ گئی تھی۔

''کیا ہوا؟'' امرحہ نے اسے خالی ہاتھ آتے دیکھا تو پوچھے بغیر نہ رہ سکی۔

''کچھ نہیں' یوں ہی چکر سا آ گیا تھا جاؤ تم کھانا لے آؤ۔''

''ٹھیک ہے' تم ٹھیک تو ہوناں؟''

''ہوں۔'' شفاء کی تسلی پر امرحہ آگے بڑھ گئی۔

شفاء نے دیکھا اس کے کندھے سے ٹکرانے والا شخص اس سے کچھ ہی قدموں کے فاصلے پر اپنے دوست کے ساتھ کھڑا مسکرا رہا تھا۔

''یار مجھے ان مڈل کلاس لڑکیوں کی بالکل سمجھ نہیں آتی' نخرے ان کے آسمان سے باتیں کررہے ہوتے ہیں' جب کہ ہم جیسا کوئی رئیس زادہ تھوڑی سی لفٹ کرادے تو فوراً پیچھے چلی آتی ہیں' اللہ معاف کرے بڑی شاطر ہوتی ہیں یار یہ......''

شفاء کی طرف دیکھتے ہوئے اس شخص کا دوست اپنے

خیالات کا اظہار کررہا تھا۔ اس کے تو تلوؤں پر لگی سر پر بجھی تھی۔
"ایکسکیوزمی۔" اگلے ہی پل وہ ان کے مقابل کھڑی تھی۔
وہ دونوں تو یوں ہی اسے تنگ کررہے تھے۔ انہیں اندازہ نہیں تھا وہ یوں دیدہ دلیری سے سامنے آجائے گی۔ تب ہی وہ قدرے حیران ہوئے۔
شفاء نے دونوں بازو سینے پر باندھ لیے۔
"مڈل کلاس لڑکیوں کے بارے میں آپ کی نہایت چھوٹی سوچ، صنف نازک سے متعلق آپ کی ناقص معلومات اور غلط تربیت کا منہ بولتا ثبوت ہے، میں مڈل کلاس لڑکی ہوں مگر میں کسی بھی آپ جیسے رئیس زادے کی آفر پر لعنت بھیجوں گی، یاد رکھیے گا اپنی دولت کے کھنکتے سکوں سے آپ کسی مجبور عورت کا جسم تو خرید سکتے ہیں، دل نہیں آئی سمجھ۔" جذباتی تو وہ شروع سے تھی، ایسے موقعوں پر تو ویسے بھی اس کا دماغ کام کرنا چھوڑ دیتا تھا۔
احد جو پہلی نظر میں ہی اس کا اسیر ہوگیا تھا اس کی اس دیدہ دلیری اور صاف گوئی پر تو جیسے چاروں شانے چت ہوگیا تھا۔
اس کی ستاروں سی چمکتی سیاہ آنکھیں جگر جگر کررہی تھیں، شفاء چلی گئی مگر وہ جس راہ پر قدم رکھ چکا تھا وہاں سے اس کا پلٹنا اب تقریباً ناممکن تھا۔

❁......❁......❁

زمینوں اور زمانوں میں محبت پھیلتی جائے
محبت اسم اعظم ہے
کبھی بھولے سے بھی اس کی کہانی ٹوک مت دینا
محبت ہونے دینا تم، محبت روک مت دینا
محبت ٹوک دی جائے تو پھر
خاموشیوں کا اک سفر آغاز ہوتا ہے
دوبارہ بولنے میں بات کا چہرا
کبھی ویسا نہیں رہتا
کہاں پر کون سا جملہ کہا تھا؟ کیا بتایا تھا؟
دوبارہ یاد کرنے کے عمل میں اتنی وحشت ہے
کہ بندہ مر بھی سکتا ہے
(سب ہی مجھ سے نہیں ہوتے بہت سے مر بھی جاتے ہیں)
مجھے مرنے سے یاد آیا
محبت پر کبھی بھی شک نہیں کرنا۔
تمہیں جس سے محبت ہو اسے پابندیوں میں قید مت کرنا۔
اسے یہ بھی نہیں کہنا
مجھے تم سے محبت ہے تمہیں مجھ سے محبت کیوں نہیں آخر؟
کبھی بھی یوں نہیں کرنا
محبت سے کبھی کچھ پوچھنا چاہو
بھروسہ کرکے کچھ بھی پوچھ لینا سب بتائے گی
محبت کا تو سارا مسئلہ ہے
اسے چھپنا نہیں آتا
بہت معصوم ہوتی ہے
کبھی یہ روٹھ بھی جائے تو پھر بھی دل میں کہتی ہے
"سنو مجھ کو منالو ناں۔"
منالینا......
محبت ماننے میں دیر کرنے کا ڈرامہ جس قدر بھی کرسکے کرلے
مگر یہ مان جاتی ہے
اور اس کے بعد یہ سو جان سے قربان جاتی ہے
محبت سے کبھی بیزار مت ہونا
محبت پھیلنے دینا!
اس روز امرحہ کا پہلا پیپر تھا۔
شفاء نے پچھلے تین چار روز سے اس کا ایک ماں کی طرح خیال رکھا تھا۔ رات گئے تک وہ اٹھ اٹھ کر اسے کبھی چائے تو کبھی کافی دیتی رہی تھی۔
تیاری اچھی تھی۔ لہٰذا پُرجوش سی ناشتہ کرکے وہ گھر سے اپنے اسٹاپ کے لیے نکل گئی۔

شفاء نے گھر سے نکلتے وقت اس پر آیت الکرسی پڑھ کر پھونکی تاکہ وہ ہر قسم کی مشکل اور حادثے سے محفوظ رہ سکے۔

اسٹاپ پر آج بالکل بھی رش نہیں تھا کیونکہ اسکول کالج کے اوقات کار اس کے امتحانات کے وقت سے الگ تھے۔

وہ سامنے دیکھ رہی تھی جب قریب سے گزرتی سیاہ رنگ کی کار تھوڑے فاصلے پر جا کر رک گئی تھی۔

امرحہ کا اس کی طرف دھیان نہیں تھا۔ یہی بے دھیانی اسے مہنگی پڑ گئی تھی۔

گاڑی میں سے کمانڈو ٹائپ جو شخص باہر نکلا تھا اس نے پیچھے سے آ کر امرحہ کے منہ پر ہاتھ رکھا اور اس سے پہلے کہ وہ اپنے بچاؤ کے لیے کچھ کر پاتی' اس کے حواس اس کا ساتھ چھوڑ چکے تھے۔ اگلے پانچ منٹ کے بعد گاڑی اسے لے کر فراٹے بھرتی ہوئی اپنی منزل کی جانب گامزن ہوگئی تھی۔



نیم تاریک کمرے میں جس وقت اس کی آنکھ کھلی اسے اغوا ہوئے پورے سات گھنٹے ہو چکے تھے۔ اس کا سر بے حد بھاری ہو رہا تھا۔

کئی بار اس نے آنکھ کھولنے کی کوشش کی مگر ہر بار یوں لگا جیسے اس کے پپوٹے آپس میں جڑ گئے ہوں' پورا جسم دکھ رہا تھا۔

چند لمحے وہ یوں ہی بے حس و حرکت پڑی رہی' پھر آہستہ آہستہ اس نے پوری آنکھیں کھول کر دیکھا۔ وہ ایک سادا سا مگر صاف ستھرا کمرہ تھا۔ باہر شام ڈھل رہی تھی۔

امرحہ کے حواس آہستہ آہستہ بیدار ہوئے تو اس نے دیکھا وہ ایک رہائشی کمرا تھا۔ صاف ستھرا بیڈ' ایک بڑی سی سیمنٹ کی بنی الماری' جس میں مردانہ کپڑے لٹک رہے تھے۔ ایک کونے میں میز رکھی تھی' جس پر کچھ کتابیں موجود تھیں۔ دیوار کے ساتھ ایک چھوٹا سا آئینہ بھی لٹک رہا تھا۔

وہ ایک ایک چیز پر سرسری نظر ڈالتی دروازے کی طرف آئی جو باہر سے مقفل تھا۔

''کوئی ہے؟'' دروازے کے قریب ہی کھڑکی میں جھانک کر اس نے صدا لگائی مگر باہر پھیلے اندھیرے کی وجہ سے اسے کچھ بھی صاف دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

گزرتے ہر لمحے کے ساتھ اندھیرا بڑھتا جا رہا تھا اور اس کے ساتھ ہی اس کی گھبراہٹ بھی۔ وہ جانتی تھی وہ اغوا ہو چکی ہے اور اب تک یقیناً اس کے اغوا ہونے کی خبر شہر میں جنگل میں آگ کی طرح پھیل چکی ہوگی' مگر شفاء اور اس کے والد اس خبر کے بعد کس حال میں ہوں گے یہ وہ نہیں جانتی تھی۔

شفاء اور فاطمہ جس انہونی کے ڈر سے خوف زدہ تھیں وہ انہونی ہو چکی تھی' تو گویا ایزد حسن کی طرح اس کی زندگی بھی سوالیہ نشان بن گئی تھی۔

ابھی جانے آگے اس کے ساتھ کیا ہونے والا تھا۔

''کوئی ہے؟'' ایک مرتبہ پھر اپنی ساری ہمت جمع کر کے اس نے صدا لگائی مگر وہاں کوئی نہیں تھا۔ بس...... دور آسمان پر ابھرتا اداس چاند تھا۔

سرد ہوا تھی اور مہیب سناٹا......

اسے اغوا کر کے لانے والے غالباً اس کے وجود سے بے خبر ہو چکے تھے۔

(تیسرا اور آخری حصہ ان شاء اللہ اگلے ماہ)



آگائی

عشنا کوثر سردار

قسط نمبر 05

کیا	عشق	ایک	زندگیِ	مستعار	کا
کیا	عشق	پائیدار	سے	ناپائیدار	کا
کر	پہلے	مجھ	کو	زندگیِ	جاوداں عطا
پھر	ذوق	و	شوق	دیکھ	دلِ بے قرار کا



(گزشتہ قسط خلاصہ)

تاج بیگم نواب صاحب کو فاطمہ سے ملنے کی اجازت دے دیتی ہیں لیکن وہ اپنے ارادے کو خود ہی نظر انداز کرتے واپسی کی راہ لیتے ہیں۔ سخاوت بیگم فاطمہ کے لیے بے حد پریشان ہوتی ہیں لیکن حالات کو بدلنا ان کے اختیار میں نہیں ہوتا۔ نواب زمان الحق گھر پہنچ کر نواب وقار الحق کو نکاح کی بات سے آگاہ کرتے ہیں اور یہ خواہش ظاہر کرتے ہیں کہ فاطمہ کا نکاح ان کے بیٹے سے طے ہوجائے نواب وقار الحق باپ کے فیصلے پر رضا مندی دیتے ہیں لیکن دل کے ہاتھوں مجبور ہوتے ہیں۔ نواب صاحب اپنے فیصلے سے ناظم الدین کو آگاہ کرتے ہیں کہ فاطمہ کا نکاح دراصل چھوٹے نواب سے ہوگا لیکن صرف اماں جان کی ضد کی خاطر وہ اس بات کو سب پر ظاہر نہیں کرتے یہاں تک کہ فاطمہ بھی اس بات سے انجان ہوتی ہے۔ ناظم الدین اماں کی شرائط کے متعلق جان کر دنگ رہ جاتے ہیں لیکن اماں کے فیصلے کو وہ کس مصلحت کا نام دیتے ہیں اور خاموشی سے فاطمہ کا نکاح چھوٹے نواب سے کرنے پر رضا مند ہوجاتے ہیں تاج بیگم اس حقیقت سے یکسر انجان ہوتی ہیں۔ دوسری طرف بیگم توقیر اپنی توہین پر شدید برہم ہوتی ہیں اور اس بات کو ابھی آسانی سے بھول جانے پر آمادہ نہیں ہوتیں۔ فاطمہ چھوٹے نواب کے ساتھ رخصت ہوکر گھر پہنچتی ہیں تو چھوٹے نواب انہیں تمام حقیقت سے آگاہ کرتے ہیں دراصل وہ خود بھی اس رشتے کے لیے خود کو آمادہ نہیں پاتے جب ہی فاطمہ سے کچھ وقت کی مہلت طلب کرتے ہیں۔ فاطمہ کے لیے زندگی ایک نئے روپ میں نئے امتحانات میں ڈھل جاتی ہے۔ جنت سے سامنا ہونے پر چھوٹے نواب فاطمہ کا تعارف ابا جان کے دوست کی بیٹی کی حیثیت سے کراتے ہیں جبکہ فاطمہ اس تعارف پر شرمندگی سے وہاں سے ہٹ جاتی ہے۔ رجت سنگھ کو کرم دین کے ذریعے فاطمہ کی شادی کا پتا چلتا ہے تو وہ عجیب بے قراری کا شکار ہوجاتا ہے۔ رجت سنگھ اپنے سرحد پار کرنے کی بات کرتے کرم دین کو حیرت میں مبتلا کردیتا ہے جبکہ وہ اس کے اندر آنے والی تبدیلیوں سے یکسر انجان ہوتے ہیں۔ تاج بیگم کو جب فاطمہ کے نکاح کی حقیقت پتا چلتی ہے تو وہ شدید برہمی کا اظہار کرتی ہیں انہیں ناظم الدین سے اس دھوکے کی امید نہیں ہوتی جب ہی وہ غصے میں کھانا پینا ترک کردیتی ہیں۔

(اب آگے پڑھیے)



"بیٹا زندگی پھولوں کی سیج ہو ضروری نہیں۔" نواب صاحب شفقت بھرے لہجے میں کہہ رہے تھے اور فاطمہ بی بی بغور سن رہی تھیں۔

"زندگی کو امتحان کے طور پر لینے والے لوگ کہیں زیادہ مضبوط ہوتے ہیں بہ نسبت ان لوگوں کے جو پھولوں کے بستر پر زندگی گزارتے ہیں، کل الہٰ آباد میں ایک جلسہ ہے ہمارے محترم رفیق مسٹر جناح جلسے کی نمائندگی کررہے ہیں۔ ان کا خطاب سننے لائق ہوگا۔ ہم چاہیں گے کہ آپ اس خطاب کو سننے کے لیے ہمارے ہمراہ الہٰ آباد ضرور چلیے، مسٹر جناح زندگی اور سیاست کے متعلق بہت واضح نظریات رکھتے ہیں، ان کے نظریات نے فرنگیوں کی عقل پر پڑے پتھر ہٹادیے ہیں، اگر آپ سیاست سیکھنا چاہتی ہیں تو قائد سے بڑھ کر کوئی اور نہیں، مسٹر جناح نے مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے اپنا مدعا فرنگیوں کے سامنے رکھا، دو قومی نظریہ پیش کیا اور فرنگیوں کو سنتے ہی بنی آپ کو اس عظیم لیڈر سے ملاقات کا شرف حاصل کرنا ہے تو ہمارے ہمراہ ضرور چلیے۔" نواب صاحب دھیمے لہجے میں گویا تھے۔ فاطمہ بی بی نے سر اثبات میں ہلادیا تھا۔

"ہم آپ کے ہمراہ ضرور چلیں گے ویسے بھی ہم مسٹر جناح کے افکار سے بہت متاثر ہیں چچا جان، ہم ان کو براہ راست سننے کا شرف حاصل کریں اس سے بہتر کیا ہوگا؟" وہ سر جھکا کر بولی اور نواب صاحب نے سر ہلادیا۔ وہ خاموش ہوئے تو فاطمہ بی بی کو لگا ان کے پاس کہنے کے لیے کچھ اور بھی ہے وہ سر جھکائے منتظر بیٹھی رہی نواب صاحب شاید الفاظ مجتمع

کررہے تھے قدرے توقف کے بعد گویا ہوئے۔

"بیٹا، زندگی میں اعتدال اور یقین بہت ضروری ہے اعتدال آپ کو جھکنے نہیں دیتا اور یقین ہارنے نہیں، ہم آپ کے اور چھوٹے نواب کے رشتے سے متعلق بات کرنا چاہتے ہیں، رشتے دھاگوں کی طرح ہوتے ہیں ہمیشہ سلجھے رہیں ضروری نہیں، کبھی کبھی سلجھانے میں عمر بھی نکل جاتی ہے، ہمیں جو مناسب لگا ہم نے کیا، ہماری نگاہ میں چھوٹے نواب آپ کے لیے مناسب ہو سکتے ہیں مگر آپ کو رشتوں کی سمت تلاشنا ہوگی ورنہ رشتے اپنی سمت خود بنالیں گے اور وہ آپ کی منتخب کردہ سمت سے کہیں مختلف ہوگی۔ اس سے قبل کہ رشتے خود اپنی سمت بنا کر آپ کو چونکا دیں، آگے بڑھ کر رشتوں کی ڈور اپنے ہاتھ میں لیجیے اور زندگی اور رشتوں کی سمت خود متعین کیجیے۔" انہوں نے بہت اہم بات کہی تھی۔

"آپ ہماری بات سمجھ رہی ہیں ناں؟ فاطمہ بیٹی۔" نواب صاحب نے تصدیق کے طور پر پوچھا۔

"جی چچا جان۔" فاطمہ بی بی نے آہستگی سے سر ہلایا۔

"چھوٹے نواب تمام عیبوں سے پاک ایک انتہائی معقول انسان ہیں اگر ہم ایسا کہیں تو غلط ہوگا عیب یا کمی بیشی ہر کسی کی شخصیت میں ہوتی ہے۔ چھوٹے نواب ایسے مکمل انسان نہیں ہیں اگرچہ ان کی والدہ کی رحلت کے بعد ہم نے کوشش کی ہے کہ ان کی پرورش میں کوئی کمی نہ رہے مگر پھر بھی کہیں نہ کہیں خلا رہ گیا ہو تو اسے پُر کرنا اب آپ کی ذمہ داری ہے۔" وہ چھوٹے نواب کی شخصیت پر روشنی ڈال رہے تھے۔ چھوٹے نواب کا رشتہ اور جنت کی ان کی زندگی میں موجودگی یقیناً اس کے ذہن میں بہت ہلچل مچائے ہوئے تھی اور کئی سوال اٹھا رہی تھی مگر وہ چچا جان سے کچھ کہہ نہیں پائی تھی۔



چھوٹے نواب بہت بے چین تھے۔ وجہ ان کا اپنا رویہ تھا جسے وہ سمجھ نہیں پا رہے تھے۔ اس رشتے کو لے کر وہ الجھ کر رہ گئے تھے۔ وہ جنت کے ساتھ اپنی وابستگی کو چھپا نہیں سکے تھے مگر اس سے فاطمہ بی بی کو کس قدر تکلیف ہوئی تھی انہیں اندازہ نہ تھا اسی لیے وہ کسی سمت کا تعین نہیں کر پا رہے تھے۔ یہ رشتہ یک دم جڑا تھا اگرچہ انہوں نے ایک وقت میں خود کو اپنی مرضی سے اس رشتے کے لیے پیش بھی کیا تھا مگر وہ محض وقتی فیصلہ تھا، ان کو اندازہ ہو گیا تھا کہ اس وقت وہ قدرے جذباتی تھے اور محض فاطمہ بی بی کی مدد کی غرض سے وہ جنت کے اور اپنے رشتے کو نظر انداز کر رہے تھے۔ انہیں اس وابستگی کا اندازہ اب ہوا جب وہ ایک رشتے میں بندھ چکے تھے اگرچہ یہ اخلاقی طور پر مناسب نہ تھا کہ وہ ایک غیر شرعی رشتے کی خاطر ایک شرعی رشتے کو نظر انداز کرتے مگر وہ خود کو فی الحال سمجھا نہیں پا رہے تھے۔ انہوں نے جس طرح حدود متعین کر کے اپنے اور فاطمہ کے رشتے کی ساخت بنائی تھی اس پر وہ نادم ضرور تھے مگر جنت سے اپنے رشتے کو وہ چاہ کر بھی نظر انداز نہیں کر پا رہے تھے وہ اپنی سوچوں میں گھرے ہوئے تھے۔ جب فاطمہ بی بی باورچی خانے میں کھڑی ملازمین کو ہدایات دیتی دکھائی دیں، وہ جانے کیوں رک گئے اور فاطمہ بی بی کو بغور دیکھنے لگے۔ فاطمہ اُن سے قطعاً بے نیاز جب پلٹی تو چھوٹے نواب کو مقابل دیکھ کر ساکت رہ گئی۔ انہوں نے قدم روک لیے وگرنہ ممکن تھا کہ وہ ان سے ٹکرا جاتی چھوٹے نواب نے انہیں دیکھ کر جانے کیوں نگاہ پھیر لی تھی۔

"وہ...... ہمیں...... ہمیں آپ سے بات کرنی تھی۔" چھوٹے نواب نے کہا تو فاطمہ بی بی نے خاموشی سے انہیں دیکھا۔ چھوٹے نواب نے جانے کس استحقاق کے تحت ہاتھ بڑھا کر ان کا نازک سا ہاتھ تھاما۔ فاطمہ کے وجود میں سنسنی سی دوڑ گئی تھی اس ایک لمس نے کیا کیا نہ طوفان بپا کیا تھا مگر وہ میکانکی انداز میں چھوٹے نواب کے ہمراہ چلتی ہوئی ہال میں آ گئی۔ وقار الحق نے ان کا ہاتھ اپنی گرفت سے آزاد کرتے ہوئے بیٹھنے کا اشارہ کیا تو فاطمہ بی بی سر جھکا کر خاموشی سے بیٹھ گئی، وقار الحق کچھ ثانیوں تک خاموش رہے پھر گویا ہوئے۔

"فاطمہ ایسا نہیں ہے کہ ہمیں اس رشتے کی اہمیت کا اندازہ نہیں مگر......" وہ جانے کیوں الجھن کا شکار دکھائی دیے یا فاطمہ کے حسن نے سب بھلا دیا تھا وہ جو اس کی جانب متوجہ تھے اس کی سمت سے نگاہ پھیر گئے۔ فاطمہ نے اس دوران سر اٹھا کر انہیں دیکھا ایسا نہیں تھا کہ وہ ایسی بھولی تھی کہ ان کے محسوسات کو سمجھ نہیں پاتی یا ایسی ناسمجھ تھی کہ اس رشتے کی نوعیت کو جان نہ پاتی۔

"آپ کو جو کہنا ہے کھل کر کہیے۔" فاطمہ بی بی نے مدہم لہجے میں کہا تھا تب وقار الحق ان کی طرف دیکھنے لگے۔

"معذرت چاہتے ہیں فی الحال دماغ اس قدر منتشر ہے کہ ہم آپ کو سمجھا نہیں پائیں گے۔" وہ جانے کیا کہنے کا قصد کیے ہوئے تھے۔ فاطمہ نے ان کی سمت اپنی ازلی خود اعتمادی سے دیکھا۔

"آپ سب سے پہلے اپنے ذہنی انتشار کی وجہ تلاش کیجیے چھوٹے نواب کیونکہ ایسا انتشار فشار کا باعث بن سکتا ہے۔" ان کی بات تم ہرائی لیے ہوئے تھی۔ چھوٹے نواب نے ان کی آنکھوں میں دیکھا اور جیسے ایک لمحے میں سب ڈبتا دکھائی دیا' ان کی پلکیں اٹھ کر جھک گئی تھیں' ان لانبی پلکوں کی لرزش قیامت اٹھانے کو کافی تھی۔ وہ جو غیر دانستہ ان کی سمت دیکھ رہے تھے ایک لمحے میں نگاہ پھیر گئے' وہ وہ شرعی طور پر حقوق رکھتے تھے ان کی سمت دیکھتے رہنے کے مگر وہ گریزاں رہے۔

"ہم...... ہم جنت بی بی سے محبت کرتے ہیں فاطمہ۔" وہ کہہ گئے جیسے انہیں ڈر تھا کہ وہ نہ کہہ سکے تو اس حسن کے گرویدہ ہو جائیں گے اور پھر واپسی کا راستہ کھو جائے گا۔ وہ خود کو مطمئن کرنا چاہ رہے تھے یا یہ کوئی دھوکہ تھا وہ سمجھ نہیں پائے مگر انہوں نے اپنے کہے کا ردعمل فاطمہ کے چہرے پر تلاشنا چاہا تھا۔ فاطمہ شاید بہت مضبوط واقع ہوئی تھی۔ انہوں نے خود کو بکھرنے سے بچانے کے لیے تیار کرلیا تھا یا وہ بھرم رکھنا چاہتی تھی۔ وہ جان نہیں پائے ان کے چہرے پر کوئی واضح تاثر نہ تھا ان کی نظریں جھکی ہوئی تھیں اور وہ خاموش تھی وقار الحق نے ایک گہری سانس خارج کی اور نگاہ پھیر کر بولے۔

"ہم نے جنت بی بی کو اس تعلق کے متعلق کچھ نہیں بتایا وہ یہ صدمہ جھیل نہیں پائیں گی انہوں نے بچپن سے ہمارے حوالے سے خواب دیکھے ہیں' وہ ہمارے علاوہ کبھی کسی اور کا تصور نہیں کرسکتیں۔" وہ تمہید باندھ رہے تھے فاطمہ نے نگاہ اٹھا کر ان کو دیکھا۔

"آپ ہم سے کیا چاہتے ہیں؟" فاطمہ نے کریدا تھا۔

"ہم چاہتے ہیں جنت بی بی کو آپ کے اور ہمارے رشتے کی حقیقت کا علم نہ ہو۔" وہ کیسی فرمائش کررہے تھے ان کو فاطمہ بی بی کی کیفیت کا کوئی اندازہ نہ تھا۔ وہ کیسے ستم ان کے معصوم دل پر ڈھا رہے تھے۔ فاطمہ بی بی بہت پُراعتمادی سے بیٹھی انہیں سن رہی تھیں۔

"اگر ان کو بتانا مقصود بھی ہوا تو صرف یہ بتایا جائے گا کہ ہماری منگنی ہوئی ہے' ہم اس نکاح کا ذکر نہیں کرنا چاہتے۔" ان کا لہجہ کیسے ستم ڈھا رہا تھا فاطمہ بی بی خاموشی سے سر جھکائے ان کو سن رہی تھیں۔

"ہم جنت بی بی کو دکھی نہیں دیکھ سکتے وہ بے انتہا محبت کرتی ہیں ہم سے۔ ان کے لیے اس حقیقت کو چھپانا ضروری ہے۔" نواب زادے نے درخواست کی۔

"اس میں تردد کی کیا بات ہے چھوٹے نواب...... آپ کو جنت بی بی سے جو کہنا ہے کہہ دیجیے' ہمیں بتانا کیا معنی رکھتا ہے؟" وہ اپنے رشتے کی بےقدری کا احساس دلاتے ہوئے جتانے والے انداز میں بولی۔

"جب کوئی آپ کے لیے اہمیت نہیں رکھتا تو واویلا کس بات کا...... سارا کھیل اور کھیل کی ڈور آپ کے ہاتھ میں ہے' آپ اپنی مرضی کا انجام منتخب کرسکتے ہیں اس میں کوئی دورائے نہیں ہیں سوا آپ کا الجھاؤ اور ذہنی خلفشار کوئی معنی نہیں رکھتا۔" فاطمہ بی بی کا لہجہ پُراعتماد تھا اور آواز میں خاص ٹھہراؤ بھی تھا۔ کم عمر تھی شاید کسی قدر نا سمجھ بھی مگر انہیں حرمت عزیز تھی اور انہیں

علم تھا کہ اس حرمت اور توقیر کو کیسے بلند رکھنا ہے، وقار الحق جواُن کا چہرہ بغور دیکھ رہے تھے اُن کے انداز پر چونکے۔ یہ نئی خوبی تھی جواُن کے سامنے آئی تھی وہ سمجھ نہیں پائے کہ ان کے اس طرح کسی اور کی سمت متوجہ ہونے سے انہیں کوئی تکلیف واقعی نہیں پہنچی تھی یا پھر وہ اس تکلیف کو دانستہ ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی۔

''محبت کیا ہوتی ہے نوابزادہ وقار الحق، کسی کے ہمراہ رہ کر دنیا تیاگ دینا یا کسی کے لیے دنیا کو تیاگ دینا؟'' فاطمہ بی بی کا لہجہ اور سوال ان کے لیے حیرت کا باعث بنے وہ فوری طور پر کچھ نہیں کہہ سکے اور تب ہی ان کے لبوں پر ایک بے جان مسکراہٹ پھیلی تھی۔

''محبت خسارہ مول لینے سے ہچکچاتی نہیں اور ٹیس لگنے سے آہ نہیں کرتی آنسو نہیں بہاتی، بے قدری پر شکوہ نہیں کرتی' شب بیداری کاٹنے سے چوکتی نہیں اور خواب اجڑ جانے کا ماتم نہیں کرتی' محبت کو سود خسارے کے کھیل سمجھ نہیں آتے نفع نقصان کی پروا نہیں ہوتی شاید ایسا ہی ہے ناں؟'' اُس نے وقار الحق کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔ وقار الحق کی زبان پر جیسے تالے پڑ گئے تھے اور فاطمہ بی بی مدہم مدہم لہجے میں کہہ رہی تھی۔

''یہ راز کسی کو پتا نہیں چلے گا کہ ہمارا رشتہ کیا نوعیت رکھتا ہے' ہم زبان بندی کا وعدہ کرتے ہیں' ہم کبھی کوئی رشتہ آپ پر مسلط نہیں کریں گے نہ کوئی شرط رکھیں گے دنیا کے سامنے اگرچہ ہم آپ کی بیگم رہیں گے مگر اپنی طرف سے کوئی بھی کہانی آپ جنت بی بی کو سنا سکتے ہیں۔ جایئے' ہم نے خسارے اپنے نام کیے ہجر مول لیا اور زندگی تیاگ دی' اس کے سوا بھی کچھ اور درکار ہو تو کہیے؟'' وہ مدہم لہجہ میں گویا تھی اس کا ظرف کمال کا تھا ان کی گردن ایک خاص ناز سے تنی تھی اور ان کے لہجے کا غرور وقار الحق کو ساکت کر گیا تھا۔

وہ کم سن دوشیزہ رشتوں کی کیسی سمجھ بوجھ رکھتی تھیں' ذہانت میں ان کا ثانی نہ تھا' حسن کی یکتائی کی کوئی مثال نہ تھی اور دانائی میں وہ حیران کرنے والی شخصیت کے طور پر سامنے آئی تھیں۔ وقار الحق شرمندہ ہو کر یا کسی تاثر کے تحت سر جھکائے بیٹھے رہے تھے۔

''ہم شرمندہ ہیں فاطمہ ناظم الدین، مگر ہم خود کو بے بس محسوس کرتے ہیں۔'' انہوں نے مدہم لہجے میں کہا تو فاطمہ بی بی ان کی طرف دیکھتے ہوئے جانے کیا سوچ کر مسکرائیں۔

''یہ وبا کی طرح اچانک آپ کی زندگی میں آیا ایک ناگہانی بلا کی طرح آپ کی عمر کا احاطہ کر گیا ایسا ہی ہے ناں؟ اس افتاد سے بچ کر نکلنے کی راہ ہی مسدود ہوگئی ناں؟ مگر رشتہ بوجھ بن کر وجود پر آن پڑے تو خوشی نہیں دیتا محض بوجھ بن کر رہ جاتا ہے اگر رشتہ رضامندی سے دل پر اترے تو روح کو شاداب کر کے ہوا کے سنگ اڑانے لگتا ہے۔'' فاطمہ بی بی جانے کو تھی جب جانے کیا سوچ کر وقار الحق نے کلائی تھام لی' وہ ششدر سی ہو کر رک گئی' نگاہ اس شخص پر تھی جس کے ہاتھ وقت نے اس کی ڈور تھمادی تھی وہ شخص کیا چاہتا تھا کیا سوچتا تھا اس کے دل سے دور اسے تو اس شخص کی سوچوں تک بھی رسائی نہ تھی۔

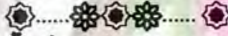
''ہم نہیں جانتے' ہماری سمجھ میں فی الحال کچھ نہیں آ رہا مگر......'' وہ الجھ کر رکے' جھکی نگاہ اپنے ہاتھ میں تھمے ہاتھ پر تھی' سپید دودھیاں کلائی، ہاتھ کی مخروطی انگلیاں اس سے بڑھ کر اس کلائی کی حرارت چھوٹے نواب نے ان کا ہاتھ غیر دانستہ تھاما ہوا تھا مگر ایک لمحے میں ان کا ہاتھ اس حرارت سے جیسے پگھلنے لگا تھا انہوں نے چونک کر فاطمہ بی بی کی طرف دیکھا اور نگاہ اُن کی نگاہ سے ملی اور ایک لمحے کو زمانے جیسے ٹھہرتے محسوس ہوئے' وقار الحق اس حسن کی یکتائی اور رعنائی سے انکار نہیں کر سکے اور بوکھلا کر ان کی کلائی کو چھوڑ دیا' فاطمہ بی بی جوان کو بغور دیکھ رہی تھیں' ان کے اس اقدام پر چونکی نہیں بلکہ نرمی سے مسکرا دی تھیں۔

''چھوٹے نواب......رشتہ جب ہاتھ چھڑانے لگے تو توقیر کھو دیتا ہے' شاید آپ کے ہاتھ جنت بی بی کے مرمریں ہاتھ

تھامنے کو بے ہیں۔" انہوں نے مسکرا کر کہا' لہجے میں ایک لطیف سا طنز تھا اور شاید شکوہ بھی۔

"ہم کوئی وعدہ نہیں کرسکتے فی الحال مگر......" وہ بات کرتے رکے تو فاطمہ بی بی ان کی بات مکمل کرنے کی منتظر رہی۔

"ہم وعدہ ایفا نہ کرپائے تو ہمیں شرمندگی ہوگی جو کہ مناسب نہیں، ہم چھوٹے نواب اپنی بات سے مکر نہیں سکتے' ہم اپنی بات کے پابند تصور کیے جاتے ہیں سو وعدہ نہیں کرسکتے مگر ہم وقت چاہتے ہیں، ہمیں وقت دیجیے اس رشتے کو قبول کرنے کے لیے آپ نے جو کہا ہم متفق ہیں' اگرچہ یہ رشتہ کوئی افتاد تو نہیں مگر جس ہنگامی طور پر ہماری زندگی میں داخل ہوا اس پر ہم حواس باختہ ضرور ہیں کچھ وقت دیجیے کہ ہم اپنے اوسان بحال کرسکیں اس رشتے کو قبول کرسکیں۔" وہ جانے کیا سوچ کر کہہ رہے تھے فاطمہ بی بی خاموشی سے باہر نکل گئیں اور وقار الحق ان کو دیکھتے رہ گئے تھے۔



"ناظم الدین آپ نے گویا کایا پلٹ دی' ہمیں آپ سے ایسی امید نہیں تھی' آپ نے ہمارے اعتماد کا نا صرف خون کیا بلکہ ہماری نظروں سے بھی گر گئے آپ۔ ہماری واحد اولاد تھے جس کو ہم قابل اعتبار سمجھتے تھے مگر آپ نے ہمیں حیرت کا مرقع کردیا' ہم تو انگشت حیرت سے دانتوں میں دبالیں گے تو بھی اس ورطہ حیرت سے باہر نہ نکل سکیں گے۔ آپ نے تو وہ عمل کیا کہ آنکھوں میں عالم اندھیر ہوگیا۔" وہ انتہائی افسردہ دکھائی دیں' جیسے ناظم الدین کے اس عمل سے واقعی ان کو بہت تکلیف پہنچی ہو۔ ناظم الدین نگاہ نہ اٹھا پارہے تھے آخر کو یہ سچ اماں جان کے سامنے تو آنا ہی تھا اور انہوں نے بہتر جانا کہ انہیں خود اس سچ کو بیان کردیں۔ اس سے قبل کہ انہیں کہیں اور سے خبر ہوتی اور ان کا مزاج آگ بگولہ ہوجاتا وہ سیخ پا ہوتیں اور پھر کوئی ان کے عتاب کا شکار بنتا۔ اماں جان حیرت میں ہاتھ مل رہی تھیں وہ اسی عالم حیرت میں خود کلامی کرتے ہوئے گویا ہوئیں۔

"بجا کہے جسے عالم اسے بجا سمجھو' ہمیں دنیا نے کہا کہ ناظم الدین پر اس درجہ محبت لٹانا اور اعتماد کرنا ٹھیک نہیں مگر ہم ہی نہ سمجھے۔ آپ نے تو ایک لمحے میں اپنی دختر سے محبت کا ثبوت دے دیا مگر ہم ہی نہ سمجھے، مگر سچ کہتے ہیں اولاد کی آنچ بری ہوتی ہے' ہم تو جیسے فاطمہ کے دشمن تھے ناں' خیر خواہ تو جیسے آپ ہی تھے۔ کیا سو روپے کی پونجی اور کیا ایک بیٹے کی اولاد، مال سے سود زیادہ عزیز ہوتا ہے مگر افسوس، ہماری ہی نیت پر شک کیا گیا آپ نے تو ثابت کردیا کہ آپ کو اولاد زیادہ عزیز ہے مگر آپ کے اس اقدام نے ہمیں اخلاف کا دشمن بنادیا اس عیال داری میں پھنس کر ہم تو دو دو کوڑی کے بندے ہے۔ نواب صاحب کے سامنے الگ شرمندہ ہوئے اور حیرت تو ہمیں نواب صاحب پر بھی ہے انہیں کوئی اعتراض تھا تو ہمیں کہا ہوتا۔ ہمیں ہمارے ہی کنبے کے سامنے ذلیل و رسوا کرنے کی کیا تک تھی۔ ہم تو خود کو دانا سمجھتے رہے مگر اتنی عقل بھی اجیران ہوتی ہے' عزت دو کوڑی کی ہوکر رہ گئی۔ خاک اٹھا کر سر میں ڈال لی آبرو آب آب ہوگئی۔" اماں جان کی آنکھیں اشک بار تھیں خواجہ ناظم الدین کو بہت افسوس ہوا وہ اپنی جگہ بہت شرمندہ دکھائی دے رہے تھے۔

"اماں جان' ہم شرمندہ ہیں جو کیا ہم نے کیا' اس میں نواب صاحب کی کوئی غلطی نہیں۔" خواجہ صاحب نے کہا۔

"اے بیٹا جانتے ہیں اپنی گھٹنا کھولیے آپ ہی لاجوں مریئے' ہمیں کسی غیر نے خاک میں نہیں ملایا یہی تو دکھ ہے ہماری اولاد کی آنکھوں میں ہی شرم نہ تھی تو غیروں سے گلہ کیا کریں' ہم تو صدمہ کی کیفیت سے باہر نکل نہیں پارہے۔ اولاد کے ہاتھوں ایسے دھوکے کھائے آدھی اولاد ماں کو چھوڑ کر اپنی زندگی جینے کٹ کر الگ ہوگئی جو بچی اس نے وہ فعل کیا کہ دشمن بھی پناہ مانگے۔ ناظم الدین آپ نے تو اپنی ماں جان کو بحر ندامت میں غرق کردیا۔" اماں جان نے جذباتی انداز میں سر پیٹا' ناظم صاحب شرمساری سے آگے بڑھے اور اماں جان کے ہاتھ تھام لیے۔

"اماں جان معذرت خواہ ہیں، بہت پشیماں ہیں، ہمیں معاف کردیجیے مگر جب ہمیں خبر ہوئی کہ آپ نے توقیر کو ریحان میاں کے لیے منع کردیا ہے پریشان ہو اٹھے تھے۔ نواب صاحب ہمارے رفیق ہیں اور بچپن سے فاطمہ نے انہیں اپنا چچا

جان مانا ہے وہ رشتہ ہمیں مناسب نہیں لگا سو ہم نے نواب صاحب سے خود درخواست کی کہ وہ چھوٹے نواب کا نکاح فاطمہ سے کرنے پر زور دیں مگر وہ اس پر آمادہ نہیں تھے انہیں آپ سے حکم عدولی قبول نہ تھی سو ہم نے دباؤ ڈالا جس پر وہ اس پر آمادہ تو ہوگئے مگر انہوں نے صاف جتا دیا کہ تمام الزام آپ کے سر ہوگا اور ہم چونکہ اپنی صاحبزادی کا بھلا چاہتے تھے سو ہم نے ان کی بات کو مان لیا۔" ناظم الدین نے بیٹی کی محبت میں تمام معاملے کو اپنے سر لیا تھا۔ اماں جان نے انہیں گھورا مگر وہ سر جھکا گئے جیسے وہ ہر سزا بھگتنے کو تیار ہوں اماں جان نے اپنے فرماں بردار بیٹے کو خاموشی سے دیکھا۔



نواب صاحب اپنے رفیق انوار الحق سے، بہت پُرتپاک انداز میں ملے۔

"میاں آپ تو عید کا چاند ہوگئے عرصہ ہوا ہم تو شطرنج کے مہروں سے اکیلے ہی الجھتے رہنے کے عادی ہو رہے تو جب آپ نے اپنا دیدار مبارک کرا دیا۔" نواب صاحب مسکرائے انوار الحق صاحب بھی مسکراتے ہوئے براجمان ہوگئے۔

"ارے میاں بس جان سلامت ہے سانس آ جا رہی ہے، باقی ماندہ بچوں کی ذمہ داری سے تو سبکدوش ہو چکے، اب اپنی زندگی میں ہی جنت کی ذمہ داری سے بھی فارغ ہولیں تو چین آئے اور موت آسان ہو سکے گی۔" انوار صاحب نے کہا تو نواب صاحب کے مسکراتے لب بھنچ گئے پھر وہ بات بدلتے مسکرائے۔

"ارے جناب آپ کی عمر بہت لمبی ہے، بے کار میں پریشان نہ ہوں سیاسی، سماجی اور معاشرتی معاملات پر آپ کی گہری نگاہ رہی ہے آپ کے ساتھ نشست کر کے ہمیشہ کچھ نیا سیکھنے کو ملا اچھا ہوا آپ ملاقات کا شرف بخشنے چلے آئے ورنہ ہم آپ کی طرف آنے والے تھے۔" نواب صاحب نے کہا اور انوار الحق صاحب نے سر ہلایا۔

"ہم بھی آپ سے ملنے کا سوچ رہے تھے طبیعت ذرا سنبھلی تو سوچا خود جا کر مل لیں۔ نواب صاحب آپ کی محبت ہے جو عزت دیتے ہیں ورنہ بندہ خاکسار جانتا ہے کہ آپ کے سامنے کوئی حیثیت نہیں اچھا وہ آپ کے نکاح کا معاملہ کیا ہوا؟" انوار الحق صاحب کے پوچھنے پر نواب صاحب چند ثانیے خاموش رہے۔ وہ بیٹے کے تیور دیکھ رہے تھے سو مناسب نہ جانا کہ فاطمہ کے متعلق واضح انکشاف کریں سو دھیمے لہجے میں بولے۔

"ہم اس بچی کو اپنے گھر لے آئے ہیں انوار صاحب۔ ہم ان سے نکاح نہیں کر سکتے تھے وہ ہماری بیٹی ہیں۔ ہم شش و پنج میں مبتلا ہو گئے تھے۔ تاج بیگم اصرار کر رہی تھیں مگر ہم خود کو آمادہ نہیں پاتے تھے اب اس عمر میں کیا گھوڑی چڑھتے اچھے لگتے۔" نواب صاحب مسکرائے اور انوار الحق صاحب کو مطمئن کرنے کے لیے مزید کہنے لگے۔

"بس انوار صاحب بیٹی ایک گھر سے دوسرے گھر آ گئی ہے۔ ہم نے ان کی کفالت کا ذمہ اٹھا لیا ہے اور سیاسی تربیت کا بھی وہ بلا کی ذہین بچی ہے ابھی کم سن ہے مگر فطین واقع ہوئی ہے۔ ہم نہیں چاہتے تھے کہ وہ معصوم بچی اپنی دادی جان کے عتاب کا شکار بنے محض تعلیم کو لے کر ان پر پہاڑ توڑے جا رہے تھے۔" نواب صاحب نے کہا تو انوار الحق صاحب نے متفق ہو کر سر ہلایا۔

"آپ نے دوستی کا حق ادا کر دیا نواب صاحب، ناظم الدین سے آپ کے مراسم پرانے ہیں۔ نسل در نسل منتقل ہونے والی محبت کو آگے بڑھایا ہے آپ نے مگر کیا تاج بیگم بچی کی اس گھر سے اس گھر کی منتقلی پر متفق ہو گئیں؟ براہ راست تو ملاقات نہیں ہوئی مگر آپ کی گفتگو سے جتنا جانا اس سے تو خاصی ٹیڑھی کھیر لگی ہیں محترمہ۔" انوار الحق صاحب نے کہا تو نواب صاحب کو جھوٹ بولنا مناسب نہیں لگ رہا تھا مگر ابھی بات کو کھولنا مناسب نہیں جانا۔

"مشکل تو تھا مگر ہم نے پرانے تعلقات کا واسطہ دے کر راضی کر لیا، بہر حال اب دیکھیں گے کیا کرنا ہے۔" نواب صاحب کی بات اور انداز نے انوار الحق صاحب کو چونکا دیا تھا۔

"کیا مطلب؟ اب کیا اس بچی کے مستقبل کا فیصلہ بھی آپ ہی کریں گے۔" نواب صاحب نے آہستگی سے سر اثبات میں ہلایا تو انوار الحق صاحب چونکے۔

"کہیں آپ اس بچی کا نکاح چھوٹے نواب سے کرنے کا ارادہ تو نہیں رکھتے اسی باعث آپ شش و پنج میں مبتلا ہیں؟" انوار الحق صاحب نے کہا تو نواب صاحب کوئی واضح جواب نہ دے سکے۔

"رشتے آسمانوں پر طے ہوتے ہیں میاں، آپ بھی کیا بات لے کر بیٹھ گئے فی الحال اس متعلق بات کرنا قبل از وقت ہوگا چلیے قہوے کے ساتھ ایک شطرنج کی بازی ہوجائے۔" نواب صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا تھا انوار الحق صاحب دیکھ کر رہ گئے۔

"آپ چھوٹے نواب کی نسبت جنت بی بی سے طے کرنے کے حامی دکھائی نہیں دیتے تو کیا اسے انکار سمجھوں؟" انوار الحق صاحب گویا ہوئے جبکہ نواب صاحب کی طرف گہری خاموشی تھی۔



"بیگم کو درس گاہ لے جانے کے لیے ایک وفادار ملازم کی ضرورت ہے جو موٹر گاڑی چلانے میں تجربہ اور مہارت رکھتے ہوں۔" چھوٹے نواب نے کہا تو وفادار ملازم نے سر ہلا دیا۔

"چھوٹے نواب ہم بندوبست کردیں گے۔" ملازم نے مؤدب ہوکر کہا۔

"خادم صاحب، ہم نہیں چاہتے گھر کے ملازمین میں سے ان کے ہمراہ کوئی یہ ذمہ داری نبھانے جائے۔ ہم اتنے ملازمین میں سے کسی کو بھی حکم دے سکتے ہیں مگر یہ مناسب نہ ہوگا۔" انہوں نے جتایا اور خادم صاحب نے مؤدب ہوکر سر ہلایا محل کے ملازمین وفادار تھے مگر ایک نئے ملازم کی تلاش کا معمہ اٹھا تو اگلے دن یہ بھی سلجھا دیا گیا۔ خادم جانے کہاں سے ڈھونڈ کر ایک اونچے، لانبے نوجوان کو لیے چلا آیا تھا وقار الحق نے اس نوجوان کو سرتاپیر دیکھا۔

"آپ کا اسم شریف جان سکتا ہوں؟" چھوٹے نواب نے دریافت کیا، اس نوجوان نے خاموشی سے دیکھا اور پھر قدرے بردباری سے بولا۔

"رجت سنگھ۔" اس کے انداز، خود اعتمادی اور ناز سے تنی گردن کو وقار نے بغور دیکھا۔

"شکل سے تو پڑھے لکھے لگتے ہو، ایسی ملازمت کرنے کا خیال کیوں کر آیا؟" وقار الحق نے اس کی مردانہ وجاہت دیکھ کر کریدنا مناسب خیال کیا۔

"ضرورت اور پیٹ کی آگ اجرت دیکھتی ہے کام کی نوعیت نہیں۔" رجت سنگھ نے کہا تو وقار الحق اس کی مدبرانہ بات پر چونکے۔

"تمہارا مذہب اور پھر اس پر متضاد تمہارے تیور اور انداز، ہمیں فکر میں مبتلا کررہے ہیں معذرت چاہتے ہیں مگر آپ کو اس ملازمت پر نہیں رکھ سکتے۔" وقار الحق نے واضح انکار کیا تو رجت سنگھ اسی اعتماد سے مسکرایا۔

"رب نے دنیا بناتے ہوئے اور رزق بانٹتے ہوئے تفریق نہیں کی چھوٹے نواب۔ آپ ملازمت دینے پر مذہب کو وجہ بنا رہے ہیں، کیا پیٹ دھرم دیکھتا ہے یا بھوک صرف ایک مذہب کے پیروکاروں کو لگتی ہے؟" رجت سنگھ کی گفتگو میں جو وزن تھا وہ حیران کن تھا، وقار الحق نے انہیں بغور دیکھا پھر سر ہلایا۔

"ٹھیک ہے مگر شکایات کا موقع نہیں ملنا چاہیے خادم صاحب موصوف کو ان کی ذمہ داری سمجھا دیجیے۔" وقار الحق اٹھ کر اندر کی طرف بڑھ گئے خادم رجت سنگھ کو ذمہ داری سے بہرہ مند کرنے لگے جبکہ رجت سنگھ خاموشی سے سنتا رہا تھا۔



فاطمہ بی بی کا دل بہت مضطرب تھا سو وہ چچا جان کے کتب گھر میں آن بیٹھیں۔

دل میرا سوز نہاں سے بے محابا جل گیا
آتش خاموش کی مانند گویا جل گیا

آنکھوں میں یک دم نمی گھر کرنے لگی، وہ باآواز بلند دیوان غالب سے غزل پڑھنے لگیں۔

دل میں ذوق وصل و یاد یار تک باقی نہیں
آگ اس گھر میں لگی ایسی کہ جو تھا جل گیا
میں ہوں اور افسردگی کی آرزو غالب کہ دل
دیکھ کر طرز تپاک اہل دنیا جل گیا
تا کجا افسوس گرمی ہائے محبت اے خیال
دل بہ سوز آتش داغ تمنا جل گیا

لفظ تھے کہ حال دل، ضبط ٹوٹنے لگا' آواز بھرانے لگی تھی۔ آنکھوں کے پیالے جانے کیوں چھلکنے لگے' وہ تھک کر آنکھیں موند کر کرسی کی پشت سے سر ٹکا گئیں۔ دل جانے کیوں غبار سے بھرتا ہوا محسوس ہوا' اندر باہر کثافتیں تھیں آنسو تمام بند توڑ کر بہہ نکلے' ان کی سسکیاں فضا کو توڑنے لگیں' جب یک دم کسی کی آواز ابھری۔

کہتے ہو نہ دیں گے دل اگر پڑا پایا
دل کہاں کہ گم کیجیے ہم نے مدعا پایا
سادگی و پرکاری بے خودی و ہشیاری
حسن کو تغافل میں جرأت آزما پایا
حال دل نہیں معلوم لیکن اس قدر یعنی
ہم نے بارہا ڈھونڈا تم نے بارہا پایا

فاطمہ بی بی نے یک دم نگاہ اٹھا کر دیکھا قدرے فاصلے پر وقار الحق کھڑے دکھائی دیئے کیا وہ دانستہ فاطمہ بی بی کا تعاقب کرتے ہوئے اس کے پیچھے آئے تھے یا پھر یہ محض اتفاق تھا مگر یہ بات تو طے تھی کہ چھوٹے نواب نے فاطمہ بی بی کو شاعری پڑھتے ہوئے سن لیا تھا اور جواباً انہوں نے چند اشعار غالب کے پڑھ دیئے' فاطمہ بی بی نے فوراً رخ پھیر لیا۔ غنیمت تھا کہ وہ قدرے فاصلے پر تھے وہ ان پر اپنے آنسوؤں کی حقیقت آشکار نہیں کرنا چاہتی تھیں سو فوراً آنکھوں کے کناروں سے نمی کو ہاتھ کی پشت سے رگڑا' اب اس عمل کو چھوٹے نواب نے دیکھا کہ نہیں، وہ نہیں جانتی تھیں مگر وہ کسی بھی طرح ان پر اپنی کمزوری ظاہر کرنے کی خواہاں نہیں تھیں شاید ایک حقیقت یہ تھی کہ درد دینے والے کو جتایا نہیں جاتا کہ اس کی ضرب نے کیسا کڑا وار کیا اور کوئی کتنا نڈھال ہوا۔ وہ اگر ناتواں تھی تھک بھی چکی تھی تو خود کو تھکا ہوا ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی خود کو کمزور ظاہر کر کے کسی کو برتری کا موقع دینا نہیں چاہتی تھی سو خود کو معمول کے مطابق ظاہر کرنے لگیں جب تک چھوٹے نواب قریب آتے اور ان کو خبر ہوتی۔ وہ سنبھل چکی تھیں۔ چھوٹے نواب نے قریب کھڑے ہو کر انہیں بغور دیکھا' وہ پلٹ کر دیکھنا نہیں چاہتی تھیں۔

"آپ کو غالب کی شاعری سے اس قدر لگاؤ ہے آپ نے کبھی اس بات کا ذکر نہیں کیا؟" چھوٹے نواب نے ایسے کہا گویا ان کے درمیان معمول کی بات چیت بہت عام سی بات ہو۔ فاطمہ بی بی اس لمحے کسی سے بات کرنے کی خواہاں نہیں تھیں سو اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور خاموشی سے چھوٹے نواب زادے کے قریب سے گزر جانا چاہا تب پاؤں کمخواب

کے غرارے میں اٹکا، چھوٹے نواب نے ان کا ہاتھ تھاما مگر خود کو سنبھال کر انہوں نے چھوٹے نواب کی طرف دیکھا اور چھوٹے نواب نے نگاہ پھیر لی تھی۔

"معذرت چاہتے ہیں دانستہ......" انہوں نے وضاحت دینا چاہی' فاطمہ بی بی نے روک دیا' ان میں شرعی رشتہ تھا وہ جائز وارث تھے ایسا گریز اور فاصلہ کوئی معنی نہیں رکھتا تھا مگر اس تعرض کی وجہ وہ جانتی تھی سو دل کٹ کر رہ گیا' نا سمجھ' کم سن تھی مگر ایسی نا سمجھ بھی نہ تھیں کہ اپنے رشتے کی نوعیت نہ سمجھ سکتیں اور اپنے سے وابستہ رشتے پر اپنے حقوق کو بھول جاتیں۔ جانے کیوں ایک تضحیک کا احساس دل میں انی کی طرح کھب گیا' آنکھوں میں نمی تیرنے لگی' وہ شکوہ نہیں کر سکتی تھیں مگر اپنی بے قدری، بے توقیری اور اس رشتے کی تضحیک کے احساس نے رلا دیا تھا۔

"آپ رو رہی ہیں فاطمہ، خیریت؟" وہ انجان بن کر پوچھنے لگے فاطمہ نے ان کی سمت دیکھ کر نگاہ پھیر لی اور بنا کچھ کہے باہر نکل گئیں' چھوٹے نواب ان کو دیکھ کر رہ گئے تھے۔



بیگم توقیر غصے اور نفرت کے احساس سے اِدھر اُدھر چکر کاٹ رہی تھیں اور بالآخر رک کر اپنے شوہر نامدار کو گھورا۔

"ایسی بے عزتی آپ سے ہضم ہوگی ہم نہیں جھیل سکتے' آج پڑوسن جو کہہ گئی فقط اس لیے کان لپیٹ کر سن لیا کہ آپ کی اماں جان نے بے عزت کر کے گھر سے تو نکالا ہی رشتہ بھی کسی اور کو دے دیا' ان کو کیا لگا نکاح کی خبریں ہمارے کانوں تک نہ پہنچیں گی؟ انہوں نے سمجھ کیا رکھا ہے' ہمیں اور ایسی دو ٹکے کی اوقات بنا دی گویا ہماری کوئی حیثیت ہی نہیں اب لوگ ہیں کہ طعنہ زنی کا موقع ہاتھ سے جانے نہیں دے رہے مگر ہم شکوہ کریں بھی تو کس سے؟" بیگم توقیر سر پیٹتی ہوئی بیٹھ گئیں' توقیر صاحب نے ٹیبل پر رکھی قہوے کی پیالی کو اٹھایا اور مزے سے چسکیاں لینے لگے' جیسے انہوں نے بیگم کی کسی بات کو سرے سے سنا ہی نہ ہو' بیگم نے اس فعل پر باقاعدہ انہیں گھورا۔

"لیجیے آپ تو ایسے بے خبر بنے بیٹھے ہیں جیسے بے عزتی ہماری نہیں کسی اور کی ہوئی ہو' توقیر صاحب حد ہوگئی اماں کے سامنے گھٹنے ٹیک کر آپ نے جو بے عزتی کا طوق سینے پر سجایا ہے وہ کسی کام نہیں آنے والا۔" بیگم توقیر نے کہا تو توقیر صاحب نے گہری سانس خارج کی۔

"تو کیا کریں' ہم آپ ہی بتایئے ناظم بھائی صاحب نے بذات خود چھان بین کر لی تھی اور انہیں خبر ہوگئی تھی کہ ہمارے نالائق، نانجار صاحبزادے ان کی قابل صاحبزادی کے قابل نہیں اور یہ سچ بھی تو ہے اگر ہمارے ریحان صاحب کسی قابل ہوتے تو ہم سینہ ٹھونک کر ان کی حمایت میں کھڑے بھی ہوتے مگر ایسی اولاد کی حمایت میں کیا کھڑا ہوتے جو چھاپنا اچھا برا نہ سمجھتی ہوں' وہ آپ کے لاڈلے ہونہار سپوت پڑے ہوں گے اب بھی گلی کے کسی نکڑ پر اور آپ ایسی اولاد کی حمایت کے لیے ہمیں اکسا رہی ہیں؟" توقیر صاحب نے پہلی بار بیگم کو آڑے ہاتھوں لیا تھا' بیگم گویا انگشت بدنداں رہ گئی تھیں۔

"لو اپنی ہی اولاد کے عیب دکھائی دیتے ہیں آپ کو؟ اس نیک سیرت بھتیجی کے کرم دکھائی نہ دیے' اماں جان نے اس قدر کم سنی میں اسے کسی جواری کے پلے باندھنے کا سوچا تو کچھ تو عیب اس الپسرا میں بھی ہوگا ناں۔" بیگم توقیر دور کی کوڑی لائیں۔ توقیر صاحب خاموشی سے بیگم کو دیکھتے رہے۔

"ایسے بڑھے کے سر منڈھ دیا اس حسن پری کو تو کوئی تو گڑبڑ ضرور ہے' ہاں اللہ جانتا ہے' ہم کسی کی کردار کشی نہیں کرنا چاہتے خود بھی بیٹیوں والے ہیں مگر توقیر صاحب آپ کی اس بھتیجی صاحبہ کے بچپن اوجھے نہیں لگے' اماں جان نے کچھ سوچ کر ہی ان کا نکاح ان نواب صاحب سے کیا ہوگا' چلو ہمیں کیا کسی کی بلا کسی کے سر ہماری تو جان چھوٹی۔" بیگم توقیر نے ہاتھ جھاڑے تب ہی گھر کا پھاٹک کھلا اور نشے میں دھت ریحان میاں نے اندر داخل ہوئے تو توقیر صاحب نے صاحبزادے

کو گھورا۔

"لو آ گئے آپ کے ہونہار سپوت۔" توقیر صاحب نے ناگواری سے کہا۔ ریحان میاں ابا جان کی بات سن کر مسکرائے اور لڑکھڑاتے ہوئے ان کی طرف بڑھے۔

"ابا جان، تایا جان نے اچھا نہیں کیا جسے دیکھو ایک ہی ذکر زبان زد عام ہے آج کل۔ کس کس کا منہ بند کریں ہم لوگ ہماری طرف انگلیاں اٹھاتے ہیں گویا عزت دو ٹکے کی نہیں رہی ہماری منگیتر کو کوئی اور بیاہ لے گیا اور ہم دیکھتے ہی رہ گئے۔" وہ لڑکھڑا کر گرنے کو تھے جب بیگم توقیر نے آگے بڑھ کر سہارا دیا توقیر صاحب نے ناگواری سے گھورا۔

"محترم..... آپ کسی قابل ہوتے تو آج یہ دن دیکھنا نہ پڑتا، ہم نے ایک نالائق اولاد کو جنم دیا یہ جرم کڑا ہے سو لوگوں کی کڑوی کسیلی سننا اب ہمارا حق بنتا ہے۔"

"ارے جانے دیجیے ریحان کے ابا، دنیا کی اولادیں اگر نیک ہیں تو ہمیں کیا سروکار ان سے اب اپنی اولاد کا گلہ گھونٹ دو گے؟ آپ کو تو یوں بھی دنیا کے عیب دکھائی دیتے نہ سنائی اگر انگلی اٹھائی تو ہمیشہ اپنی اولاد کی ناہنجاری پر لوگوں کی اولاد پارسا ہے تو ہوا کرے ہمیں ان سے کیا واسطہ؟" بیگم نے لتاڑنا چاہا مگر توقیر صاحب بولے۔

"بیگم آپ کی ایسی حمایت کے باعث آپ کے صاحبزادے اس حالت کو آن پہنچے ہیں اگر آپ نے ایک ماں بن کر اچھی تربیت کی ہوتی تو آج یہ نوبت نہ آتی۔" توقیر صاحب کے لہجے میں افسوس در آیا تھا۔

"ہم اس کا بدلہ لیں گے اماں آپ فکر مند نہ ہوں دنیا کے طعنوں کو اور نہیں سہہ سکتے۔" ریحان میاں کے بیان نے توقیر صاحب کے کان کھڑے کر دیے۔

"چپ کر کے بیٹھے رہیے آپ میں ہمت ہوتی تو ہم اماں جان سے ذلیل ہو کر اس کوچے سے نہ نکلتے آپ کی نالائقی نے یہ دن دکھائے ہیں سو شکوہ زمانے سے نہیں خود سے کیجیے۔ اس جگ ہنسائی میں آپ کی اپنی حرکتیں کارفرما ہیں ورنہ ایسے حالات نہ ہوتے آپ اگر اب کچھ کر سکتے ہیں تو بس اپنا محاسبہ کیجیے۔" توقیر صاحب نے ڈپٹا مگر ریحان سر نفی میں ہلانے لگا۔

"ابا جان، ہم چپ نہیں بیٹھیں گے، ہم عملاً کوئی تحریک ضرور چلائیں گے اس جگ ہنسائی پر ہم خاموش نہیں رہ سکتے فاطمہ بی بی ہماری منگیتر ہیں سو ہم ایک بار ان کو لکھنؤ ضرور لائیں گے پھر چاہے کسی جائز راہ سے لائیں یا ناجائز عمل سے۔" ریحان میاں جیسے عزت کے نام پر ڈٹے دکھائی دیے توقیر صاحب ششدر رہ گئے اور ساکت تو بیگم توقیر بھی رہ گئی تھیں، ماحول میں عجب سکتے کی سی کیفیت تھی مگر ریحان میاں غصہ سے اندر کی جانب بڑھ گئے تھے۔



چھوٹے نواب بہت نادم سے نواب صاحب کے سامنے بیٹھے تھے نواب صاحب کی خشمگیں نظریں ان پر جمی تھیں وقار الحق کے پاس لفظ نہیں تھے اور نواب صاحب جیسے باتوں کے معنی جتانا نہیں چاہتے تھے۔

"ابا حضور ہم پشیماں ہیں مگر ہم سمجھ نہیں پا رہے حقیقت آپ جانتے ہیں۔" وقار الحق نے لب کھولے نواب صاحب نگاہ پھیر گئے اور مدہم لہجے میں گویا ہوئے۔

"ہم جانتے ہیں یہ ہماری غلطی ہے، ہم نے آپ کو یہ رشتہ استوار کرنے کو کہا مگر آپ کو یہ بات نظر انداز نہیں کرنی چاہیے کہ یہ سب آپ کے ایک فیصلے کے باعث ہوا فاطمہ بی بی نے جن مصیبتوں کو جھیلا وہ آپ کے باعث ہوا اور آپ اس سچ سے نگاہ نہیں چرا سکتے بہر حال جو ہوا سو ہوا مگر ہم کسی بددیانتی یا بدعنوانی کو ہوا نہیں دیں گے آپ ہماری اولاد ہیں مگر ہم آپ کو آپ کی غلطی پر اسی طور سرزنش کریں گے جیسا کہ ایک والد کو کرنا چاہیے۔" نواب صاحب مضبوط لہجے میں بولے تو وقار الحق

ان کو دیکھ کر رہ گئے' کچھ دیر تک خاموشی رہی، پھر وقار الحق نے اس جمود کو توڑا۔

"ابا حضور، ہم مانتے ہیں، ہم غلطی پر ہیں مگر شاید کبھی کبھی رشتے وقت چاہتے ہیں' کیا ہمیں وقت کی وہ مدت نہیں مل سکتی' جب، ہم اس رشتے کو ذہنی طور پر قبول کرنے لائق ہو سکیں۔" وقار الحق نے سر اٹھائے بنا کہا تو نواب صاحب فوری طور پر کچھ کہہ نہیں سکے۔

"ابا حضور، رشتے فقط ناموں کی تختی گلے میں لگا دینے سے نہیں بنتے' رشتے دلوں میں آباد ہوتے ہیں اور دلوں کے ربط سے پھلتے پھولتے ہیں۔" وقار الحق کی بات اس نقطے پر دلالت کرتی تھی کہ ان کا کوئی دلی واسطہ یا تعلق فاطمہ بی بی سے نہ بنا تھا اور ہمدردی میں عمر ایک ساتھ نہیں کاٹی جا سکتی۔ نواب صاحب وقار الحق کی بات سمجھ رہے تھے مگر وہ جوان اولاد پر بے جا سختی کرنے کے قائل نہیں تھے وہ بہت سوچ سمجھ کر اس مدعے کو جانچ رہے تھے۔

وقار الحق نہیں جانتے تھے کہ ابا حضور تک اس رشتے کی اس پوشیدہ کیفیت کو کس نے پہنچایا مگر ان کو اندازہ ہوا تھا کہ فاطمہ بی بی اور ان کے مابین جو بھی چل رہا تھا صرف وہی دو فریق اس بات سے واقف تھے سو اگر انہوں نے اس مدعے کو نہیں اٹھایا تو وہ دوسرا فریق یقیناً کوئی اور نہیں فاطمہ بی بی ہی تھیں انہوں نے اپنے طور پر جو اخذ کیا اس کو سوچ کر ہی ان کی رگیں تن گئیں مگر اس شام وہ خاموشی سے نواب صاحب کے پاس سے اٹھ آئے مگر وہ فاطمہ سے جیسے مزید دور ہونے لگے تھے۔ وہ دانستہ سامنا کرنے سے گریزاں رہتے جان بوجھ کر نظر انداز کرتے۔

فاطمہ بی بی ان کی کیفیات سے یکسر لاعلم تھیں' وہ حیرت سے انہیں دیکھتی مگر مدعا سمجھ میں نہ آتا اور اگر چہ اس فاصلے کی موجودگی اول دن سے تھی سو فاصلہ تو بہر حال تھا اور بڑھنے یا گھٹنے سے فرق نہیں پڑتا تھا۔ فاطمہ بی بی نے گہری سانس خارج کی' وہ اپنے ہی دھیان میں گیسو کھولے بیٹھی تھی جب یک دم چونکا پڑا' سامنے کوئی کھڑا تھا اور وہ حیرت سے دیکھتی رہیں۔

"کون ہیں آپ؟" رخ پھیرتے ہوئے آنچل اٹھا کر سر پر رکھا' سامنے ایستادہ رجت سنگھ نگاہ نیچی کر گیا۔

"محترمہ ہمیں چھوٹے نواب صاحب نے بھیجا ہے' ہم آپ کو درس گاہ لے جانے اور واپس لانے کے امور پر مامور کیے گئے ہیں حکم ہے آپ کو وقت پر درس گاہ پہنچایا جائے۔" رجت سنگھ مؤدب لہجے میں گویا ہوا' لہجے کی شائستگی اور ان آداب پر فاطمہ چونکیں' بغور سامنے کھڑے رجت سنگھ کو دیکھا' اونچا لانبا خوبرو نوجوان ایک لمحے کو لگا جیسے پہلے کہیں دیکھا ہو کہاں؟ یہ یاد نہ آیا تھا، پر انہوں نے ذہن پر زیادہ زور نہیں دیا اور ان کو جانے کا اشارہ کر دیا تھا۔



"اماں جان کا غصہ کم ہونے والا نہ تھا وہ کس مزاج کی حامل تھیں ناظم الدین جانتے تھے مگر وہ اپنی غلطی پر پشیمان تھے سو معافی کے خواستگار رہے' والد ہونے کا فرض تو انہوں نے ادا کر دیا مگر ابھی سپوت ہونے کا فرض پورا کرنا باقی تھا وہ اپنی جنت کو خفا نہیں کر سکتے تھے سو بہت بے چینی سے یہاں سے وہاں چکر لگا رہے تھے۔ اماں جان تھیں کہ دروازہ کھول کر نہیں دے رہی تھیں سخاوت بیگم ان کے قریب آن رکیں۔

"ہم سمجھ سکتے ہیں آپ کی پریشانی، مگر آپ اس درجہ فکر مند نہ ہوں اماں جان ضرور آپ کو معاف کر دیں گی' ایک ماں ہیں وہ اور ماں کا دل اللہ نے بہت محبت سے بنایا ہے ایک ماں اپنے بچے کے لیے محسوسات نہیں بدلتی اول دن سے آخر تک اس کے محسوسات اور جذبات بچے کے لیے جوں کے توں رہتے ہیں تب ہی تو ماں کے قدموں تلے جنت رکھی گئی ہے۔" سخاوت بیگم کے سمجھانے پر ناظم الدین صاحب نے خاموشی سے بیگم کو دیکھا' سخاوت بیگم نے ہاتھ سے تھام کر انہیں کرسی پر بٹھایا اور پاس بیٹھی ہوئی نرمی سے بولیں۔

"آپ ایسا مت سوچیے کہ آپ نے اپنی اولاد کے لیے ماں کو دور کر دیا' آپ نے اپنا فرض نبھایا ہے' آپ کے سامنے دو

فرائض تھے اور دونوں اہم تھے آپ ماں کی حکم عدولی بھی نہیں کر سکتے تھے مگر آپ اولاد کو تنہا بھی نہیں چھوڑ سکتے تھے آپ نے اولاد کا فرض ادا کر دیا اب آپ کی جنت بھی آپ سے زیادہ دیر خفا نہیں رہے گی دل چھوٹا مت کیجئے ہم اماں جان سے بات کرتے ہیں۔" سخاوت بیگم ایک بہت نرم خو خاتون اور بہترین ہم سفر تھیں انہوں نے زندگی میں کبھی کسی بات کی شکایت نہیں کی، کبھی کوئی عداوت نہیں رکھی، وہ انتہائی متانت اور سمجھداری سے مسائل کا حل تلاش کرنے میں مددگار رہی تھیں۔ ناظم الدین صاحب جانتے تھے کہ سخاوت بیگم کو ان کی پریشانی کا اندازہ ہے اور وہ ان کے باعث پریشان ہیں۔

"آپ اماں جان کو کھانا وقت پر دیتی رہیے گا وہ خفا ہوتی ہیں تو کھانے سے ہاتھ روک لیتی ہیں، ہمیں ڈر ہے کہیں وہ علیل نہ ہو جائیں۔" ناظم الدین صاحب نے فکر مندی سے کہا تو سخاوت بیگم نے ان کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے بھرپور یقین دلایا۔

"آپ فکر مند نہ ہوں وہ ہماری بھی اماں جان ہیں، جب تک ان کی گرجدار آواز سن نہ لیں ہماری بھی صبح کہاں ہوتی ہے، آپ کو لگتا ہے ہم انہیں تنہا چھوڑ دیں گے؟ تیرہ برس کے تھے جب سے ان کی ڈانٹ سنتے آرہے ہیں اب چاہے وہ جتنا بھی ڈانٹ لیں مگر کھانا تو ہم ان کو کھلا کر رہیں گے۔" سخاوت بیگم عزم سے گویا ہوئیں تو ناظم الدین صاحب نے اطمینان سے سر ہلایا تھا۔



فاطمہ کو درس گاہ سے واپسی کی راہ کچھ طویل لگی تھی۔

"آپ نے یہ الگ سے کوئی راستہ چنا ہے کچھ طوالت پکڑ رہا ہے؟" فاطمہ نے دریافت کیا تو رجت سنگھ نے سیاہ چادر کے نقاب سے جھانکتی ان دو آنکھوں کو عقبی آئینے میں دیکھا ایک روشنی سی ان آنکھوں سے پھوٹتی دکھائی دی، رجت سنگھ فوری طور پر کوئی جواب نہ دے سکا۔

"ہم کچھ پوچھ رہے ہیں جواب نہیں دیا آپ نے؟" لہجے کا رعب نمایاں ہوا تو اب کی بار رجت سنگھ نے عقبی آئینے سے دیکھنے کا تردد نہیں کیا اور مدہم لہجے میں گویا ہوا۔

"بی بی صاحبہ یہ راستہ متبادل ہے اس راستے پر کوئی ریلی نکل رہی ہے سو یہ راستہ منتخب کرنا پڑا۔" اس کے جواب پر فاطمہ خاموشی سے دیکھتی رہ گئی پھر قدرے توقف سے بولیں۔

"آپ نئے ملازم ہیں مگر ایسا کیوں لگتا ہے ہم نے آپ کو کہیں دیکھا ہے، ہم تو محل میں اس سے قبل نہیں آئے پھر ہم نے آپ کو کہاں دیکھا؟" فاطمہ نے الجھے ہوئے انداز میں پوچھا۔

"میں......وہ......" فوری طور پر کوئی جواب نہ بن پڑا جیسے رعب حسن زبان گنگ کر گیا تھا سارا اعتماد اور شخصی تشخص ہوا ہو گیا تھا۔ "وہ ہم تاج بیگم کے یہاں کھاتے داری کے معاملات دیکھنے کا کام انجام دیتے تھے، کرم دین چاچا نے ہمیں اس نوکری پر لگوایا تھا۔" رجت سنگھ نے آہستگی سے زبان کھولی تو فاطمہ قدرے چونکیں۔

"تو پھر تم نے وہ ملازمت کیوں چھوڑ دی اس میں کیا مسئلہ آن پڑا تھا، شکل وصورت سے پڑھے لکھے لگتے ہو پھر ایسی معمولی ملازمت؟"

"ہم کھاتے داری کے کام میں سر کھپا کر تھکنے لگے تھے۔ خاصا جان جوکھوں کا کام تھا وہ، ہم جاری نہیں رکھ سکے ہم کچھ آزاد منش ہیں قیود ہمیں راس نہیں آتیں چاہے وہ زمان و مکاں کی قیود ہوں یا ملازمت کی بہت اضطرابیت میں مبتلا رہے ہم اس کام کو لے کر اور بلآخر خیر باد ہی کہنے میں عافیت جانی۔" وہ کچھ جنونی سا لگا فاطمہ بی بی کو حیرت ہوئی پڑھا لکھا بندہ کھاتے داری کا کام چھوڑ کر ایسی ادنیٰ سی ملازمت اختیار کر بیٹھا یہ جنوں پسندی تھی یا اس میں کوئی اور راز یا اسباب کار فرما تھے

فاطمہ بی بی سمجھ نہیں پائیں۔

"نہ کیسی طبیعت اچھی نہیں ہوتی' ہمیں شکوک وشبہات گھیر رہے ہیں آپ کو چھوٹے نواب نے اس ملازمت پر رکھا ہے؟" فاطمہ نے اسے آڑے ہاتھوں لیا، رجت سنگھ بوکھلا گیا۔

"ہم ایسے ناقابل بھروسہ نہیں ہیں بی بی صاحبہ آپ چاچا کرم دین سے ہماری بابت باز پرس کرسکتی ہیں۔" رجت سنگھ نے کہا اور فاطمہ نے جواباً خاموشی اختیار کرلی اس کے بعد رجت سنگھ خاموشی سے گاڑی چلاتا رہا اور جیسے ہی موٹر کار محل کے احاطے میں داخل ہوئی فاطمہ بی بی نے فوراً اندر کی راہ لی رجت سنگھ نے اسے جاتا دیکھ کر گہری سانس بھری تھی۔

راہزنوں کو کسی رہنما نے لوٹ لیا
ادائے عشق کو رسم وفا نے لوٹ لیا
نہ پوچھو شوئی تقدیر خانہ بربادی
جمالِ یار کہاں نقشِ پا نے لوٹ لیا

رجت سنگھ کا ہر عضو جیسے آنکھ تھا اور نگاہ راستے کے اختتام تک' یہ کیسی راہ تھی کیسی منزل کا تعین تھا یا پھر فریب نگاہ کے گمان کی تقلید کرنے کا شوق چرایا تھا کہ بیٹھے بٹھائے جنوں مول لے لیا' کیا کیا تھا کیوں کیا تھا؟ وہ جیسے خود بھی نہ جانتا تھا۔

❁ ...... ❁❁❁❁ ...... ❁

"عزت دو کوڑی کی ہوگئی مگر صاحبزادے ہیں کہ انہیں کوئی احساس تک نہیں' گویا ہماری زبان کی کوئی اہمیت ہی نہیں ماں کا سر جھکا کر رکھ دیا۔ آنکھ میں شرم ہو تو دریا سے بھاری ہے مگر لاج شرم ہو تو ناں...... اپنی عزت عزیز ہوئی اور ماں کی عزت کا جنازہ نکال دیا۔ بحر ندامت میں غرق ہوگئے ہم مگر اولاد کو ہوش کہاں وہ اولاد جس کے لیے ایسی قربانیاں دے دیں مگر قدر خاک نہ ہوئی' ہم بیٹھے دست تاسف مل رہے ہیں اور ادھر ہماری اولاد ڈھول تاشے پیٹ رہی ہے۔" اماں جان کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں سخاوت بیگم جو کھانا لے کر اندر داخل ہوئیں ان کا دل پسیج کر رہ گیا۔ جو بھی تھا وہ خاندان کی بزرگ تھیں اور ان کا اس طرح افسردہ ہونا اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ سخاوت بیگم نے دیکھا کہ حقہ تازہ ہوئے بنا کونے میں رکھا اپنی بے قدری کا رونا رو رہا تھا۔ سخاوت بیگم کو دیکھ کر تاج بیگم نے منہ پھیر لیا جو بھی تھا وہ کسی کے سامنے کمزور پڑنا نہیں چاہتی تھیں سو نظر بچا کر آنسو پونچھ لیے سخاوت بیگم نے ان کا مان رکھنے کو نظر چرالی تھی۔

"اماں جان کھانا کھا لیجیے۔" سخاوت بیگم نے ادب سے جھک کر کہا تو اماں نے انہیں گھورا۔

"اے بوا ہم کوئی بھوکے مر تھوڑا نہ جائیں گے ایسے ہمدردی جتانے چلی آئیں آپ جیسے ہم کوئی اختیار ہی نہیں رکھتے اپنا بھی گھر ہے' ہم ایسے بے یار و مددگار نہیں' بیٹی یہ جو کھچڑی کی سی حالت ہوئی ہے ناں اس گھڑی ہماری یہ تمہارے اپنے باعث ہے مگر بتائے دیتے ہیں اب بھی ایسے گئے گزرے نہیں' ہم پر کوئی مصیبت کا پہاڑ نہیں ٹوٹا' ہم نے یہ آفت اپنے سر خود لی ہے اولاد کو ایسے لاڈ و نعم سے پالا کہ وہ زمانہ کے سرد و گرم سے روشناس نہ ہوئے اور ہم پیروں تلے چھپائے اس گمان میں رہے کہ ابھی اڑان بھرنے کے قابل نہیں مگر اولاد نے بتا دیا کہ ہم کہاں غلط نہیں۔" اماں جان بہت غم زدہ تھیں سخاوت چپ چاپ ان کی سنتے ہوئے نوالے بنا کر ان کے منہ میں ڈالنے لگیں اور اماں جان حیرت سے انہیں تکنے لگیں۔

"ناراضگی آپ کی اپنی اولاد سے ہے' ہم تو پرائے گھر سے آئے ہیں ہم سے خفگی کیسی؟ آپ کو جو ناگوار گزرا اس کی بپتا اپنی اولاد کو سنائیے گا جو طبیعت پر گراں گزرا اس کی شکایت اولاد سے کرنا جائز ہوگا' ہم تو آپ کی بہو ہیں' ہم سے تمام معلومات کا تذکرہ کرنا کوئی ضروری نہیں۔" سخاوت بیگم نے کہا اور اماں جان کو کھانا کھلانا جاری رکھا اماں جان حیرت سے ان کو تکتی نوالہ چباتی رہیں۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہیں اماں جان، ہم غلط کہہ رہے ہیں کیا؟" مگر اماں جان نے مزید کچھ نہ کہا اور سخاوت بیگم کا ہاتھ روک دیا۔

"سخاوت بیگم، بہو پرائے گھر سے آتی ضرور ہے مگر گھر کو گھر یہی پرائی بناتی ہے، ہم بھی کبھی پرائے گھر سے آئے تھے مگر زیادہ دن پرائے ہم بھی نہ رہے تھے آپ جایئے اور حقہ تازہ کرنے کا حکم دے دیجیے۔" سخاوت بیگم کو غنیمت لگا کہ انہوں نے چند نوالے حلق سے اتار لیے تھے سو زیادہ تردد کرنا انہوں نے مناسب نہ جانتے ہوئے وہاں سے جانے میں عافیت جانی' جاتے ہوئے انہوں نے ملازمہ کو حقہ تازہ کرنے کا حکم دیا اور خود باورچی خانے میں جا کر اماں جان کے لیے قہوہ تیار کرنے لگی تھیں۔



فاطمہ نے کتاب کھول کر سامنے رکھی تھی مگر یکسوئی نا ہونے کی بنا پر اکتاتے ہوئے کتاب کو بند کر دیا تھا۔ تب ہی کسی کے قدموں کی چاپ نے متوجہ کیا' بھاری جوتوں کی آواز پشت پر سنائی دی تو فاطمہ نے پلٹ کر دیکھنا ضروری سمجھا' وہاں اور کوئی نہیں وقار الحق کو کھڑے دیکھ کر جانے کیوں لحہ بھر کو دھڑکنیں بے ترتیب ہوئیں' فاطمہ نے آنچل سنبھال کر دوبارہ سر پر ٹھیک کیا' نگاہ جھکتی چلی گئی اور پلکوں پر جیسے منوں بوجھ آ گیا تھا۔ فاطمہ نے آنے کا سبب نہیں پوچھا۔ وقار الحق کچھ فاصلے پر کھڑے انہیں چپ چاپ دیکھتے رہے پھر ان کے قریب آ گئے' فاطمہ کی رگوں میں خون کا فشار بڑھنے لگا تھا۔

"ہم آپ سے بات کرنا چاہتے تھے۔" چھوٹے نواب نے کہا۔

"کہیے۔"

"ہمارے درمیان اس رشتے کی جو نوعیت ہے اسے ابا حضور کے سامنے کس نے رکھا؟" ان کا سوال فاطمہ بی بی کو بری طرح چونکا گیا۔

"کیا مطلب؟" وہ سمجھنے میں قطعاً ناکام رہی تو وقار الحق نے اکتائے ہوئے انداز میں گہری سانس خارج کی۔

"فاطمہ آپ کو سمجھا دیا تھا کہ اس رشتے کی نوعیت وہ نہیں ہو سکتی، ہمارا مطلب ہے فی الحال ایسا ہونا ممکن نہیں پھر آپ نے اس بات کو ابا حضور تک کیونکر پہنچایا؟" وقار الحق فاطمہ کے چہرے پر آئے ناگواری کے تاثرات دیکھتے ہوئے لہجے کو قصداً نرم کرتے ہوئے پوچھ رہے تھے۔

فاطمہ کا چہرہ تاریک ہو گیا تھا عزت پر جیسے کوئی تازیانہ آ پڑا تھا' سارا وقار اور غرور جیسے تہس نہس ہو گیا تھا ایک پل میں کسی نے انا اور عزت نفس کو روند کر تار تار کر دیا تھا' وہ ایسے رویے کی امید نہیں رکھتی تھی ان کے درمیان جو بھی تھا وہ اچھی طرح جان گئی تھیں مگر اس طور اس رشتے کی دھجیاں اڑانا، فاطمہ کو اچھا نہیں لگا تھا۔

"ہمیں سب کہنا عجیب لگ رہا ہے فاطمہ مگر اس رشتے کی نوعیت پہلے ہی ہم نے آپ پر واضح کر دی تھی فی الحال کوئی سمت نہیں پاتے' ہم شرمندہ ہیں مگر ہم نہیں جانتے یہ اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا' محبت ایک الگ معاملہ اور شادی الگ معاملہ اور ہم دل کے معاملے کو دماغ کے معاملے سے یکجا کرنے کو تیار نہیں۔ ہم سے یہ منافقت نہیں ہو گی فاطمہ کیونکہ جو محبت نہیں وہ رشتہ اور کچھ نہیں بس منافقت ہے اور ہم ایسی منافقت کرنا نہیں چاہتے' ہمیں آپ سے محبت نہیں ہے' فاطمہ ہمارے رشتے میں محبت کا وجود نہیں ہے' ہم یہ بات بار بار جتانا نہیں چاہتے مگر۔" وہ کہہ رہے تھے جب فاطمہ نے ہاتھ اٹھا کر ان کو مزید بولنے سے روک دیا' ان کی آنکھوں میں نمی تیر رہی تھی مگر وہ ایک وقار سے کھڑی ہوئیں۔

"ہم نے اس بدعے کو چچا جان کے سامنے نہیں رکھا' ہمیں ایسا کرنے کی ضرورت بھی نہیں تھی' آپ نے کیسے جان لیا کہ ہم ایسی گری ہوئی حرکت کر سکتے ہیں یا خود کو بے مایہ نا کر سکتے ہیں' آپ! آپ کا رشتہ یا محبت کوئی ضروری حوالہ نہیں ہے

ہمارے لیے نا ہی ہم اس متعلق سوچ رہے ہیں آپ نے نکاح کر کے ہم پر احسان کیا اس گھر میں جگہ دی، کافی ہے ہمارے لیے اس سے زیادہ کی امید ہم نہیں رکھتے نہ اس سے زیادہ ہم مانگیں گے۔" ان کا ضبط جیسے ٹوٹنے لگا تھا وہ تیزی سے کمرے سے نکلیں جب رجت سنگھ نے انہیں دیکھا وہ غالباً چھوٹے نواب سے ملنے آیا تھا فاطمہ نے ڈبڈباتی آنکھوں سے بنا اس کی سمت دیکھے بھاگتے ہوئے راہداری پار کی نقاب میں رہنے والا چہرہ آج آنسوؤں سے تر بتر تھا سر کا آنچل زمین پر جھول رہا تھا رجت سنگھ ششدر سا کھڑا اکتا رہ گیا تھا۔



نواب صاحب نے بہت سوچ بچار کے بعد اماں جان سے ملنے کی ٹھانی ان کو اپنی غلطی کا احساس تھا مگر جو بھی تھا بہرحال انہوں نے کھیل کا پانسہ پلٹ کر اماں جان کو خفا ضرور کیا تھا سو بنا کوئی دوسری بات سوچے وہ اماں جان کے حضور حاضر ہوئے اگرچہ اماں جان نے ان سے ملنے سے منع کر دیا تھا مگر وہ بیٹھے انتظار کرتے رہے اور بالآخر اماں جان کو ان کے پاس آنا پڑا اماں جان چپ چاپ انہیں دیکھ رہی تھیں جب نواب صاحب نے جھک کر ان کے قدموں کو چھوا اور ہاتھوں کو تھام کر بہت احترام سے بوسہ دیا۔

"والدہ کے قدموں میں جنت ہے ہم نے اپنی جنت کو خفا کر دیا ہے اس کا اندازہ ہمیں ہے مگر اماں جان، ہم اُف تک نہ کریں گے چاہے آپ کھڑے کھڑے جان نکال دیں ہماری، ہم تہہ دل سے معافی کے طلب گار ہیں آپ کی بزرگی اور عقل فہمی کے خلاف ہم سے جو حماقت سرزد ہوئی ہے اس کے لیے معافی کا لفظ شاید بہت چھوٹا ہے اماں جان مگر ماں بچوں کی خطاؤں کو معاف کرتی آئی ہے۔" نواب صاحب نے احتراماً سر جھکائے کہہ رہے تھے۔ جب اماں جان کے لب ہلے۔

"سخاوت بیگم نواب صاحب کو چائے پانی پوچھو کہ مہمان نوازی ہمارا وطیرہ ہے اس سے زیادہ مروت ہم نہیں نبھا سکتے پھر ان کو باہر کا راستہ دکھا دو۔" اماں جان کہہ کر پلٹ گئیں نواب صاحب اپنا سا منہ لے کر رہ گئے تھے۔

"بیٹھیے نواب بھائی ہم آپ کے لیے قہوہ لے کر آتے ہیں۔" سخاوت بیگم نے کہا مگر نواب صاحب نے سر نفی میں ہلا دیا۔

"اس کی ضرورت نہیں بھابی جان، آپ زحمت مت کیجیے اور شرمندہ ہونے کی بھی قطعی ضرورت نہیں، ہم نے اماں جان کے رویے کا برا قطعاً نہیں مانا وہ ہماری والدہ محترمہ ہیں سو اس سے زیادہ سختی کا مظاہرہ بھی کرتیں تو ہم شکوہ کرنے کا حق نہیں رکھتے اولاد کو اپنی کوتاہیاں بھگتنا پڑیں تو اس کا ازالہ والدین کو نہیں دیا کرتے اماں جان حق بجانب ہیں۔" نواب صاحب نے مدہم لہجے میں کہا اور باہر نکل گئے۔ سخاوت بیگم لب بھینچے کھڑی رہی تھیں۔



ناظم صاحب اماں جان کے مزاج سے آشنا تھے۔ جب ہی بار بار بیگم کو ان کا ہر طرح سے خیال رکھنے کی تائید کر رہے تھے۔

"ہم نے اماں جان کو کھانا کھلانے کی کوشش کی تھی مگر بامشکل چند لقمے ہی حلق سے اتارے انہوں نے، اماں جان کو غصہ ہے ناظم الدین صاحب جو کہ بجا ہے ان کی جگہ کوئی اور بھی ہوتا تو ایسا رویہ ہی رکھتا بہرحال ہمیں انہیں وقت دینا چاہیے کہ وہ معمول پر آسکیں۔" سخاوت بیگم نے نرم خوئی سے کہا اور ناظم الدین نے پُر سوچ انداز میں سر ہلا دیا۔

"نواب صاحب تشریف لائے تھے آج؟" ناظم الدین صاحب نے پوچھا تو سخاوت بیگم نے ساری بات بتا دی۔

"اماں جان کا غصہ فی الحال کسی طور کم نہیں ہو رہا ہمیں تو ڈر لگ رہا ہے کہیں وہ اس غصے کو کوئی منفی رجحان نہ دیں۔" سخاوت بیگم خدشے کے پیش نظر گویا ہوئیں ناظم الدین صاحب خاموشی سے ان کو دیکھتے رہ گئے تھے۔



کتابیں چپ چاپ وہ سسکیاں سنتی رہی تھیں۔ اس آبنوس کی میز نے ان آنسوؤں کا ذائقہ چکھتے ہوئے ہاتھ بڑھا کر کوئی دلاسہ نہ دیا تھا' کتابوں میں درج لفظوں نے کوئی مرہم نہ رکھا تھا' الماریاں چپ چاپ وہ آہ وزاری سن رہی تھیں، فاطمہ بی بی تنہا اس کو آنسوؤں کی صورت بہا رہی تھیں' کبھی کبھی تنہائی سے بڑا دم ساز کوئی نہیں ہوتا اور ویرانی سے زیادہ غمگسار کوئی نہیں' فاطمہ بی بی کو یہ تنہائی غنیمت لگی' اس خاموشی کا بھرم بھلا لگا' وہ خوب آنسو بہا کر جب جی ہلکا کر چکی تو سر اٹھا کر کتابوں سے بھری الماریوں کو دیکھا' جانے کیوں اپنا آپ بہت ارزاں لگا جیسے الماریاں اور ان میں رکھی بند کتابیں ان کا مذاق اڑا رہی ہوں' لفظ جیسے منہ چڑا رہے ہوں۔

"ہر شے کی قیمت بہر حال ہوتی ہے فاطمہ بی بی اور آپ کی آزادی کی قیمت یہ تھی کہ آپ اس قید سے نکل کر اس نئی قید میں کچھ نئی شرائط کے ساتھ قدم رکھتیں۔" کتابوں سے جیسے آواز بلند ہوئی' فاطمہ اپنی سی شکل لیے کر رہ گئی۔

"آپ کو جو رشتہ ملا وہ بنا ہوا ہے آپ کو چپ چاپ اس حقیقت کو مان لینا ہوگا ورنہ پلٹنے کی کوئی راہ نہیں ہے۔"

"آپ کی آنکھوں کی نمی گراں قدر سہی حسن یکتا اور بے مثال سہی مگر عشق کے تقاضے کچھ اور ہوتے ہیں اور عشق بہر طور آپ کو قبول کرنے سے انکاری ہے۔"

"آپ کے پاس دوسری کوئی راہ نہیں' خوابوں کی قیمت مہنگی پڑی' آگے کی کوئی راہ نہیں ہے ماسوائے قبول کرنے اور چپ رہنے کے' سہہ لیجیے شاید کوئی ثواب مل جائے' نمی کو پی لیجیے شاید کوئی انعام ہاتھ آ جائے ورنہ سفر رائیگاں تو ہے۔" اندر گونجتی آوازوں پر فاطمہ اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"فاطمہ خواب تنہا کر دیتے ہیں..... آپ کے پاس کوئی اختیار نہ تھا نہ کوئی راہ..... سو آپ پچھتاوے میں مبتلا ہونے کے سوا کچھ نہیں کر سکتیں مگر آپ خوش قسمت ہیں کہ وقت آپ کو خواب چھونے کا موقع دے رہا ہے' کچھ رنگ ہتھیلیوں پر بچیں تو بھی یہ سودا خسارے کا نہیں ہے۔" لٹے قدموں دروازے کی سمت بڑھیں اور باہر نکل گئی تھیں۔



"بخیل ہونا بھی ایک صفت ہے اگرچہ یہ صفت بہت کچھ کھا جاتی ہے حتیٰ کہ اچھائیاں اور نیکیاں بھی۔" نواب صاحب مدہم انداز میں بولے۔

"اس سے متعلق حدیث ﷺ بھی ہے کہ بخیل جنت میں داخل نہیں ہو سکتا مگر اس کے باوجود انسان اللہ کے دیے ہوئے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے اللہ تعالیٰ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں فرماتا ہے کہ اللہ کسی اترانے والے شیخی باز سے محبت نہیں کرتا' جو آپ بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل کی ترغیب دیتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اپنے آپ کو بخل سے بچاؤ کہ اس نے پہلی اُمتوں کو ہلاک کر دیا' پس مسلمانوں کے شایان شان نہیں وہ بخل کریں اور جہنم میں جائیں۔" ناظم الدین صاحب نے مدہم آواز میں کہا تو نواب صاحب نے متفق ہوتے ہوئے سر ہلایا۔

"انسانی عقل فہم وفراست کی محتاج ہے اور فہم وفراست ہر ذہن کی میراث نہیں سو انسان اپنی نیکیوں اور نیک اعمال کو خود دوزخ کی آگ میں ڈال دیتا ہے' اللہ اپنے بندوں کو نیک ہدایت دے' ویسے ہم اماں جان کے متعلق سوچ رہے تھے۔" نواب صاحب نے ذکر کیا اور خاموش ہو گئے تب ہی ناظم الدین گویا ہوئے۔

"ہمیں اماں جان کو خفا کرنے کا افسوس ہے نواب صاحب' ہم نے اپنی جنت کے دروازے خود پر بند کر لیے ہیں۔" ناظم الدین کا لہجہ افسردہ ہوا جیسے انہیں بے حد ملال ہو' نواب صاحب نے ان کے کاندھے پر ہاتھ رکھا۔

"آپ پُر ملال نہ ہوں ناظم الدین صاحب' ماں زیادہ دیر بچوں سے خفا نہیں رہ سکتی اگر یہ خفگی ہے بھی تو یقیناً عارضی ہی ہوگی' اماں جان نے جو خواہش ہمارے سامنے رکھی تھی ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ وہ قابل قبول نہ تھی یا تو وہ فاطمہ کو سزا

دینے میں انتہا پسندی کا مظاہرہ کررہی تھیں یا پھر......" وہ کہتے کہتے رکے ناظم الدین صاحب دانستہ خاموش رہے تمام جائیدادیں چونکہ نواب صاحب کے نام وقف تھیں اور ابھی تک انہوں نے کوئی وصیت اپنے صاحبزادے کے نام نہیں لکھی تھی سو ایک جواز یہ بھی ہوسکتا تھا کہ اماں جان پوتی کا مستقبل محفوظ دیکھنا چاہتی ہوں یا ان کے ذہن میں کچھ اور منصوبہ سازی چل رہی ہو جیسی گھاگ خاتون وہ تھیں وہ اپنے دشمن کا بھلا نہیں چاہ سکتی تھیں۔ سو عین ممکن تھا کہ ایسا سزا کے طور پر کرنا چاہتی ہوں اور نواب صاحب چونکہ بہت فطین اور جہاندیدہ تھے سو وہ یہ بھانپ گئے تھے تب ہی انہوں نے اپنی جگہ اپنے سپوت کا نام دیا تھا۔

"بیٹیوں کو سزائیں نہیں دی جاتیں محترم ناظم الدین ان کی غلطیوں پر ان کو بس پیار سے اسے سرزنش کیا جاتا ہے۔" نواب صاحب نے بنا جتائے باور کرایا تو ناظم الدین صاحب سر جھکا گئے۔

"بیٹیوں پر ایسی سختی جائز نہیں۔" نواب صاحب کے کہنے پر ناظم صاحب نے سر ہلایا اور مدہم لہجے میں بولے۔

"جانتے ہیں اسی لیے ہم نے بیٹی کے لیے اقدام اٹھایا۔ ہم نے بیٹی کو تنہا نہیں چھوڑا اگرچہ اماں جان کو خفا کرنے کا قلق ہے مگر ہمیں دل میں اطمینان ہے کہ ہم نے بیٹی کے ساتھ ناانصافی ہونے نہیں دی نا خود اس عمل میں شامل ہوئے ہم اپنی بیٹی کو خوش دیکھنے کے خواہاں ہیں اور شادو آباد دیکھنا چاہتے ہیں۔" ناظم الدین صاحب نے کہا۔

"آپ فکر مند نہ ہوں ناظم صاحب فاطمہ ہماری بھی بیٹی ہیں ان کی خوشیوں کی ضمانت ہم دیتے ہیں ہمارے گھر میں ہمیشہ انہیں عزت و احترام ملے گا جو اس گھر کی بیٹی کو ملنا چاہیے۔" نواب صاحب نے یقین دلایا تو ناظم صاحب نے امید سے ان کو دیکھا تھا۔



"ابا حضور ایک درخواست کرنا چاہتے ہیں۔" چھوٹے نواب تذبذب کا شکار دکھائی دیئے نواب صاحب نے چھوٹے نواب کو کھڑے دیکھا تو اشارے سے انہیں بیٹھنے کا کہا اور پھر نرمی سے گویا ہوئے۔

"ہم ایک ولیمہ کی تقریب منعقد کرنا چاہتے ہیں برخوردار نکاح تو انتہائی سادگی سے سرانجام پا گیا مگر ہم چاہتے ہیں کہ اب ایک تقریب منعقد کردیں اور چیدہ چیدہ احباب کو دعوت نامے بھجوادیں۔" نواب صاحب نے کہا مگر چھوٹے نواب بھونچکارہ گئے اور فوراً سر نفی میں ہلاتے ہوئے کہا۔

"اس کی کیا ضرورت ہے ابا جان؟ ایک رشتہ جڑ گیا کیا یہ کافی نہیں، ایسی تقریبات رکھ کر نمود و نمائش کرنا کیا ضروری ہیں؟" نواب صاحب نے صاحبزادے کو خاموشی سے دیکھا پھر قدرے سختی سے گویا ہوئے۔

"محترم چھپائے گناہ جاتے ہیں رشتے نہیں جو رشتے قبول کرنے کی اہلیت نہ رکھیں ان کا وجود بہت کھوکھلا ہوتا ہے آپ کو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اللہ نے زندگی کے ایک نہایت اہم اور نئے موڑ پر مدد فرمائی اور آپ کو ایک رفیق حیات اور رفیق سفر عطا فرمایا ہے جو زندگی کے نشیب و فراز میں آپ کا ہم دم ہم درد اور مددگار ہوگا ولیمہ بھی اللہ کا شکر ادا کرنے کا ایک طریقہ ہے۔" نواب صاحب نے کہا تو چھوٹے نواب کھسیانے سے ہوکر سر جھکا گئے پھر مدہم آواز میں گویا ہوئے۔

"ہم نہیں چاہتے کہ کوئی بڑی تقریب ہو کیا ممکن نہیں ہم محل کے خادموں اور چند قریبی اقرباء کو دعوت میں بلالیں۔" وقار نہیں چاہتے تھے کہ اس نکاح کی تشہیر ہو اور خبر جنت بی بی کے کان تک جا پہنچے ان کو احتمال تھا کہ وہ رشتہ باقی نہ رہے گا اور جنت بی بی کے دل کو تکلیف بھی پہنچے گی۔ نواب صاحب بیٹے کی کیفیت سمجھتے تھے تب ہی گہری سانس لیتے ہوئے ان کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے گویا ہوئے۔

"بیٹا...... آپ فاطمہ کے شوہر ہیں اور ان کے حقوق آپ پر واجب ہیں آپ اس میں غفلت برت کر خود کو گناہ کا مرتکب

کریں گے اور اس رشتے کو پوشیدہ رکھنا ایک اخلاقی جرم بھی ہوگا' ہم آپ کی حمایت نہیں کر سکتے یہ معاملہ کھیل نہیں ہے یہ رشتہ جیسے بھی بنا مگر اب فاطمہ بی بی آپ کی ذمہ داری ہیں اور ان کی خوشیوں کا خیال رکھنا آپ کی اولین ذمہ داری ہونا چاہیے' آپ دو کشتیوں میں سوار ہو کر اپنی زندگی کو مشکل بنائیں گے اس کے لیے ہم بھی آپ کو معاف نہیں کریں گے' اس تقریب میں آپ کو فاطمہ کو اپنی زوجہ کے طور پر قبول کرنا ہوگا چاہے اس کے جو بھی نتائج ہوں آپ کو ایک رشتے کی ذمہ داری سمجھنے کی ضرورت ہے' آپ ہماری بات سمجھ رہے ہیں۔'' نواب صاحب نے سمجھاتے ہوئے اچانک پوچھا تو چھوٹے نواب کے پاس ماسوائے سر ہلا دینے کے اور کوئی راستہ نہ تھا۔



فاطمہ بی بی چپ چاپ تالاب کے قریب بیٹھی تھیں جب رجت سنگھ نے وہاں سے گزرتے ہوئے انہیں دیکھا' وہ کسی قدر ملول سی بیٹھی تھیں' وہ قریب جا کر ان سے بات کرنا چاہتا تھا دلجوئی نہ سہی مگر وہ تسلی کے دو لفظ انہیں ضرور دینا چاہتا تھا مگر وہ ایسا کوئی حق نہیں رکھتا تھا سو وہیں سے لوٹ جانا چاہا جب فاطمہ کی نگاہ اس پر پڑیں۔

''رجت سنگھ'' اور رجت سنگھ نے اس آواز پر مڑ کر دیکھا فاطمہ بی بی اس کی طرف متوجہ تھی۔ رجت سنگھ سر جھکا کر مودب انداز میں فاطمہ بی بی کے قریب کھڑا ہو گیا۔

''جی بی بی صاحبہ حکم کیجیے۔''

''ہمیں درسگاہ جانا ہے آپ موٹر کار نکالیے اور ہم کچھ وقت اپنے ساتھ گزارنا چاہتے ہیں کیا کسی پرسکون جگہ سے واقف ہو تم۔'' فاطمہ درد سے نڈھال دکھائی دیں۔ رجت سنگھ کا دل ملال سے بھر گیا' وہ آنکھیں خواب بننے کی عمر میں آنسوؤں سے لبریز تھیں اور وہ شاداب چہرہ فکروں سے بھرا تھا وہ گداز لب جس کو مسکرانا فرض تھا اس لمحے ایک دوسرے میں پیوست سے بھینچے تھے۔

''کیا سوچنے لگے تم رجت سنگھ کیا تم نے سنا نہیں؟'' فاطمہ نے ڈپٹا تو وہ اطمینان سے اپنی مالکن کو دیکھنے لگا۔

''بی بی جی درس گاہ کا وقت تو گزر چکا ہے آپ نے شاید گھڑیال نہیں دیکھا۔'' رجت سنگھ نے سہولت سے انکار کیا' فاطمہ اپنے دکھ میں ایسی کھوئی ہوئی تھی کہ وقت کے اوقات تک یاد نہ رہے رجت سنگھ کے احساس دلانے پر لب بھینچ لیے۔

''ٹھیک ہے تم جاؤ۔'' فاطمہ نے حکم نامہ دیا۔

''کیا میں کوئی مدد کر سکتا ہوں بی بی صاحبہ؟'' وہ جیسے اپنے اندر غم کی کیفیات کو اسی طور اترتا محسوس کر رہا تھا جس طور فاطمہ بی بی اس صورت حال سے نمٹنے کی کوشش میں ہلکان تھی مگر فاطمہ نے سر انکار میں ہلانے کے ساتھ نگاہ بدلی اور رجت سنگھ فوری طور پر کچھ کہہ نہ سکا۔

''تم یہاں کیوں کھڑے ہو اب؟''

''مجھے لگا شاید آپ مزید کوئی حکم نامہ جاری کرنا چاہتی ہیں بی بی صاحبہ۔'' رجت سنگھ اس حسن بے پناہ سے نگاہ ہٹاتا ہوا گویا ہوا' فاطمہ اسے دیکھتی رہ گئی۔

''ہمارے احکامات کی پیروی کرنا کوئی ضروری نہیں رجت سنگھ تم اس محل کے ملازمین میں سے ایک ہو اور ہم ایسا کوئی اختیار تا حال نہیں رکھتے کہ محل کے مختار کہلائیں۔'' وہ سر جھکائے مدہم لہجے میں بولیں۔

''ہمیں آپ کو درس گاہ لے جانے کی خاطر رکھا گیا ہے بی بی صاحبہ' چھوٹے نواب نے فی الحال یہی کام ہمارے سپرد کیا ہے۔'' رجت سنگھ نے کہا۔

''ہاں جانتے ہیں مگر ہم کوئی مختار کل نہیں۔'' فاطمہ نے نگاہ اٹھائے بنا مدہم لہجے میں کہا' ان کا لہجہ افسردہ تھا۔

"مختارِ کل تو فقط اس رب کی ذات ہے بی بی صاحبہ۔" رجت سنگھ نے بہت پتے کی بات کی تھی فاطمہ نے اسے خاموشی سے دیکھا۔

"ہم اس ذات پاک کے محتاج ہیں اس کے سامنے سرنگوں ہوتے ہیں اسی سے مانگتے ہیں اسی سے محبت رکھتے ہیں اور اسی سے امید بھی رکھتے ہیں۔" رجت سنگھ کی بات سن کر جانے کیوں فاطمہ چونکی تھی رجت سنگھ ادب کی حدود کو برقرار رکھے نگاہ جھکائے کھڑا تھا۔

"جانتے ہیں ہم رجت سنگھ...... وہ رحیم وکریم ہے مگر کبھی کبھی صورت حال ایسی ہوتی ہے کہ ہم مکمل اور کامل یقین رکھتے ہوئے بھی خود کو شکوک وشبہات میں گھرا محسوس کرتے ہیں انسانی عقل محدود ہے ناں اپنی حاجتوں سے آگے کچھ سوچنا یا دیکھنا نہیں چاہتی یہ بہت ظالم ہوتی ہے رجت سنگھ۔" فاطمہ کا لہجہ غمگین ہوا۔

"میں کو ختم کر کے ہی تو اس رب کی ذات کو پایا جاتا ہے بی بی صاحبہ۔" رجت سنگھ نے کہا تو فاطمہ نے آہستگی سے سر ہلایا۔

"جانتے ہیں خودی کا انکار ضروری ہے بے شک ہم اس سے رجوع کرتے ہیں مگر یہ کیسی زندگی ہے جس میں سکون نہیں اور ہم دکھ اٹھاتے ہیں۔" فاطمہ مدہم لہجے میں بولی۔

"ہم جانتے ہیں کہ اس ذات پاک کے ہر کام میں مصلحت ہے اگر وہ تکلیف اور دکھ دیتا ہے تو رونقیں اور دوا بھی دیتا ہے مگر ہم ان کیفیات سے گزرتے ہوئے اس رب کی نعمتوں کو بھول جاتے ہیں اس کے کرم اور نوازشیں ہمیں یاد نہیں رہتیں اپنی تکلیف اور دکھ بڑا لگتا ہے اتنا بڑا کہ ہم چھوٹے پڑ جاتے ہیں۔" فاطمہ کا لہجہ افسردگی سے بھرپور تھا رجت سنگھ نے خاموشی سے انہیں سر جھکائے سنا۔

"آپ سمجھ دار ہیں بی بی صاحبہ عقل والی ہیں اور عقل والے اپنے مالک پر یقین رکھتے ہیں آپ بھی امید رکھیے غم کے بعد راحت کا دور بھی آتا ہے وقتی طور پر ہم ٹوٹے منتشر ہوتے ہیں مگر یہ ایک مخصوص وقت گزرنے کے بعد بے معنی ہو جاتا ہے کیونکہ ہم جس قدر پرملال ہوتے ہیں اس قدر رب کے قریب ہوتے ہیں اور رب اس قدر کرم کرتا ہے بندے کی اپنی رب سے قربت میں ہی اصل سکون ہے۔" رجت سنگھ نگاہ اٹھائے بنا بولا فاطمہ اٹھی اور اپنے ہی دھیان میں اندر کی طرف بڑھنے لگی رجت سنگھ جانتا تھا کہ وہ رب کی قربت میں جارہی ہیں سو غم کی یہ کیفیت مسلسل نہ رہے گی۔

"اے رب...... اے پیارے مالک...... اس زمین اور بہشت کے مالک...... اس معصوم دوشیزہ کے دکھوں کی دوا کیجیے چاہے ان کے دکھ کسی اور کو دے دیجیے مگر ان کے لبوں کی خوشی اور مسکراہٹ ان کو بخش دیجیے آپ کا خادم آپ کا گناہ گار بندہ نہایت عاجزی سے دعا مانگتا ہے اس دل کو سکون سے بھر دے اور اس دل کی تمام بے چینی میرے حصے میں ڈال دے۔" اس دعا کا سبب کیا تھا کیا محض ہمدردی اپنی مالکہ سے انسیت یا وہ واقعی اس درجہ ملول ہوا تھا۔ وہ خود اپنی کیفیت پر حیران ہوا مگر اس کے بعد جب بھی وہ سجدے میں جھکا اس نے اپنے رب سے فقط اپنی اس مالکہ کے لیے خوشیوں کی دعا مانگی تھی۔



"تم نے اچانک سے ملازمت کیوں چھوڑ دی رجت سنگھ؟ تم حساب کا کام بہت مہارت سے کرتے تھے اماں جان بھی تمہارے متعلق پوچھ رہی تھیں۔" کرم دین سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے پوچھا۔

"بس چاچا کرم دین اس جگہ سے دانہ پانی اٹھ گیا تھا یہ رب کی مرضی ہے کہ کہاں دانا پانی لکھ دے۔" رجت سنگھ نے جواز دیا تو کرم دین نے سر ہلا دیا۔

"سو تو ہے رجت سنگھ خیر امید ہے تم نے اس سے بہتر کوئی ملازمت ڈھونڈی ہو گی۔" کرم دین کی بات پر رجت سنگھ

دھیمے سے مسکرایا۔

"بندہ فقط رزق کی فکر میں زندہ رہنے کو نہیں بنایا گیا کرم دین چاچا رزق تو خدا پرند چرند کو بھی دیتا ہے جو نہ بوتے ہیں نا کاٹتے ہیں، ہم انسان اس بات کو سمجھتے ہیں کرم دین چاچا ہمارے پیدا ہونے کا مصرف کچھ اور ہے جس نے پیدا کیا ہے وہ بھوکا سونے نہیں دیتا وہ ذات عظیم ترین ہے، ہم اس سے غافل ہوچکے ہیں مگر وہ کبھی ہمارے حال سے غافل نہیں ہوتا۔"

رجت سنگھ کے الفاظ کرم چاچا کو حیران کرگئے مگر انہوں نے کچھ کہا نہیں۔

"چلو تم جہاں رہو خوش رہو۔" کرم دین نے کہا۔

"خوشی کا مفہوم ڈھونڈنا ہی تو ضروری ہے چاچا کرم دین اور یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ خوشی کس عمل میں ہے۔" رجت سنگھ کی باتیں کرم دین کو حیران کررہی تھیں مگر وہ جانتے تھے کہ وہ انتہائی پڑھا لکھا شخص ہے سو وہ باز پرس نہیں کرتے مگر جانے کیوں اس لمحے مسکرائے۔

"کلمہ پڑھ لو رجت سنگھ تمہاری باتوں میں جو شعور بولتا ہے اس کی تکمیل اسی صورت ممکن ہے۔" کرم دین چاچا کی بات سن کر وہ خاموش رہا پر جانے کیا سوچ کر مسکرادیا۔

پھڑ نکتا چھوڑ حساباں نوں، کر دور کفر دیاں باتاں نوں
لاہ دوزخ گور عذاباں نوں کر صاف دلے دیاں خواباں نوں
گل ایسے گھر وچ ڈھکدی اے
اک نکتے وچ گل مکدی ہے
ایویں متھا زمین گھسائیدا اُلما پا محراب دکھائی دا
پڑھ کلمہ لوک ہسائی دا دل اندر سمجھ نہ پائی دا
کدی بات سچی وی لکدی اے؟ اک نکتے وچ گل مکدی اے

رجت سنگھ کے لب ہلے تھے۔

"چاچا کرم دین ایک نقطے کی بات ہے، بس مگر اس نقطے کی تلاش آسان نہیں، میں سفر میں ہوں کنارے پر اتروں تو جواب دوں فی الحال تو ہلچل ہے اور سمندر بھی چڑھا ہوا ہے مگر میرا وجود اس ایک نقطے کی تلاش میں سرگرداں ہے۔" وہ آگے بڑھنے لگا جبکہ کرم دین حیران سے وہیں کھڑے رہے۔

(ان شاءاللہ کہانی کا بقیہ حصہ آئندہ شمارے میں)



محرم ذات

شبانہ شوکت

ہمارے لب محبت میں سلے تھے
وگرنہ تم سے تو کتنے گلے تھے
اسے کیا معلوم کہ ہم اس کی خاطر
چراغوں کی طرح شب بھر جلے تھے

"یار یہ سموسے بھی اللہ کی کیا ہی نعمت ہیں۔ ذائقے میں تو لاجواب ہیں ہی بھوک مٹانے کے لیے بھی بے مثال ہیں۔" حسان نے سموسے کو چٹنی میں ڈبو کر منہ میں رکھا اور انگوٹھے اور انگلی سے دائرہ بنا کر سب کو دکھایا۔ دوسرے لفظوں میں تعریف کی۔

"اس کے اوپر یہ ٹھنڈی اور کھٹی میٹھی مرنڈا لی جائے تو اس نعمت کا لطف ہی دوبالا ہو جاتا ہے۔" نوشیرواں نے مرنڈا کا ٹن لہرا لیا۔

عائزہ کے ہاتھ میں چاٹ کی پلیٹ تھی وہ چمچے بھر بھر کر چاٹ کھا رہی تھی اور سر دھن رہی تھی۔ وانیہ نے اپنی کولڈ ڈرنک کا ایک گھونٹ ہی بھرا تھا کہ عائزہ کا مرچوں سے سرخ ہوتا چہرہ دیکھ کر بڑی عقیدت و احترام سے اپنا ٹن اسے پیش کیا اس نے ٹن منہ سے لگایا اور غٹا غٹ پیتی چلی گئی۔ وانیہ جس نے اسے اپنی کولڈ ڈرنک خیر سگالی کے طور پر پیش کی تھی۔ اب ہکا بکا سی اسے دیکھ رہی تھی جو ایک سانس میں پیپسی پیتی ہی چلی جا رہی تھی خود کا تو یہ حال تھا کہ اگر جلدی میں بڑا گھونٹ بھی پی لیتی تھی تو ناک تک میں مرچیں بھر جاتی تھیں اور اچھو علیحدہ اور اب عائزہ کو یوں ایک سانس میں حلق سے کولڈ ڈرنک، اتارتے دیکھ کر وہ سب حیرت و استعجاب سے بت بنے ہوئے تھے۔ عائزہ نے ٹن خالی کر کے ایک طرف پھینکا تو ان کا سکتہ بھی ٹوٹا۔

"یہ کیسے پی لیا تم نے؟" شیری نے آنکھیں پھاڑ کر پہلے ٹن کو پھر اسے دیکھا۔

"ایسے....." عائزہ نے اس کے مرنڈا کے ٹن کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ شیری نے بجلی کی سی تیزی سے اسے اس کی پہنچ سے دور کیا۔ اب صرف اسے ایک سانس میں کولڈ ڈرنک پیتے دیکھنے کے لیے وہ اپنے سارے ٹن تو خالی نہیں کروا سکتے تھے سو بچت اسی میں تھی کہ اس کی دسترس سے سب کچھ دور کر دیا جائے۔

"اب یہ جو میری چاٹ ہے۔ اسے میں کیسے کھاؤں کھاتی ہوں تو مرچیں تو ضرور لگیں گی تو ان کے اوپر میں کیا پیوں..... تمہارا خون؟" وانیہ عائزہ کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھتے ہوئے دھاڑی اس نے سہم جانے کی ایکٹنگ کی۔

"اب ایسے تو نہ گھورو کہ میں ڈر کر فوت ہی ہو جاؤں۔"

"وہ تو میں ہو جاؤں گی بھوکی پیاسی۔" ایک تو اسے بہت سخت بھوک لگ رہی تھی سب سے زیادہ وہی شور مچا رہی تھی اور اپنی پسندیدہ چاٹ اور سموسے کے ساتھ پیپسی اس کا بہترین برنچ ہوتا تھا مگر اب؟ دوسرا ٹن تو وہ بھی منگوانے والی نہیں تھی تو پھر اب کیا کرتی؟ رونا تو بنتا ہی تھا کہ سیمل نے جواب تک خاموش تماشائی بنی بیٹھی سب دیکھ رہی تھی۔ اپنا بڑا سا جوس کا ڈبا اس کی طرف بڑھایا۔

"یہ لے لو" وانیہ نے جیسے اس پر احسان کرتے ہوئے لیا۔ پیپسی کا غم اپنی جگہ قائم تھا۔

"یہ جو اتنی بری بری شکلیں بنا رہی ہو پہلے اس جوس کی قیمت تو پڑھو پھر اپنا منہ دیکھو" حسان نے اسے چڑ لیا۔ پر وہ وانیہ بھی اترا کر بولی۔

"اس منہ کی قیمت تو کوئی لگا ہی نہیں سکتا۔"

"ہاں واقعی بے مول ہے۔" حسان نے تیلی لگائی۔

"انمول۔" وہ غرائی۔

"ایک ہی بات ہے۔" سیمل کی اردو کمزور تھی یہ سب کو ہی پتا تھا پر اتنی تباہ کن کمزور۔ وانیہ صدمے سے بے حال ہو گئی۔

"تم تو رہنے ہی دیا کرو۔ تم ایسے مواقع پر چپ ہی اچھی لگتی ہو۔"

"نہیں نہیں سیمل، تم بولا کرو اور ایسے موقع پر تو ضرور بولا کرو۔" شیری گھاس پر لوٹ پوٹ ہو رہا تھا ایسا ہو سکتا تھا کہ وانیہ کی درگت بنے اور شیری کو ہنسی نہ آئے؟ وانیہ کو تو آگ ہی لگ گئی۔

"تمہاری بتیسی بہت باہر آ رہی ہے میں سیریسلی سوچ رہی ہوں کہ اسے ایک ہی بار باہر نکال دوں پھر جتنی چاہو جیسے چاہو نمائش کر لینا۔" سب ہنس رہے تھے۔ پوری طرح اس نوک جھونک کا مزہ لے رہے تھے سوائے شاذل کے وہ لاتعلقی سے ایک طرف بیٹھا جانے کن سوچوں میں گم تھا کہ کسی بات پر کوئی ردعمل نہیں دے رہا تھا۔ وہ پانچوں اپنی باتوں میں مشغول ہونے کے باوجود گاہے بگاہے اسے دیکھ بھی رہے تھے اور اس کا گم صم ہونا بھی محسوس کر رہے تھے خصوصاً سیمل تو اپنی تمام حسیات کے ساتھ اس کی غائب دماغی کو نوٹ کر رہی تھی۔

"شاذل یار تم بھی تو کسی چیز سے فیض اٹھاؤ یہ چاٹ سموسے، کولڈ ڈرنکس بلکہ یہ دیکھو سیمل کا مہنگا ترین انرجی ڈرنک کچھ اس میں ہی حصہ بٹالو۔" شیری نے اس کا کندھا

پکڑ کا ہلایا تو وہ حال میں لوٹا۔ ایک نظر سب کے ہنستے مسکراتے چہروں پر ڈالی اور خود بھی زبردستی مسکرا دیا۔
"ہاں.....نہیں۔"
"کیا ہاں، نہیں؟ کسی ایک بات پر اسٹینڈ کرو۔" حسان نے ڈپٹا اردگرد کھلکھلاہٹیں ابھریں۔
"تم کھوئے ہوئے کہاں ہو بس یہ بتادو؟"
"یہیں ہوں یار، کہاں ہونا ہے؟" وہ پھیکا سا مسکرلیا۔
"اچھا سب چھوڑو اور یہ چاٹ اور سموسے کھالو اور یہ ڈرنک؟" اس نے جوس کا ڈبا فضا میں یوں لہرلیا جیسے جیتی ہوئی ٹرافی کولہرلیا جاتا ہے۔ "یہ صرف خوش نصیب لوگ ہی پی سکتے ہیں اور آج سے تم بھی اس فہرست میں شامل ہو جاؤ۔" اس نے شاذل کے آگے ڈبا رکھا۔
"پلیز فرینڈ۔" یمل نے ہنستے ہوئے اسے روکا۔
"میں کوئی چھپا کر تو نہیں رکھتی ناں، جب دل چاہے لے لیا کرو۔"
"بس تو پھر ڈن ہے۔" شیری چہکا۔ "کل سے ایکسچینج کرلیں گے۔ میری پیاری پیاری مرنڈا تم پی لینا اور تمہارا یہ جوس میں لے لیا کروں گا، اوکے۔"
"موقع سے فائدہ اٹھانا تو کوئی اس سے سیکھے۔" وانیہ نے ناک چڑھائی، اس کی شیری کے ساتھ بالکل نہیں بنتی تھی۔
نوشیروان عرف شیری اور وانیہ کے والد آپس میں گہرے دوست تھے۔ دونوں آرمی سے بریگیڈیئر کے عہدے سے ریٹائرڈ تھے اور اب ملیر کینٹ میں برابر برابر کے گھروں میں رہائش پذیر تھے، ہر وقت کا آنا جانا تھا ان دونوں گھرانوں کا۔ عائزہ کے والدین معروف سرجنز تھے۔ والد نیورو سرجن اور والدہ گائنی سرجن، حسان کے والد ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں اعلیٰ عہدے پر فائز تھے۔ بڑے بھائی سول انجینئر تھے اور ایک گورنمنٹ ادارے میں بہت اچھی پوسٹ پر تھے۔ یمل ایک صنعت کار باپ کی بیٹی تھی اس کے چار بھائی تھے ایک تو ورلڈ بینک میں تھے ایک انگلینڈ میں پاکستانی ہائی کمیشن میں تھے۔ چھوٹے دونوں بھائی اپنے والد کے ساتھ مل کر اپنے کاروبار کو آگے بڑھا رہے تھے۔ یمل سب سے چھوٹی اور اکلوتی بیٹی ہونے کے سبب ان سب کی بے پناہ لاڈلی تھی، روپے پیسے اور حسن کی دولت سے مالا مال۔ یمل، شہد رنگ آنکھیں ویسے ہی بال، انتہائی سبک نقوش کے ساتھ سفید رنگت اسے بہت حسین بناتی تھی، اتنی نرم و نازک اور اتنی خوب صورت کہ دیکھنے والا حسن کا ہر استعارہ اس کے نام کرنے پر مجبور ہو جاتا تھا۔ وہ پانچوں کھاتے پیتے گھرانوں کے بے فکر بچے تھے۔ صرف شاذل تھا جو مڈل کلاس سے تعلق رکھتا تھا، مگر اس کا رکھ رکھاؤ ایسا تھا کہ وہ ان پانچوں سے بڑی کوئی چیز دکھتا تھا۔
وہ بہت خوب صورت اور اسمارٹ تھا۔ اس کا لمبا قد، سیاہ کالی آنکھیں، گھنی پلکیں اور تیکھی ناک، بلاشبہ وہ ایک نظر میں کسی کو بھی اپنے سحر میں جکڑ سکتا تھا اور سب سے بڑی چیز اس کی ذہانت، جس کی وجہ سے وہ پوری یونی میں مشہور و معروف تھا۔ اساتذہ اس سے بہت محبت و شفقت سے پیش آتے تھے بلکہ اکنامکس کے سر شفیق الرحمان کا تو وہ بہت لاڈلا اور منہ چڑھا اسٹوڈنٹ تھا۔ اپنی ذہانت کا درست اور بروقت استعمال کرتے ہوئے وہ اعلیٰ طبقے کے بچوں کو گھر گھر جا کر ٹیوشنز پڑھاتا اور ان سے حاصل ہونے والی بھاری فیسوں سے وہ اپنے تعلیمی اخراجات پورے کرتا تھا۔ شاذل سمیت وہ تین بھائی اور دو بہنیں تھیں۔ اس کے علاوہ سب شادی شدہ تھے۔ اسے اس کی اعلیٰ تعلیمی کارکردگی پر حکومت کی طرف سے لیپ ٹاپ ملا تھا اور فون بھی بہت اچھا نہ سہی مگر پھر بھی خاصا بہتر اس کے پاس موجود تھا۔ جس میں وہ بیلنس اتنا لوڈ کرواتا کہ جس سے بہت ضروری میسج یا پسڈ کال دی جاسکے۔
ان پانچوں دوستوں کے پاس مہنگے ترین فون اور لیپ ٹاپ اور ٹیبلٹس تھے مگر شاذل کو ان چیزوں کی وجہ سے کوئی احساس کمتری نہیں ہوا تھا۔ فون اور لیپ ٹاپ بھی اس کے پاس اس لیے موجود تھے کہ وہ آج کے دور کی سخت ترین ضرورت تھے۔ اب مہنگے تھے یا سستے۔ اس سے اسے کوئی سروکار نہیں تھا۔ وہ اپنی دھن میں مگن تھا۔
گھریلو مسئلے، مسائل میں وہ کم ہی الجھتا تھا۔ پر اب جو پریشانی آئی تھی، اس نے اسے بھی ہلا کر رکھ دیا تھا، اس کی بڑی بہن شازیہ کی شادی ان کی پھوپو کے بیٹے روحیل سے ہوئی تھی، وہ گورنمنٹ ٹیچر تھا۔ ان دونوں کے چار بچے تھے۔ آمدنی کم تھی اور اخراجات زیادہ تو اب وہ چخ چخ جو عموماً ایسے خاندان کا ماحول بگاڑ کر رکھ دیتی ہے، ان کا روز کا معمول بن چکی تھی۔ اب اس سے بچے کس طرح متاثر ہو رہے تھے۔ شازیہ اور روحیل دونوں کو ہی احساس نہیں تھا۔ اس سے چھوٹی نازیہ کی شادی باذل کے دوست سعد سے ہوئی تھی، وہ کراچی



میں ہی ایک آئل کمپنی میں اچھے عہدے پر تھا۔ امی نے نازیہ کو نصیحت کی کہ وہ بھی سعد کے آگے زبان نہ چلائے' جیسے شازیہ روحیل کے سامنے چلایا کرتی ہے' نازیہ نے ماں کا مان یوں رکھا کہ بالکل ہی گونگی بن گئی۔ سعد پہلے ہی تنہائی کا مارا تھا۔ وہ تو یہ سوچ کر ہی خوش تھا کہ شادی کے بعد اس کی تنہائی ختم ہوجائے گی' اُسے ایک دوست نما بیوی مل جائے گی' وہ تھکا ہارا لوٹے گا تو دونوں خوب گپ شپ کریں گے' مگر اس کی امیدوں کے برعکس اسے تو پتھر کی مورت ملی تھی جسے ہاں یا ناں کے علاوہ کچھ بولنا ہی نہیں آتا تھا۔ وہ اکیلا کتنی باتیں کرتا۔ تنگ آ کر اس نے دیر سے گھر آنا شروع کردیا کہ وہ اس سے تاخیر کا سبب تو پوچھے کہ وہ اکیلی گھر میں ہوتی رہتی' مگر کیا مجال کہ اس سے پوچھ لے کہ وہ دیر سے کیوں آیا ہے' مزید تنگ کرنے کے لیے سعد نے گھر کا سودا سلف لانا بند کردیا۔ حتیٰ کہ انتہائی ضروری چیزیں مثلاً سرف' صابن اور شیمپو وغیرہ مگر نازیہ نے گلہ تک نہیں کیا۔ سعد نے جان بوجھ کر شیمپو ختم ہوجانے پر اس سے لڑائی کی کہ اس نے بتایا کیوں نہیں کہ شیمپو ختم ہے' اب وہ کیسے نہائے' وہ خاموش رہی' سعد کو سچ مچ غصہ آ گیا اور وہ بکتا جھکتا اسے اس کے میکے چھوڑ گیا۔

بڑے بھائی انزل اوپر والے پورشن میں رہتے تھے۔ منجھلے باذل بھائی نچلے پورشن میں امی اور شاذل کے ساتھ ہوتے تھے۔ ان کی بیوی نرمین بہت اچھی تھی' مگر پھر بھی طنز کرگئی۔

"شازیہ آپی کے تو پھر کچھ مسائل ہیں' تم تو اکیلی رہتی ہو' تمہارے میاں کو تو تم سے شکایت نہیں ہونا چاہیے تھی۔"

نازیہ تو نازیہ امی تک سن ہوگئی تھیں۔ گھر کی فضا میں رنجیدگی و افسردگی چھا گئی تھی۔ یہ ایک بہت بڑا ایشو تھا کہ بیٹی کو داماد ناراض ہوکر میکے بٹھا گیا تھا۔ فی الفور باذل کو سعد سے بات کرنے کے لیے بھیجا گیا۔ سعد نے اس کی بہت عزت بھی کی اور بات بھی نرمی سے کی مگر نازیہ کو لے جانے سے منع کردیا۔

"وہ یہاں بے حد تنگ زندگی گزار رہی ہے' اسے ابھی وہیں رہنے دو۔" باذل نے کرید کرید کر نازیہ سے پوچھا کہ ایسی کیا بات ہوئی کہ سعد اسے یہاں چھوڑنے پر مجبور ہوا۔ پر نازیہ کو خود پتا نہیں تھا کہ اس سے کیا قصور ہوا ہے کہ وہ اس سے اتنا ناراض ہوگیا۔ وہ تو اسے ہرگز کوئی موقع نہیں دیتی تھی کہ وہ اس کی کسی بات پر ناراض ہو یا اسے ناگوار گزرے۔ اب نازیہ کی وجہ سے وہ سب پریشان تھے۔ شاذل بھی بہن کو دیکھ دیکھ کر بہت پریشان ہورہا تھا۔

❀......❀......❀

"شیری! صرف دعوا کردینے سے کچھ نہیں ہوگا۔ کام دکھاؤ کام۔" وانیہ نے ٹیبل پر ہاتھ مارا۔ وہ ان کے گھر آئی ہوئی تھی اور دونوں لاؤنج میں بیٹھے ہوئے تھے۔

"مجھے چیلنج نہ کرنا' ایسا کام دکھاؤں گا کہ آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔" وہ جوش میں آ گیا۔

"خبردار جو میری آنکھیں پھاڑنے والا کوئی کام کیا تو......" وہ برا مان گئی۔ "اتنی خوب صورت آنکھیں ہیں میری ماشاءاللہ۔"

"ہاہاہا اپنے منہ میاں مٹھو۔" شیری نے مضحکہ اڑایا۔

"منہ بھی تو دیکھو کتنا حسین۔" وہ اترائی۔

"میرا لیپ ٹاپ نہیں مل رہا شیری' تم نے تو نہیں دیکھا۔" ہمایوں کی اچانک آمد نے ان دونوں کی بولتی بند کرادی تھی۔

"سوری بھائی' میرا مسئلہ کررہا تھا تو میں آپ کا لے آیا تھا۔" شیری نے بھائی سے معذرت کی تھی۔ "ابھی لادیتا ہوں۔" وہ اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔ ہمایوں سامنے صوفے پر بیٹھ گیا۔ وانیہ نے چور نظروں سے اسے دیکھا۔ بلیک ٹوپیس میں وہ وجیہہ شخص اپنی سوچوں میں گم' صوفے پر جیسے "ٹکا" ہوا تھا۔ شیری اس کا لیپ ٹاپ لے آیا' پھر اندر سے اس کا بیگ وغیرہ لاکر پیک کرکے اسے دیا تو وہ چلا گیا' مگر اس کی خوشبو اس کے ہونے کا احساس وہیں لاؤنج میں ہی رہ گیا۔ وہ اسی خوشبو میں کھوئی جانے کب تک یوں ہی بیٹھی رہتی کہ تو شیری اس نے چونکایا۔

"تمہیں کیا ہوا' کہاں پہنچی ہوئی ہو؟"

"نہیں' ایسا کچھ نہیں ہے۔" وہ سنبھل کر مسکرائی۔ وہ کچھ دیر اسے بغور دیکھتا رہا' پھر یوں مسکرایا جیسے سب جان گیا ہو اور اس جیسے "پہنچے" ہوئے کے لیے تو "کچھ" جان" لینا بالکل بھی مشکل نہیں تھا۔ وہ نظریں چرا کر کھڑی ہوگئی۔

"اچھا تم اسائنمنٹ تیار کرو۔ میں اب چلتی ہوں۔"

"پہلے تو تم نے کہا تھا' آج مل کر اسائنمنٹ تیار کریں گے۔" شیری نے اسے گھورا۔ وہ بے چارگی سے مسکرائی۔

"ہاں مگر مجھے اب یاد آیا کہ امی کے ساتھ پھوپو کے گھر جانا ہے۔"

"واہ، تم پھوپو کے گھر جا کر 'چِل' کرو اور میں یہاں اسائنمنٹ بناتا رہوں۔" وہ جل بھن گیا۔ وانیہ کھلکھلائی تو شیری نے گھور کر اسے دیکھا۔

"کچھ زیادہ ہی ہنسی آ رہی ہے ایسا کیا دیکھ لیا ہے؟" وہ مسکراتی ہوئی دروازے کی طرف بڑھی۔ "ابھی دیر ہو رہی ہے بعد میں بتاؤں گی۔"



مغرب سے ذرا پہلے کا وقت تھا۔ سورج سارا دن اپنی قہر آلود تپش برسا کر آرام کے لیے اپنے ٹھکانے میں جا اترا تھا سو اب روشنی کے بجائے ہلکا ملگجا سا اندھیرا ہر سو پھیل چکا تھا۔ ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی جو بہت خوش گوار معلوم ہو رہی تھی۔ حیدر اور اسمارا لان میں بچھی کرسیوں پر بیٹھے چائے سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ یمل سو کر اٹھی تو فریش ہو کر ان کے پاس چلی آئی۔ پیچھے سے حیدر کے گلے میں بانہیں ڈال کر ان کے گال سے گال رگڑا۔ انہوں نے نہال ہو کر اس کا چہرہ تھپتھپایا۔

"مائے ڈارلنگ بے بی۔" وہ اسی طرح مسکراتی ہوئی اسمارہ کے پاس آئی اور انہیں پیار کر کے ان کے ساتھ موجود کرسی پر بیٹھ گئی۔ کچھ دیر کی ہلکی پھلکی باتوں کے بعد اس نے حیدر کو مخاطب کیا۔

"ڈیڈ...... مجھے ایک سیل فون چاہیے، کسی کو گفٹ کرنا ہے۔"

"شیور۔" وہ مسکرائے۔

"ایکس پین سیو نہ ہو، بس ففٹی تھاؤزنڈز کے اندر تک ہو۔" انہوں نے تعجب سے بھنویں سکیڑیں۔

"گفٹ تھوڑا اچھا نہیں ہونا چاہیے۔"

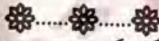
"نو ڈیڈ بس اتنے تک کا ہی ہو۔" وہ مسکرائی۔

"ایز یو وش مائے بے بی۔"

"آج کچھ شاپنگ کا پلان کر لیں، بوتیک چلتے ہیں، تم بھی کچھ پسند کر لینا۔" اسمارا نے اسے مخاطب کیا۔

"آج نہیں مام آج مجھے اسائنمنٹ بنانا ہے بالکل ٹائم نہیں ہے۔" وہ چائے پینے لگی۔

"او کے بیٹا۔" وہ کبھی اصرار نہیں کرتی تھیں، کسی چیز کے لیے کبھی مجبور نہیں کیا، ابھی بھی محبت سے اسے دیکھ کر مسکرا دیں، جو اورنج ٹاپ اور وائٹ جینز میں بہت خوب صورت لگ رہی تھی۔ ان کے چمن کا سب سے کھلتا ہوا سب سے خوب صورت پھول، جس کی مہک ان کے مشام کو تر و تازہ کر دیتی تھی۔



"میں تمہیں کچھ گفٹ کرنا چاہتی ہوں۔" وہ سب فری بیٹھے تھے، شاذل کا فون مسئلہ کر رہا تھا۔ پرانا چھوٹا سا فون تھا، بٹنوں والا (مینول) اس کے ڈیجیٹ بھی مٹے مٹے سے ہو گئے تھے۔ شہری نے فون کا حال دیکھ کر اسے چھیڑا۔

"یار اسے کپڑے ہی نئے پہنا دے، بہت رف حلیہ ہو رہا ہے۔"

"ہاں کیسنگ بدلوا لے۔" حسان نے بھی تائید کی۔

"یہ سارے کا سارا ہی چینج کروانا پڑے گا۔" شاذل نے خفگی سے فون کو گھٹنے پر رگڑا۔

"نیک کام میں دیر کیسی، تھوڑا دل بڑا کر کے یہ نیک کام کر ہی ڈال۔" حسان نے اس کا کندھا تھپکا۔ شاذل نے جواب میں اسے گھورا تھا۔

"اس کے لیے دل نہیں، جیب بڑی کرنی پڑے گی اور اس کی گنجائش فی الحال بالکل نہیں ہے۔" اس نے صاف گوئی سے اعتراف کیا۔

"چل تو ہم دل بڑا کر لیتے ہیں، تیرے لیے چندہ اکٹھا......" اتنا بری طرح گھورا تھا شاذل نے کہ وہ سہم کر پیچھے ہٹا۔ "کھاؤ گے کیا؟ اچھا اچھا سوری۔" ساتھ ہی کان پکڑ لیے۔

شاذل نے سر جھٹک کر رخ ہی پھیر لیا، عائزہ اور وانیہ پروفیسر مبشر سے ضروری ڈسکشن کے لیے ان کے آفس گئی ہوئی تھیں۔ حسان اور نوشیروان اپنی اسائنمنٹ پر بات کر رہے تھے۔ یمل نے اسے اکیلا دیکھا تو اس کے پاس آ کر آہستگی سے کہا تھا۔

"یہ گفٹ ہے تمہارے لیے۔" شاذل نے چونک کر اسے دیکھا۔

"گفٹ، مگر کس لیے؟"

"گفٹ کس لیے دیا جاتا ہے؟"

"کوئی ایونٹ ہو، کوئی اچیومنٹ ہو تو سیلیبریشن کے لیے دیا جاتا ہے۔" اس نے بھی فر فر گنوایا۔ وہ دلکشی سے مسکرائی۔

"اس کے علاوہ نہیں دیا جا سکتا۔"

"ہاں آپ دے سکتی ہیں اور لے بھی سکتی ہیں۔" شاذل نے ٹھنڈی سانس بھری۔ "آپ کے لیے تو ہر دن عید کا دن

اور ہر رات شب برات۔"

"الحمدللہ۔" وہ کھلکھلائی۔ "اچھا یہ لو۔" اس نے ڈبا بیگ سے نکال کر اس کی طرف بڑھایا۔ شاذل خاموشی سے ڈبے کو دیکھتا رہا' پھر اسے دیکھا۔

"اس کی کیا ضرورت تھی؟"

"ضرورت تو خیر بہت ہے۔" وہ ایک ایک لفظ پر زور دے کر بولی۔ "اب لے بھی لو اتنی دیر تھوڑی کرتے ہیں۔ گفٹ لینے میں۔" شاذل نے ڈبہ تھام لیا۔

"اب اگر تم یہ سمجھ رہی ہو کہ میں تمہارا ممنون ہو جاؤں گا اور......"

"واٹ؟" سیمل نے اچنبھے سے اس کی بات کاٹی۔ "کیا ہو جاؤں گے؟"

"اوہ......" شاذل نے آسمان کی طرف دیکھ کر لمبی سانس خارج کی۔ وہ کیوں بھول جاتا تھا کہ دبئی سے پڑھ کر آنے والی سیمل کی اردو کتنی گزارے لائق ہے' اس نے ڈبا کھول کر فون نکالا' الٹ پلٹ کر اسے جانچا' پرکھا۔

"اتنا مہنگا لینے کی کیا ضرورت تھی' کم قیمت والے سے بھی کام چل جاتا۔"

"گفٹ کی قیمت نہیں' دینے والے کا خلوص دیکھا جاتا ہے۔ مجھے پہلی بار تمہیں کچھ گفٹ کرنا تھا تو اچھا سا کرنا تھا ناں' چلنے کو تو سب چل جاتا۔" وہ معصومیت سے مسکرائی۔

شہد رنگ آنکھیں خوشی سے خمار آلود ہو رہی تھیں' دونوں گالوں میں مسکرانے سے پڑنے والے ڈمپلز' گلابی ہونٹوں کا گہرا ہوتا خم' بڑا مشکل تھا نگاہیں چرانا اور بڑی مشکل سے ہی چرائی تھیں۔ اس نے گھر آ کر جیسے ہی فون میں سم ڈالی اور اسے آن کیا تو' سیمل کا میسج آیا۔

"ہیلو مسٹر ہینڈسم۔" ہلکی سی مسکراہٹ نے شاذل کے لبوں کو چھوا۔

"تو نوبت یہاں تک آ گئی۔" شیری نے متانت سے سر ہلایا تھا۔ مگر اسی سر پر پڑنے والی زوردار چپت نے دن میں تارے بھی دکھا دیے تھے۔

❀......❀......❀

بہت دل لگا کر لزانیہ بنایا تھا اس نے اور اسے دوسرے لوازمات کے ساتھ ٹرے میں سجا کر وہ ان کے گھر آئی' پہلا سامنا ہی شیری سے ہوا۔

"آہ...... ہا آ آ......" اس نے ناک ڈش کے پاس کر کے لمبی سانس کے ساتھ خوشبو اندر کھینچی۔

"کتنی محنت و محبت سے یہ بنایا ہو گا تم نے' صرف اور صرف میرے لیے' ہے ناں۔" ساتھ ہی ہاتھ آگے بڑھا کر ڈش لینا چاہی' وانیہ کرنٹ کھا کر پیچھے ہٹی۔

"تمہارے لیے؟ اس غلط فہمی میں تو کبھی تم خواب میں بھی مبتلا نہ ہونا کہ میں کبھی بھی' کچھ بھی تمہارے لیے کروں گی۔"

"تو یہ...... یہ......" وہ صدمے سے نڈھال ہوا۔ "یہ کس کے لیے لائی ہو پھر؟"

"بس ہے کوئی؟" وہ پراسرار انداز میں مسکرائی۔

"اووو......" بی سی او کے ساتھ تفہیمی انداز میں سر بھی ہلایا اس نے۔ "تو یہ ہمایوں بھائی کے لیے بنایا ہے۔"

"تھوڑا سا تم بھی کھا لینا۔" وانیہ کے تو چھکے چھوٹ گئے تھے۔ "مگر ابھی مت چھیڑنا' ذرا پریزینٹیشن اچھی سی ہو جائے۔"

"یہ کوئی لڑکی ہے کہ میں اسے چھیڑوں۔" وہ برا مانا۔

"اب دیکھو ناں' اس سڑی گرمی میں کتنی محنت سے بنایا ہے میں نے' اسکن کا بھی ستیاناس ہو گیا ہے۔" اس نے رونا رویا۔ "بس اب یہ اسی طرح سجا' سجایا ان کے آگے پیش کر دوں' پھر تم جتنا چاہے کھا لینا۔"

"او کے کیا یاد کرو گی' آ جاؤ' ہز ہائی نیس اندر ہی تشریف فرما ہیں۔" دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہوئے لاؤنج میں آئے جہاں ہمایوں اپنی ممی کے ساتھ بیٹھا چائے پی رہا تھا۔

"السلام علیکم۔" وانیہ نے ادب سے نظریں جھکا کر سلام کیا' یہ دیکھ کر شیری کو اندر تک گدگدی محسوس ہوئی تھی۔ پر وہ سنجیدہ کھڑا رہا۔

"آؤ آؤ وانیہ' کیا لے آئیں بیٹا۔" صالحہ (ہمایوں' نوشیروان کی ممی) نے خوش دلی سے پوچھا۔

"لزانیہ' میں نے بنایا ہے۔" اس نے ڈش سینٹر ٹیبل پر رکھی۔

"اوہ لزانیہ' وہ بھی وانیہ کے ہاتھ کا۔" شیری نے مصنوعی بے تابی سے ڈش کا ڈھکن اٹھایا۔

"واؤ......" آنکھ بند کر کے خوشبو کو محسوس کیا اور پھر سے بولا۔

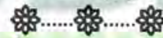
"کیا ذائقہ ہوگا' میں صرف خوشبو اور شکل سے ہی سمجھ چکا ہوں' واہ......واہ۔" ہمایوں نے حیرت سے اسے دیکھا' شیری کی اتنی تعریف اسے ہضم نہیں ہو رہی تھی' وہ تو ایک ایک چیز اپنی پسند سے بنواتا تھا اور پسند نہ آنے کی صورت میں آرڈر کر کے باہر سے منگوا لیتا تھا تو اب۔

"لگتا ہے شیری کا لزانیہ کھانے کا بہت دل چاہ رہا ہے' روزی سے کہو' چمچ' فورک اور نائف لے آئے۔" صالحہ نے مسکرا کر وانیہ سے کہا۔

"بلکہ اسے بلاؤ' یہ لے جائے اور پیس کاٹ کر شیری کو لا دے' میں نے اور ہومی نے ابھی چائے کے ساتھ اسنیکس لیے ہیں' فی الحال تو گنجائش نہیں ہے۔" ساتھ ہی وہ اٹھ بھی گئیں۔

"میں ہومی کے ساتھ مسز سلمان کے ہاں جا رہی ہوں' یہ مجھے ڈراپ کر دے گا' تم دونوں انجوائے کرو اور کچھ چاہیے ہو تو روزی کو بول دینا' وہ بنا دے گی۔" اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی' وہ چلے بھی گئے' وانیہ تو مارے صدمے کے منہ کھولے انہیں دیکھتی کی دیکھتی ہی رہ گئی' شیری نے اسے دیکھ کر بے بسی سے کندھے اچکائے۔

"پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ۔"



شاذل کی برتھ ڈے اس بار وہ سب مل کر منا رہے تھے' کیونکہ یہ لاسٹ سمسٹر تھا' پھر تو سب ہی الگ الگ ہو جاتے' ایک تو آغاز مارچ کا موسم' پھر وہ سب بہت اچھے سے لباس میں خوب تیار ہو کر آئے تھے تو بیچ لان کے اس گوشے میں بہار ہی اتر آئی تھی' جہاں وہ بیٹھ کر سالگرہ منا رہے تھے۔ کیک شاذل خود لے کر آیا تھا اور باقی کا انتظام ان سب نے مل کر کیا تھا۔ خوب شور شرابے میں کیک کاٹا گیا' دوسرے کلاس فیلوز بھی آ گئے تھے' ہلا گلا اور ہنسی مذاق کرتے ہوئے ساری پارٹی نمٹائی گئی۔ آخر میں سب نے شاذل کو گفٹ دیے تھے۔ یسمل کا گفٹ خاصا بڑا اور بھاری تھا' وانیہ نے آنکھیں پھاڑیں۔

"یہ اس کے اندر کیا اینٹیں بھر کر لائی ہو؟" یسمل مبہم سا مسکرائی' آج تو اس کی چھب ہی نرالی تھی۔ سرخ' نارنجی اور گلابی امتزاج کے لباس میں وہ بہار کا کھلتا ہوا گلاب لگ رہی تھی' گلابی لپ اسٹک اور گلابی نیل پالش سے سجے ہاتھ پاؤں کے ناخن' بہت خوب صورت' انگلیوں میں چھلے اور نازک سی انگوٹھیاں' پیروں میں پہنی سینڈلز تک سج جاتیں' آج تو وہ خاص طور پر تیار ہو کر آئی تھی تو کھلتے گلاب کی طرح ہی خوش نما لگ رہی تھی۔

"مجھے پتا ہوتا کہ اس طرح گفٹس دیے جائیں گے تو میں یوں چپ چاپ اپنی برتھ ڈے ہرگز گزرنے نہ دیتی۔" وانیہ جی بھر کر "غمگین" ہوئی۔

"حسان اس سے زیادہ دکھی۔ میری تو آتی ہی چھٹیوں میں ہے۔"

"اور میری عین ایگزیمز کے دنوں میں' جب مرنے کا بھی ٹائم نہ ہو تو پیدا ہونے کی خوشی کون منائے؟" شیری کا صدمہ لا دوا تھا' عائزہ کھلکھلائی۔

"میری اور یسمل کی برتھ ڈیز تو ایگزیمز کے بھی بعد ہیں' لیکن ہمیں کوئی افسوس نہیں کیونکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہم دونوں سب سے 'چھوٹی' ہیں۔"

"ہاں جی' کا کیاں' ہیں آپ تو۔" حسان نے تہہ دل سے تائید کی اور خوب سر ہلا کر اور دانت پیس کر کہ' وانیہ کی ہنسی نہیں رک رہی تھی۔ خود عائزہ اور یسمل بھی ہنس رہی تھیں۔

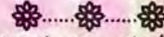
"تم نے بتایا نہیں کہ یہ 'اناوڈا ڈبا' کس چیز سے بھرا ہے؟" شیری نے اپنا رخ یسمل کی طرف پھیرا۔ وہ پہلے ہی ہنس رہی تھی' اب اور زیادہ ہنسنے لگی۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ ڈمپل گہرے ہو چکے تھے۔ شہد رنگ لٹیں' چہرے کے اطراف بکھری ہوئی تھیں۔ شاذل مبہوت ہو کر اسے دیکھ رہا تھا۔ اسی پل یسمل نے اسے دیکھا اور اس کا انہماک دیکھ کر وہ جھینپ سی گئی۔ شاذل کے لبوں پر دلکش مسکراہٹ ابھری تھی۔

"بھئی' ہنسنے کی نہیں ہو رہی' سب کی سامنے بتاؤ کہ اس میں کیا ہے' بعد میں پتا چلے کہ شاذل بے چارہ تنہائی میں ہونٹوں پر دھیمی مسکان لیے' آنکھوں میں خوش رنگ خواب اور دل میں امنگ لیے جب اسے کھولے تو اندر سے ایک کے بعد ایک کر کے مینڈک پھدک پھدک کر برآمد ہونے لگیں اور شاذل کے دل میں موجود سارے خوب صورت جذبات اس کی بے ساختہ چیخوں تلے دب کر اپنی موت آپ مر جائیں۔" حسان کی بات مکمل نہیں ہوئی تھی کہ وہاں ہنسی کا طوفان برپا ہو گیا' سب لوٹ پوٹ ہو رہے تھے۔

"تو یہ ہے حسان' تم سے تو بچ بچ کی توبہ ہے۔" نوشیروان اور حسان شاذل کے ساتھ اس کے گھر بلکہ اس کے

کمرے میں آئے اور ایک ایک گفٹ کھول کر دیکھا تھا۔ وانیہ نے پرفیومز عائزہ نے ٹائیوں کا سیٹ اور ٹائی پنز، حسان نے رسٹ واچ' شیری نے شیونگ کٹ اور سیمل نے دو برانڈڈ سوٹ اور ایک بڑا پیک پرفیومز اور آفٹر شولوشنز کا دیا تھا۔

''واؤ......'' بے ساختہ شیری کے منہ سے نکلا' حسان بھی تحسین بھری نظروں سے جائزہ لے رہا تھا۔ شاذل کا چہرہ سرخ ہوگیا تھا۔ جانے کیوں' غصے' محبت یا شرم سے' حسان اور شیری کی سمجھ نہیں آیا کہ کیا وجہ ہی تھی۔



بریگیڈیئر ظفر الٰہی کے بیٹے کا ولیمہ تھا' جہاں دونوں خاندان مدعو تھے' صالحہ اور فریدوں تیار ہو رہے تھے کیونکہ ہمایوں اور نوشیرواں دونوں ہی نہیں جا رہے تھے' جب کہ وانیہ نے ان ہی کے ساتھ جانا تھا کیونکہ ان کے ہاں مہمان آئے ہوئے تھے تو ممی' پاپا میں سے کوئی بھی نہیں جا رہا تھا' صالحہ نے اسے اپنی ساتھ چلنے کے لیے کہا تھا' شیری کہیں باہر گیا ہوا تھا اور ہمایوں ابھی ابھی گھر آیا تھا کہ وانیہ چلی آئی۔

''السلام علیکم! آنٹی کہاں ہیں؟'' وہ جو بہت توجہ سے ٹی وی پر خبریں سن رہا تھا' اس کی آواز پر چونک کر اسے دیکھا اور دیکھتا ہی رہ گیا۔

میرون چھوٹی سی کرتی' جس کے دامن' گلے اور آستینوں پر گرے اور سلور کام بنا ہوا تھا' اس کے ساتھ گرے غرارہ' اس پر سلور اور میرون کام تھا' ساتھ ہی بڑا سا میرون ڈوپٹہ' جس کے چاروں طرف سلور اور گرے کام تھا' میں ملبوس' سلور جیولری سے آراستہ' بیوٹی پارلر سے میک اپ کروا کر' بالوں کو اسٹائل میں سیٹ کروا کر وہ کسی اپسرا کا روپ دھارے ہوئے تھی' وہ وانیہ جو جینز پر رنگ برنگی کرتیاں اور شرٹس پہنے لاپروا انداز میں ادھر ادھر گھومتی دکھائی دیتی تھی' وہ تو کہیں نہیں تھی' یہ تو کوئی اور ہی لڑکی تھی۔

''آنٹی کہاں ہیں؟'' وانیہ نے اس کی محویت کو توڑا۔ وہ چونک کر سیدھا ہوا اور اپنی بے خودی پر خفیف سا ہوا۔

''اپنے روم میں ہیں۔'' نظریں دوبارہ ٹی وی پر جمالیں۔

وانیہ نے کب سے ہونٹوں میں چھپائی ہوئی مسکراہٹ کو آزاد کیا تھا' جب وہ تیار ہو رہی تھی تو اس کی کتنی شدید خواہش تھی کہ ایک بار ہمایوں اسے یوں تیار دیکھ لے' اس روپ میں' وہ جو اسے کوئی اہمیت نہیں دیتا' ہمیشہ نظر انداز کر دیتا ہے' شاید کہ آج ٹھٹھک جائے' اس کی یہ خواہش ہی اسے یہاں تک لائی تھی' ورنہ تو صالحہ نے کہا تھا کہ وہ خود ہی اسے لے لیں گی پر وہ اس سجے سنورے روپ کی تعریف جس سے چاہتی تھی' وہ تو ان کے گھر کبھی سالوں میں آتا تھا' سو وہ دعا مانگتی ہوئی آئی تھی اور آج اسے کامل یقین ہو گیا تھا کہ دعائیں بھی قبول ہوتی ہے۔ وہ نہ صرف ٹھٹکا بلکہ مبہوت رہ گیا تھا' وہ سرشار کیفیت میں آگے بڑھی کہ صالحہ خود ہی آگئیں۔

''اوہ......! واؤ یہ پرنسس کون ہے' کس پرستان سے آئی ہے' کہیں میں کوئی خواب تو نہیں دیکھ رہی؟'' انہوں نے شرارت سے آنکھیں پٹپٹائیں تو وہ شرما گئی۔

''آنٹی پلیز......'' اتنے میں فریدوں بھی آگئے' اس پر نظر پڑی تو بے اختیار سراہا۔

''ماشاء اللہ' ہماری بیٹی کو نظر ہی نہ لگ جائے۔'' وانیہ کھلکھلا کر ہنس دی۔ ہنستے ہنستے نظر ہمایوں پر گئی' وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ وانیہ کو اپنی طرف دیکھتا پا کر جھٹ ٹی وی کی طرف توجہ کر لی تھی مگر وانیہ کی مسکراہٹ مستقل اس کے ہونٹوں سے چپکی رہی تھی۔

آج پتھر میں جونک لگ ہی گئی تھی۔



خالی کلاس روم میں شاذل اکیلا بیٹھا گہری سوچ میں گم تھا' سیمل کو وہ کہیں نظر نہیں آیا تو وہ اسے ڈھونڈتی ہوئی وہاں چلی آئی تھی۔

''مجھے ڈاؤٹ تھا کہ تم یہاں سے اٹھے ہی نہیں اور وہ صحیح نکلا۔'' شاذل نے اسے دیکھا ضرور مگر بولا کچھ نہیں' وہ پاس رکھی کرسی پر بیٹھ گئی۔

''کیا بات ہے شاذل' سب خیر تو ہے ناں؟'' وہ سیدھا ہو بیٹھا۔

''ہاں سب خیریت ہے۔''

''پھر......'' وہ الجھی۔ ''تم اس طرح اکیلے کیوں بیٹھے ہو؟''

''تم نے مجھے یہ جو اتنا کچھ گفٹ کیا ہے تو کیوں؟ تمہیں یہی لگا ہوگا کہ چونکہ میں یہ سب افورڈ نہیں کر سکتا' اس لیے تم یہ سب گفٹ کرو گی تو میں اپنی ضرورتیں پوری کر لوں گا۔'' وہ جیسے پھٹ پڑا' وہ حیران و پریشان رہ گئی۔

"تم غلط سمجھ رہے ہو شاذل! ایسا کچھ نہیں ہے‘ میں تو جسٹ ایک فرینڈ کی طرح تمہیں کچھ اچھا سا گفٹ کرنا چاہ رہی تھی‘ کچھ ایسا کہ جسے پاکر تمہیں بہت اچھا فیل ہو‘ تم بہت اچھے لگو۔"

"اوہ......! تو ان ڈریسز میں‘ میں اچھا نہیں لگتا۔" اس نے اپنے کپڑوں پر نگاہ دوڑائی‘ وہ سمجھ کر مزید شرمندہ ہوگئی۔

"نہیں نہیں...... پلیز ڈونٹ تھنک سو، ایسا کچھ بھی نہیں ہے‘ میں تو بس...... آئی کانٹ ڈس کرائب۔" (میں بتا نہیں سکتی)

"میں یہیں ہوں‘ تم آرام سے بات کرو۔"

"پلیز شاذل، ڈونٹ اینگری (غصے نا آؤ) میں نے مام سے پوچھ کر گفٹس لیے‘ انہوں نے سجسٹ کیا کہ لڑکوں کو ایسے ہی دیے جاتے ہیں اور اس شہر میں تو پتا نہیں کتنے لڑکے یہ سب افورڈ نہیں کرسکتے‘ تو کیا میں سب کو......" وہ چپ ہوگئی‘ وہ اسے دیکھتا رہا‘ کتنی ہی لمحے پھر ہلکا سا مسکرا دیا۔

"اوکے‘ میں تمہارے گفٹس یوز کرلوں گا مگر ایک پرابلم ہے؟"

"کیا؟" وہ چونکی۔

"اگر میں ان ڈریسز میں زیادہ ہی اچھا لگا تو......" وہ جو اس کا موڈ ٹھیک ہونے پر شکر بھی ادا نہیں کرپائی تھی کہ پھر گھبرا گئی۔

"تو......؟"

"تو کسی اور کو بھی تو اچھا لگ سکتا ہوں ناں؟" وہ بڑی معصومیت سے بولا‘ سیمل نے مسکراتے ہوئے اپنا پنچ اس کے بازو پر دے مارا۔

"چیٹر......"

❀......❀......❀

"سیمل‘ تم نے شاذل کو کچھ زیادہ ہی گفٹ نہیں کردیا؟" سیمل اور عائزہ لان میں بیٹھی تھیں‘ سیمل نے حیرت سے عائزہ کو دیکھا۔

"نہیں ایسا تو کچھ خاص نہیں کیا۔"

"آئی تھنک تم اسے ٹھیک ٹھاک مہنگے گفٹس دے رہی ہو اور وہ ایکسپٹ بھی کررہا ہے۔"

"تو کیا نہیں کرے؟" سیمل نے حیرت سے بھنویں اچکائیں۔

"نہیں۔" عائزہ نے قطعیت سے کہا۔

"جب وہ یہ سب افورڈ نہیں کرسکتا تو اسے تم سے بھی نہیں لینے چاہئیں۔"

"میں اپنی خوشی سے......"

"اپنی مرضی سے بھی تو تم اسے وہی کچھ گفٹ کررہی ہو ناں‘ جس کی اسے ضرورت ہوتی ہے‘ جو وہ خود سے تو کبھی بھی نہیں لے سکتا‘ وہ کسی نہ کسی طرح اپنی ضرورت تمہارے سامنے بیان کرتا ہے اور تم گفٹس کی شکل میں اسے وہ چیز مہیا کردیتی ہو‘ ڈیٹس اٹ‘ اس کا صاف اور سیدھا مطلب ہی یہ ہے کہ وہ تمہیں استعمال کررہا ہے۔"

"تم بہت غلط بات کررہی ہو عائزہ! ایسا کچھ بھی نہیں ہے‘ نہ ہی اس نے مجھ سے اپنی کوئی ضرورت بیان کی ہے‘ نہ میں نے اس کی کوئی ضرورت پوری کی ہے‘ یہ سب میں نے اپنی مرضی سے لیا ہے‘ میں اسے کچھ اچھا گفٹ دینا چاہتی تھی‘ جو مجھے اچھا لگا میں نے اس کے لیے لیا اور اسے دے دیا اور میری گڈلک کہ اس نے رکھ بھی لیا اور نہ وہ کتنا ایگوسٹ ہے‘ تمہیں بھی پتا ہے۔" سیمل کو عائزہ کی بات اچھی نہیں لگی تھی۔

"سوسوری اگر تم نے مائنڈ کیا ہے تو‘ مگر تم جو فیلنگ شاذل کے لیے رکھتی ہو‘ اس میں سب سے بڑا ڈفرینس ہی تمہاری اور اس کی کلاس کا ہے‘ آج تو تم اسے گفٹس کی صورت میں یہ سب دے رہی ہو‘ تو یہ سلسلہ کب تک چلے گا۔ ضروریات تو ساری زندگی ختم نہیں ہوتیں بلکہ بڑھتی ہی جاتی ہیں‘ وہ خود تو جانے کب اسٹیبل ہوگا تو تم کیا ہمیشہ اپنے ڈیڈ کا روپیہ اس پر لٹاتی رہو گی۔"

"پلیز عائزہ‘ اسٹاپ اٹ اتنا آگے کی بات مت کرو۔"

"اوکے‘ میں نہیں کرتی مگر تم ٹھنڈے دل سے سوچو‘ یہ ٹھیک نہیں ہے جو تم کررہی ہو‘ ابھی تو وہ کچھ ہچکچاتا ہے‘ بعد میں تو وہ عادی ہوجائے گا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ خود ڈیمانڈ کرنے لگے یا بالکل ہی تم پر ڈیپینڈ کرنے لگ جائے تو تمہیں کیسا لگے گا؟" بڑا چبھتا ہوا سوال تھا عائزہ کا، اسے برا بھی بہت لگا مگر وہ مصلحتاً چپ رہی۔

"وہ تمہاری محبت کو‘ تمہارے جذبے کو بڑے آرام سے کیش کرواسکتا ہے‘ کبھی اس پر بھی سوچو۔"

وہ کیا سوچتی‘ وہ ابتدا ہی سے شاذل کی محبت میں مبتلا تھی۔ اسے کسی ہلکی سی تکلیف میں بھی نہیں دیکھ سکتی تھی‘ اسے

خوشی پہنچانے کی ہر ممکن کوشش بلکہ کوشش کیا اس کے ایک اشارے پر ہر چیز اس کے سامنے پیش کردیتی مگر وہ خود ہی شاذل کی خوددار طبیعت کے پیش نظر محتاط رہتی تھی۔ یہ تحفے تو اس کے لیے بہت ہی معمولی تھے وہ تو اسے کم از کم گاڑی گفٹ کرنا چاہتی تھی کہ جب وہ دھوپ میں بائیک پہ آتا جاتا تھا تو سیمل کے دل کو کچھ ہوتا تھا۔

اس کا لباس معمولی مگر انداز شاہانہ دیکھ کر سیمل کا دل تو چاہتا کہ وہ اسے "دی ریجنٹ" کے سوٹ گفٹ کرے خوب صورت "Tuscedo" اور برانڈڈ شوز لے کر آئے پر یہاں معمولی چیزوں پر عائزہ نے کیا کچھ نہیں کہہ ڈالا تو مہنگی اشیاء پر تو ایک ہنگامہ کھڑا ہو جاتا۔ وہ مارے کوفت کے اٹھ گئی۔

"آؤ اب چلتے ہیں۔" جوتے انہوں نے کچھ دور اتارے تھے وہ اٹھ کر جوتے پہننے کے لیے چلی تو پتا نہیں کیا چیز گھاس میں سے اس کے پاؤں کی ایڑی میں چبھی کہ وہ ہلکی سی چیخ مار کر وہیں پاؤں پکڑ کر بیٹھ گئی۔ پاؤں کی ایڑی میں درد کی تیز لہریں اٹھ رہی تھیں اور خون بہتا دیکھ کر تو اس کا دل ہی بیٹھ گیا۔ عائزہ اس کی چیخ پر پھرتی سے پلٹی تھی۔

"کیا ہوا سیمل؟" وہ اس کے قریب بیٹھ گئی سیمل کے آنسو اس کے گالوں پر بہہ رہے تھے عائزہ نے گھبرا کر پہلے اس کے آنسو دیکھے پھر جھک کر پاؤں دیکھنا چاہا مگر وہ تو تڑپ کر بدکی۔

"نہیں...... ٹچ نہیں کرو۔" وانیہ، حسان، شیری اور شاذل چاروں سامنے سے آرہے تھے سیمل کا یوں چیخ مار کر نیچے بیٹھنا اور پھر آنسو شاذل تقریباً بھاگ کر قریب آیا اور بے اختیار نیچے بیٹھتے ہی اس کا پاؤں تھام لیا وہ جو عائزہ کو چھونے نہیں دے رہی تھی اب بالکل ساکت تھی۔ شاذل نے پاؤں کا معائنہ کیا کانچ کا چھوٹا سا ٹکڑا ایڑی میں پھنسا ہوا تھا۔

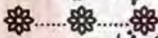
"میں یہ نکالنے لگا ہوں تم تھوڑی سی ہمت پیدا کرو اپنے اندر۔" شاذل نے دونوں ہاتھوں سے اس کا پاؤں پکڑ کر ایڑی کو انگوٹھوں کی مدد سے دبایا۔ "سی" کی تیز آواز کے ساتھ اس نے بے ساختہ شاذل کی کلائی پکڑی۔ شاذل نے ایک نظر اپنی کلائی پر جمے اس کے ہاتھ پر اور دوسری نظر اس پر ڈالی وہ بھی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ شدت جذب سے گلابی چہرہ سرخ ہو رہا تھا درد کی وجہ سے آنکھیں بھیگ رہی تھیں۔ یوں جیسے شفاف پانی میں شہد رنگ پھول بھیگی پلکوں پر موتی ٹکے تھے۔ وہ کس کرب سے گزر رہی تھی اس کی بھیگی آنکھیں ساری کیفیت بتا رہی تھیں۔ ان درد بھری آنکھوں نے شاذل کو مسحور کردیا تھا وہ جذبہ جو دل کے نہاں خانوں میں چھپا رکھا تھا پوری طاقت کے ساتھ اس کی آنکھوں میں آسمایا تھا۔ تب ہی تو دونوں اردگرد سے بے خبر ایک دوسرے کی آنکھوں میں کھو گئے تھے مجبوراً شیری کو زور سے کھنکھارنا پڑا تھا سیمل سٹپٹائی تو شاذل نے تیزی سے نگاہوں کا زاویہ تبدیل کیا اور ایک انگوٹھے سے دباؤ ڈال کر دوسرے ہاتھ کی انگلی اور انگوٹھے سے کھینچ کر وہ کانچ نکال لیا۔ سیمل نے اذیت کی شدت سے شاذل کا بازو دونوں ہاتھوں میں دبوچ لیا تھا اس دوران عائزہ نے اپنے پرس میں سے ٹشو کا چھوٹا سا پیکٹ نکال کر کھولا چار پانچ ٹشو نکال کر اس نے شاذل کی طرف بڑھائے جنہیں اس نے سیمل کی ایڑی پر رکھ کر زور دے کر دبا دیا۔

"کوئی رومال وغیرہ ہو تو دو اس کے اوپر باندھ دوں۔"

حسان نے اپنا رومال آگے کیا، شاذل نے کس کر وہ اس کے پاؤں پر باندھ دیا اور اٹھ کر ہاتھ دھونے کے لیے لان کے ایک سائیڈ پر لگے نل کی طرف چلا گیا۔ سیمل اسے ہی دیکھ رہی تھی ابھی چند لمحے قبل اس کا پاؤں شاذل کے ہاتھوں میں تھا ان نرم گرم ہاتھوں کے لمس نے اسے ساری اذیت ہی بھلادی تھی۔ آنسو اس کی آنکھوں میں ہی جم گئے تھے۔ اب شاذل کے دور جاتے ہی ساری تکلیف پھر سے امڈ آئی اور آنسو پگھل کر قطرہ قطرہ گالوں پر پھسلنے لگے تھے۔

"آؤ سیمل ڈاکٹر سدرہ کے کلینک چلتے ہیں وہ اینٹی سیپٹک لگائیں گی اور پین کلر دیں گی تو بہت فرق پڑے گا۔" عائزہ گاڑی خود ڈرائیو کرتی تھی وہ گاڑی چلا کر ڈرائیو وے پر لے آئی وانیہ سیمل کو ساتھ لے کر آئی اور وہ تینوں چلی گئیں۔

"او ہیلو ہیرو...... اب آ بھی جا تو تو چپک ہی گیا ہے نل کے ساتھ۔" حسان نے ہانک لگائی شاذل دانستہ سب کی طرف سے پشت کیے وہیں کھڑا تھا۔ وہ آج جس طرح اپنے جذبات کے ہاتھوں مغلوب ہو کر سب کے سامنے عیاں ہوا تھا اس نے اسے اپنے آپ میں خفیف کردیا تھا وہ خود کو سنبھالتا ان دونوں کے پاس آگیا تھا۔



"کرنل صاحب کی فیملی مجھے ہر لحاظ سے بہت پسند آئی ہے۔ شہرین تو نو ڈاؤٹ بہت پیاری ہے ہمایوں کے ساتھ

اس کا پرفیکٹ میچ ہے۔" فریدوں اور صالحہ ڈنر ٹیبل پر اپنے خیالات کا تبادلہ کررہے تھے۔ ان کے آخری جملے پر تو شیری کو اچھولگ گیا۔

"او ہو آرام سے۔" صالحہ نے اس کی پیٹھ تھپکتے ہوئے تنبیہہ کی۔

"یہ آپ بھائی کی میچنگ کہاں کرتی پھر رہی ہیں؟" انہوں نے تعجب سے اسے دیکھا۔

"میں بھی نہیں۔ تم کیا کہنا چاہ رہے ہو؟"

"بچہ بغل میں ڈھنڈورا شہر میں۔" وہ بڑبڑایا۔ صالحہ نے بھنویں سکیڑ کر اس کی بڑبڑاہٹ پر غور کیا۔

"بچہ بغل میں ڈھنڈورا شہر میں......" انہوں نے زیر لب دہرا لیا۔

"میاں صاحبزادے' آپ کے کہنے کا مقصد میری سمجھ میں تو یہ آرہا ہے کہ لڑکی' یعنی کہ ہمایوں کے قابل کوئی لڑکی اریب قریب ہی موجود ہے اور ہم ادھر ادھر بلاوجہ خاک چھان رہے ہیں۔" فریدون کے تجزیے نے شیری کو کم از کم دو فٹ اوپر اچھلنے پر مجبور کردیا تھا۔

"واہ ڈیڈ...... کمال کردیا۔"

"یعنی میں صحیح ہوں' تو یہ لڑکی ہے کون جو تمہیں تو نظر آرہی ہے اور ہماری نگاہوں سے اوجھل ہے۔" ان کا انداز سوچتا ہوا تھا۔

"حالانکہ ہونی تو نہیں چاہیے' اتنی پیاری' اتنی ٹیلنٹڈ محترمہ اپنے گھر سے زیادہ ہمارے گھر میں پائی جاتی ہیں۔" اس بار فریدوں تو ایک طرف صالحہ بھی ہکا بکا رہ گئیں۔

"وانیہ......! تم وانیہ کی بات کررہے ہو؟"

"شکر ہے' جلدی سمجھ گئے۔" اس نے باقاعدہ دونوں ہاتھ منہ پر پھیر کر شکر ادا کیا' پھر انہیں دیکھا تو وہ حیرت سے بت بنے ہوئے تھے۔ ان کے تاثرات دیکھ کر وہ خود حیران رہ گیا۔

"کیا میں نے کوئی غلط بات کہہ دی ہے' غلط مشورہ دیا ہے؟ وانیہ اچھی نہیں ہے یا وہ بھائی کے ساتھ سوٹ نہیں کرتی؟" ڈیڈ نے اسے ٹوکا۔

"بس سانس لو' تم تو شروع ہی ہوگئے۔"

"پھر آپ لوگ ایسے کیوں ری ایکٹ کررہے ہیں؟"

"ہم تو سمجھتے تھے......" صالحہ ہلکا سا کھنکھاریں۔ "تم دونوں بچپن سے ایک دوسرے کے ساتھ ہوتے ہو' بہت اچھے دوست ہو تو ایک دوسرے میں انٹرسٹڈ بھی ہو......"

"کیا......؟" وہ تو چیخ اٹھا۔ "یہ کیسے سوچا آپ نے؟"

"میرے خیال میں تو سب یہی سمجھتے ہیں۔"

"یا اللہ" اس نے سر پکڑ لیا۔ "وہ محترمہ بچپن سے بھائی کے عشق میں گرفتار ہیں' بہانے بہانے سے آتی ہیں اور یہاں میرے پیرنٹس اسے مجھ سے جوڑ رہے ہیں' اگر وہ سن لے تو میری خیر نہیں۔" شیری کا تو موڈ ہی خراب ہوگیا تھا۔

"تمہیں کیسے یقین ہے کہ وہ ہمایوں کو ہی پسند کرتی ہے۔" صالحہ کو ابھی بھی شک تھا۔

"یار مام...... حد ہوگئی' اس کا تو ہر انداز بتاتا ہے کہ وہ کہاں انٹرسٹڈ ہے' وہ آتی بھی ایسے ٹائم پر ہے جب بھائی گھر پر ہوتے ہیں' ان کے لیے وہ کچن میں جاتی ہے کہ کچھ نہ کچھ ایسا کیا جائے کہ وہ اس کی کوکنگ کے اسیر ہوجائیں' پر بے چاری کی بیڈلک' میرے بھائی کی نگاہ اس طرح اس پر جاتی ہی نہیں کہ انہیں اس کے عشق کا اندازہ ہوپائے۔"

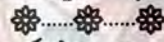
"لینگویج پلیز۔" انہوں نے اسے جھڑک کر خاموش کروالیا۔

مگر صالحہ کو وہ رات یاد آئی جب بریگیڈیئر ظفر کے بیٹے کے ولیمے میں جانے کے لیے وہ تیار ہوکر باہر آئیں تو وانیہ لاؤنج میں کھڑی تھی' ہمایوں کے قریب' ایک تو وہ اتنی خوب صورت دکھائی دے رہی تھی پھر اس کے ہونٹوں پر موجود مسکراہٹ' سرشاری و بے خودی کی کیفیت' پھر جب وہ باہر کو چلیں تو انہوں نے وانیہ اور ہمایوں کو ایک دوسرے کی طرف دیکھتے اور فوراً ہی نظریں چراتے بھی دیکھا تھا' اس پل انہیں کچھ کلک تو ہوا مگر وہاں کی پُر ہنگام مصروفیت نے سب بھلا دیا تھا' پر اب سب کچھ ایک ایک کرکے ان پر منکشف ہوتا چلا جارہا تھا' وہ جتنی حیران ہوتیں کم تھا اور صرف وہی کیا وانیہ کے والدین' حتیٰ کہ ہمایوں سمیت وہ سب یہی سمجھتے تھے کہ نوشیرواں اور وانیہ ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں' ہر وقت دونوں ساتھ ہوتے تھے' ایک دوسرے کے ساتھ چھیڑ چھاڑ' شرارتیں اور آپس میں خیال رکھنا مگر یہاں تو کہانی ہی اور تھی۔

"کیا سوچنے لگیں مام' کیا آپ کو وانیہ' بھائی کے لیے پسند نہیں؟" شیری کی آواز پر وہ سوچوں کے گرداب سے نکلیں۔

"کیسی بات کررہے ہو' مجھے تو وہ اپنی بیٹی لگتی ہے' پر ہمایوں

سے تو بات کروں ناں‘ پھر ہی بات آگے بڑھائیں گے۔“
”ہاں یہ تمہاری ماما ٹھیک کہہ رہی ہیں۔“ ڈیڈ نے بھی تائید کی‘ شیری نے اس پر بھی شکر کیا کہ کسی بہانے بات تو ان کے ذہنوں میں پہنچی۔ اب آگے وانیہ کی قسمت۔



”میں سوچ رہا ہوں یہ سمسٹر ہی فریز کروادوں۔“ شاذل کے تھکے تھکے لہجے پر سب کا جو حال ہوا سو ہوا‘ یسمل ایک جھٹکے سے مڑی۔
”ایسا کیا ہوگیا؟ پاگل ہوا ہے‘ اب جب پھل کھانے کا موسم آیا تو باغ ہی اجاڑنے پر تل گیا۔“ حسان مارے غصے کے فصیح و بلیغ اردو بولنے پر اتر آیا‘ پر کسی کے پاس فیض یاب ہونے کی فرصت بھی نہ داد دینے کی‘ سب ہی شاکڈ تھے۔
”پاگل ہی تو نہیں ہوتا۔“ وہ تلخی سے بولا۔ ”وہی ہو جاؤں تو جان چھوٹ جائے‘ یہ بھی اللہ کی نعمت ہے کہ بندہ پاگل ہو جاتا ہے نہ کچھ پریشانی نہ کوئی فکر ورنہ تو آئے دن کے جھٹکوں نے تو بندے کو نہ جینے کا رکھا نہ مرنے کا۔“
”کون سے جھٹکے لگ گئے تمہیں؟“
”کون سے نہیں لگے‘ جسمانی‘ مالی اور جذباتی ہر قسم کے جھٹکے تو لگ چکے ہیں۔ اینی وے میری مینٹل اپروچ تو ہرگز اس قابل نہیں کہ میں سمسٹر کی تیاری کرسکوں۔“
”کیا ہوگیا ہے یار‘ ہمیں بتاؤ‘ شیئر کرو ہم سے‘ جو ہوسکا ہم تمہارے لیے کریں گے۔“ حسان نے خلوص سے پیشکش کی‘ عائزہ کے لبوں پر طنزیہ تبسم لہرا گیا جو یسمل کی نظروں سے پوشیدہ نہ رہ سکا۔
”کچھ نہیں یار‘ کچھ بھی نہیں۔“ وہ بے زاری سے سر جھٹکتا اٹھ گیا‘ وہ سب منہ دیکھتے رہ گئے تھے۔
”یہ تو بہت پریشان دکھائی دے رہا ہے ورنہ تو کبھی منہ سے نہیں بتاتا تھا کہ اس کے ساتھ کیا پرابلمز ہیں۔“ شیری فکر مندی سے بولا۔
”ہاں یہ بہت ٹینس بھی ہے۔“
”اب کیا کرسکتے ہیں ہم‘ اس کی تو ایگو اتنی ہے کہ کوئی ہیلپ بھی نہیں لیتا۔“ وانیہ نے کہا۔
”ہیلپ تو تب ہی کی جائے ناں جب پرابلم پتا چلے۔“ شیری نے بے بسی سے سر جھٹکا۔
وہ ان کا اتنا پیارا دوست پریشان تھا تو ان کی اس سے اتنی دلی وابستگی تو تھی ہی کہ وہ بھی پریشان ہوگئے تھے۔ ان سب کے پاس سب کچھ تھا۔ وہ ہر طرح سے شاذل کی مدد کرسکتے تھے۔ پر وہ مدد لیتا تب ناں‘ وہ کبھی کچھ بتاتا ہی کب تھا‘ یسمل اس کے پیچھے ہی گئی تھی۔
”شاذل میری بات سنو۔“ وہ جو تیز تیز قدم اٹھاتا لائبریری کی طرف جارہا تھا‘ رک گیا۔
”ہوں بولو کیا بات ہے؟“
”تمہیں کوئی فنانشل پرابلم ہے تو پلیز مجھے بتاؤ‘ میں ہیلپ کے لیے تیار ہوں اور اگر......“ اسے لب کھولتے دیکھ کر ہاتھ اٹھا کر روکا۔ ”اگر تمہاری انا متاثر ہوتی ہے تو تم ڈیڈ کے پاس جاب کرلو اپنی محنت کا معاوضہ لینا۔“ اس کا لہجہ پُرخلوص تھا اور آنکھوں میں محبت‘ شاذل نے خود پر قابو پاکر نرمی سے کہا۔
”تمہاری آفر کا شکریہ مگر مجھے فی الحال کچھ سوچنا ہے‘ اس لیے میں کچھ دن یونی بھی نہیں آؤں گا۔“
”کیوں؟“ کتنی تڑپ تھی اس کیوں میں‘ وہ چند ثانیے کچھ بول نہیں پایا۔
”کہا ناں کچھ دن کے لیے‘ پھر دیکھتا ہوں آگے کیا پلان کرنا ہے۔“
”تم شیئر بھی تو کرسکتے ہو ناں جو بھی پرابلم ہے‘ ہوسکتا ہے ہم یا صرف میں کوئی اچھا سلوشن نکال لیں۔“
”گھریلو مسائل ہیں‘ ان شاء اللہ حل ہوجائیں گے۔“ وہ ہلکا سا مسکرایا اور الوداعی ہاتھ ہلاتا ہوا باہر جانے والے راستے پر چل دیا‘ وہ تھکے تھکے قدموں سے کلاس روم میں چلی آئی تھی۔



شاذل کو جو مسائل درپیش تھے وہ یسمل جیسی ایلیٹ کلاس کی لڑکی کی کبھی سمجھ میں نہیں آسکتے تھے۔ اس کے دونوں بھائی الگ ہوگئے تھے۔ دونوں بہنوں کی ازدواجی زندگی انتہائی مشکل حالات سے دوچار تھی۔ نازیہ کی تو خاتمے کی طرف جاتی نظر آرہی تھی‘ دونوں بھائیوں کے الگ ہوجانے کے بعد مالی و معاشی مسائل کا اژدھا منہ پھاڑ کر کھڑا ہوگیا تھا‘ بیمار اور بوڑھا باپ اپنی محدود پنشن سے اپنا اور بیوی کی دوائیوں کا خرچا نکال کر بجلی اور گیس کے بل ادا کرپاتا اور ہاتھ جھاڑ لیتا‘ شاذل اگر مہنگی مہنگی ٹیوشنز پڑھاتا بھی تھا تو سب اس کے اپنے اوپر ہی خرچ ہوجاتا تھا‘ وہ کتنی ہی کفایت شعاری سے

کام لیتا' اس کے پاس کبھی اتنا پیسہ نہیں ہوتا تھا کہ وہ گھر کے لیے بھی کچھ دے سکے۔ گھر کا ماحول اتنا کشیدہ اور پریشان کن تھا کہ وہ اپنی پڑھائی پر توجہ نہیں دے پا رہا تھا' اگرچہ وہ اتنا ذہین تھا کہ اس کے بنائے ہوئے نوٹس کی پوری یونیورسٹی میں دھوم تھی' وہ چاہتا تو منہ مانگی قیمت پر انہیں دوسرے طلباء و طالبات کو فروخت کرکے اپنی ضروریات پوری کرسکتا تھا مگر تعلیم کے ایسے استعمال کے لیے اس کے دل و دماغ مانتے ہی نہیں' وہ اپنے پیچھے آنے والے بیچ کے ذہین ترین طالب علم کو خود ہی وہ رضا کارانہ طور پر اپنے نوٹس اور تیار اسائمنٹ دے دیا کرتا تھا' وہ اسٹوڈنٹ ہمیشہ اس کا ممنون رہتا تھا' پر وہ بے غرض ہوکر یہ سب کرتا تھا' پچھلے ہفتے سے امی کے کزن امریکہ سے کراچی آئے ہوئے تھے' دوسرے رشتے داروں کے گھر سے ہوتے ہوئے وہ ان کے گھر آئے تو وہاں کی پریشانیاں دیکھ' سن اور سمجھ کر چکرا گئے' انہوں نے شاذل کو پیشکش کی کہ اگر وہ چاہے تو ان کے ساتھ امریکہ چلے۔ ان کے وہاں دو ہوٹلز تھے وہاں وہ اپنا من پسند کام کرکے اچھی تنخواہ لے سکتا ہے۔

شاذل گومگو کی کیفیت میں تھا۔ ایک دل تو کرتا کہ سب چھوڑ چھاڑ کر ان کے ساتھ چلا جائے اور گھر کے حالات بدل کر رکھ دے' مگر پھر اپنا لاسٹ سمسٹر' اپنے دوست اور سب سے بڑھ کر وہ حسین شہزادی' جس کے خواب دیکھنا بھی وہ افورڈ نہیں کرسکتا تھا' پر دل کب اجازت لیتا ہے وہ تو کب سے اسے اپنے اندر چھپائے بیٹھا تھا' بڑے ہی طمطراق اور شان کے ساتھ وہ دل کے سب سے اونچے سنگھاسن پر براجمان تھی' اس سے دوری کا تصور ہی اس کی جان نکال دیتا تھا لیکن اگر حقیقت کی نظر سے دیکھتا تو ان حالات میں اپنی موجودہ مالی پوزیشن کے ساتھ وہ اسے حاصل بھی تو نہیں کرسکتا تھا' اسے پانے کے لیے کچھ بن جانا بھی تو ضروری تھا' ابھی وہ اس سے دور جانا گوارہ نہیں کر رہا تھا لیکن وہ ہمیشہ کے لیے کھو جاتی تو......؟ وہ سر جھٹک کر بھی ان سب حقائق کو جھٹلا نہیں سکتا تھا۔



"وانیہ بیٹا...... ہمایوں کو بلانا' چائے پی لے وہ بھی۔" ذکیہ چائے لے آئی تھی۔ صالحہ نے وانیہ سے کہا۔ وہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی آئی تھی۔ ان کے کہنے پر اٹھ گئی' دھک دھک کرتے دل کے ساتھ وہ اس کے کمرے تک آئی' دروازہ کھلا ہوا تھا اور وہ خود نظر نہیں آرہا تھا' اس نے انگلی سے دروازے پر دستک دی مگر کوئی جواب نہیں' اس نے سر اندر کرکے جھانکا' واش روم سے پانی گرنے کی آواز آرہی تھی' سامنے سائیڈ ٹیبل پر اس کا فون' ٹیبلیٹ' لیپ ٹاپ سب رکھے نظر آرہے تھے' وہ دبے پاؤں اندر آئی۔ اس کا فون اٹھایا' کوئی لاک وغیرہ نہیں تھا' اس نے جلدی جلدی دھڑکتے دل کے ساتھ ان باکس کھولا سارے ہی بزنس سے متعلق پیغام تھے' سینٹ کا کھولا' وہاں بھی بزنس ہی بزنس بھرا ہوا تھا' اس کا سارا تجسس پھولے غبارے میں پن لگ جانے سے جس طرح ہوتا چلا جا رہا تھا' اب اس نے واٹس ایپ چیک کیا' کانٹیکٹ دیکھے' کچھ ایسا نظر نہیں آیا' جس سے اس کے کسی لڑکی کے ساتھ انوالو ہونے کا کوئی تاثر ملتا۔ وہ مایوسی سے فون رکھ کر پلٹی تو سانس سینے میں اٹک گیا تھا' وہ عین اس کے پیچھے کھڑا تھا۔ بلیک پولو شرٹ اور بلو جینز میں گیلے بالوں کی ساتھ وہ بغور اسے ہی دیکھ رہا تھا' وانیہ کی حالت غیر ہوگئی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ کیا منتر پڑھ کر پھونکے کہ وہاں سے کھڑے کھڑے غائب ہوجائے' اتنی بری صورت حال کا اس نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔

"کیا دیکھ رہی تھیں میرے فون میں؟" ہمایوں نے پوچھا تو بڑے رسان سے تھا' پر وانیہ سے تھوک حلق سے نیچے اتارنا مشکل ہوگیا تھا۔

"کچھ نہیں' کچھ بھی تو نہیں' یوں ہی' بس ایسے ہی۔"

"خیر ایسے ہی تو نہیں آئی تھنک' کسی لڑکی وغیرہ کو ڈھونڈ رہی تھیں تم' ویسے مایوسی تو بہت ہوئی ہوگی؟" یہ تو شیری سے بھی زیادہ "پہنچی" ہوئی چیز ہے۔

"نہیں تو' مجھے کیوں مایوسی ہوگی۔" وہ صاف مکر گئی۔

"ہاں یہ تو ہے' تمہیں کیوں مایوسی ہوگی تمہیں تو بلکہ خوشی ہوئی ہوگی۔" وانیہ نے ایک جھٹکے سے سر اٹھایا۔ وہ مسکرا رہا تھا۔ "ٹھیک کہہ رہا ہوں ناں؟" اس کے ہونٹ تو کیا اس کی آنکھیں بھی مسکرا رہی تھیں' کچھ الگ سے جذبے ستارے بن کر اس کی آنکھوں میں چمک رہے تھیں' وہ خواہشیں جو اندر کہیں اب حسرت بنتی جا رہی تھیں یوں حقیقت بن کر سامنے آگئی تھیں کہ وانیہ غریب تو چکرا رہی تھی۔ اسے یوں الجھا دیکھ کر وہ تھوڑا اور قریب ہوا۔

"کیا کچھ غلط کہہ رہا ہوں؟"

"آ......آ......آپ اتنے بدلے ہوئے کیوں لگ رہے ہیں؟" مارے گھبراہٹ کے کچھ کا کچھ منہ سے نکل گیا۔ ہمایوں کی مسکراہٹ گہری ہوگئی۔

"مثلاً کیا بدل گیا ہوں۔"

"پہلے تو آپ اس طرح مجھ سے بات نہیں کرتے تھے؟"

"پہلے تم بھی اس طرح میرے کمرے میں نہیں آئیں تھیں نہ ایسے میرا فون چیک کیا تھا۔" اس کا شریر لہجہ وانیہ کو مزید حواس باختہ کررہا تھا۔

"میں خود نہیں آئی' صالحہ آنٹی نے بھیجا تھا کہ آپ کو چائے کے لیے بلالاؤں۔"

"تو بلایا تو نہیں تم نے۔" وہ ہنوز مسکرا رہا تھا۔

"جی' چلیے' آنٹی انتظار کررہی ہوں گی۔" وہ تیزی سے کہہ کر اس کی سائیڈ سے نکلنے لگی تھی کہ سانس سینے میں اٹک گیا' ہمایوں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر روک لیا تھا۔

"ایک بات بہت دنوں سے کھٹک رہی ہے اس کا جواب تو دیتی جاؤ۔"

"جی؟" اس نے پلکیں اٹھائیں' وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرالیا۔

"ظفر انکل کے بیٹے کے ولیمہ والی رات مام' ڈیڈ سے جلدی چلنے کا کہہ رہی تھیں کہ انہیں تمہیں بھی لینا ہے' تمہارا دمساز شیری بھی گھر پر نہیں تھا۔ پھر تمہارا اتنا تیار ہوکر یہاں آنے کا مقصد؟" وہ رکا' ساتھ ہی وانیہ کی سانس بھی رکی' وہ ہلکا سا کھنکھارا۔ "تم اتنی بن سنور کر یہاں کیوں آئی تھیں؟"

"وہ......میں......میں تو......آنٹی کی وجہ سے......"

"اوہ......میں اس غلط فہمی میں تھا کہ میری وجہ سے۔" اس کے لہجے کی مایوسی اس کی آنکھوں کی شرارت کا ہرگز ساتھ نہیں دے رہی تھی' وانیہ کے سارے جسم کا خون سمٹ کر اس چہرے پر آ گیا تھا۔ چوری ایسے بھی پکڑی جاتی ہے' راز یوں بھی فاش ہوتے ہیں' مارے شرم کے کوئی بہانہ بھی نہیں سوجھ رہا تھا۔

"میرا فون چیک کرنے کا مقصد بھی کوئی اور ہی ہوگا' میں تو ایک کے بعد ایک غلط فہمی پلس خوش فہمی میں مبتلا ہوتا چلا جارہا تھا۔"

"نہیں غلط فہمی نہیں' میں تو سچ مچ......" ساتھ ہی اندازہ ہوا کہ کیا کہنے جارہی تھی تو ایک دم منہ پر ہاتھ رکھ لیا۔ ہمایوں سر پیچھے کرتے ہوئے بے اختیار ہنس دیا' ایک سرشار ہنسی' اس سرشاری میں کسی کی سچی محبت پالینے کی خوشی تھی تو اپنے اندازوں کی تصدیق بھی اس سرشاری میں شامل تھی۔

"کب ہیں تمہارے فائنل ایگزیمز؟" اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"بس ایک مہینہ ہی ہے۔" وہ اس کا انداز بدلنے پر حیران ہوئی۔

"تو پھر کیا ارادہ ہے؟"

"کیا مطلب؟" وہ الجھی۔

"مام اور ڈیڈ کو بھیج دوں پروپوزل کے لیے' رزلٹ کے بعد شادی رکھ لیتے ہیں۔" وہ ایسے کہہ رہا تھا جیسے نجانے ان دونوں کے درمیان کتنی بے تکلفی رہ چکی ہو اور وہ اس موضوع پر پہلے بھی بات کرتے رہے ہوں۔ وانیہ کی ٹانگیں کانپنے لگیں' وہ باہر لپکی۔

"میں چلتی ہوں۔"

"ہاں ساتھ چلتے ہیں' مام بھی حیران ہوں گی کہ اندر کون سے مذاکرات چل رہے ہیں۔" مارے شرم کے وانیہ سر پر پیر رکھ کر بھاگی' پیچھے سے صالحہ آوازیں دیتی رہ گئی تھیں۔



"اب اس دن شاذل کے یہ کہنے کا کیا مقصد تھا کہ وہ سمسٹر فریز کروا رہا ہے یا یہ جتانا کہ وہ بہت پریشان ہے' تاکہ تم اس کی پریشانیوں کے حل نکالو' اس کی ہیلپ کرو' اسی لیے میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ اسے اتنے مہنگے گفٹس دے کر اس کی توقعات نہ بڑھاؤ۔" عائزہ اور سیمل یونیورسٹی کے اکنامکس ڈیپارٹمنٹ کے سامنے برآمدے میں کھڑی تھیں۔ شاذل نے انہیں دیکھا تو تیز تیز قدم اٹھاتا وہاں آیا' عائزہ کے منہ سے اپنا نام سن کر وہ لاشعوری طور پر دیوار کے پیچھے ہوگیا' ان دونوں کی اس پر نظر نہیں پڑی تھی۔ عائزہ کا پورا جملہ سن کر تو آسمان اسے اپنے سر پر گرتا محسوس ہوا تھا' سائیں سائیں ہوتے کانوں میں سیمل کی آواز تو ٹکرائی تھی' وہ کچھ کہہ رہی تھی مگر کیا؟ یہ سمجھ، میں نہیں آیا تھا' غم' غصے اور دکھ کی شدید کیفیت میں وہ سرتاپا لرزنے لگا تھا۔

اس نے ہزار ہا مسائل اور پریشانیوں کے باوجود اپنے دوستوں کو کبھی بھنک نہیں پڑنے دی تھی۔ وہ یونی کی دوستی کو تعلیم کی حد تک ہی رکھنا چاہتا تھا۔ وہ اس میں گھریلو اور معاشی

مسائل کو کبھی زیر بحث نہیں لایا تھا' پھر اپنے ہی طور پر گفٹ دینا اور یہ سمجھنا کہ وہ ان سب کو حق سمجھ کر لے رہا ہے' ایسا سوچنے کا حق بھی انہیں کس نے دیا' وہ چاہتا تو آگے بڑھ کر عائزہ سے پوچھ سکتا تھا کہ اس سب بکواس کے پیچھے کیا مقصد ہے؟ اس کی جرأت کیسے ہوئی کہ وہ شاذل کے لیے اس طرح کی باتیں کریں' مگر غم و غصے کی آندھی نے اس کی زبان مفلوج کردی تھی۔ طیش کے عالم میں دماغ کٹی پتنگ کی طرح اڑنے لگا تھا۔

وہ مڑ کر یونیورسٹی سے ہی باہر چلا گیا تھا' پھر فیصلہ کرنا اس کے لیے بہت آسان ہو گیا تھا' اس نے ماموں کو رضامندی دے دی تھی۔ حالانکہ شدید غصے اور انتہائی خوشی میں کیے جانے والے فیصلے اکثر دانشمندانہ نہیں ہوتے مگر اب یہ سوچنے کا وقت نہیں تھا۔ ماموں نے اس کے ویزے کے لیے اپلائی کردیا تھا اور باذل کو ساتھ لے کر سعد کے پاس گئے اور اس سے کھل کر بات کی کہ اگر وہ نازیہ کو رکھنا چاہتا ہے تو ٹھیک ورنہ صاف فیصلہ سنا دے تو وہ بھی اپنی بچی کے لیے کچھ اور سوچیں' سعد بھی اتنے عرصے میں ڈھیلا پڑ چکا تھا' اس نے نازیہ سے جو بھی شکایت تھی اُن سے بیان کی تو وہ سن کر حیران رہ گئے۔

''اوہ' اتنی سی بات' واہ میاں' واہ......! ایک تو بے زبان گائے ملی اور آپ کو اس پر بھی اعتراض ہے' یہ تو شازیہ کی بدگوئی نے آپا اور نازیہ کو سہما دیا' وہ تو ڈر کر بولنا ہی بھول گئی۔'' پھر انہوں نے اور باذل نے بتایا کہ کیسے نازیہ کی امی نے اسے شوہر کے سامنے خاموشی اختیار کرنے کے لیے کہا تھا۔ بہر حال سعد ان کی ساتھ ہی آپا اور نازیہ کو لے گیا' بہت دن کے بعد یہ خوشی ان کے ہاں آئی تھی' جس نے شاذل کے دکھ سے پھٹتے دماغ کو بھی کچھ سکون دیا تھا۔

وہ اور سیمل' پچھلے چار سال سے ایک دوسرے کی محبت میں مبتلا تھے' یہ جذبہ اظہار کا محتاج نہ تھا' سب کو علم تھا کہ ان دونوں کے بیچ کون سا تعلق ہے' مگر کبھی کسی کی زبان پر ایک لفظ نہیں آیا تھا' شاذل تو اس لیے خاموش تھا کہ اپنی اور اس کی حیثیت کا اتنا بڑا فرق پیش نظر رہتا تھا اس کے' جبکہ سیمل لڑکی ہونے کی وجہ سے کچھ کہہ نہیں پائی تھی' یوں یہ تعلق لفظوں کے اظہار سے قاصر تھا اور اب شاذل شکر کر رہا تھا کہ اظہار کی نوبت ہی نہیں آئی' وہ مزید مالی بحران کا شکار ہو کر خود کو بالکل بھی سیمل کے قابل نہیں سمجھ رہا تھا اور اب عائزہ کی بات سننے کے بعد اندازہ ہو گیا تھا کہ اس کا اپنے دوستوں کے ساتھ طبقاتی فرق بہت زیادہ ہے' اس کا سمسٹر کے متعلق ارادہ پہلے ہی ڈانواڈول تھا' اب تو مہر لگ گئی تھی' اس دن کے بعد وہ یونیورسٹی ہی نہیں گیا۔

نوشیرواں اور حسان اس کے گھر آئے تھے' اس سے ملنے اور پرسش کرنے کہ وہ کیوں بے وقوفی کر رہا ہے۔ یونیورسٹی نہیں آ رہا' اس نے بتایا کہ وہ امریکہ جا رہا ہے اور کاغذات بنوانے میں مصروف ہے' اس لیے وہ یونیورسٹی نہیں آ سکتا۔ وہ دونوں حیران پریشان پوچھتے ہی رہ گئے کہ اتنی جلدی کیا ہے؟ ایگزیم تو دے لے پھر چلا جائے' ڈگری تو مل جائے گی' اس نے وقت کی کمی کا بہانہ کر کے جان چھڑا لی تھی۔

سب نے باری باری فون کیے' اس سے ملنے کے لیے شیری کے ساتھ دانیہ بھی آئی اور' جس رات اس کی روانگی تھی اسی شام سیمل اس سے ملنے آئی تھی۔ وہ اپنا سامان پیک کر رہا تھا۔ جب امی نے آ کر بتایا کہ کوئی لڑکی اس سے ملنے آئی ہے' شاذل نے اچنبھے سے بھنویں سکیڑیں۔

''کون ہے امی آپ نے نام نہیں پوچھا؟''

''سیمل نام بتایا ہے اس نے۔'' امی بتا کر چلی گئیں اور شاذل کتنی دیر سکتے میں رہ گیا۔

''سیمل اور یہاں' ہمارے گھر؟'' بوجھل دل اور بھاری قدموں سے وہ ڈرائنگ روم میں آ گیا' سادہ سا ڈرائنگ روم جس میں ایک صوفہ سیٹ اور ایک کاؤچ' بیٹھنے کے لیے' سستا سا قالین اور اتوار بازار سے خریدے ہوئے پردے اور آرائش کے لیے بڑے بڑے گلدان جو نازیہ کا شوق تھے' ان سب سے مزین اس ڈرائنگ روم میں سیمل ایک بہت ہی خوب صورت اضافہ تھی' عموماً مغربی لباس زیب تن کرنے والی ان کے گھر ایک بہت خوب صورت شلوار قمیض بمعہ دوپٹے کے پہن کر آئی تھی۔

''السلام علیکم۔''

''وعلیکم السلام کیسے ہو؟'' وہ اتنی مرجھائی ہوئی تھی کہ شاذل کے دل کو کچھ ہونے لگا تھا۔

''ٹھیک ہوں۔'' مختصر جواب دیا۔

''تم جا رہے ہو؟'' وہ براہ راست موضوع پر آئی۔

''ہاں۔''

''ملے بغیر ہی جا رہے تھے؟'' معصوم سے شکوے کے پیچھے کتنے دکھ' کتنی حسرتیں اور کتنے نوحے تھے' شاذل سب

سمجھ رہا تھا۔ وہ خود بہت ضبط سے بیٹھا تھا' دل میں اسے دیکھ کر طوفان اٹھ رہے تھے کہ جسے چھوڑ کر جانا ہی تو اذیت ناک مرحلہ بنا ہوا تھا' وہ دل کو سمجھا سمجھا کر تھک گیا تھا' اپنے تئیں یہ سمجھ بیٹھا تھا کہ اب اسے اپنے دل پر اختیار حاصل ہو گیا ہے مگر وہ سامنے آئی تو وہ پھر سے امتحان میں آ گیا تھا۔

اتنے میں امی کولڈ ڈرنکس لے آئیں' سیمل گھبرا کر کھڑی ہوگئی' ان کے ہاں تو نوکر یہ سروس دیا کرتے' مائیں کب ایسی زحمت کرتی ہیں۔ امی حلیمی سے مسکرائیں اور کولڈ ڈرنک سینٹر ٹیبل پر رکھ کر چلی گئیں۔ سیمل نے اس کے کہے بغیر گلاس اٹھالیا۔

"کب تک واپس آؤ گے؟"

"جب حالات بدل جائیں گے۔" اس نے حتمی اور دو ٹوک جواب دیا۔

"ہو سکتا ہے میں وہیں تم سے ملنے آ جاؤں' ایڈریس دے دو۔" اس میں تو شاذل کو کوئی شبہ نہیں تھا کہ وہ آ سکتی تھی' ان کے لیے تو شاید ایک سے دوسرے شہر جانا مشکل تھا' مگر سیمل کے لیے امریکہ جانا بھی تفریح تھی۔

"میں وہاں جا کر سیٹ ہو جاؤں پھر ایڈریس دوں گا۔"

اس کے نروٹھے انداز پر وہ دل شکستہ نظروں سے اسے دیکھتی ہوئی اٹھ گئی۔

"اچھا میں چلتی ہوں۔"

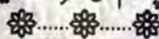
"اوکے اللہ حافظ۔" اس کی طرف سے نہ مزید بیٹھنے کی درخواست' نہ روکنے کی کوئی خواہش۔ وہ لب بستہ سی رہ گئی۔

"کانٹیکٹ میں تو رہو گے ناں؟"

"کوشش کروں گا۔" وہ اپنی طرف سے اسے مکمل مایوس کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑ رہا تھا۔ وہ چلی گئی تو امی نے پوچھا۔

"یہ کون تھی شاذل' بڑی ہی پیاری بچی تھی' بہت خوب صورت۔"

"کلاس فیلو تھی امی' جانے کا پتا چلا تو ملنے آ گئی۔" دل پہ جو بیت رہی تھی اس پہ پردہ ڈالتا اور پرے لاپروائی سے جواب دے کر وہ پھر سے اپنے کام میں مصروف ہو گیا تھا۔

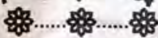


صالحہ اور فریدوں باقاعدہ رشتہ لے کر آئے تھے' وانیہ کے والدین بہت خوش تھے' ہمایوں ہو یا نوشیرواں دونوں ان کے سامنے پلے بڑھے تھے اور تعلیم حاصل کی تھی' ان کی ہر اچھی بری عادت کا انہیں علم تھا' اس وقت وہ کھاتا کماتا' شاندار پرُشخصیت کا مالک لڑکا تھا' جس کا رشتہ کسی کے ہاں بھی جاتا فوراً قبول کرلیا جاتا' وانیہ کی آنکھوں کی چمک بتا رہی تھی کہ رشتہ اس کی پسند اور مرضی سے آیا ہے۔ سو بڑی ہی خوش دلی سے رشتہ قبول کیا گیا' شادی وانیہ کے امتحانات کے بعد طے کی گئی تھی۔



سان فرانسسکو میں شاذل' ماموں کے ساتھ سیٹ ہو گیا تھا۔ ان کے ہوٹل میں اسے نگرانی کرنا ہوتی تھی۔ دونوں وقت کا کھانا بھی وہ وہیں کھا لیتا تھا' گھر میں بھی بہت سکون تھا۔ ذیشان ماموں کے دو بچے تھے' بیٹا شایان جو کینیڈا میں جاب کرتا تھا اور وہیں شادی بھی کر چکا تھا۔ بیٹی مشعل سوفٹ ویئر انجینئر تھی اور اپنے کولیگ سے والدین کی رضا مندی سے شادی کر چکی تھی۔ وہ ایک خوش گوار ازدواجی زندگی گزار رہی تھی' گھر میں صرف ماموں اور مریم آنٹی ہوتے تھے' جو اس کے ساتھ بہت محبت اور شفقت سے پیش آتے تھے۔ سب ٹھیک تھا سوائے دل کے جو اسے بہت تنگ کرتا تھا۔ سیمل کو ایک نظر دیکھنے کے لیے۔

شاذل نے امی' ابو کو سختی سے منع کیا ہوا تھا کہ وہ اس کے متعلق اس کے کسی دوست کو کچھ نہ بتائیں۔ دل ایسا ٹوٹا تھا کہ وہ کسی قسم کے رابطے نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ نس نس میں اذیت لہو کے ساتھ دوڑتی تھی۔ وہ بہت کم کسی سے بدگمان ہوتا تھا اور اگر ہو جاتا تو کسی طرح اس کا دل صاف نہیں ہو پاتا تھا' عائزہ کے الفاظ نے اسے الاؤ میں دھکیل دیا تھا' اسے یہاں آئے دو سال ہونے والے تھے۔ پر اس کا زخم ویسا ہی تازہ تھا۔ کچھ اس کی اپنی بھی کوشش تھی کہ وہ ہر رات اسے کھرچتا تھا۔ وہ اس زخم پر کھرنڈ جمنے ہی نہیں دیتا تھا کہ وہ خشک ہو کر نشان بھی ختم ہو جائے۔ نئے سرے سے کچھ اچھا سوچ سکے' مگر نہیں' وہ اپنی شدت پسندی کے ہاتھوں مجبور تھا۔



"وانیہ اور ہمایوں کی شادی میں سب شریک تھے۔ صرف شاذل نہیں ہے تو کتنا خالی پن محسوس ہو رہا ہے ناں۔"

"وہ صرف' شاذل نہیں تھا یار' وہ تو سب کچھ تھا' وہ جانِ محفل تھا' وہ روحِ انجمن تھا' اس کی کمی تو سب سے بڑی کمی ہے۔" حسان کے لہجے میں دکھ اور مایوسی تھی' سیمل کی آنکھوں

میں نمی آ گئی تھی۔

"پتا نہیں کیوں اتنا ناراض ہوگیا کہ کوئی کانٹیکٹ نمبر بھی نہیں دیا' ایسا کیا قصور ہوگیا ہم سے؟" شیری کی بات میں دکھ اور گلہ دونوں تھے۔

عائزہ نے نظر چرا کر سامنے اسٹیج پر موجود ہمایوں اور وانیہ کو دیکھنا شروع کردیا۔ ایک بوجھ سا شاذل کے ذکر پر اس کے دل پر آ پڑتا تھا' سیمل کو دیکھ کر زیادہ دکھ ہوتا کہ وہ معصوم لڑکی مسکرانا ہی بھول چکی تھی۔ دو دفعہ امریکہ اپنے بھائیوں کے پاس ہو آئی تھی' مگر وہ باون ریاستوں کے بے حساب شہروں میں سے جانے کس شہر میں چھپ گیا تھا کہ کسی کی یاد اسے سامنے آنے پر مجبور نہیں کرتی تھی۔ دل کی بے چینی اسے دوبارہ شاذل کے گھر لے گئی تھی۔ اس نے اس کی امی سے پوچھا تھا کہ وہ کہاں رہتا ہے' انہوں نے سادگی سے بتایا کہ انہیں نہیں معلوم' انہیں بس یہ پتا ہے کہ وہ امریکہ میں ہے فون نمبر بھی اس کے ابو کے پاس ہے اور وہ گھر پر نہیں ہیں۔ وہ مایوس و ناکام وہاں سے لوٹ آئی تھی۔

وانیہ اور ہمایوں کی شادی کا ہنگامہ ان کے رزلٹ کے بعد شروع ہوا تھا۔ وانیہ کے خوشی سے چمکتے چہرے کو دیکھ کر اس نے اس کی مزید خوشیوں کے لیے دعا کی تھی۔ کتنی خوش قسمت تھی وانیہ کہ اپنے ہی طبقے اور معیار کے لڑکے سے محبت ہوئی اور اب شادی کے ذریعے اس محبت کی تکمیل ہورہی تھی۔ ایک اس کے لیے یہ طبقاتی فرق عذاب بن گیا تھا۔ حالانکہ ابھی نہ کوئی بات ہوئی' نہ اس کے والدین یا بھائیوں کی طرف سے کوئی اعتراض ہوا' پھر شاذل نے یک طرفہ اسے اس بنیاد پر جھٹلا دیا۔ وانیہ نے بہت محبت سے کہا تھا۔

"میں نے تمہارے لیے بہت دعا کی ہے' سیمل کہ اللہ تعالیٰ تمہاری مراد پوری کرے اور ایسا ضرور ہوگا ان شاء اللہ۔" وہ مسکرائی تو اس کی مسکراہٹ میں بھی حزن تھا' حیدر اور اسمارا کو بھی اس کی کیفیت نے بہت کچھ سمجھا دیا تھا۔ اتنی کھوئی کھوئی اور گم صم رہنے والی' ہر بہترین رشتے کے لیے منع کردینے والی ان کی بیٹی کس روگ میں مبتلا تھی' اس کی تشخیص کے لیے کسی ڈاکٹر کے پاس جانے کی ضرورت نہیں تھی۔ حیدر نے اسے آفس لے جانا شروع کردیا' مصروفیت نے کچھ دماغ بٹایا' پر جب فارغ ہوتی تو پھر سے وہ خیالات پر قابض ہوجاتا' اس کے تصور میں کھو کر تو اسے زمان و مکان سب بھول جاتے تھے۔

❀......❀......❀

"یہ میرے دوست کا بیٹا ہے ریان ڈیکو' یہ ٹی وی کے کمرشلز بناتا ہے' اس کی اپنی ایڈورٹائزنگ ایجنسی ہے' اس دن ہمارے ہوٹل آیا' تمہیں دیکھا تو میرے پیچھے پڑ گیا کہ میں اسے تم سے ملواؤں' اس کے مطابق تم اپنے بنائے ماڈل ہو' اور یہ تمہیں اپنے اگلے کمرشل میں لینا چاہتا ہے۔" شاذل گھر آیا تو ماموں نے اسے ڈرائنگ روم میں بلوایا اور اس نوجوان سے جو لاطینی امریکہ سے تعلق رکھتا تھا مگر اب یہیں رہتا تھا سے ملوایا۔ شاذل کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا' ماڈلنگ اور وہ؟ اس نے تو کبھی کالج یونیورسٹی کے کسی ڈرامے وغیرہ میں کوئی کردار نہیں کیا تھا۔ اگرچہ اس کے کلاس فیلوز اسے اکثر چھیڑتے تھے کہ یار شاذل تم ٹی وی یا فلم میں چلے جاؤ تو بڑے بڑے ہیروز کو گھر بٹھا دو اور وہ جواب میں کہتا تھا۔

"میں جاگتے میں خواب نہیں دیکھتا۔"

پر یہ خواب تو کیا حقیقت تھی۔ وہ امریکی لڑکا بڑے جوش و خروش سے اسے یہ بتانے کی کوشش کررہا تھا کہ اس کی جاذب نظر شخصیت اور سراپا سب کچھ ماڈلنگ کے لیے کتنا پرفیکٹ ہے شاذل نے اس سے سوچنے کے لیے مہلت لے لی تھی' شایان کو معلوم ہوا تو اس نے اور مشعل نے بھی شاذل پر زور دیا کہ وہ ریان کے ساتھ ضرور کام کرے۔ شاذل' ریان کے ساتھ کام پر آمادہ ہوگیا اور دو ماہ کی کڑی ٹریننگ کے بعد اس کا پہلا کمرشل ٹی وی پر آ گیا تھا' اسے ریان نے ویڈیو کلپس دکھائے تھے' ٹی وی اسکرین پر اپنے آپ کو دیکھنا ایک انوکھا تجربہ تھا' وہ بہت دیر اپنے آپ کو دیکھنے کے لیے ٹی وی کے سامنے بیٹھا رہا تھا۔ ماموں نے مووی بنا کر امی ابو کو بھیجی' وہاں سے چاروں بہن بھائیوں کو بھجوائی گئی اور دوسرے دن فون کالز کا تانتا بندھا رہا تھا' اس کا امریکہ چلے جانا ہی کیا کم خوشی کا باعث تھا' سب کے لیے کہ اب وہاں سے ٹی وی پر آ تا...... واہ۔

❀......❀......❀

"یہ...... یہ...... یہ......" سیمل کے منہ سے الفاظ ٹوٹ ٹوٹ کر نکل رہے تھے' اریشہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"کیا ہوا سم؟"

"یہ...... یہ تو شاذل ہے' میں نے پہچان لیا ہے یہ وہی ہے' بالکل وہی۔" وہ ٹی وی اسکرین کی طرف اشارہ کرتے

ہوئے کہہ رہی تھی' وہ اس طرح اسکرین کی طرف دیکھ رہی تھی' جیسے اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہ آ رہا ہو۔

"کون شاذل؟" اریشہ ابھی ذہن پر زور ڈالا مگر کچھ یاد نہیں آیا کہ شاذل کون؟ سیمل اب اپنے موبائل سے اس کی ویڈیو بنا رہی تھی' تھوڑے تھوڑے وقفے سے وہ اشتہار بار بار چل رہا تھا۔ وہ اتنی خاموش طبیعت کی لڑکی تھی کہ اس کا یہ جوش اریشہ کو الجھن میں مبتلا کر رہا تھا۔ وہ کبھی اسے دیکھتی اور کبھی ٹی وی پر آنے والے اس خوب صورت لڑکے کو۔

"بھابی...... اسفر بھائی سے پوچھیں' اگر وہ فری ہیں تو مجھے ان سے کچھ بات کرنی ہے۔" وہ ایسی لجاجت سے بولی کہ اریشہ حیران رہ گئی۔ وہ تیزی سے اپنے کمرے میں گئی۔

"وہ کہہ رہا ہے کہ سم کو مجھ سے پوچھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی' ایسا کیا ہوا ہے؟" اریشہ نے مسکرا کر اس کا پیغام دیا اور سیمل کے ساتھ ہی کمرے میں آ گئی۔

"آؤ سم ڈارلنگ' کیا بات ہے؟" اسفر نے محبت سے اپنی چھوٹی' لاڈلی بہن کو دیکھا۔ اس نے اٹک اٹک کر رک رک کر شاذل کے متعلق بھائی کو بتایا' اس نے ویڈیو بھی دکھائی اور بلاشبہ اشتہار میں موجود لڑکے نے اسفر کو بہت متاثر کیا تھا' وہ واقعی کوئی "چیز" تھا۔

"ڈونٹ وری' دو دن میں اس کے متعلق ساری معلومات مل جائیں گی۔" وہ بغیر کوئی جواب دیے ایک ٹک ٹی وی اسکرین کو دیکھ رہی تھی' جہاں وہ درخشاں ستارے کی طرح جگمگا رہا تھا' اریشہ نے البتہ کافی بحث کی تھی۔

"اگر وہ تم سے کوئی کانٹیکٹ نہیں کرتا' کوئی ریلیشن نہیں رکھنا چاہتا تو تم اپنے آپ کو کیوں ڈی گریڈ کر رہی ہو' کیا پتا وہ کہیں اور انگیجڈ ہو' کسی اور میں انٹرسٹڈ ہو ورنہ اسے تمہاری ذرا سی بھی پروا ہوتی تو یوں کٹ کر رہتا۔" سیمل کی آنکھوں میں آنسو جھلملانے لگے۔

"بس ایک بار میں اس سے مل لوں' اسے دیکھ لوں پھر......"

"پھر کیا......" اریشہ کو اس کے آنسو دیکھ کر دکھ ہوا۔

"مجھے یقین ہو جائے گا کہ اس نے مجھے سچ مچ چھوڑ دیا ہے۔" اس کی آواز کانپ سی گئی۔

"تم اس سے اتنی محبت کرتی ہو تو پہلے کیوں نہیں بتایا' کوئی نہ کوئی اسے ڈھونڈ لیتا' کوئی سلوشن بھی نکل آتا۔" وہ خاموشی سے ٹی وی اسکرین کو دیکھتی رہی' فی الحال وہ نظر آ رہا تھا' یہی کافی تھا۔



وہ ہوٹل میں مصروف تھا کہ ذیشان ماموں کا فون آیا کہ وہ جلدی گھر آ جائے' کوئی اس کا انتظار کر رہا ہے' وہ اپنی پوری کوشش کر کے گھر پہنچا تھا' سٹنگ روم میں آتے ہی وہ ٹھٹھکا۔

"سیمل......!" اس کے لبوں نے بے آواز جنبش کی۔ وہ بھی اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ دونوں ایک دوسرے کو یوں دیکھ رہے تھے' جیسے یقین نہ آ رہا ہو کہ وہ آمنے سامنے ہوں۔ کتنے پل بیت گئے۔ ان کی محویت کو شاذل کے فون کی گھنٹی نے توڑا' فون جیب سے نکالتے ہوئے وہ اسے دیکھ کر مسکرایا۔

"السلام علیکم۔"

"وعلیکم السلام۔" سیمل کی آواز بہت دھیمی تھی۔

"آؤ بیٹھو۔" دونوں آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ شاذل نے نمبر دیکھ کر فون اٹینڈ نہیں کیا۔

"بعد میں کر لوں گا۔" وہ اسے دیکھ کر ایک بار پھر مسکرایا۔

"کب آئی ہو؟"

"پوچھنا تو یہ چاہیے تھا کہ تمہیں ڈھونڈ کیسے لیا؟" سیمل کے طنز پر اس کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

"چلو یہی بتا دو' کیسے ڈھونڈ لیا مجھے؟"

"جذبے سچے ہوں اور طلب میں دیوانگی شامل ہو جائے تو مطلوب مل ہی جاتا ہے' تمہیں ڈھونڈنا تب تک مشکل تھا' جب تک تمہارا کوئی سراغ نہیں مل رہا تھا' ٹی وی پر آنے کے بعد تمہیں ڈھونڈ لینا کیا مشکل تھا؟" اس کے لہجے میں غصہ اور ناراضی دونوں تھے' شاذل کو وہ پہلے سے بھی زیادہ پیاری لگ رہی تھی۔ وہ مسلسل مسکرا رہا تھا۔

"تم نے تو سب کو منع کر دیا تھا' ہمیں تمہارا نمبر اور ایڈریس دینے سے تو اب مجھے دیکھ کر اتنے خوش کیوں ہو رہے ہو۔" وہ چڑی تو وہ ہنس پڑا۔

"ابھی تم نے خود اعتراف کیا کہ تم مجھ سے دیوانگی کی حد تک محبت کرتی ہو' پھر میں خوش بھی نہ ہوں۔"

"اس سے پہلے تو تمہیں کچھ علم ہی نہیں تھا؟" وہ کھلکھلایا۔

"تو طنز کرنے کے لیے یہاں آئی ہو؟"

"مجھے بہت کچھ پوچھنا ہے تم سے فرسٹ آف آل تم یہ بتاؤ کہ کس بات پر تم اتنے ناراض ہوئے کہ بغیر ایگزیم دیئے کسی فرینڈ کو کانٹیکٹ نمبر اور ایڈریس دیئے یوں چلے آئے' کس کی کوئی بات بری لگی کہ تم نے ہم سب سے رابطہ توڑ لیا' کیا میری......؟" وہ یک دم سنجیدہ ہوا' سیمل بے چین ہوگئی۔

"کیا واقعی میری ہی کوئی بات بری لگی تھی؟"

"نہیں' ایسی تو کوئی بات نہیں۔" اس نے ٹالنا چاہا مگر سیمل اس لیے تو نہیں آئی تھی کہ اس غلط فہمی کو ختم ہی نہ کرتی جس نے دو سال کی جدائی پیدا کردی تھی۔

"پلیز شاذل...... مجھے بتادو' میں تم سے ایکسکیوز کرلوں گی۔"

"تم نے مجھے برتھ ڈے پر وہ مہنگے مہنگے گفٹس کیوں دیے تھے کہ میں تم سے مرعوب ہوجاؤں' ہمیشہ دبا رہوں تم سے' تمہاری امارت سے۔"

"کتنی غلط بات کررہے ہو تم شاذل' میں ایسا کبھی سوچ بھی نہیں سکتی۔" سیمل کا چہرہ سرخ ہوا۔

"اور میں نے اس لیے لے لیے کہ میں تو تمہیں استعمال کررہا تھا' تمہیں بھی لگتا تھا کہ میں تمہیں استعمال کررہا ہوں؟" اس بار اس کا لہجہ تیکھا ہوا تھا' سیمل کو تو اپنا سر چکراتا ہوا محسوس ہورہا تھا۔

"میں نے اپنی خوشی سے تمہیں، اپنے دوست کو کچھ گفٹ کیا' میرے گمان میں بھی نہیں تھا کہ تم اسے اتنا نیگیٹیو بھی لے سکتے ہو۔"

"عائزہ نے تم سے یہی کہا تھا ناں کہ میں تم سے فائدہ اٹھا رہا ہوں؟" شاذل نے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

"عائزہ نے......! وہ تم سے سن لیا تھا؟" اس کی آنکھیں تو آنکھیں منہ بھی کھلا رہ گیا تھا' کب' کیسے؟ ان کا تو کوئی تیسرا دوست بھی وہاں موجود نہیں تھا جو شاذل کو بتادیتا' پھر یہ کیا ہوا؟ وہ ذہن پر زور ڈال رہی تھی اور شاذل بڑے اطمینان سے اس کا جائزہ لے رہا تھا' کافی رنگ کی جینز پر چاکلیٹ براؤن شرٹ میں ملبوس' بالوں کے نئے اسٹائل کے ساتھ ہمیشہ کی طرح بہت حسین...... وہ جی بھر کر اسے دیکھ رہا تھا۔ اتفاق سے اس نے بھی آف وہائٹ شرٹ کے ساتھ براؤن سوٹ پہن رکھا تھا۔ اس حسن اتفاق پر اس کے ہونٹوں پر ایک مدھم مسکان پھیل گئی تھی پر وہ اپنے ہی دکھ میں مبتلا تھی۔

"تم نے صرف عائزہ کی بات سنی اور سب سے ناراض ہوگئے' حسان' شیری' دانیہ اور میں......" وہ رکی۔

"ہم سب پاگلوں کی طرح تمہارا سراغ لگاتے رہے مگر تم نے اپنا پتا نشان کچھ بھی نہیں چھوڑا' تمہیں ہمارے جذبات کا ذرا بھی خیال نہیں آیا' ہم نے کب تمہیں ہرٹ کیا تھا کہ تم ہم سب سے ہی ناراض ہوگئے۔" اس کے لہجے میں دکھ' شکوہ اور ناراضی سب ہی کچھ تھا۔

"تم سب کی بات چھوڑو' اپنی بات کرو' کسی اور کے جذبات میں اتنی شدت نہیں تھی کہ مجھے ڈھونڈ لیتا' سوائے تمہارے۔" اس کا لہجہ گمبھیر ہوا' سیمل کا رنگ تبدیل ہوا۔

"ہونہہ...... ڈرامے باز' اتنا خیال ہوتا تو ایسے کرتے میرے ساتھ؟"

"اس وقت میں بہت پریشان تھا' عائزہ کی بات تیر کی طرح میرے دل میں کھب گئی تھی' ہمارے اسٹیٹس میں اتنا زیادہ فرق تو مجھے پہلے ہی بہت محسوس ہوتا تھا۔ میں اپنے دل کو تو تمہارے لیے دھڑکنے سے نہیں روک سکتا تھا۔ پر اپنے دماغ کے انتباہ کو بھی نظر انداز نہیں کرسکتا تھا جو مجھے تمہارے اور میرے بیچ فرق کو ہر پل یاد رکھنے کو کہتا تھا۔"

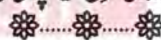
"تم نے ایک ایسی چیز کو مسئلہ بنائے رکھا جو میرے لیے ہرگز کسی اہمیت کی حامل نہیں رکھتی تھی' میرے لیے تم ہر شخص اور ہر چیز سے زیادہ اہم ہو۔" وہ ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئی بولی۔

"تم نے میرے اور اپنے ان جذبات کو' جو کسی اظہار کے بھی محتاج نہیں تھے' اتنا ہلکا لیا کہ تم دور چلے جاؤ گے تو وہ سب جذبات بھی ختم ہوجائیں گے' اگر محبت سامنے بیٹھے رہنے سے ہوتی تو ہم سب مسلمان اللہ اور رسول ﷺ سے بغیر دیکھے بھی محبت نہ کرتے۔" اتنا بڑا اور مقدس حوالہ' شاذل کچھ بول نہیں پایا۔

"محبت دیکھ بھال کر نہیں ہوتی کہ محبوب امیر ہے یا غریب' یہ تو بس ہوجاتی ہے اور ہوجانے کے بعد اتنا بے بس کردیتی ہے کہ بندہ اپنے خیالات تک پر کنٹرول کھودیتا ہے مجھے تو بس اپنی اور تمہاری محبت پر مان تھا حالانکہ تم نے مجھے کبھی اس کا یقین بھی نہیں دلایا تھا۔"

"میں کیسے یقین دلاتا جب کہ خود ہی بے یقین تھا' میں تمہاری آنکھوں میں وہ خواب کیسے سجا دیتا جو میں اپنی

آنکھوں کو دیکھنے کی اجازت نہیں دے رہا تھا۔"
"ان خوابوں کو کسی اجازت کی ضرورت نہیں ہوتی...... ایسے خواب اور جذبات خود بخود آنکھوں میں اور دل میں بستے چلے جاتے ہیں نہ چاہنے کے باوجود روکنے کے باوجود۔"
"اوہ......تو اس کا مطلب ہے تم نے انہیں روکنے کی کوشش کی تھی؟" شاذل نے شرارت سے پوچھا۔
"ہاں ظاہر ہے تم جیسے روڈ بندے سے محبت کرنے سے پہلے خود کو بہت روکا مگر......" اس نے تاسف سے سر جھٹکا۔
"مگر ہو ہی گئی۔" اس کے لہجے سے ہنوز شرارت ٹپک رہی تھی۔ "اچھا اب تو میں تمہیں پرپوز کرسکتا ہوں ناں؟"
"پہلے بھی کرسکتے تھے۔" سیمل نے جی بھر کر گھورا۔
"نہیں پہلے میں بالکل بھی اس پوزیشن میں نہیں تھا۔" وہ سنجیدہ ہوا۔
"ابھی بھی میں مزید کچھ عرصہ یہیں رہوں گا۔"
"تمہاری مرضی۔" وہ دروازے کی طرف مڑی' شاذل نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔
"ناراض مت ہونا' یہ حقیقت ہے کہ مالی مشکلات زندگی کو ناخوش گوار بنادیتی ہیں' تم یہاں رہنا چاہو یا الگ' میں رکھ لوں گا' مگر فی الحال پاکستان نہیں جاؤں گا۔"
"کتنے عرصے بعد لوٹنے کا ارادہ ہے۔"
"کم از کم دو بچے تو یہاں کی نیشنلٹی لے لیں۔" اس کے شرارت سے کہنے پر وہ بری طرح جھینپ گئی تھی۔



وہ اسے پہلے ہوٹل لے گیا' پھر کھانا کھانے کے بعد وہ سان ڈیگو سفاری پاک چلے آئے' جو وائلڈ اینیمل پارک کہلاتا ہے' وہاں ٹرام میں بیٹھ کر جھیل کے گرد چکر لگایا' جھیل سے تھوڑی دور زرافے موجود تھے' اپنی لمبی لمبی گردنیں اٹھائے درختوں کے پتے کھا رہے تھے۔ ایک طرف لپرڈ کی جوڑی اپنے دو بچوں کے ساتھ کھیل میں مشغول تھی۔ ایک بڑی سی چٹان پر شیر کا مجسمہ بنا ہوا تھا' مگرمچھ اور مینڈک کے مجسمے بھی تھے' بچے ان سے کھیل رہے تھے' ان کے اوپر بیٹھتے' پھسلتے' ان سے لپٹتے اور گرتے پڑتے کھلکھلا رہے تھے' شاذل مسکراتے ہوئے انہیں دیکھ رہا تھا' آنکھیں مستقبل کے خوش آئندہ خواب سجارہی تھیں کہ سیمل نے چونکایا۔
"اب چلیں' مجھے لاس اینجلس واپس جانا ہے۔"
"ایک گھنٹے کی تو فلائیٹ ہے' رک جاؤ ابھی۔" شاذل نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔
"نہیں میں نے بھائی سے جلد واپسی کا وعدہ کیا تھا۔"
"او کے۔" وہ اسے ساتھ لے کر باہر آگیا نہ ضد نہ بحث نہ مزید رکنے پر اصرار' ماموں اور مامی نے اسے کچھ چیزیں گفٹ کی تھیں' شاذل اسے ایئر پورٹ چھوڑنے آیا تو راستے سے ایک خوب صورت بکے لے کر اسے تھمایا۔
"بہت جلد ماموں آئیں گے' تمہارے بھائی سے بات کرنے۔"
"مام اور ڈیڈ سے بات کرتے تو زیادہ بہتر ہوتا۔"
"ہاں وہاں امی ابو جائیں گے' پہلے تم تو وہاں پہنچ جاؤں۔"
"بڑی جلدی ہے مجھے یہاں سے بھیجنے کی۔" مصنوعی خفگی سے بولی۔
"جاؤں گی تو ہی یہاں آؤں گی ناں۔" اس کے گہرے لہجے آنکھوں سے جھلکتے جذبات نے سیمل کو پلکیں جھکانے پر مجبور کردیا تھا۔



عائزہ ساحل سمندر پر موجود ایک چٹان پر کھڑی دور بہتی لہروں پر نظریں جمائے' سوچوں میں ایسی گم تھی کہ اردگرد کی خبر ہی نہیں تھی' کیا کیا نہ یاد آرہا تھا' کچھ خوش کن باتیں' کچھ تلخ یادیں' وہ دل کا اجڑنا اور گھر کا بسنا' کل ہی وانیہ نے اسے "خوش خبری" سنائی تھی کہ سیمل کو بالآخر شاذل مل ہی گیا' وہ جو اپنی زندگی میں گم ہوکر اسے بھلانے کی کوشش میں بڑی حد تک کامیاب ہوچکی تھی کہ وانیہ نے پھر سے بے کل کردیا تھا۔ وہ کبھی کسی سے یہ بات شیئر نہیں کرپائی کہ یونیورسٹی کی دوسری بہت سی لڑکیوں کی طرح وہ بھی شاذل کی محبت میں گرفتار تھی' اسے بھی وہ بہت پسند تھا بلکہ پسندیدگی تو بہت چھوٹا لفظ تھا' وہ اس کی محبت میں مبتلا ہوچکی تھی' پھر اس پر انکشاف ہوا کہ سیمل بھی شاذل کی محبت میں بہت آگے جاچکی ہے اور ناقابل یقین بات یہ کہ شاذل جو کسی لڑکی کو توجہ کے لائق ہی نہیں سمجھتا تھا وہ بھی سیمل کے لیے خاص جذبات رکھتا ہے' عائزہ کے دل کو بڑی ٹھیس پہنچی تھی۔ وہ دونوں ہی اس کے دوست تھے' دونوں کے لیے وہ کچھ بھی برا نہیں سوچ سکتی تھی پر دل پر اس کا کچھ اختیار نہیں رہا تھا۔ اس نے شاذل کو اس

کے امتحانات میں شان دار کامیابی پر لیپ ٹاپ گفٹ کرنا چاہا' مگر اس نے سختی سے منع کردیا تھا۔ اس کا دل کس بری طرح ٹوٹا' شاذل کو پروا نہیں تھی اپنی سالگرہ پر اس نے سیمل کے دیے ہوئے تحفے نہ صرف قبول کرلیے بلکہ انہیں استعمال میں بھی لے آیا تھا۔ ذلت کے احساس نے اس سے وہ کام کروالیا جو وہ ویسے کبھی بھی نہ کرتی' اس نے آہستہ آہستہ سیمل کے کان بھرنے شروع کردیے تھے۔ سیمل اس کی باتوں پر ہمیشہ بے یقین رہتی تھی مگر عائزہ اس اصول پر چلتے ہوئے کہ پتھر پر بھی پانی گرتا رہے تو سوراخ کردیتا ہے' تو سیمل تو پھر انسان ہے' کب تک یقین نہیں کرے گی' جو اس کا نہیں ہوا وہ سیمل کا بھی نہیں ہونے دے گی۔ احساسِ توہین وانتقام نے اس کے سارے مثبت خیالات کو ملیامیٹ کردیا تھا۔

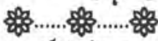
اس دن اس نے شاذل کو آتا دیکھ لیا تھا اور اپنا رخ پھیر کر وہ دل کو چیر دینے والے الفاظ کہے تھے اور ان کے نتیجے میں غم وغصے میں مبتلا شاذل کو پلٹتے اور پھر باہر جاتے بھی دیکھ لیا تھا۔ پہلی بار اندر جلتی آگ پر چند چھینٹے پڑے تھے' پر یہ تو گمان بھی نہیں تھا کہ وہ اتنا مشتعل ہوجائے گا کہ سمسٹر چھوڑ اور یونیورسٹی چھوڑ کر بلکہ ملک ہی چھوڑ کر امریکہ جا بسے گا' بغیر اپنا کوئی اتا پتا دیے' سیمل کی بے چینی و بے قراری دیکھ کر اسے خلش سی ہونے لگی تھی' وہ تو سچ مچ دیوانی ہی ہوگئی تھی' ہر چیز سے بے نیاز، ہر شے پر دسترس رکھتے ہوئے بھی سب سے لاپروا' عائزہ کو اپنے کیے پر پچھتاوں نے گھیر لیا تھا' ایک دوست یوں بے حال ہوگئی تھی اور دوسرا دوست آنکھوں سے ہی اوجھل ہوگیا تھا' جب نظر نہیں آیا تو دل اسے دیکھنے کو بے قرار رہنے لگا۔ اس کے لیے تڑپنے لگا' جسے اس کی محبت کی نہ طلب تھی نہ قدر۔ چھ ماہ قبل اس کی شادی اپنے کزن شعور کے ساتھ ہوچکی تھی۔ شعور اس سے بہت محبت کرتا تھا، اس کا بہت خیال بھی رکھتا تھا' وہ اس کی محبت میں کھو کر دھیرے دھیرے شاذل کو بھلا ہی رہی تھی کہ دانیہ نے دل کے زخم پر لگے کھرنڈ نوچ دیئے' وہ زخم پھر سے رسنے لگا تھا' بے چینی و بے قراری اسے کسی پل چین نہیں لینے دے رہی تھیں۔ تو شاذل' سیمل کو مل گیا۔ اسے تو خوش ہونا چاہیے تھا۔ وہ کسک' وہ خلش جو اسے سیمل کو پریشان و مضطرب دیکھ کر ہوتی تھی' وہ تو ختم ہوجانی چاہیے تھی۔ پھر یہ اضطراب کیوں...... یہ کیسی بے چینی ہے؟

"عائزہ...... عائزہ ڈارلنگ کہاں کھوئی ہو؟" شعور کی قریب سے آنے والی آواز نے اسے گہری سوچوں سے نکالا تھا۔

"جی؟"

"یار میں اکیلا کیا خاک انجوائے کروں' تم تو کب سے یوں ہی کھڑی ہو۔" وہ ناراضی سے بولا۔ عائزہ شرمندہ ہوگئی۔

"سوسوری' چلیں دونوں ساتھ چلتے ہیں۔ مل کر انجوائے کرتے ہیں۔" وہ مسکرائی تو وہ بھی مسکرادیا' اس کا ہاتھ تھام کر ساحل پر چلتے ہوئے وہ خود کو سمجھا رہی تھی کہ اس کے دونوں دوستوں کا مل جانا اس کے لیے بھی باعث خوشی ہے' آج جو بے چینی ہے وہ کل نہیں رہے گی۔



"وہ تو عائزہ نے کہا تھا۔" سیمل کی آواز ہوا کے دوش پر شاذل کے کانوں سے ٹکرائی اور ایک استہزائیہ مسکراہٹ نے اس کے ہونٹوں کا احاطہ کیا تھا۔ شاذل کو سیمل کیا بتاتی' اس نے اپنے کانوں سے سنا تھا اور وہ جانتا تھا کہ عائزہ نے یہ کیوں کہا تھا' وہ عائزہ کی خود میں دلچسپی بھانپ کر ہی پیچھے ہٹا تھا' اس نے اس کے تحفے بھی اسی لیے قبول نہیں کیے تھے کہ وہ اسے آگے نہیں بڑھنے دینا چاہتا تھا' وہ خود پر کنٹرول کرنا جانتا تھا پر دل سیمل کی محبت میں گرفتار تھا۔

شاذل مزید کچھ سال امریکہ میں ہی رہنا چاہتا تھا تاکہ کام کرکے اتنے پیسے جمع کرلے کہ وہاں اپنا ہوٹل لے سکے' پھر جانا تو اپنے پاک وطن ہی تھا' جہاں وہ اور سیمل ایک خوب صورت زندگی کا آغاز کرتے' ان شاءاللہ۔

زندگی کی شاہراہ پر خوشیوں کے پھول کھلنے کا موسم آرہا تھا' وہ پُرامید تھا' امید اور خوشی سے مسکراتے ہوئے وہ ہوٹل میں داخل ہوا تھا۔



آخری اسٹیشن

ریحانہ آفتاب

جو آسماں پر ہمیشہ رہا ہے آج اسے
ہمیں بتانا ہے اک جگہ زمین بھی ہے
انا پرست ہے وہ جانتے ہیں ہم لیکن
وہ خود بلائے گا اس بات کا یقین بھی ہے

''نفیس احمد' میں تنگ آ گئی ہوں تمہاری بوڑھی ماں کی خدمت کرتے ہوئے...... میں پوچھتی ہوں تم چھ بہن بھائیوں میں ایک تم ہی جنت کمانے کو کیوں تلے بیٹھے ہو...... تمہاری ساری بہنیں اور بھابیاں عیش کررہی ہیں اور ایک میں ہوں جس کے ذمے ساس سسر کی خدمت کرنا لکھ دیا گیا ہے۔ بقول ان بڈھوں کے چھوٹے بیٹے سے زیادہ محبت ہے اس لیے ساتھ رہتے ہیں...... جب جائیداد میں بٹوارے کا وقت تمہارے مرحوم باپ کے دور میں آیا تب سب کو کیوں برابر برابر حصہ دیا گیا۔ اس وقت چھوٹے بیٹے کی محبت کہاں جا سوئی تھی؟'' سدرہ چیزوں کی اٹھا پٹخ کرنے کے ساتھ زبانی جمع خرچ بھی خوب لٹا رہی تھیں۔ نفیس احمد سر جھکائے سننے پر مجبور تھے کہ کچھ کہنا بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈالنے کے مترادف ہوتا۔

''سب کے بچے بڑے ہوگئے۔ سب شتر بے مہار کی طرح رہتے ہیں۔ میرے تو بچے بھی چھوٹے ہیں اس پر سب اماں بی سے ملنے کے بہانے باری باری آتے رہتے ہیں اور کبھی گٹھ جوڑ کے بہانے ساتھ ہمارے سروں پر آ کر بیٹھ جاتے ہیں اور مجھ اکیلی کو ان سب کی خاطر مدارت کرنی پڑتی ہے۔'' کچن کی سنک پر پتیلی تقریباً پھینکتے ہوئے اپنے غصہ کا اظہار کیا۔

''کیا کررہی ہو......؟'' زوردار آواز پر نفیس احمد ڈر کے منمنائے۔ سدرہ نے ایک قہر برساتی نظر ڈالی تو نفیس احمد کے شانے ڈھیلے ہوگئے۔

''کچھ نہیں کررہی......لو خود دھولو برتن۔'' برتنوں کے ڈھیر کو ایک طرف کر کے ہاتھ باندھ کے لاتعلقی کا مظاہرہ کیا۔

''ٹھیک ہے مت دھو...... صبح ماسی دھولے گی۔ تم چل کے آرام کرو۔'' ''نفیس احمد بری طرح زن مریدی میں مبتلا ہو کر فوراً حل پیش کیا...... سدرہ نے اس پر بھی تیکھے چتونوں سے گھورنا اپنا فرض اولین سمجھا۔

''اور برتن دھونے کے بعد وہ جو ایکسٹرا پیسے مانگے گی وہ کس کی جیب سے جائیں گے؟''

''میں دے دوں گا......سو دو سو ہی لے گی ناں۔'' ان کے جواب پر سدرہ نے ایک نظر بکھرے کچن کو دیکھا اور سر جھٹک کے چائے کے کپ میں چینی مکس کرنے لگی۔

''میں کہئے دیتی ہوں نفیس احمد' اب سے اپنے تمام بہن بھائی کو بولو۔ سب باری باری اماں بی کو اپنے ساتھ رکھیں...... مجھ اکیلی سے اب یہ ذمہ داری نہیں اٹھائی جاتی۔'' چائے کا کپ اٹھانے کا اشارہ کرتی سدرہ کچن سے نکل کر کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ چائے کا کپ اٹھاتے نفیس احمد پیچھے چل دیے۔

اور اماں بی جن کی شان بڑھانے کے لیے یہ طوفان بدتمیزی مچایا گیا تھا۔ دیوار سے لگ کر سفید آنچل سے آنسو چھپانے لگیں...... عمر ساٹھ کے لگ بھگ ہوگئی تھی۔ شوہر کی حیاتی میں مضبوط سائباں کے ہوتے انہیں کبھی عمر کی فکر نہیں ہوئی تھی مگر مہربان خود دار شوہر کے جانے کے بعد سے ہر گزرتا دن انہیں مزید نڈھال کر جاتا تھا۔ جب تک زمین جائیداد کے بٹوارے کا لالچ تھا' سب کے منہ بند اور سر جھکے رہتے تھے۔

اباجی ذہین' دنیا شناس آدمی تھے۔ تب ہی عمر رسیدہ ہونے کے باوجود شان سے زندگی گزر گئے تھے۔ وصیت میں انہوں نے زوجہ کے نام بھی کافی کچھ چھوڑا تھا مگر اماں بی کو پیسے گہنوں سے الجھن رہتی تھی۔ بصد اصرار اپنے نام یہ موجود تمام چیزیں بچوں کے نام کروادی تھیں لیکن اباجی کی موت کے بعد ان پر آشکار ہونے لگا کہ وہ خالی ہاتھ ہیں سو ان کی حیثیت کسی خالی ڈبے کے مترادف تھی۔

اماں بی چھوٹے بیٹے نفیس کے ساتھ رہتی تھیں۔ اسی گھر میں بیاہ کر آئی تھیں یہیں سب کی شادیاں ہوئی تھیں۔ نفیس احمد چونکہ چھوٹے تھے اس لیے یہ گھر ان کے حصے میں آیا تھا۔ ایک بیٹی دوسرے شہر میں رہتی تھی تو دو اسی شہر میں...... ایک بیٹا ملک سے باہر تھا تو دوسرا ابھی چند گھنٹوں کے فاصلے پر رہائش پذیر تھا۔ جب بھی اماں

بی کی محبت کا ابال اٹھتا تو کبھی اکیلے اور کبھی عید تہواروں پر اماں بی کے نام پر سب اکٹھے ہو جاتے تھے۔ جیسے رات ہی سب کی آمد ہوئی تھی اور سب ڈنر کر کے جا چکے تھے۔ اور پیچھے سدرہ ان سب کی شان میں قصیدہ گوئی میں مصروف تھی۔

بکھرا گھر اور کچن نفیس احمد کو کافی دیر تک چڑھی بیوی کی ٹانگیں دبانے پر مجبور کرتا رہا۔

☆......☆......☆

صبح سدرہ اٹھیں تو چمچماتا کچن، جگہ پر موجود کراکری، ظاہر کر رہی تھی کہ اماں بی نے ان کا احساس کیا ہے۔ وہ ہمیشہ ہی کر جاتی تھیں مگر سدرہ بجائے نفیس احمد کے کانوں کو ہوا لگانے کے اپنی محنت و خدمت کا ڈھول بڑھا چڑھا کر پیٹتی رہتی تھیں۔ اماں بی کی موجودگی سے بے زار وہ بھول جاتی تھی کہ ان کی موجودگی سے اسے کتنی ڈھارس رہتی تھی۔ سالہا سال بچوں کی پیدائش پر وہی تو تھیں جو اسے پلنگ سے اترنے نہیں دیتی تھیں...... بازار، سہیلیوں کے گھر جانے یا لیٹ نائٹ دعوت پر بچے آرام سے دادی کے پاس سو جاتے تھے اور وہ بے فکری سے مزے کر کے لوٹتی تو بچوں کو مطمئن سوتے دیکھ کر ایک نظر ڈال کر "ہائے میرا بچہ، مس یو!" بول کر دو راپنی ذمہ داری پورا کرتی تھی۔

"ابھی اٹھا کر نا لے جاؤ، نیند خراب ہو جائے گی۔" اماں بی نرمی سے کہتیں تو وہ سر ہلا کر ٹک ٹک کرتی چلی جاتی تھی۔ انہیں اچھائی دیکھنے کی عادت ہی نہیں تھی۔ وہ بس برائی کا رونا ڈالنے والوں میں سے تھی۔

اور یہ سدرہ کی یاد دہانی ہی تھی جو نفیس احمد آس سے باری باری تمام بہن بھائی کو فون کر کے مدعا بیان کرنے لگے اور سب کے عذر سن کر انہیں بھی سدرہ کا غصہ بجا لگ رہا تھا۔ وہ سب واقعی ویسے تھے جیسا سدرہ انہیں پیش کرتی تھیں۔ آخر میں انہوں نے سب سے چھوٹی بہن صائمہ کو فون کیا اور ان کا مدعا سن کر صائمہ چند ثانیے کو چپ رہ گئی تھی۔

"اماں بی کو اپنے ساتھ رکھوں، ان کی خدمت کروں یہ میرے لیے خوش قسمتی کی بات ہے، لیکن بھائی جان آپ جانتے ہیں میں جوائنٹ فیملی میں رہتی ہوں۔ ساس سسر، دیور، جیٹھ، دیورانی، جٹھانی ان سب کے بیچ میں کس طرح اماں بی کو اپنے پاس رکھوں...... آپ سونیا اور ثنا آپا سے بات کریں ناں وہ دونوں تو الگ رہتی ہیں پھر خرم اور رمیز بھائی بھی تو ہیں۔" صائمہ کی آواز میں ہچکچاہٹ آ گئی تھی۔ اس کے ساتھ بیڈ پر موجود ریحان اور حسان کے کان بھی کھڑے ہو گئے۔ اس کے نوعمر بیٹے جو بچے بنے اس کے ساتھ کیرم کھیل رہے تھے۔

"تم سب کے ہی سو مسائل ہیں...... کسی کا گھر چھوٹا ہے تو کسی کی جاب کی مصروفیت۔ رہے دونوں بھائی تو ان کی بیویاں بوڑھی ساس کی خدمت کرنے کو تیار نہیں...... تم سب اپنی اپنی جگہ عیش کرو، کیا اماں بی صرف میری اور میری بیوی کی ذمہ داری ہیں، ہم نے ان کی خدمت کا ٹھیکا لے رکھا ہے، تم لوگ اپنی جنت کے لیے کچھ نہیں کر سکتے؟ ہم ہی خوار ہو کر تم سب کی دعوتیں ارینج کرتے رہیں؟" نفیس احمد سدرہ کی زبان بول رہے تھے اور کچھ غلط بھی نہیں کہہ رہے تھے، لیکن صائمہ ہکا بکا رہ گئی...... فون سے آتی ماموں کی دھاڑ پر ریحان اور حسان ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے۔

"ٹھیک ہے آخری بار سب کو انفارم کر دوں گا...... کوئی اپنے ساتھ لے جانا چاہے تو ٹھیک ورنہ میں اماں بی کو ادارے کے حوالے کر دوں گا...... بات ختم......" نفیس احمد حتمی انداز میں کہہ کر فون بند کر چکے تھے۔ صائمہ کچھ نہ کہہ سکی تھی۔ اس کا دل بھر آیا تو رونے بیٹھ گئی۔ کس سفاکی سے نفیس احمد اپنی ماں کو ادارے کے حوالے کرنے کی بات کر گئے تھے۔ ریحان اور حسان ماں کو چپ کروانے کی کوشش کر رہے تھے۔

"کیا ہوا......؟" عرفان کمرے میں داخل ہوئے۔ صائمہ کو بری طرح روتے دیکھ کر حیرت کا اظہار کرتے بیٹوں سے استفسار کرنے لگے۔ ریحان اور حسان نے

نفیس احمد کی کال کا لب لباب بتادیا۔ عرفان افسوس کرنے لگے۔

"چچ چچ...... نہایت افسوس کا مقام ہے‘ جس کے تین بیٹے ہوں وہ عورت ٹرسٹ میں رہے گی...... نفیس بھائی بھی تنگ آگئے ہوں گے۔ ظاہری بات ہے...... شروع سے ان دونوں میاں بیوی نے تمہارے والدین کو ساتھ رکھا ہے۔ باقی کے دونوں بیٹوں کو بھی تو احساس کرنا چاہیے۔"

"عرفان...... کیا یہ ممکن ہے کہ اماں بی کو ہم اپنے ساتھ......" صائمہ نے بہت آس سے سوال کیا۔ مگر اس کا سوال مکمل ہونے سے پہلے ہی بات کاٹ کر عرفان نے پرزور انداز میں نفی کرنے کے ساتھ اس خیال کو رد کردیا۔

"پاگل ہوگئی ہو صائمہ...... میرا پورا کنبہ میرے ساتھ ہے ایسے میں اماں بی کی گنجائش کہاں سے نکلے گی۔ تمہاری دونوں بہنیں بھی تو ہیں جو اکیلی رہتی ہیں ساس‘ سسرالیوں کے جھنجھٹ سے دور...... انہیں کہو وہ رکھیں...... وہ بھی بیٹیاں ہیں ان کی۔" عرفان سر جھٹک کے چلے گئے۔ صائمہ کے آنسو ایک بار پھر بہنے لگے۔ ریحان اور حسان اسے چپ کروا رہے تھے۔

☆......☆......☆

اس ڈر سے کہ کہیں نفیس احمد واقعی اماں بی کو کسی ادارے میں نا چھوڑ آئیں...... صائمہ نے باری باری دونوں بہنوں اور بھائیوں کو فون کیا۔ بڑے بھائی کو ملک سے باہر ہونے کا بہانہ ملا ہوا تھا تو باقی سب بھی اپنی اپنی مجبوری کا رونا رو رہے تھے۔

عیدالاضحیٰ پر یوں بھی سب کو اکٹھا ہونا تھا۔ اس بار نفیس احمد نے خاص طور پر بلاوا بھیجا تھا کہ سب اس مسئلے کا حل سوچ کر آئیں۔ وہ دن بہ دن سدرہ کی باتوں سے تنگ آگئے تھے تو دوسری طرف اماں بی اس صدمے سے بستر سے جا لگی تھیں...... جس پر سدرہ ان کی خدمت کرتی مزید جھنجھلانے لگیں۔ گو کہ اماں بی کم ہی زحمت دیتی تھیں۔ اس حال میں خود چل پھر رہی تھیں‘ مگر اس کا یہ اثر ہوا کہ عین عید کے دن چکرا کر جو گریں تو ماتھا پھوٹ گیا۔

"چین سے بستر پر لیٹی نہیں رہ سکتیں آپ...... سر پھوڑ کر سارے بیٹوں‘ بیٹیوں اور بہوؤں سے مجھے باتیں سنوانا چاہتی ہیں۔ سب تو منہ بھر بھر مجھے خیال رکھنے کی تاکید کرنے آجائیں گے...... لے جانے کی بات پہ سب کے منہ کو ایسے تالے لگے ہیں کہ سب جو عید کے دوسرے دن تکہ‘ بوٹی‘ کباب اڑانے ہر سال آتے تھے اس بار حیلے بہانے کررہے تھے تاکہ فیصلے میں نا بیٹھ سکیں...... سو کام پڑے ہیں...... میں کلیجی بھونوں یا آپ کی مرہم پٹی کروں......؟" انہیں گوشت دینے آئے ریحان اور حسان اپنی اپنی جگہ جم سے گئے تھے۔ سدرہ کی تمام باتیں انہیں چبھی تھیں تو وہیں اماں بی کا سہما انداز ان کا دل چیر گیا تھا۔

"لیں آگئے آپ کی عزیز بیٹی کے جانشین‘ جس بیٹی کے قصے سناتی آپ تھکتی نہیں ہیں اسے بھی بس چند کلو گوشت کی تھیلی بھجوانا یاد رہتا ہے۔" تمسخر سے کہہ کر سدرہ نخوت سے منہ بناتی اٹھنے لگی۔ اماں بی کے چہرے پہ ایک کرب پھیل گیا تھا۔

ریحان اور حسان نے ایک دوسرے کو دیکھا اور جیسے نظروں ہی نظروں میں دونوں نے کچھ طے کرلیا تھا۔

"امی جان نے یہ گوشت بھیجا ہے مامی اور ہم نانو کو ساتھ لے جانے آئے ہیں...... اب سے نانو ہمارے ساتھ رہیں گی۔" ریحان اور حسان کی بات پر سدرہ دنگ رہ گئی‘ تو دوسری طرف اماں بی کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔ ریحان اور حسان انہیں اٹھانے کو آگے بڑھے تو انہوں نے آنسو بہاتے نفی میں سر ہلا کر بیٹی کے سسرال جانے سے معذرت کرلی۔

"نانو آپ بیٹی کے سسرال نہیں‘ نواسوں کے گھر جارہی ہیں۔" ریحان کے مان بھرے لہجے اور حسان کے ہاتھ کا دباؤ اپنے نحیف ہاتھ پر محسوس کرکے اماں بی مزید کچھ نا کہہ سکیں۔

☆......☆......☆

"اماں......" گوشت کے درمیان گھری سب کے لیے حصہ بناتی صائمہ دونوں بیٹوں کے سہارے اماں بی کو آتے دیکھ کر حیرت سے اٹھیں۔

"یہ......!" عرفان کے تحیر بھرے لب و لہجے نے صائمہ کے وفور شوق سے اٹھے قدموں کو روک دیا تھا۔

"ہم نانو کو ساتھ لے آئے ہیں پپا...... اب یہ ہمارے ساتھ رہیں گی اور امی جان اپنی اماں بی کی خدمت کریں گی۔" حسان نے بڑے ہونے کے ناتے فیصلے سے آگاہ کیا۔ صائمہ کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ عرفان کی آنکھیں رنگ بدل رہی تھیں تو سارے سسرال کی آمد پر صائمہ کے قدم لڑکھڑانے لگے تھے۔

اماں بی بے بسی، بے کسی کی تصویر بنی دونوں نواسوں کے سہارے بمشکل کھڑی تھیں۔ جس کا احساس کرتے دونوں نے انہیں نزدیکی صوفے پر بٹھا دیا تھا۔

"تمہارا دماغ ٹھیک ہے حسان؟" عرفان دبے لہجے میں غرائے پھر سخت نظروں سے صائمہ کی طرف دیکھنے لگے کہ شاید اس کے اشارے پہ یہ عمل ہوا ہو۔

صائمہ ان کی شکی نظروں سے خائف ہو کر اپنی جگہ سمٹ سی گئی۔ شوہر کی نظروں نے اتنا چور سا کر دیا کہ چند قدموں پر دور اماں بی کو گلے بھی نا لگا سکی۔

"یہ خناس تمہاری ماں نے بھرا ہے ناں تم لوگوں کے دماغ میں؟" عرفان نے سب کی نظریں خود پر محسوس کر کے بیٹوں سے سوال کیا۔ انہیں لگا ان کے منع کرنے کے باوجود صائمہ نے بیٹوں کو آگے کیا ہے۔

"نہیں پپا...... ہم نے خود فیصلہ کیا ہے۔" حسان نے جی داری دکھائی۔

"تم دونوں اتنے بڑے کب سے ہوگئے کہ فیصلہ کرنے لگو؟ اس گھر میں میری چلتی ہے اور کون سی عورت بیٹی کے سسرال میں رہتی ہے۔" نائلہ بیگم عرفان کی والدہ محترمہ پوتے کی خبر لینے لگیں۔

"دادی جان میری عمر سولہ سال ہوگئی ہے۔ چھوٹا چودہ سال کا ہے...... یعنی سترہ اٹھارہ سال سے ہماری امی جان آپ لوگوں کی خدمت کر رہی ہیں کیونکہ آپ امی جان کے شوہر کی والدہ ہیں...... تو جب میری امی جان آپ کی خدمت کرسکتی ہیں جب کہ آپ کا ان سے کوئی خون کا رشتہ نہیں تو وہ اپنی سگی ماں کی خدمت کیوں نہیں کرسکتیں...... کہاں لکھا ہے کہ شادی کے بعد سسرالیوں، نامحروں کی خدمت میں الجھ کر بیٹی اپنے سگے والدین کی خدمت نہیں کرسکتی۔" حسان کی ذہانت سے پُر آنکھیں سوال کر رہی تھیں۔ سب ایک لمحے کو دنگ رہ گئے۔

"حسان...... تم بدتمیزی کر رہے ہو...... یہ دستور دنیا ہے کہ لڑکی کو سسرالیوں کے ساتھ رہ کر ان کی خدمت کرنی پڑتی ہے۔" عرفان اپنے غصے پر کنٹرول کرتے بولے۔ ورنہ اس لمحے تک شاید حسان ایک آدھ تھپڑ کھا چکا ہوتا۔

"بے شک یہ دستور دنیا ہے پپا...... لیکن پیچھے رہنے والے والدین کو جب بچوں کی ضرورت ہو تب انہیں لاوارثوں کی طرح چھوڑ دینا کیا یہ مناسب ہے؟" کم عمر ریحان نے سوال کیا۔

اماں بی کے آنسو بہہ رہے تھے تو صائمہ ماں کی تذلیل پر سسک رہی تھی۔ جب کہ دونوں بیٹے مقدمہ لڑ رہے تھے۔ فیصلہ جانے کس کے حق میں ہونا تھا لیکن یوں اتنے لوگوں کی ترحم بھری نظریں اماں بی پر اٹھ کر ظاہر کر گئی تھیں کہ انسانیت ہار گئی تھی۔

"اللہ آپ کو حیاتی دے پپا۔ آپ کے مرنے کے بعد امی جان کہاں رہیں گی...... یہاں...... نامحروموں کے بیچ؟ نہیں ناں یقیناً ہم دونوں بیٹوں کے پاس رہیں گی لیکن فرض کریں آپ کے مرنے کے بعد میں امی جان کو بوجھ محسوس کرتے گھر سے نکل جانے کا کہہ دوں تو آپ کو اچھا لگے گا کہ آپ کے بعد آپ کی بیوی کا کوئی ٹھکانا نہیں۔"

"تم لوگ ایسا کس طرح کرو گے......؟ ماں ہے تمہاری۔" عرفان غرائے۔

"اماں بی بھی تو آپ کی بیوی کی ماں ہیں...... پھر آپ کو میرے سوال پر غصہ کیوں آ رہا ہے......؟" حسان کے سوال پر عرفان ایک لمحے کو لاجواب ہو گئے۔

"بڑھاپا زندگی کا آخری اسٹیشن ہے پپا...... اس اسٹیشن پر پیچھے چھوٹ جانے والی اور آگے نکل جانے والی گاڑیوں کا بہت شور ہوتا ہے...... ہم ان آوازوں کو قید نہیں کر سکتے، مگر انہیں خوش گوار ضرور بنا سکتے ہیں۔"

ریحان کے مدبرانداز پر سب ہی کے منہ بند ہو گئے تھے کہ شاید سب کو احساس ہونے لگا تھا کہ یہ آخری اسٹیشن ان کا بھی ٹھکانہ بنے گا جلد یا بدیر۔

"اگر آپ کو پھر بھی ہمارے فیصلے پر اعتراض ہے تو پلیز چند دن برداشت کر لیں ہم دونوں نانو کو لے کر کہیں اور چلے جائیں گے لیکن آج آپ کے کہنے پر اگر ہم بے حسی کا سبق پڑھ کر پیچھے ہٹ گئے تو کل کو ہماری امی جان بھی اس آخری اسٹیشن پر اکیلی بے یار و مددگار کھڑی رہیں گی اور آپ بھی ہمیں شرم نہیں دلا سکیں گے۔" حسان اور ریحان کی مفصل باتوں کے بعد غالباً کسی کے پاس کہنے کو کچھ نہیں بچا تھا۔ صائمہ جو شوہر کے ہوتے بھی سسرالیوں کے سامنے قدم جما کر کھڑی نا ہو سکی تھی آج تو عمر بیٹوں کے کندھوں کا احساس اسے اتنا مضبوط کر گیا کہ عرفان کے کہنے سے پہلے وہ اٹھ کر اماں بی تک گئی اور پھر تینوں نے انہیں سہارا دے کر اٹھایا تھا۔

ہاں یہ ہے کہ چند دن بعد ابا جی کے دیرینہ وکیل دوست اماں بی کو ڈھونڈتے ان تک آئے اور ایک لفافہ تھما گئے تھے۔

ان کے خود دار شوہر نے بیوی کے منع کرنے کے باوجود ایک دکان ان کے نام لے رکھی تھی۔ جو کرائے پر چڑھی ہوئی تھیں، جس کا کرایہ ہر ماہ ان کے دیرینہ وکیل دوست اکاؤنٹ میں جمع کر رہے تھے۔ اس نصیحت کے ساتھ کہ جب اماں بی کا کوئی والی وارث نا ہو تو انہیں سونپ دیا جائے۔

وہی بیٹے، بیٹیاں جو کل تک ملنے سے پہلو تہی کر رہے تھے جائیداد کا سنتے ہی ان کی محبت امڈنے لگی اور وہ بھاگم بھاگ ملنے آنے لگے۔

لیکن صاف لکھا تھا کہ زور زبردستی یا محبت سے خود بھی اماں بی کسی بچے کے نام نہیں کر سکتیں ایسا کرنے کی صورت میں اس کا حق دار یتیم خانے کو ٹھہرایا گیا تھا۔

عرفان کو بھی یہ بات سمجھ آ گئی تھی کہ جب صائمہ ان کی محبت میں ان کی فیملی کی خدمت برسوں سے کرتی رہی ہے تو اپنی سگی ماں کی کیوں نہیں...... وہ ایک بیٹی کو اس کار خیر سے دور رکھ کر گناہ گار ہوتے۔ انہوں نے ایک کمرا اماں بی کے لیے بطور خاص بنا کر بیٹا ہونے کا ثبوت دیا۔ صائمہ بھی مطمئن تھی کہ ہر وقت ماں کی طرف سے دھڑکا لگا رہتا تھا۔ بھابی کے طعنوں، تشنوں پہ یہاں کے لیے دل مجروح ہوتا تھا۔ آج وہ اس کے پاس تھیں۔ وہ اپنے دونوں ہیروز کی بے حد شکر گزار تھی جس نے اس کے لیے کف افسوس کا مقام نہیں آنے دیا بلکہ وہ خدمت کر کے اپنی جنت کما سکتی تھی۔

اماں بی بھی اب مطمئن ہو گئی تھیں۔ انہیں یقین ہو گیا تھا کہ عمر رواں کی گاڑی آخری اسٹیشن سے باعزت گزرے گی۔



جنوں سے عشق تک

سمیرا شریف طور

آخری حصہ

تمہارے ساتھ ہی موسم بھی رخ بدلنے لگے
ہوا تھمی ہے تو بارش کے تیر چلنے لگے
رہِ حیات میں یوں تم نے میرا ساتھ دیا
کہ جیسے چاند مسافر کے ساتھ چلنے لگے



(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

اماں بی فائقہ کے ہمراہ ماہ آرا کی عیادت کو آتی ہیں ماہ آرا انہیں پہچان نہیں پاتی۔ اماں بھی ماضی کو یاد کرتی ماہ آرا کے حال پر افسردہ ہوجاتی ہیں۔ فائقہ ماہ آرا کو معاف کردیتی ہیں۔ شہرینہ کا رویہ شیر افگن کے ساتھ روز اول جیسا ہی ہوتا ہے اس کا دل ابھی تک شیر افگن کے لیے محبت جیسے احساسات سے عاری ہی رہتا ہے۔ دوسری طرف ڈاکٹر ماہ آرا کو جواب دے دیتے ہیں۔ شیر افگن اور شہرینہ علاج کے لیے ماہ آرا کو ملک سے باہر لے جانا چاہتے ہیں مگر ڈاکٹر زمان کی اس بات پر انہیں خاطر خواہ جواب نہیں دیتے جس سے دونوں مایوس ہوجاتے ہیں۔ شہرینہ گھر آجاتی ہے اور دل بہلانے کے لیے دوستوں سے بات کرتی ہے۔ بابا صاحب، عثمان فاروق سے شہرینہ کی رخصتی کی بات کرتے ہیں مگر عثمان فاروق ابھی شہرینہ کی رخصتی نہیں چاہتے اس لیے وہ یہ بات شہرینہ پر رکھ دیتے ہیں جس پر بابا صاحب شہرینہ کو سمجھانے کا کہتے ہیں شہرینہ تمام باتیں سن لیتی ہے تب افگن، شہرینہ کو اسپتال ڈراپ کرنے کی بات کرتا اسے غصہ دلا جاتا ہے۔ حسن آرا جیل میں ہوتی ہے۔ عثمان فاروق کو ڈر ہوتا ہے کہ کہیں وہ جیل سے رہا ہو کر شہرینہ کو نقصان نہ پہنچادے اس لیے وہ سیکیورٹی کے سخت انتظامات کرا دیتے ہیں۔ شیر افگن فائقہ کو فون پر ماہ آرا کی طبیعت کے بارے میں بتاتا ہے تب وہ شیر افگن سے پیسوں کی فکر نہ کرنے اور علاج بہتر کرانے کی بات کرتی ہے۔ عثمان فاروق بھی ماہ آرا کی طبیعت پوچھتے فائقہ کو حیران کر جاتے ہیں فائقہ انہیں اسپتال جا کر ماہ آرا سے ملنے کا مشورہ دیتی ہیں۔ عثمان فاروق ماہ آرا سے ملنے اسپتال پہنچ جاتے ہیں۔ ماہ آرا عثمان فاروق کو پہچان جاتی ہے اور ان سے معافی مانگتی ہے۔ عثمان فاروق اس کی حالت دیکھ کر افسردہ ہوجاتے ہیں۔ ماہ آرا ان کے سامنے ماضی کی تمام غلطیاں اور فائقہ پر لگائے گئے الزام بھی قبول لیتی ہیں۔ شہرینہ کالج میں ہوتی ہے جب اس کے موبائل پر ماہ آرا کی موت کی خبر آتی ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

❖......○......❖

وہ رات کے بارہ بجے وہاں پہنچی تھی۔ فرح بابا صاحب کے ساتھ اسے لینے آئی تھی۔ وہ شہرینہ کو دیکھ کر بہت خوش تھی۔

"رئیلی......! تمہیں یہاں دیکھ کر بہت خوشی ہورہی ہے۔" وہ مسکرائی۔

وہ لوگ رات گئے گاؤں پہنچے تھے۔ وہ بابا صاحب سے ملی تھی۔ اماں بھی اسے دیکھ کر خوش ہوئیں، وہ اس کے لیے جاگ رہی تھیں انہوں نے کھانے کا پوچھا تو اس نے انکار کردیا، وہ گھر سے کھانا کھا کر آئی تھی۔ بابا صاحب اور اماں بی سونے چلے گئے تو وہ بھی فرح کے ساتھ اس کے کمرے میں آ گئی دونوں کو ایک ہی کمرے میں رہنا تھا۔

حویلی کے کمرے کھلے کھلے ہوا دار اور بڑے بڑے دریچوں والے تھے سجاوٹ بھی دیہاتی اور ثقافتی اسٹائل میں کی گئی تھی وہ یہاں آ کر خوش ہوئی لیکن پابندیوں سے بہت جلد اکتا جاتی تھی۔

"تم نے لڑکے کو دیکھا ہے؟" وہ فریش ہو کر آئی تو فرح سے پوچھا۔

"نہیں۔"

"کوئی تصویر وغیرہ؟" فرح نے پھر نفی میں سر ہلایا تو وہ مزید حیران ہوئی۔

"بالکل دبو ہو تم تو...... بغیر لڑکے کو دیکھے بغیر تم کیسے اس رشتے پر راضی ہوگئی؟" وہ ٹاول ایک طرف رکھ کر فرح کے پاس وہیں بیڈ پر بیٹھ گئی۔

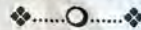
"یہ میرے بڑوں کا فیصلہ ہے، وہ مجھے اچھی طرح جانتے ہیں میرے مزاج وغیرہ کو سمجھتے ہیں، یقیناً سوچ سمجھ کر ہی فیصلہ کیا ہوگا۔"

"ہاں جیسا فیصلہ انہوں نے میرے اور افگن کے حوالے سے کیا تھا۔" اس کے انداز میں از حد ناگواری تھی فرح نے ایک گہرا سانس لیا۔

"تمہیں افگن بھائی سے کس بات پر اختلاف ہے؟"

"یہ پوچھو مجھے ان کی کس بات سے اختلاف نہیں تو میرے لیے بتانا آسان ہوگا۔" فرح ہنس دی۔

"اب اتنے بھی برے نہیں ہیں، تم انہیں تھوڑا ریلیف دو



یقیناً تم ان کی ذات کے بہت سے مثبت پہلوؤں سے آگاہ ہوجاؤ گی۔"

"مجھے اپنی زندگی تجربات کی بھینٹ چڑھانے کا قطعی کوئی شوق نہیں۔"

"ہاں پتا چلا تھا مجھے تم نے رخصتی کے لیے انکار کردیا تھا لیکن میں سمجھتی ہوں کہ تم نے جو بھی کیا غلط کیا۔"

"کیا غلط کیا میں نے زبردستی ایموشنل بلیک میل کرکے مجھے ایک ایسے شخص سے باندھ دیا جس سے میرا مزاج ملنا تو دور کی بات اسے دیکھ کر ہی میرا اسے شوٹ کردینے کو دل کرتا ہے۔"

"تم اب زیادتی کررہی ہو افگن بھائی بہت زیادہ چینج ہوگئے ہیں بلکہ وہ اب خود یہ رشتہ نبھانا چاہتے ہیں ان کے موجود رویے کو دیکھتے ہوئے فیصلہ کرنا زیادہ مناسب ہوگا۔" وہ سنجیدہ ہوئی شہرینہ نے غصے سے اسے دیکھا۔

"یعنی ہر جگہ میں ہی غلط ہوں تمہارا تو بھائی ہی سب سے اچھا ہے ہر کوئی اس کی فیور کرتا پھر رہا ہے وہاں ماما بابا اور یہاں تم جب کہ میں ایک بار اس رشتے سے انکار کرچکی ہوں تو کیوں مجھے مجبور کیا جارہا ہے کہ میں اپنے فیصلے پر نظر ثانی کروں مجھے اس شخص کے ساتھ نہیں رہنا..... کل بھی یہی فیصلہ تھا اور آج بھی دیٹس آل۔" وہ ایک دم برامان گئی فرح نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

"بات یہ نہیں کہ میں اپنے بھائی کی فیور کررہی ہوں لیکن تم یہ بات بھی مانو کہ افگن بھائی بہت بدل چکے ہیں وہ اس رشتے کو ختم نہیں کرنا چاہتے تو تم کیوں بضد ہو۔" شہرینہ کھڑی ہوگئی۔

"میرا خیال ہے میرے لیے کسی اور کمرے میں رہنے کا بندوبست کردو میں افگن نامہ سن سن کر عاجز آچکی ہوں اور پاپا کو صاف اور واضح کہہ چکی ہوں کہ مجھے یہ رشتہ نہیں رکھنا اور اگر کسی نے مجھ پر دباؤ ڈالنے کی کوشش کی تو میں سب کو چھوڑ چھاڑ کر مزید اسٹڈی کے لیے ابروڈ چلی جاؤں گی۔" اس کا اٹل انداز تھا فرح نے ایک گہرا سانس لیا۔

"تمہارا سب سے بڑا مسئلہ تمہارا یہ جذباتی پن ہی ہے تم کچھ سوچنے سمجھنے کے بجائے ایک دم ہی جذباتی ہوکر رشتے ناطے ختم کرنے پر تل جاتی ہو آرام وسکون سے بیٹھ کر بات سنو۔" فرح نے اس کا ہاتھ پکڑ کر دوبارہ بستر پر بٹھایا تو وہ غصے سے فرح کو دیکھنے لگی۔

"آنکھوں سے جذباتیت کی پٹی ہٹا کر دیکھو تو تمہیں سب کچھ بہت واضح اور صاف دکھائی دے گا کہ کون کیا ہے تم اپنے مفروضوں کی بنیاد پر افگن بھائی کو ریجیکٹ کررہی ہو اور بس۔"

"کیا تم نے مجھے یہ سب ڈسکس کرنے کے لیے یہاں بلوایا تھا؟" شہرینہ ازحد سنجیدہ تھی فرح مسکرادی۔

"نہیں......لیکن اگر تم اس ٹاپک پر بات کرلو تو کوئی حرج بھی نہیں۔"

"مجھے نیند آرہی ہے اور بس اب سونا چاہوں گی۔" وہ بیڈ کے دوسری طرف لیٹ گئی۔

"تم افگن بھائی سے بات......"

"پلیز فرح......" وہ مزید بھی کچھ کہنا چاہتی تھی جب شہرینہ نے ٹوک دیا۔

"اگر تم چاہتی ہو کہ میں کچھ دن یہاں آرام وسکون سے رہ لوں تو پلیز تم مجھ سے اب اس ٹاپک پر بات نہیں کروگی ورنہ میں کل ہی واپس چلی جاؤں گی۔" انداز دوٹوک تھا۔ فرح نے خاموشی سے سرہلادیا تھا۔



اگلے دن فرح کے سسرال سے لڑکے کی دو بہنیں آئی تھیں عائشہ اور صبا فاطمہ بظاہر دونوں کافی خوب صورت لیکن مزاج کی نہایت سادہ اور ملنسار لڑکیاں تھیں شہرینہ دونوں بہنوں سے مل کر بہت خوش ہوئی وہ کافی ہنس مکھ اور زندہ دل لڑکیاں تھیں۔ انہوں نے پرزور اصرار کے ساتھ شہرینہ کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دی تھی۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں آئے گی ضرور آئے گی میرے افگن کی دلہن ہے یہ تو سارا کچھ اب اسے ہی تو کرنا ہے۔" اماں بی کے انداز میں محبت تھی جبکہ شہرینہ سنجیدہ ہوگئی۔

"ہمیں پتا تھا کہ افگن صاحب کا نکاح ہوچکا ہے لیکن آپ کو دیکھ کر بہت خوشی ہوئی ہے افگن بھائی تو فیتی بھائی سے ملنے اکثر آتے رہتے ہیں۔" فاطمہ نے کہا تو وہ خاموش رہی۔

ویسے بھی فرح کے سسرالی اماں بی کے دور پرے کے رشتہ دار بھی تھے۔ کبھی کبھار دونوں گھرانوں کا ایک دوسرے کے ہاں آنا جانا بھی رہتا تھا سو بے تکلفی بھی تھی بلکہ توفیق ضیاء (فرح کا منگیتر) کی شیر افگن سے دوستی بھی تھی لیکن گھریلو سطح پر بہت گہرے مراسم نہ تھے۔ اماں بی ان کی کافی آؤ بھگت کررہی تھیں۔ وہ دونوں بہنیں فرح کی چوڑیوں اور کپڑوں کا ناپ لینے آئی تھیں۔

اگلے دن ان کی والدہ کا فون آ گیا تھا۔ اماں بی سے ہی بات ہوئی اور پھر انہوں نے شہرینہ کو بلوا بھیجا۔

"فرح کی ساس کی کال تھی اس نے ہمیں اپنے ہاں بلایا ہے خصوصاً تمہیں۔"

"مجھے......! لیکن کیوں؟" وہ حیران ہوئی' فرح کو دیکھا اس نے لاعلمی سے کندھے اچکائے۔

"رکھ رکھاؤ والے لوگ ہیں پہلے بیٹے کی شادی ہے محبت سے بلوا رہے ہیں وہ تو کہہ رہی تھیں کہ تمہارے ماں باپ کو بھی بلوا لوں لیکن عثمان کے پاس کہاں وقت ہے؟ میں نے کہا میں شہرینہ کو لے کر آجاؤں گی۔" اماں بی نے وضاحت سے بتایا۔

"چلے جانے میں تو کوئی حرج نہیں لیکن ابھی باقاعدہ کوئی رسم وغیرہ تو ہوئی نہیں جو یوں منہ اٹھا کر میں چل دوں۔"

"منگنی تو ایک رسم ہے' محض خانہ پری اصل بات یہ ہے زبان دینا بڑوں میں بات طے ہوچکی ہے آنے جانے میں کوئی حرج نہیں ویسے بھی تم چودھری فاروق کی پوتی ہو۔ عثمان کی بیٹی اور میرے شیر افگن کی بیوی' وہ لوگ تو سر آنکھوں پر بٹھانے کو تیار ہیں۔" اماں بھی کی توجیح ایسی تھی کہ جہاں فرح کھلکھلا کر ہنس دی وہیں شہرینہ کے بھی تیور بدل گئے تھے۔

"اف...... یعنی ذاتی طور پر میری کوئی ویلیو ہی نہیں آپ کے شوہر' بیٹے اور پوتے کے ناموں کی وجہ سے ہی میں اعلیٰ و ارفع ہوں۔"

"استغفراللہ...... اعلیٰ و ارفع تو صرف اللہ کی ذات ہے' میں تو ویسے سمجھا رہی تھی کہ یہ لوگ تمہیں ان حوالوں سے عزت دے رہے ہیں تو جانے میں کیا حرج ہے۔" اس نے فرح کو دیکھا وہ ہنس دی۔

"ہاں بالکل...... جانے میں بھلا کیا حرج ہے۔"

"تم تو چپ ہی رہو ابھی سے ہونے والے سسرالیوں کی حمایت میں بولنے لگی ہو۔" اماں بی مسکرا دیں۔

"دوپہر تک تیار ہوجانا دوپہر کا کھانا ان کی طرف ہے۔"

"جی اچھا۔" شہرینہ نے ہامی بھری۔

ویسے وہ خود بھی فرح کا منگیتر دیکھنا چاہتی تھی' تعریفیں تو بڑی سن رہی تھی اماں بی اور بابا صاحب دونوں بڑے متاثر تھے پورے علاقے میں ان کا اچھا خاصا نام تھا۔ ٹھیک ٹھاک قسم کی جاگیر و جائیداد کے مالک تھے۔ وہ فرح کے ساتھ کمرے میں آ گئی۔ کپڑوں کے انتخاب میں فرح اسے مشورے دے رہی تھی تب ہی اماں بی آ گئیں۔

"کیا پہن رہی ہو؟" اماں بی نے پوچھا۔

"ابھی تو دیکھ رہی ہوں۔"

"کوئی ڈھنگ کا لباس نکالنا یہ نہ ہو وہاں جاکر شرمندگی ہو کل دیکھا تھا تم نے عائشہ اور فاطمہ کتنے صاف ستھرے کپڑے پہنے ہوئے تھے ہر ہر انداز میں رکھ رکھاؤ نظر آرہا تھا۔" اماں بی نے ہدایات دی تو شہرینہ کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

"اگر آپ کو میری ڈریسنگ سے اس قدر مسئلہ ہے تو مجھے ساتھ لے کر مت جائیں۔" اس نے سب کپڑے ایک طرف رکھ دیئے اماں بی نے بغور اسے دیکھا۔ شہرینہ کا سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ وہ بہت جلد برا مان جاتی تھی۔

"بات سمجھا کرو شہری' وہ اور طرح کے لوگ ہیں' بڑے روایتی اور خاندانی نے روپیہ پیسہ بہت ہے لیکن شو شا نہیں' بڑے سادہ مزاج اور خوش باش لوگ ہیں' پہلی بار توفیق کو دیکھنے جارہی ہو اس لیے کہہ رہی تھی۔"

"لیکن میرے پاس ایسے کپڑے نہیں جیسے کل عائشہ اور فاطمہ پہن کر آئی تھیں' ویسے تو بالکل بھی نہیں ہیں مجھے لے جاکر آپ کی جو بکی ہوگی اس لیے بہتر یہی ہے کہ مجھے لے کر مت جائیں۔" اس نے بستر پر پھیلے کپڑوں کی طرف اشارہ کرتے سنجیدگی سے کہا اور پھر اماں بی کی بات سنے بغیر کمرے سے نکل گئی۔

"تو اب اسے کیا کہہ دیا میں نے؟" اماں بی کو ایک دم

شدید غصہ آیا۔

"آپ کو اس کے مزاج کا علم تو ہے ناں' میں اسے منا کر کسی اچھے سے ڈریس کے لیے آمادہ کر لیتی' اب وہ ناراض ہو کر چلی گئی ہے' مجھے نہیں لگتا وہ اب آپ کے ساتھ جائے گی بھی......"

"میں نے اس کے سر پر پہاڑ گرا دیا ہے کیا؟" اماں بی بھی حقیقتاً برامان گئیں۔

"جاؤ جا کر اسے لے کر آؤ وقت کم ہے ہم نے ان لوگوں کو دوپہر کا وقت دیا تھا ایک تو اس لڑکی کو کچھ کہنا ہی فضول ہے ہر وقت مزاج بگاڑے رکھتی ہے۔" فرح باہر آئی تو وہ راہداری میں کھڑی تھی۔

"شہری۔" اس نے پلٹ کر فرح کو دیکھا۔

"تیار ہو جاؤ یار کافی دیر ہو گئی ہے۔" اس نے نارمل لہجے میں کہا تو شہرینہ نے سنجیدگی سے دیکھا۔

"میں نہیں جا رہی۔"

"اف' حد ہوتی ہے شہری...... تم بعض اوقات بچوں کی طرح اری ٹیٹ کرتی ہو' اماں بی تو بس ویسے کہہ رہی تھیں جو تمہارا دل چاہتا ہے پہنو اور جاؤ۔" شہرینہ نے محض سرسری سا نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں اب دل نہیں چاہ رہا پھر کبھی سہی۔"

"یار اچھا نہیں لگتا انہوں نے بطور خاص تمہیں انوائٹ کیا ہے۔"

"انہوں نے مجھے نہیں اس لڑکی کو انوائٹ کیا ہے' جس کے نام کے ساتھ اَفکن' عثمان فاروق اور فاروق صاحب جیسے معتبر ناموں کے حوالے جڑے ہیں' میں کیا ہوں محض ایک ایسی لڑکی' جس کی اپنی کوئی ویلیو نہیں۔" اس کے لہجے میں از حد تلخی تھی۔ فرح کو لگا کہ اس وقت شہرینہ کو جانے کے لیے قائل کرنا دنیا کا مشکل ترین کام ہے۔

"فی الحال میرا جانے کا موڈ نہیں ہے۔ تم ان لوگوں کو کال کر کے معذرت کر لو پھر کسی دن موڈ ٹھیک ہوا تو چلی جاؤں گی۔" انداز اٹل تھا۔

"اماں بی کو اچھا نہیں لگے گا یار۔"

"تو ان سے جا کر کہہ دو میں جو ہوں جیسی ہوں مجھے میری ذات کی خوبیوں' خامیوں سمیت قبول کریں' میں کسی کے کہنے پر خود کو نہیں بدل سکتی' میں شہرینہ عثمان فاروق ضرور ہوں لیکن میری اپنی بھی ذات اور شخصیت ہے اس کو مت بھولیں۔" قطعی انداز میں کہہ کر وہ مکمل طور پر کھڑکی کی طرف منہ کیے باہر دیکھنے لگی فرح پلٹی تو ٹھہر گئی اماں بی کچھ فاصلے پر موجود تھیں۔

انہوں نے چند پل شہرینہ کو دیکھا اور بغیر کچھ کہے وہاں سے چلی گئیں' یقیناً انہوں نے شہرینہ کی تمام باتیں سن لی تھیں۔ فرح نے پلٹ کر دوبارہ شہرینہ کو دیکھا وہ بالکل لاتعلق سی باہر دیکھ رہی تھی۔ یقیناً وہ اماں بی کی آمد اور واپس پلٹ جانے سے بالکل بے خبر تھی۔ اس نے ایک گہرا سانس لیا اور واپس اماں بی کے کمرے کی طرف آئی اماں بی فون میں مصروف تھیں۔

"ابھی کچھ دن نہیں آ سکتے ہم شہرینہ کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں۔" یقیناً وہ اس کے سسرال کال کر کے نہ آنے کے لیے وضاحت کر رہی تھیں۔

"نہیں...... نہیں بس سر میں درد تھا۔"

"کل تو بالکل بھی وقت نہیں ہوگا شہر سے کچھ مہمان آ جائیں گے جب بھی وقت ہوا یا آنے کا پروگرام بنا تو ہم آپ کو آگاہ کر دیں گے۔" انہوں نے مزید چند باتوں کے بعد کال کاٹ دی۔ فرح ان کے پاس آ بیٹھی انہوں نے بہت سنجیدگی سے فرح کو دیکھا۔

"اسے سمجھاؤ اس قدر ضد یا جذباتیت اچھی نہیں ہوتی' آج تک ہم سے ہمارے اپنے بچوں نے بدتمیزی نہیں کی وہ ہمیں بہت عزیز ہے ہماری لاڈلی بھی ہے لیکن بڑوں کے ساتھ بات کرنے کے کچھ آداب ہوتے ہیں اسے کچھ تو خیال کرنا چاہیے۔"

"پتا نہیں وہ کیوں ایک دم ایسی ہوتی جا رہی ہے اچھی بھلی تھی' محض ایک اَفکن بھائی سے رشتہ بدلنے سے وہ اس قدر ڈسٹرب یا بدلحاظ نہیں ہوئی مجھے لگتا ہے کہ کہیں نہ کہیں وجہ کچھ اور بھی ہے۔" انداز کچھ پُرسوچ تھا اماں بی نے اسے بغور دیکھا۔

"کچھ کہا ہے اس نے تم سے کیا؟" انہوں نے کریدا۔

"نہیں لیکن میں پوچھوں گی ضرور۔" انہوں نے ایک گہرا سانس لیا۔
"آپ ٹینشن نہ لیں وہ ایسی ہی ہے ابھی مت کچھ کہیں تھوڑی دیر بعد وہ ٹھیک ہوجائے گی آپ ریلیکس رہیں۔"
اماں بی نے محض سر ہلادیا۔
فرح واپس چلی گئی تو انہوں نے بہت دکھ سے اپنا سر تکیے پر رکھا وہ شہرینہ کے مزاج اور رویے دیکھ کر بہت مایوس ہوئی تھیں۔ ان کی اپنی اولاد نے آج تک ان کے سامنے زبان نہیں کھولی تھی اور یہ شہرینہ...... ان کی سوچ کی گرہیں الجھنے لگی تو وہ بستر پر دراز ہوگئی تھیں۔



اگلے دن شایان' زوبیہ' اسد اور پھوپو کی فیملی سے کچھ لوگ آگئے تو جیسے حویلی میں رونق آگئی۔ شہرینہ کا بھی مزاج ایک دم بدل گیا تھا شایان اور اسد کی موجودگی میں وہ بہت دیر تک اپنے قنوطیت زدہ موڈ میں نہیں رہ سکی۔ اماں بی نے اس کے مزاج بدلنے پر تشکر کا سانس لیا تھا ورنہ وہ تو اس کے بارے میں خصوصاً شیر افگن کے مستقبل کے بارے میں سوچ سوچ کر پریشان ہوتی رہی تھیں۔ انہیں اب شہرینہ اور شیر افگن کے نکاح والے فیصلے پر پچھتاوا ہو رہا تھا انہیں لگ رہا تھا کہ انہوں نے ایک غلط فیصلہ کردیا...... وہ اگرچہ عثمان فاروقی کی بیٹی تھی لیکن کہیں نہ کہیں ماہ آرا جیسی عورت کی ذات کا حصہ بھی تھی ماہ آرا مر چکی تھی لیکن شہرینہ ان کے سامنے تھی اور شہرینہ جس طرح دوٹوک انداز میں شیر افگن سے شادی بلکہ رخصتی سے انکار کرچکی تھی ایسے میں وہ ان دونوں کے مستقبل کے بارے میں خوف زدہ تھیں تاہم ان سب لوگوں کی آمد سے اس پر اچھا اور خوشگوار اثر پڑا تھا وہ اپنے خول سے نکل کر سب میں گھل مل گئی تھی۔

سب ہی توفیق ضیاء کو دیکھنے کو بے قرار تھے۔ اماں بی اور بابا صاحب کی طرف سے یہی طے پایا تھا کہ سب جوان پارٹی صرف ایک بار جا کر وہ بھی اماں بی کے ہمراہ توفیق ضیاء کو دیکھ آئیں اماں بی نے ان لوگوں سے وقت لے لیا تھا اگلے دن سب ہی جانے کو تیار ہو رہے تھے۔

اماں بی نے شہرینہ کو بھی ساتھ چلنے کو کہا پہلے تو اس کا دل کیا کہ جانے سے انکار کردے لیکن پھر خاموشی سے مان گئی وہ کمرے میں آئی تو ایک بار پھر کپڑے نکال کر دیکھ رہی تھی اسے افسوس ہوا چند ایک فینسی ڈریسز کے علاوہ باقی سب ہی شارٹ شرٹس کرتے وغیرہ کے ساتھ ٹائٹس یا اسٹاکنگ سے پاجامے تھے ان سب میں سے اس نے ایک کافی معقول سا (جس پر اماں بی کو بھی اعتراض نہ ہو) لباس منتخب کرلیا تھا۔
لائٹ پنک سادہ کرتا اور اس کے ساتھ کیپری اسٹائل میں وائٹ پاجامہ تھا۔ لباس نکال کر اس نے علیحدہ کیا تو فرح نے بغور دیکھا۔
"یہ پہنو گی؟" ڈرتے ہوئے پوچھا تو شہرینہ نے غصے سے دیکھا۔
"کیوں اب کیا مسئلہ ہے اس میں؟"
"نہیں میں تو ویسے ہی پوچھ رہی تھی' بہت اچھا سوٹ ہے لیکن کافی سادہ سا ہے۔" ڈرتے ہوئے اس نے آخری الفاظ کہے تو شہرینہ گھورتی رہی۔
"چلو جلدی سے تیار ہوجاؤ' باقی بھی تیار ہو رہے ہیں لاؤ میں استری کردوں۔" اس سے پہلے کہ شہرینہ جانے سے انکار کرتی اس نے فوراً کہتے ہوئے سوٹ اٹھایا اور سوٹ لے کر نکل گئی۔
شہرینہ نے سنجیدگی سے اسے جاتے دیکھا اور پھر سر جھٹکتے ہوئے واش روم میں گھس گئی وہ تیار ہو کر آئی تو سب سے پہلے اماں بی نے اسے دیکھا۔ انہوں نے کوئی بات نہیں کی کچھ دیر بعد زوبیہ بھی کمرے سے نکلی تو اسے دیکھ کر شہرینہ کو اپنا لباس بہت سادہ لگا۔ زوبیہ اچھے کام والے سوٹ میں ہلکا پھلکا میک کیے جیولری پہنے ہوئی تھی جبکہ شہرینہ بالکل سادہ سے حلیے میں تھی۔ وہ پھوپو کی بیٹیاں آئیں تو ان کے ساتھ گپ شپ میں مصروف ہوگئی تھی۔
کچھ دیر میں سب ہی تیار تھے وہ لوگ ان کی طرف گئے تو وہاں سب ہی منتظر تھے۔ گھر کے بڑوں سے ملاقات کے بعد وہ ان کی خواتین کے ساتھ اندرونی حصے میں آگئیں جبکہ مرد حضرات مردانے کی طرف چلے گئے تھے۔

فرح کی ساس بہت اچھی خاتون تھیں' دو بیٹیاں تھیں سب سے بڑا بیٹا توفیق تھا اور پھر دو بیٹیاں تھیں اور اس کے بعد دو بیٹے تھے۔

شہرینہ یہاں آ کر بور نہیں ہوئی فاطمہ بہت ہنس مکھ تھیں جبکہ عائشہ شادی شدہ تھی اور بھائی کی منگنی کے سلسلے میں میکے آئی ہوئی تھی۔ کھانے کے بعد توفیق ضیاء اندر آیا۔ توفیق ضیاء کو دیکھ کر وہ سب ہی متاثر ہوئی تھیں۔

وہ ایک وجیہہ ابروڈ کا اعلیٰ تعلیم یافتہ اور رکھ رکھاؤ والا انسان تھا۔ وہ ان کے درمیان کافی دیر بیٹھا رہا تھا۔ وہ چاروں اس سے مختلف سوالات کرتی رہیں' وہ سلجھے انداز میں جواب دیتا رہا' شہرینہ کو بھی وہ اچھا لگا تھا۔ شام کو ان کی واپسی ہوئی۔ آتے ہی وہ چاروں فرح کے سر ہوگئی تھیں۔

"یار تم کہاں پھنس گئی ہو لڑکا ذرا بھی اچھا نہیں ہے۔" چھوٹی پھوپو کی بیٹی ایمان نے کہا تو سب ہی سنجیدہ ہوگئیں۔

"بالکل...... نہ کوئی پرسنالٹی اور نہ ہی بولنے چالنے کا کوئی سلیقہ۔" زوبیہ نے بھی کہا تو فرح کے چہرے کا رنگ بدلا۔

"لیکن اماں بی تو بہت تعریفیں کررہی تھیں۔"

"ظاہر ہے انہیں تو پسند ہیں انہیں تو تعریفیں کرنا ہی نہیں۔" ایمان کی چھوٹی بہن نے بھی حصہ لیا تو وہ واقعی پریشان ہوگئی۔

"کیا واقعی یہ سب سچ ہے؟" اس نے شہرینہ سے پوچھا تو وہ خاموش رہی۔

"یہ تو تم ان لوگوں سے ہی پوچھو میری رائے کب تم لوگوں کے نزدیک کوئی اہمیت رکھتی ہے۔" وہ اسے جواب دے کر اپنے موبائل میں مصروف ہوگئی فرح نے ایک گہرا سانس لیا۔

"چلو جو بھی ہے قسمت کا لکھا سمجھ کر قبول کرلو...... ویسے میں نے اندازہ لگایا ہے کہ مزاج کے اتنے برے نہیں ہیں تمہارے ساتھ اچھے لگیں گے۔" فرح کے چہرے پر ایک دم سنجیدگی چھاگئی تھی۔ شہرینہ نے اسے دیکھا تو مسکرادی۔

"یہ کچھ تصویریں بنائی ہیں میں نے یہ دیکھ لو۔" اس نے موبائل اس کی طرف بڑھایا لیکن فرح نے نفی میں سر ہلادیا۔

"رہنے دو...... جب بڑوں نے فیصلہ کیا ہے تو کچھ سوچ سمجھ کر اور کچھ دیکھ بھال کر ہی فیصلہ کیا ہوگا میں کیوں خوامخواہ دل خراب کروں جو ہوگا دیکھا جائے گا۔" وہ ایک دم پُرسکون ہوگئی اور شہرینہ الجھ کررہ گئی تھی۔

کیا واقعی کوئی اتنی جلد ہی مطمئن ہوجاتا ہے۔ وہ تو ابھی تک اپنی ذات کی لڑائی میں الجھی ہوئی تھی۔ شیر افگن سے زبردستی رشتہ طے ہوجانا تو ایک کڑی تھی۔ اصل دھچکا تو ماما آرا کا وجود اسے لگا گیا تھا۔ نجانے کیوں اندر ہی اندر وہ ان سب سے بھی بدظن ہوچکی تھی۔ وہ فرح کے کہنے پر یہاں آئی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ چند دن حویلی میں گزارے گی تو شاید ذہنی طور پر مطمئن ہوجائے۔ دوبارہ پہلے کی طرح زندہ دل اور مطمئن لڑکی بن جائے لیکن یہاں آ کر بھی وہ مطمئن نہیں ہو پارہی تھی۔ وہ خود کو ان لوگوں اور اس ماحول میں اب ایک دم اجنبی محسوس کرنے لگی تھی خصوصاً ماما آرا سے ایک گہرے تعلق کو لے کر وہ ازحد حساس ہوچکی تھی۔

فائقہ اس کے ساتھ بہت اچھی تھیں۔ وہ ایک عرصہ تک انہیں حقیقی ماں کا سا مقام دیتی رہی لیکن اب آ کر وہ ان سے اپنے تعلق سے متعلق سمجھوتہ نہیں کر پارہی تھی۔

زوبیہ اور ایمان دونوں فرح کو خوب تنگ کررہی تھیں لیکن وہ مطمئن تھی۔

"ظاہری شخصیت دنیا کے لیے تو اچھی ہوسکتی ہے لیکن اہم بات انسان کا باطن ہوتا ہے' میرے لیے یہ بات ہی کافی ہے کہ توفیق ضیاء میرے والدین اور میرے بزرگوں کی پسند ہیں دیٹس آل۔" سب ہنس دیں۔

"محترمہ اس کو قناعت کہتے ہیں۔" زوبیہ نے چھیڑا۔

"شہری اس کو تصویر دکھادو۔ اب بے چاری کا اتنا حق تو بنتا ہے ناں۔" کمال نے کہا۔

"کوئی فرق نہیں پڑتا۔" فرح نے کندھے اچکائے شہرینہ نے تصویر نکال کر اس کے سامنے کردی۔ فرح کی نگاہیں چند پل کو ساکت ہوئیں اور پھر اس کے چہرے پر ایک دم اطمینان کی کیفیت در آئی' وہ مسکرادی اور پھر ان سب کو دیکھا۔

"بہت بدتمیز ہو تم سب۔" وہ سب ہنس رہی تھیں۔

"کیسا لگا سرپرائز؟" زوبیہ نے پوچھا تو وہ ہنس دی۔
"ویری فنی۔"
"ویسے مجھے اماں بی اور بابا صاحب کے انتخاب پر مکمل طور پر اعتماد تھا۔" اس نے دوبارہ تصویر کو دیکھا۔
وائٹ کلف لگے سوٹ پر بلیک واسکٹ پہنے وہ واقعی بہت باوقار انسان لگ رہا تھا۔ بہت ہی پُرکشش، تصویر دیکھ کر فرح کی آنکھوں کی چمک ایک دم بڑھ گئی تھی۔
"انہیں تو میں ایک دو بار حویلی آتے جاتے شیر افگن بھائی کے ساتھ بھی دیکھ چکی ہوں۔"
"چلو یہ تو اور بھی اچھی بات ہوئی کہو تو روبرو ملاقات کا بھی اہتمام کرادیں گے۔" ایمان نے چھیڑا۔
"فی الحال تو ایسی کوئی خواہش نہیں۔"
"یعنی کہ بعد میں خواہش ہوسکتی ہے۔" زوبیہ نے بھی کہا تو سب ہی ہنس دیں۔
"اماں بی نے بڑا چن کر لڑکا ڈھونڈا ہے، افگن بھائی کا دوست ہے، زبردست تو ہونا ہی تھا۔" ایمان نے سراہا۔
"ویسے اماں بی بتا رہی تھیں کہ افگن بھائی کی بھی پسند تھی اس رشتے میں۔" زوبیہ نے بتایا۔
"افگن بھائی کب تک آرہے ہیں؟" ایمان نے فرح سے پوچھا تو زوبیہ اور فرح ایک دم چونکنا ہوئیں دونوں نے شہرینہ کو دیکھا اس کے زاویے بگڑے ہوئے تھے۔
"آجائیں گے وہ بھی۔" فرح نے کہا۔
"تمہاری منگنی پر تو ہوں گے ناں؟"
"کنفرم نہیں۔" فرح نے کندھے اچکائے۔
زرینہ نے پھر سے فرح کے سسرالیوں کی کوئی بات چھیڑ دی تھی سب کا دھیان بٹ گیا لیکن شہرینہ کا دھیان الجھ گیا تھا۔ فرح نے کہا کہ شیر افگن یہاں نہیں ہے تو وہ مطمئن ہوکر آ گئی تھی لیکن جس طرح کافی عرصے سے افگن کی طرف سے مسلسل خاموشی تھی وہ لاشعوری طور پر اس کے متعلق سوچنے ضرور لگی تھی یہ اور بات تھی کہ اس کی سوچ مثبت نہ تھی تاہم وہ اس کے متعلق کوئی بھی خبر سن کر چند پل کو ساکت ضرور ہوتی تھی۔
لیکن اس کا دل بوجھل ہونے لگا تو وہ ان میں سے اٹھ کر اپنا موبائل لیے باہر لان میں آ گئی تھی۔

❖......O......❖

وہ رات دیر سے سوئی تھی لیکن صبح صبح اس کی آنکھ کھل گئی تھی۔ وہ باہر لان میں آ گئی اسے یہاں آئے کافی دن ہو رہے تھے حویلی میں بڑی ماما (فائزہ بیگم) بھی آ چکی تھیں اس کے علاوہ دونوں پھوپیاں اور ان کے بچے بھی تھے کافی رونق ہو چکی تھی۔ رات گئے تک ڈھولک وغیرہ کا پروگرام چلا تھا۔
وہ چند منٹ لان میں ہی ٹہلتی رہی اور پھر کسی کو بھی بتائے بغیر باہر نکل آئی، صبح کے تر و تازہ ماحول میں وہ کافی دور تک نکل گئی تھی۔ پکی سڑک پر لوگوں کی آمد و رفت شروع ہوئی تو وہ واپس پلٹی۔ حویلی کے گیٹ کے قریب آئی تو ایک سیاہ رنگ کی کار اندر جاتی دکھائی دی وہ حیران ہوئی اتنی صبح بھلا کون آ گیا، وہ اندر آئی تو چونکی۔ گاڑی پاتھ وے پر کھڑی تھی۔ گاڑی سے شیر افگن اتر رہا تھا۔ وہ ٹھٹک کر رک گئی۔
اتنی صبح شیر افگن کی آمد جبکہ گاڑی بھی حویلی کی تھی جو خصوصی طور پر بابا صاحب کے استعمال میں رہتی تھی اور ڈرائیور بھی ان ہی کا تھا۔
شیر افگن نے اندر کی طرف قدم بڑھائے۔ ڈرائیور پچھلی سیٹ سے سامان نکال رہا تھا۔ دوسرے دروازے سے اسد باہر نکلا۔ شیر افگن اندر چلا گیا، وہ چلتے ہوئے اسد کے پاس آ رکی۔
"اتنی صبح کہاں سے آرہے ہو؟" رات گئے تک تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ڈھولک کی محفل میں رہا تھا اور اب افگن کے ساتھ اس کی آمد۔
"افگن بھائی کو ایئرپورٹ سے لینے گیا تھا۔"
"وہ کب آئے۔"
"صبح تین بجے کی فلائٹ تھی، بابا صاحب کو کال کی تھی۔ انہوں نے مجھے ڈرائیور کے ساتھ لینے بھیجا تھا ابھی لے کر آیا ہوں۔" شہرینہ نے سر ہلایا۔
"آپ کہاں سے آرہی ہیں؟"
"میں ذرا واک کے لیے نکلی تھی۔"

"اکیلی؟"
"کیوں یہاں اکیلے جانا منع ہے کیا؟"
"اکیلے جانا منع تو نہیں لیکن پھر بھی احتیاط کرنا چاہیے۔ اب آپ کا افگن بھائی سے جو رشتہ ہے اس لحاظ سے حویلی کی عورتیں اکیلی باہر نہیں نکلتیں۔" اس نے کہا تو شہرینہ نے ناگواری سے اسے دیکھا۔
"میں پہلی بار حویلی نہیں آئی جو ان رولز کو فالو کروں' میں جب بھی آتی تھی اکیلے کہیں بھی چلی جاتی تھی۔" وہ مسکرا دیا۔
"تب آپ صرف شہرینہ عثمان تھیں' اب آپ شہرینہ شیر افگن ہیں' پورا علاقہ شیر افگن کو جانتا ہے پھر احتیاط اچھی بات ہے۔" وہ کہہ کر ڈرائیور کے ساتھ سامان لے کر اندر کی طرف بڑھ گیا۔
"آپ بھی آجائیں' شیر افگن بھائی سے مل لیں۔" جاتے ہوئے مسکرا کر کہا۔
شہرینہ نے تلخی سے اسے دیکھا وہ کہہ کر چلا گیا تھا جبکہ وہ کینہ توز نظروں سے اس کی پشت دیکھ رہی تھی۔ وہ اندر جانے کے بجائے کچھ دیر وہیں لان میں ہی ٹہلتی رہی اور پھر وہ اندر فرح کے کمرے میں آگئی۔
فرح سو رہی تھی' رات کی تھکن تھی جبکہ اسے اب شدید بھوک محسوس ہو رہی تھی۔ وہ منہ ہاتھ دھو کر لباس تبدیل کر کے باورچی خانے میں آگئی۔ اس نے ملازمہ کو ناشتہ تیار کرنے کا کہا اور واپس کمرے میں آگئی' کچھ دیر بعد ملازمہ ناشتہ لیے اس کے کمرے میں تھی۔ ناشتہ کرنے کے بعد وہ کچھ دیر اپنے موبائل میں مصروف رہی اور پھر جلد ہی سو گئی اور جب سو کر اٹھی تو کمرے میں کوئی بھی نہ تھا' منہ ہاتھ دھو کر باہر نکلی تو بڑے ہال سے باتوں کی آوازیں آرہی تھیں۔ وہ قریب آئی تو رک گئی۔
"بس اچانک کام ختم ہوتے ہی آج کی فلائٹ مل گئی تھی تو فوراً چلا آیا۔" شیر افگن بتا رہا تھا۔
"کسی نے ہمیں بتایا ہی نہیں ورنہ سب ہی جاتے تمہیں لینے۔" فرح نے کہا۔
"میں نے منع کر دیا تھا' تین بجے کی لینڈنگ تھی کیا سب کو زحمت دینا بس بابا صاحب کو اطلاع کر دی تھی کہ کسی سے بھی ذکر نہ کریں ویسے مجھے اچانک دیکھ کر تمہیں تو خوشی ہونی چاہیے تھی۔" اس نے فرح سے کہا۔
"ہاں خوشی تو مجھے واقعی بہت ہو رہی ہے پتا نہیں آپ فنکشن میں سب کے ساتھ یہاں ہوتے کہ نہیں میں سوچ سوچ کر ٹینشن میں تھی۔"
"اسی فنکشن کے لیے ہی جلدی جلدی سب کام نبٹا کر آیا ہوں' وہاں پاپا کے ایک کلائنٹ کے ساتھ کچھ قانونی معاملات طے کرنے تھے اس لیے اتنی دیر ہوگئی......" وہ اور بھی نجانے کیا کیا کہہ رہا تھا۔ شہرینہ اندر جانے کے بجائے وہیں سے پلٹ گئی تھی۔
نجانے کیوں افگن سے سامنا کرنے کا دل ہی نہیں چاہ رہا تھا۔ لیکن شام کے وقت جب سب ہی ہال میں بیٹھی ہوئی تھی اماں بی نے اسے کسی کام سے کمرے میں بلوایا' ملازمہ پیغام لے کر آئی' وہ ان کے کمرے میں آئی تو ٹھٹکی۔ افگن بھی وہاں موجود تھا۔
کافی عرصے بعد یہ پہلا موقع تھا فائزہ بھی وہیں تھیں۔ دونوں کی نگاہیں ملیں' دونوں ہی ایک پل کو ساکت ہوئے لیکن شہرینہ فوراً سنبھل گئی تھی۔
"آپ نے بلوایا تھا اماں بی۔"
"ہاں ادھر آؤ' بیٹھو۔" انہوں نے اپنے قریب بیٹھنے کو کہا تو وہ بیٹھ گئی۔
"یہ فائزہ نے تمہارے لیے بنوایا تھا' پہن کر دیکھو ٹھیک ہے۔" انہوں نے سونے کا ایک بریسلیٹ اسے دکھایا تو وہ حیران ہوئی۔
"میرے لیے لیکن کیوں؟"
"لو اب تم اس کی بہو ہو بیٹی کی منگنی پر خالی ہاتھ تھوڑا جانے دے گی۔ یہ پہن کر دکھاؤ۔" انہوں نے کہا تو شہرینہ کا جی چاہا کہ اپنا ماتھا پیٹ لے۔
وہ بڑے واضح انداز میں افگن سے متعلق بیزاری کا اظہار کرتی آرہی تھی۔ بڑے صاف الفاظ میں سب کو رخصتی بلکہ اس رشتے سے ہی انکار کر چکی تھی لیکن اماں بی یا باقی کسی پر بھی کوئی اثر نہ ہوا تھا۔

"سوری..... لیکن مجھے یہ سب پسند نہیں۔" اس کا انداز سنجیدہ تھا۔ فائزہ کے سامنے نکاح کے بعد پہلا موقع تھا جو کھل کر اس نے کسی بات کے لیے انکار کیا تھا بلکہ نکاح کے بعد حویلی میں ہی دونوں کا سامنا ہی اب ہوا تھا۔

"کیوں بریسلیٹ اچھا نہیں لگا کیا؟"

"نہیں یہ تو خوب صورت ہے لیکن میں گولڈ نہیں پہنتی بلکہ جس حوالے سے آپ دینا چاہ رہی ہیں اس حوالے سے تو کبھی نہ لوں۔" اس کا انداز صاف، واضح اور تلخ تھا۔ فائزہ نے حیران ہو کر جبکہ اماں بی نے بہت سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

"تم ہماری بھانجی بھی ہو بیٹا۔" فائزہ نے کہا تو اس نے ایک گہرا سانس لیا اور کھڑی ہوگئی۔

"بس ماہ آرا کی بیٹی ہوں اور مجھے نہیں لگتا کہ ان کے حوالے سے میرا کسی سے کوئی خونی رشتہ ہوگا ہاں عثمان فاروق کے حوالے سے میں انکار نہیں کرتی لیکن یہ نہیں لے سکتی۔" وہ کہہ کر وہاں سے نکل گئی، اَفگن نے بہت سنجیدگی سے اسے جاتے دیکھا تھا۔ فائزہ حیران اور اماں بی پریشان ہوئیں۔

"یہ کیا کہہ رہی تھی..... یہ ماہ آرا کو کیسے جانتی ہے؟" فائزہ پریشان ہوئیں۔

"وہ سب جانتی ہے۔" اماں بی نے دھیمے لہجے میں کہا۔

"مگر کیسے؟" جواباً اماں ہی نے تمام کہانی کہہ سنائی۔ فائزہ حیران و پریشان سن رہی تھیں۔

"اتنا کچھ ہوگیا اور آپ نے ہوا تک نہ لگنے دی۔" انہوں نے شکوہ کیا۔

"جو کچھ بھی ہوا وہ اس قدر قابل فکر تو نہ تھا کہ سب کو بتاتی، ویسے بھی ماضی کی راکھ کرید نے سے اب کیا حاصل۔"

"لیکن اماں بی آپ کو ہم سے تو ذکر کرنا چاہیے تھا..... شہرینہ تو ماہ آرا کی موت کے بعد بالکل ٹوٹ گئی ہوگی کم از کم اسی سے اظہار تعزیت کرتے۔"

"جو ہونا تھا ہوگیا..... مٹی ڈالو میری فائقہ کی آزمائش ختم ہوئی..... عثمان کا رویہ بہت بدل گیا ہے۔"

"لیکن شہرینہ کا رویہ بھی کچھ بہتر نہیں۔" فائزہ کو تشویش لاحق تھی۔

"ٹھیک ہوجائے گی۔ ہم نے بھی فی الحال اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا ہے۔"

"لیکن یہ اچھی بات نہیں، وہ مزید نیگیٹو ہوسکتی ہے وہ اب صرف ماضی کی ماہ آرا کی بیٹی نہیں بلکہ میرے اَفگن کی دلہن بھی ہے یہ خوش آئند بات نہیں۔" وہ بہت فکر مند تھیں۔ اَفگن کچھ سوچتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ دونوں کو اس گفتگو میں الجھا ہوا چھوڑ کر باہر نکلا تھا۔

وہ لان کی سیڑھیوں پر بیٹھی ہوئی تھی۔ شارٹ شرٹ اور ٹائٹ کے ساتھ گلے میں دوپٹا جھول رہا تھا۔ وہ گم صم سی بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ ادھر آ گیا تھا۔

"کیسی ہو؟" وہ اپنی سوچوں میں گم تھی اَفگن کی آواز پر چونکی۔ سر اٹھا کر دیکھا۔ گزشتہ کچھ عرصے نے اَفگن کی صحت پر کافی خوشگوار اثرات مرتب کیے تھے۔ وہ پہلے سے بھی زیادہ صحت مند اور پُرکشش لگ رہا تھا۔ اَفگن اس کے پاس ایک سیڑھی چھوڑ کر بیٹھ گیا۔

"بتایا نہیں تم نے کیسی ہو؟"

"میں نہیں سمجھتی کہ میری خیریت سے آپ کو کوئی سروکار ہونا چاہیے۔"

"کیوں بھئی..... مجھے تو سروکار ہے اس لیے تمہارے پیچھے چلا آیا ہوں۔" اس نے ہنس کر کہا۔ شہرینہ طنزیہ مسکرائی۔

"نئی خبر ہے۔" وہ اب سامنے دیکھنے لگی اور شیر اَفگن اسے۔

"محبتوں اور خلوص کی قدر نہ کریں تو وہ ہم سے چھن بھی سکتی ہیں اور اگر یہ ایک بار چھن جائیں تو واپس نہیں پلٹتیں۔" اَفگن نے کہا تو شہرینہ نے اسے دیکھا۔

"محبت کی بات آپ کے منہ سے اچھی نہیں لگ رہی شیر اَفگن صاحب۔" وہ ہنس دیا۔

"کچھ عرصہ میرے ساتھ رہ کر دیکھو، میں یقین دلاتا ہوں تمہیں نہ صرف میرے منہ سے محبت کی بات اچھی لگے گی بلکہ میرا وجود بھی اچھا لگنے لگے گا۔" وہ استہزائیہ ہنس دی۔

"بڑی خوش فہمی ہے جناب کو۔"

"لیکن غلط فہمی نہیں..... "اس نے بھی فوراً کہا۔

دونوں خاموش ہوگئے اور خاموشی کچھ پل ہی رہی اور

شہرینہ کھڑی ہوگئی۔

"مجھے آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔ اگر آپ کے پاس وقت ہو تو مجھے بلا لیجیے گا۔ بات بہت اہم ہے مگر اس وقت نہیں کرسکتی۔"

"میں فارغ ہوں تم کہو۔" وہ بھی اس کے مقابل کھڑا ہوگیا۔

"مجھے ڈائیورس چاہیے۔" قطعی انداز تھا۔ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر شیرافگن چند پل کو ساکت رہا۔

"اگر میں انکار کردوں تو......" وہ بھی از حد سنجیدہ ہوا۔

"تو پھر میں آپ کے چچا کو مجبور کروں گی کہ وہ یہ اقدام اٹھائیں۔" وہ تلخ ہوگئی تو وہ ہنس دیا۔

"وہ ایسا کبھی نہیں کریں گے۔"

"تو پھر میں ذاتی طور پر کورٹ میں جاؤں گی۔" افگن کے چہرے کی مسکراہٹ ختم ہوگئی۔

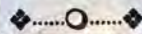
"کورٹ ڈائیورس لینے کی ریزن مانگے گا۔"

"ریزن دینا میرا کام ہے۔" وہ مزید تلخی سے بولی۔

"وکیل میں ہوں ہماری عدالتوں میں ڈائیورس لینا اتنا آسان نہیں ہے۔"

"وہ بعد میں دیکھیں گے۔" وہ اٹل لہجے میں بولی۔ افگن کی آنکھوں میں سرخی پھیلنے لگی۔

"تو ٹھیک ہے...... بڑوں کو راضی کرلو کورٹ میں ہی ملیں گے پھر۔" وہ دو ٹوک الفاظ میں کہہ کر جیسے آیا تھا ویسے ہی چلا بھی گیا اور شہرینہ...... وہ عجیب سے بے حس انداز میں اسے جاتے دیکھ رہی تھی۔



فائزہ بیگم نے ماہ آرا کی تعزیت کی اور تمام صورت حال پر افسوس کا اظہار کیا وہ خاموش ہی رہی۔

"یہ مت سمجھنا کہ تمہارا ہم سے کوئی سوتیلا رشتہ ہے تم نے فائقہ کی کوکھ سے جنم نہیں لیا تو کیا ہوا تم عثمان فاروق کی بیٹی ہو اور ہمیں ہماری فرح کی ہی طرح عزیز ہو بلکہ اب تم ہماری بہو ہو تو فرح سے بھی بڑھ کر عزیز ہو۔" شہرینہ اب بھی خاموش رہی۔

"ہم نے تمہیں کبھی سوتیلا نہیں سمجھا اس لیے تم کوئی غلط بات مت سوچنا۔" وہ اب بھی خاموش تھی۔ وہ اس کے پاس کافی تک بیٹھی تھیں۔

شایان اور اسد باہر جانے کے لیے نکل رہے تھے۔ لڑکیاں بھی ان کے سر ہوگئیں۔ وہ جب سے آئی تھی حویلی میں ہی تھی ان سب کا خیال تھا کہ فارم ہاؤس کی طرف گھومنے نکلیں اماں بی سے اجازت مل گئی تھی انہوں نے اسد اور شایان کو ساتھ چلنے کے لیے راضی کرلیا تھا۔

شہرینہ بھی ساتھ جانے کو راضی تھی۔ وہ عصر کے قریب فارم ہاؤس آئے تھے۔ فارم ہاؤس کے ساتھ باغ تھا جس میں امرود کے درخت تھے لڑکیوں کے لیے یہ ایک خوش گوار تفریح تھی۔ کھانا ساتھ تھا سب ہی نے خوب انجوائے کیا تھا۔ شایان اور اسد گھڑ سواری کے لیے اصطبل کی طرف چلے گئے شایان نے ایک دو چکر لگائے تو گھڑ سواری کی شوقین شہرینہ کا دل مچلنے لگا۔

"شایان...... میں بھی رائیڈنگ کروں گی۔" وہ اصطبل کے باہر کھڑی زور سے چلائی۔

"نہیں بھئی ماضی کے تجربات گواہ ہیں کہ تم کوئی مصیبت ہی لاتی ہو...... اس بار سختی سے انکار ہے۔"

"لیکن مجھے ضرور کرنی ہے۔"

"شیرافگن بھائی ادھر فارم ہاؤس میں ہی ہیں انہیں خبر ہوگئی تو میری شامت آجائے گی۔" وہ گھڑ سواری کرتے ہوئے دور سے کہہ رہا تھا۔ شہرینہ نے حیران ہوکر زوبیہ کو دیکھا۔

وہ اور زوبیہ دونوں اصطبل کے احاطے کے پاس تھیں جبکہ باقی تینوں امرود کے باغ میں تھیں۔

"یہ شیرافگن کب آیا؟"

"یہ تو ہماری آمد سے پہلے ہی یہاں موجود تھے بلکہ جب ہم آئے تھے تو چوکیدار نے ہی اطلاع دی تھی کہ افگن صاحب دوپہر سے یہاں ہیں کچھ دوست ساتھ تھے دوست تو چلے گئے خود اندر روم میں سو رہے ہیں۔"

"تو کیا ہوا میں اس سے کون سا ڈرتی ہوں...... ادھر آؤ"

اور گھڑ سواری نہ کروں امپاسبل ہے اب تو لازمی کرنی ہے۔" اس کا انداز اٹل تھا۔ زوبیہ نے اسے دیکھا اُسے سمجھانا بے کار تھا۔

"شایان یہ گھوڑا مجھے دے دو تم اسد کے ساتھ مل جاؤ مل کر ریس لگاتے ہیں۔" اس نے اونچی آواز میں کہا۔ شایان نے گھوڑا اس کے قریب لاکر کھڑا کردیا۔

"دماغ تو ٹھیک ہے...... یہ شیر افگن بھائی کا گھوڑا ہے ہر ایک کے قابو میں نہیں آنے والا۔"

"ہاؤ کیئر۔" وہ غصے سے بولی۔

"جب میں نے کہہ دیا کہ میں رائیڈنگ کروں گی تو لازمی کروں گی...... بار بار اس ہلاکو خان کا نام لے کر مجھے غصہ مت دلاؤ۔" شایان ہنس دیا۔

"سچ کہہ رہا ہوں یہ گھوڑا ہر کسی کے قابو میں نہیں آتا۔" بار بار بدکتے گھوڑے کو شایان نے حقیقتاً بڑی مشکل سے قابو کیا ہوا تھا۔

"تم نیچے اترو فوزا اسد والا تم لے لو۔ مجھے اس پر سواری کرنی ہے۔" وہ ضد پر اتر آئی۔

"افگن بھائی سے پوچھ لو پہلے۔"

"میں کسی کی غلام نہیں کہ اس سے اجازت لیتی پھروں اترو نیچے۔" وہ غصے سے بولی تو وہ نیچے اتر گیا۔

دوسرا گھوڑا شایان نے لے لیا اسد نیچے اتر گیا تھا۔ شہرینہ گھوڑے پر بیٹھی تو وہ بدکنے لگا اس نے ایک دو بار تھپکی دی تو وہ نارمل ہوگیا۔

"وہ پوائنٹ دیکھ رہے ہو۔" اس نے تین کلومیٹر دور ایک برقی کھمبے کی طرف اشارہ کیا۔ "وہاں تک پہنچنا ہے جو پہلے واپس اسی پوائنٹ تک پہنچا وہ ونر۔" اس نے کہا تو شایان ہنس دیا۔

"اگر میں جیت گیا تو کیا انعام ہوگا۔"

"جو کہو گے ملے گا۔"

"سوچ لو۔" اس نے شرارت سے دیکھا۔

"سوچ لیا۔"

"چاہے کوئی بات منوالوں۔"

"بالکل۔" وہ جذباتی لڑکی تھی جذباتیت میں وہ نفع نقصان بھول جاتی تھی اس وقت بھی سب بھول بھال کر اس شرط پر راضی ہوگئی۔

"مکرنا نہیں۔" اس نے ایک بار پھر یاد دہانی چاہی۔

"نہیں۔" وہ ہنس دی۔

"بڑی بات ہے اتنے اڑیل گھوڑے کو تم نے نجانے کیسے قابو کرلیا مجھ سے تو بڑا بدک رہا تھا۔"

"اپنی اپنی پرسنالٹی ہے۔" وہ اترائی زوبیہ اور اسد دونوں کو دیکھ کر ہنس رہے تھے۔

"تو کرو ریس شروع۔" شایان نے کہا تو اس نے سر ہلایا۔

"ون...... ٹو...... تھری......" اسد نے گنتی کرکے بھاگنے کا اشارہ کیا۔

گھوڑوں نے بڑی تیزی سے بھاگنا شروع کردیا گھوڑے اصطبل سے نکلے تو افگن باہر آیا وہ نیند سے اٹھا تھا۔ وہ اسد اور زوبیہ کو دیکھ کر چونکا۔

"تم لوگ یہاں......؟"

"یہاں ہم فارم ہاؤس کی سیر کے لیے آئے تھے ایمان، زائشہ اور فرح ادھر امرود کے باغ میں ہیں اور ہم یہاں۔" افگن نے اصطبل کی طرف دیکھا۔ دونوں گھوڑے غائب تھے۔

"گھوڑے کہاں ہیں؟" زوبیہ ہنس دی۔

"شایان اور شہرینہ میں ریس لگی ہوئی ہے۔ دونوں کو وہ جو دور سے کھمبا نظر آرہا ہے اس پوائنٹ سے ہوکر واپس آنا ہے۔" اسد نے بتایا۔

"مائی گاڈ...... شہرینہ بھی ساتھ ہے؟"

"بتا تو رہا ہوں اسی نے شایان کے ساتھ ریس لگائی ہے۔" اسد نے مزید بتایا تو وہ پریشان ہوگیا۔

"وائٹ گھوڑا کس کے پاس ہے؟" افگن اپنے گھوڑے کے بارے میں بہت حساس تھا غصے سے پوچھا۔

"آپ کی نصف بہتر اسی پر سوار ہیں۔" زوبیہ نے ہنس کر کہا تو افگن کے چہرے پر ایک دم سخت تشویش ابھری۔

"نان سینس، ایڈیٹ...... وہ تو میرے علاوہ کسی اور کے قابو میں ہی نہیں آتا وہ کیوں اس پر گئی؟" وہ غصے اور اضطراب

سے ٹہلنے لگا تھا۔

❖......○......❖

وہ دونوں بیک وقت اس مقام تک آئے اور اس مقام تک پہنچ کر دونوں نے فوراً گھوڑوں کو واپس کے لیے موڑا تھا۔ شایان کا گھوڑا کافی چست تھا اور شہرینہ وہ پریشان ہو رہی تھی۔ اسے اب پتا چل رہا تھا کہ یہ گھوڑا کوئی عام گھوڑا نہیں تھا۔ وہ بہت اڑیل تھا نجانے وہ اسے کیسے قابو میں رکھے ہوئے تھی۔

گھوڑا اپنی پوری رفتار سے بھاگ رہا تھا جبکہ شایان کا گھوڑا ابھی پیچھے تھا کچھ اور آگے آ کر گھوڑے نے بھاگنے سے انکار کر کے اچھلنا شروع کر دیا شہرینہ بڑی مشکل سے اس کی باگیں تھامے اسے قابو کرنے کی کوشش میں تھی لیکن گھوڑا اپنی پر اتر آیا تھا۔ گھوڑے کو بمشکل قابو میں کرتے ہوئے شہرینہ نے سیدھا لے جانا چاہا تھا جو فارم ہاؤس کا رستہ تھا لیکن گھوڑا سیدھا جانے کے بجائے بائیں طرف مڑ گیا بائیں طرف نہر کی پٹری تھی۔ یہ فارم ہاؤس نہر کے عقبی سمت میں کچھ فاصلے پر تھی کنارے پر کچھ کھیت تھے اور پھر فارم ہاؤس تھا۔

شہرینہ کے ہاتھوں کے اب حقیقتاً طوطے اڑے تھے گھوڑا رفتار سے سرپٹ نہر کی پٹری پر بھاگ رہا تھا۔ شہرینہ کے اختیار سے بالکل باہر تھا۔ وہ اس قدر رفتار سے بھاگ رہا تھا کہ اب شہرینہ کو لگ رہا تھا کہ وہ کسی بھی لمحے گھوڑے سے نیچے گر جائے گی کچھ دیر بعد وہ واقعی نیچے گر گئی لیکن بدقسمتی سے اس کا پاؤں زین میں پھنس گیا تھا وہ تھوڑی دور تک گھوڑے کے ساتھ گھسٹتی رہی اور پھر اس کی چیخیں بے اختیار نکل رہی تھیں۔

گھوڑے کی رفتار اتنی زیادہ تھی کہ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا اور چند لمحوں بعد اس کا پاؤں زین سے نکلا تو وہ دھڑام سے نیچے گری نجانے نیچے کیا چیز تھی اس کا سر اس سے لگا اور پھر اس کے بعد شہرینہ کو کوئی ہوش نہ رہا تھا۔

❖......○......❖

شایان نے شہرینہ کے گھوڑے کو بے قابو ہوتے اور غلط سمت میں مڑتے دیکھا تھا اس کے اوسان خطا ہو گئے تھے اس نے اپنے گھوڑے کی رفتار بڑھائی لیکن سفید گھوڑا اس بالکل بے قابو ہو چکا تھا اس کی رفتار شایان کے گھوڑے کی رفتار سے بہت زیادہ تھی۔ وہ کافی آگے جا چکا تھا شایان نے گھوڑے کی لگامیں کھینچیں اس نے فوراً جیب سے موبائل نکال کر اسد کو کال کی۔

”شہرینہ کا گھوڑا بے قابو ہو چکا ہے وہ نہر کی پٹری کی طرف نکل گیا ہے۔ وہ کسی طرح قابو میں نہیں آ رہا۔ میں اسی طرف جا رہا ہوں فوراً کسی کو بھیجو۔“ اس نے کال کاٹی اور پھر تیزی سے گھوڑے کو بھگا گیا تھا۔

❖......○......❖

افگن پریشانی میں ٹہل رہا تھا جب اسد کے پاس شایان کال آئی اس نے افگن کو بتایا تو اس کا رنگ اڑ گیا تھا۔ اس نے فوراً ملازمین کو آوازیں دینا شروع کر دیں اور خود تیز رفتاری سے اصطبل میں سے تیسرا گھوڑا نکال کر اسد کو چند ہدایات دیتے ہوئے گھوڑا سرپٹ دوڑا دیا تھا۔

یہ گھوڑے ان کے پالتو تھے جو ان کے سدھائے ہوئے تھے اور بار برداری کے بھی کام آتے تھے لیکن اب شہرینہ جو کر چکی تھی اس کے بارے میں سوچ کر افگن کا مارے پریشانی کے برا حال تھا۔ وہ شایان کے پیچھے جانے کی بجائے دوسری سمت سے نہر کی پٹری کی طرف آیا تھا۔

اس نے دیکھا سفید گھوڑا بہت تیزی سے بھاگ رہا تھا۔ وہ ابھی کافی دور تھا کہ اس نے شہرینہ کو گرتے اور گھوڑے کے ساتھ گھسیٹتے اور پھر نیچے گرتے دیکھا دوسری طرف سے شایان بھی پہنچ گیا تھا۔ شایان کو شہرینہ کے قریب رک کر گھوڑے سے چھلانگ لگاتے دیکھ کر افگن وہیں سے مڑ گیا۔

کچھ دیر میں اس نے سفید گھوڑے کو جا لیا تھا اور پھر اپنا گھوڑا چھوڑ کر وہ اس پر کود گیا تھا۔ بہت مشکل سے وہ قابو کر پایا تھا۔ وہ واپس پلٹا شہرینہ کے پاس آ کر رکا۔

شہرینہ بے ہوش تھی اور شایان اسے ہوش میں لانے کی کوشش کر رہا تھا۔ سر پر چوٹ لگی تھی خون تیزی سے بہہ رہا تھا۔

”مائی گاڈ۔“ افگن از حد پریشان ہوا۔

”یہ تو بہت انجرڈ ہے۔“ اس نے اسے فوراً سیدھا کیا۔

وہ سمجھ سکتا تھا کہ شہرینہ کوئی عام لڑکی نہ تھی جو اس قدر جلدی

بے ہوش ہو جاتی یقیناً چوٹ کافی شدید تھی۔
"اس کو فارم ہاؤس لے چلیں۔" افگن نے وقت ضائع کیے بغیر فوراً کہا۔
"لیکن کیسے یہ بے ہوش ہے۔" شایان پریشان ہوا۔
"میں لے جاتا ہوں تم دوسرے گھوڑے کو لے کر جلدی پہنچو۔" شایان کی مدد سے بے ہوش شہرینہ کو بمشکل سنبھالتے شیر افگن خود بھی گھوڑے پر سوار ہو گیا تھا۔
وہ اسے لے کر فارم ہاؤس آیا تو سب ہی لڑکیوں کی شہرینہ کو دیکھ کر چیخیں نکل گئی تھیں وہ لڑکیوں کی مدد سے اسے اندر کمرے میں لے آیا تھا۔ شہرینہ کے سر سے ابھی بھی خون بہہ رہا تھا وہ مسلسل بے ہوش تھی۔ افگن نے کسی کو کال کی اور پھر اسے فوراً پہنچنے کو کہا غالباً ڈاکٹر تھا۔
"پانی لاؤ۔" اس نے پریشان سے فرح کو کہا اور خود شہرینہ کے پاس بیٹھ گیا۔
"شہری.....؟" وہ اسے آوازیں دے رہا تھا۔ جبکہ زوبیہ اور ایمان اس کے ہاتھ پاؤں ملنے لگیں۔
"شہرینہ.....شہرینہ.....!" لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔
خون سے تکیہ رنگین ہو رہا تھا اور شیر افگن کا آف وائٹ سوٹ جا بجا خون سے رنگین ہو گیا تھا۔
فرح پانی لائی اور اس کے منہ پر چھینٹے مارے لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا افگن نے تولیے سے اس کے سر کا زخم چیک کرتے ہوئے خون صاف کیا ادھر کوئی فرسٹ ایڈ باکس تو تھا نہیں جو فوراً مرہم پٹی کرتا۔
"اگر زیادہ مسئلہ ہے تو کسی اسپتال لے چلتے ہیں۔" اسد نے کہا تو افگن خاموش رہا۔ کچھ دیر بعد ڈاکٹر آ گیا اور ساتھ ہی شایان بھی۔
ڈاکٹر کی موجودگی میں شہرینہ پر چادر ڈال کر سب لڑکیاں باہر نکل گئی تھیں۔ شایان، اسد اور افگن پاس رک گئے تھے۔
"چوٹ کیسے لگی؟"
"گھوڑے سے گر گئی تھیں۔" وہ زخم صاف کر کے خون روکنے کا بندوبست کرنے لگے۔ خون رکا تو اب وہ اسے ہوش میں لانے کی کوشش میں تھے۔ اس نے دو تین انجکشن لگائے۔
تھوڑی دیر بعد شہرینہ کے وجود میں حرکت ہوئی۔ وہ کراہ رہی تھی اور پھر اس نے آنکھیں کھولیں۔ آنکھیں کھولنے پر اسے سب سے پہلے جو چہرہ دکھائی دیا وہ شیر افگن کا تھا بہت پریشان اور الجھا ہوا۔ وہ حواسوں میں نہیں تھی اس نے دوبارہ آنکھیں بند کر لیں۔
"شہرینہ۔" افگن نے ایک دم پریشان ہو کر پکارا تو اس نے پھر آنکھیں کھولیں۔
"کیسی ہو اب؟" اس نے پوچھا مگر وہ خاموش رہی۔ اسے اپنے سر سے درد کی ٹیسیں اٹھتی محسوس ہو رہی تھیں تکلیف کے آثار اس کے چہرے پر نمایاں تھے۔
"ری لیکس، ٹیک اٹ ایزی۔" درد کی وجہ سے اس کی آنکھوں سے پانی بہا تو افگن نے فوراً اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔
"سب ٹھیک ہو جائے گا ڈونٹ وری۔" اس نے تسلی دی۔ شہرینہ نے آنکھیں بند کر لیں تو کئی آنسو ٹوٹ کر سائیڈوں پر گرے تھے۔
"زخم کافی گہرا ہے لیکن پریشانی والی بات نہیں۔" ڈاکٹر نے تسلی دی۔
"کوئی اور زخم تو نہیں؟" ڈاکٹر نے پوچھا تو افگن نے شہرینہ کو دیکھا۔
"شہرینہ۔" اس نے آنکھیں کھولیں۔
"کہیں اور درد وغیرہ تو نہیں؟" وہ خاموش رہی۔
اس نے لیٹے لیٹے ہی اپنے ہاتھ پاؤں ہلانے چاہے لیکن بایاں پاؤں اس سے نہیں ہلایا گیا وہاں شدید درد تھا۔ اس نے دوبارہ پاؤں کو حرکت دی تو حلق سے چیخ نکل گئی۔
"میرا پاؤں۔" زین میں پھنس جانے کی وجہ سے اس کا پیر کافی زخمی تھا۔ ڈاکٹر نے دونوں پیر دیکھے اور پھر بایاں پیر دیکھ کر ایک گہرا سانس لیا پیر پر جا بجا نیل تھے ساتھ سوجن بھی تھی۔
"آئی تھنک پاؤں کی ہڈی فریکچر ہو گئی ہے۔" پیر میں شدید درد اٹھ رہا تھا ڈاکٹر نے پیر پر ہاتھ رکھا تو شہرینہ کی چیخیں

بے اختیار تھیں۔

"پلیز ڈونٹ ٹچ می۔"

"میرا خیال ہے کہ انہیں کسی اچھے سے اسپتال لے جائیں تو زیادہ بہتر ہے۔" ڈاکٹر نے حتمی رائے دی۔

گاڑی موجود تھی افگن نے حویلی کال کر کے دوسری گاڑی لانے کو کہا اور اسد کو ہدایت کی کہ دوسری گاڑی آتے ہی وہ تمام لڑکیوں کو لے کر حویلی چلا جائے۔ وہ اور شایان شہرینہ کو لے کر نزدیکی اسپتال جارہے ہیں۔

فرح نے بھی ساتھ چلنے پر اصرار کیا تو افگن اسے ساتھ لے آیا باقی سب کو اسد کے ساتھ حویلی چلے جانے کی تاکید کردی تھی۔

اسپتال آ کر وہ اسے ایمرجنسی میں لے آئے، تحصیل کی سطح پر یہ ایک اچھا پرائیوٹ اسپتال تھا۔ انہیں فوراً دیکھا گیا۔ پیر کی ہڈی فریکچر تھی' ڈاکٹر نے فوری طبی امداد دینا شروع کردی تھی۔

❖......○......❖

رات کو حویلی سے فائزہ بیگم' اماں بی اور پھوپو بھی آ گئی تھیں۔ شہرینہ کو روم میں شفٹ کردیا گیا تھا۔ وہ غنودگی میں تھی۔ افگن نے سب ہی لڑکیوں' اسد اور شایان سب کو سختی سے اصل بات بتانے سے منع کردیا تھا اماں بی کو بھی اس نے یہی بتایا تھا کہ وہ درخت سے گر گئی تھی۔ وہ رات سارا وقت اسپتال میں رہے' اگلے دن وہ ہوش میں آئی تو اسے بخار نے آلیا تھا جسم شدید درد کررہا تھا۔

جسم کے روئیں روئیں میں درد تھا لیکن وہ کسی سے بھی کہنے سے قاصر تھی۔ افگن مسلسل اس کے پاس تھا۔ شایان ساتھ تھا فرح' فائزہ بیگم' اماں بی اور پھوپو سب ہی پریشان تھیں۔

اگلے دن دوپہر تک وہ اسپتال رہی اور پھر اس کے چند ٹیسٹ لینے کے بعد ڈاکٹر نے اسے ڈسچارج کردیا تھا۔

فرح' فائزہ' پھوپو اتنے لوگ تھے اسے سہارا دینے والے وہ لوگ گھر آ گئے تھے۔ حویلی آ کر بھی اسے کمرے میں لٹا دیا گیا تھا۔ کسی نے بھی اسے حادثے کی وجہ کو موضوع گفتگو نہیں بنایا' افگن نے اسے سختی سے منع کردیا تھا کہ وہ کسی سے بھی کوئی بات نہیں کرے گی۔ وہ کمرے میں بند ہو کر رہ گئی تھی۔ پرہیزی کھانے پھل اور جوسز وغیرہ اس کے کمرے میں رکھ دیے گئے تھے۔

ہر کوئی اس کی تیمارداری کے لیے سرگرم عمل تھا گھر آنے کے بعد افگن کمرے میں نہیں آیا تھا۔ رات میں فرح نے سب کو جا کر سونے کا کہا' وہ فرح کے ساتھ ہی تھی۔ فرح اس کا خیال رکھ ہی تھی رات گئے افگن کمرے میں آیا۔

"کیسی طبیعت ہے اب اس کی؟" وہ آنکھیں بند کیے لیٹی ہوئی تھی جب افگن کی آواز پر ساکت ہوئی۔

"چوٹ اور پھر فریکچر ہوا ہے اب تو کچھ دن لگیں گے سب زخم کور ہونے میں۔"

"کوئی مسئلہ تو نہیں ڈاکٹر کی تو ضرورت نہیں؟"

"نہیں سو رہی ہے ابھی تو' میڈیسن دی ہے اسے' شاید یہ اب رات بھر سوئے۔"

"تم ایسا کرو آرام کرو میں اس کے پاس ہوں۔" اس نے فرح سے کہا۔

"آرام کی تو آپ کو بھی ضرورت ہے۔"

"ڈونٹ وری' گھر آ کر دو تین گھنٹے آرام کرلیا تھا' تم ریسٹ کرو دو دن بعد فنکشن ہے تمہارے لیے نیند زیادہ ضروری ہے۔"

"لیکن آپ......"

"اٹس اوکے...... میرے روم میں چلی جاؤ ورنہ ادھر بیڈ پر لیٹ جاؤ۔" افگن نے کہا۔ اس نے چند پل افگن کو اور پھر شہرینہ کو دیکھا۔

وہ جانتی تھی شہرینہ سوئی ہوئی نہیں ہے محض آنکھیں بند کیے ہوئے تھی' وہ مسکرائی۔

"میں آپ کے روم میں چلی جاتی ہوں۔" وہ چلی گئی۔

شہرینہ عجیب سی بے بسی میں تھی اس وقت وہ افگن کے ساتھ کمرے میں تنہا تھی۔ افگن فرح کے جانے کے بعد بیڈ کے قریب آیا اور بستر کے کنارے بیٹھا تو شہرینہ کا دل عجیب سے انداز میں دھڑکا تھا اس نے شہرینہ کی نبض چیک کی' اس کی

پیشانی پر ہاتھ رکھا تو شہرینہ کی پلکیں لرزنے لگیں۔
"شہرینہ......" اس نے پکارا تو اس کی آنکھوں کی لرزش ایک دم بڑھ گئی تھی۔
"شہرینہ جاگ رہی ہو؟" اس نے دوبارہ پوچھا۔
"شہری۔" افگن کے لہجے میں نجانے کیا تاثر تھا۔
اس پکار میں کیسی تاثیر تھی کہ شہرینہ کی پلکیں بے اختیار نیم وا ہوئیں' افگن اسے دیکھ رہا تھا۔ تھوڑا سا اس کی طرف جھکا۔
"کیسی ہو؟" اس کے لہجے میں نرمی تھی۔
وہ اس شخص سے ہر موڑ پر نفرت کا اظہار کرتی آئی تھی حتیٰ کہ ایک دن پہلے اس سے واضح الفاظ میں طلاق کی بات کر چکی تھی اور اب اس کے کرم کی بارش میں بھیگ رہی تھی۔
"کہیں زیادہ درد تو نہیں؟" وہ نرم لہجے میں پوچھ رہا تھا اور ساتھ ہی اس کے الفاظوں میں عجیب سی گرمی بھی تھی۔ اس نے ہاں میں سر ہلایا تو افگن چونکا۔
"کہاں؟"
"میرے سارے جسم میں شدید درد ہے۔" وہ آہستہ سے بولی تو افگن ایک پل کو لاجواب ہو گیا۔
"ڈونٹ وری' سب ٹھیک ہو جائے گا بلکہ کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تو مجھے کہو۔"
"پاپا' ماما کو اطلاع کر دی؟" اس نے پوچھا۔
"نہیں' منگنی پر آئیں گے تو علم ہو ہی جائے گا۔" شیر افگن کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن اس کے مزاج پر کیا بات گراں گزر جائے یہ سوچ کر خاموش رہا۔
رات کے کسی پہر اس کی آنکھ لگ گئی لیکن پاؤں کے درد کی وجہ سے آنکھ کھلی تو وہ اس کے ساتھ تھا۔ مکمل طور پر دھیان رکھے ہوئے۔ وہ ساری رات شہرینہ کی عجیب سے اضطراب میں گزری تھی۔ وہ عجیب سے دوراہے پر آ گئی تھی۔
صبح کے قریب وہ نڈھال سی تھی اور شیر افگن اس کی دلجوئی کر رہا تھا۔ تسلی و دلاسہ دے رہا تھا۔ اگلے دن کا سورج طلوع ہوا تو شہرینہ کو لگا کہ اس کا وجود گویا پتھر بن گیا ہو۔
وہ اب تک شیر افگن سے "مجھے تم سے نفرت ہے" کہتی اس سب کا جینا حرام کیے ہوئے تھی اور اب ایک دم اس کا دل بدلنے لگا تھا۔
صبح کے قریب فرح کمرے میں آئی اور شیر افگن چلا گیا لیکن شہرینہ کو لگ رہا تھا کہ اس کے تمام احساسات بھی اپنے ساتھ لے گیا ہو' اگلا دن اس کے لیے بڑا تکلیف دہ تھا۔
فرح کے سسرال سے بہت لوگ اس کی عیادت کو آئے تھے وہ کافی دیر تک رہے' ان کے جانے کے بعد وہ دوبارہ بستر پر دراز ہوئی۔ اس کے جسم پر جگہ جگہ نیل کے نشان تھے فرح مختلف نشانوں پر مرہم لگا رہی تھی۔
"میرے بھائی بہت اچھے ہیں۔ ہم میں سے کوئی بھی بیمار ہو جائے تو وہ ہمارے لیے ساری ساری رات جاگتے رہتے ہیں' ان کے دل میں ہمارے لیے جو احساسات ہیں وہ شاید ہی کسی اور بہن بھائی میں ہو وہ تم سے شدید محبت کرتے ہیں...... میں دیکھ رہی ہوں وہ تین دن سے بے حد پریشان ہیں' انہیں صرف تمہاری پروا ہے۔" وہ اسی کے زخموں پر مرہم لگاتے ہوئے دھیرے دھیرے بتا رہی تھی۔ شہرینہ کو لگ رہا تھا کہ اس کے دل کی کیفیت بدل رہی ہے۔ وہ لیٹی ہوئی نیم غنودگی میں تھی۔
شیر افگن کمرے میں آیا تو اس نے اشارے سے فرح کو بولنے سے منع کیا مبادا اس کی نظر نہ پڑ جائے۔ وہ خاموشی سے باہر نکل گئی تو وہ اس کے پاس آ بیٹھا۔ اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھا تو وہ جل رہی تھی۔
"شہری۔" اس نے پکارا تو اس نے جھٹ آنکھیں کھول دیں۔
"کل فرح کی منگنی کا فنکشن ہے...... میں نے بابا صاحب اور اماں بی سے بات کی ہے تمہیں یہ رشتہ قبول نہیں اب وہی ہوگا جو تم چاہو گی تمہیں زبردستی یہ رشتہ نبھانے پر کوئی مجبور نہیں کرے گا۔" وہ گم صم اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ اپنی بات کے اختتام پر مسکرایا۔
"چچا جان اور خالہ آ رہی ہیں ان سے بھی بات ہو جائے گی لو کے۔" وہ بے یقینی سے اسے دیکھتی رہی۔
"پیپرز بنوا لیے ہیں میں نے۔ جیسا تم چاہو گی ویسا ہی ہوگا...... زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔" یہی تو وہ

چاہتی تھی اور اب وہ مژدہ جاں سنا رہا تھا تو اتنی ساکت کیوں تھی اسے تو خوش ہونا چاہیے تھا ایک ناپسندیدہ انسان اور اس رشتے سے جان چھوٹ رہی تھی لیکن وہ ساکت تھی۔ اس کی آنکھوں میں کچھ لمحے آ ٹھہرے وہ بے ہوش تھی۔ جب اسے ہوش آیا تو اس کی نگاہوں کے سامنے جابجا خون کے دھبوں سے رنگین وہ قمیص تھی اور پھر جس طرح وہ اس کے لیے خوار ہوا وہ تو جنون کی حد تک اس سے نفرت کرتی تھی پھر اس کا احساس کیوں بدل رہا تھا اس کے جنون کی جگہ یہ کون سا نیا جذبہ لے رہا تھا وہ چندلی بیٹھا اسے دیکھ رہا وہ اٹھنے لگا تو شہرینہ کے لبوں سے ایک سسکی سی نکل گئی۔

"کیا ہوا؟" شہرینہ نے بازو اس کی طرف بڑھایا۔

"مجھے بیٹھنا ہے لیٹے لیٹے میری کمر دکھنے لگی ہے۔" افگن نے اس کا بازو پکڑ کر سہارا دے کر اسے بستر پر بٹھا دیا۔

"ماما پاپا کو اس ایکسیڈنٹ کا علم ہے کیا؟" اس نے افگن کو بغور دیکھا۔

"نہیں..... میں نے انہیں پریشان کرنا مناسب نہیں سمجھا۔" وہ خاموش رہی۔

"کسی اور چیز کی ضرورت تو نہیں؟" افگن نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ وہ کچھ دیر کھڑا رہا اور پھر چلا گیا وہ اسی طرح بیٹھی رہی۔ اس پر دوا کی غنودگی چھانے لگی تو وہ لیٹ گئی۔ وہ نیم غنودگی کی کیفیت میں تھی اس کے کانوں میں کچھ آوازیں آئیں۔ اماں بی فائزہ اور فرح تھیں کمرے میں۔

❖......O......❖

"ماہ آرا نے جو کچھ کیا اس کے بعد ہم نے اپنا دل وسیع کرلیا تھا صرف اور صرف اپنی بیٹی فائقہ کے لیے شہرینہ ہمارا خون تھی ہم خود غرض نہیں ہیں ہم نے ساری عمر کبھی اسے ان چاہا ہونے کا احساس نہیں ہونے دیا لیکن اب آ کر ہمارا دل دکھنے لگا ہے فائقہ نے تو ماں بن کر پالا تھا لیکن ماہ آرا کو دیکھ کر وہ سب بھول گئی اب اسے نہ ہم اچھے لگتے ہیں اور نہ ہی ہماری اولاد افگن دکھی ہے میں جانتی ہوں وہ کس دل سے یہ فیصلہ کر رہا ہے لیکن کیا فائدہ مجبوری کے رشتے نبھائے بھی تو نہیں جاتے ساری عمر فائقہ نے گزار دی تھی اور اب شیر افگن اور شہرینہ کی زندگی کو میں امتحان نہیں بنانا چاہتی افگن نے بات کی ہے عثمان اور فائقہ آتے ہیں تو حتمی فیصلہ کردیں گے ہم لوگ۔" ان کا انداز بہت رنجیدہ تھا۔ نیم غنودگی میں ڈوبتا ذہن ایک دم ہوش کی دنیا میں لوٹ آیا تو وہ آنکھیں بند کیے سب سنتی رہی۔

"چھوٹے موٹے اختلافات تھے..... شہرینہ ایسا کیوں کررہی ہے میری سمجھ میں نہیں آ رہا؟"

"بچی بری نہیں ہے..... بس ہم سب نے سمجھنے میں غلطی کردی مجھے لگتا ہے یہ سب ضد میں کررہی ہے ورنہ دل کی تو کبھی بھی بری نہ تھی۔"

"افگن کے اس فیصلے کو میرا دل نہیں مان رہا..... یہ سوکر اٹھتی ہے تو میں اس سے بات کروں گی۔"

"چلو تم بھی کر دیکھو۔" اماں بی رنجیدہ سی کہہ کر اٹھ گئیں۔ فائزہ اس کے متعلق فرح سے بات کرنے لگیں۔

فرح ماہ آرا کے متعلق پوچھ رہی تھی فائزہ بیگم اسے سب بتا رہی تھیں اور فرح حیرانی سے سن رہی تھی۔

❖......O......❖

وہ عجیب سی کیفیت میں تھی۔ اس وقت کمرے میں کوئی نہیں تھا وہ بالکل تنہا تھی۔ پاؤں فریکچر ہونا اس کی اپنی غلطی کا نتیجہ تھا۔ شایان نے اسے اس گھوڑے پر سوار ہونے سے منع کیا تھا اور اس نے شیر افگن کی ضد میں اس پر سواری کی تھی نتیجہ تو سامنے تھا لیکن اسے ایک جگہ بیٹھ کر سب کچھ سوچنے کا موقع مل رہا تھا۔ سب کی محبتیں دکھائی دے رہی تھیں وہ اپنی ضد میں بہت کچھ تباہ کررہی تھی یہ لوگ اتنے برے تو نہ تھے وہ خود کو بدل سکتی تھی لیکن وہ خود کو بدلنے کے لیے تیار نہیں تھی لیکن اب اس کا دل بدل رہا تھا وہ کہنیوں کے سہارے اٹھ کر بیٹھ گئی اس نے موبائل نکالا تو چونکی۔

"کیسی ہو؟"

"جلدی سے ٹھیک ہوجاؤ سب بہت پریشان ہیں سب ہی تمہیں چلتا پھرتا صحت مند دیکھنا چاہتے ہیں۔"

"گیٹ ویل سون۔"

کئی میسج تھے جو شیر افگن کی جانب سے آئے ہوئے تھے۔ وہ آج سارا دن اس کی منتظر رہی لیکن وہ اس کے کمرے

میں نہیں آیا اور اب لاتنے سارے میسجز۔

"مجھے کورٹ میں ایک کام تھا۔ میں شہر آیا ہوا ہوں کل فرح کی منگنی کے فنکشن میں شامل ہوں گا۔" اس نے ایک گہرا سانس لے کر موبائل ایک طرف رکھ دیا۔ وہ بالکل ایمان داری سے اپنا تجزیہ کرنا چاہتی تھی۔

ان لوگوں کی محبتوں میں کوئی شک نہ تھا شیر افگن سے ماضی میں جو بھی اختلافات تھے وہ سب ماضی کا حصہ بن چکے تھے وہ محض ضد اور اپنے جنون میں اسے چھوڑنا چاہتی تھی لیکن اب سب کی باتیں سن کر اور رویہ دیکھ کر وہ الجھ کر رہ گئی تھی۔

افگن اسے صاف الفاظ میں کہہ چکا تھا کہ وہ اسے چھوڑ دے گا یہ جان کر تو اسے خوش ہونا چاہیے تھا جبکہ وہ غم زدہ تھی بلکہ پہلے سے بھی زیادہ پریشان اور ہونے والے نقصان پر ماتم کناں بھی تھی ان لوگوں کے دل وسیع تھے انہوں نے ایک ایسی لڑکی کو اپنے درمیان جگہ دی تھی جس کی ماں کا ماضی کوئی قابل فخر نہ تھا لیکن وہ تو عثمان فاروق کے حوالے سے جانی جاتی تھی اب بھلا کس چیز کا ڈر تھا۔

فرح کمرے میں آئی تو وہ اس طرح گم صم بیٹھی ہوئی تھی۔ فرح نے آج مہندی لگوائی تھی۔

باہر سے آنے والی آوازوں سے لگ رہا تھا کہ وہاں کافی گہما گہمی ہے۔

"یار...... کیا مصیبت ہے تم نے عین فنکشن کے دن یہ چوٹ لگوالی...... وہاں سب ہی ہلہ گلہ کررہی ہیں اور تم ادھر ہو مجھے تمہاری فکر رہتی ہے۔"

"میں ٹھیک ہوں۔ تم جا کر انجوائے کرو تمہاری زندگی کا اتنا اہم فنکشن ہے تم کیوں مس کررہی ہو یہ سب۔"

"ایک بات کہوں؟" اس نے فرح کو دیکھا۔

"تم واقعی افگن بھائی کو چھوڑ رہی ہو؟" اس نے ایک گہرا سانس لیا۔

"پلیز ایسا مت کرو شیر افگن بھائی بہت اچھے ہیں وہ تم سے واقعی بہت محبت کرتے ہیں آج شہر گئے ہوئے تھے تھوڑی تھوڑی دیر بعد کال کرکے پل پل تمہاری خبر لے رہے ہیں وہ غصے کے تیز ہیں شروع میں کچھ کہہ دیا تھا لیکن دل کے برے نہیں ہیں۔"

"وہ کل آجائیں گے کیا؟" اس نے پوچھا۔

"ہوں۔"

"میں لیٹے لیٹے تھک گئی ہوں اب زخم کافی بہتر ہیں تم لوگ مجھے بھی اپنے ساتھ باہر لے جایا کرو۔" اس نے کہا تو فرح مسکرائی۔

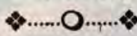
"اچھا...... اماں بی نے یہ کچھ چیزیں دی ہیں کہہ رہی تھیں کہ تمہیں دکھادوں رکھنی ہیں کہ واپس کرنی ہیں۔" اس نے پلو میں بندھی ہوئی چیزیں اس کے سامنے کیں۔ ان میں ایک بریسلیٹ تھا جو کچھ دن پہلے دکھا رہی تھیں ایک خوب صورت سی انگوٹھی تھی اور ایک چین۔

"یہ سب کچھ ماما نے تمہارے لیے بنوایا تھا۔" اس نے وہ تینوں چیزیں اٹھالیں۔ بریسلیٹ بہت پیارا تھا انگوٹھی اور چین بھی اچھی تھیں۔

"مجھے ذاتی طور پر گولڈ پسند نہیں لیکن یہ میں ضرور لوں گی...... بڑی ماما کو تھینکس کہنا۔" اس نے انگوٹھی پہن لی چین اور بریسلیٹ بھی لے لیا تھا۔

"ایک اور بات یہ چین بھائی لائے تھے باہر سے تم شاید ان سے نہ لیتی انہوں نے ماما کو دی تھی کہ تمہیں دے دیں۔" وہ گم صم سی ہوگئی۔

"میں کسی کو بلواتی ہوں، تمہیں سہارا دے کر باہر لے جاتے ہیں۔" وہ کہہ کر باہر نکل گئی تھی۔



منگنی کی تقریب میں کافی لوگ آئے ہوئے تھے۔ وہ بھی خوب صورت لباس زیب تن کیے فرح سے ہلکا پھلکا میک اپ کروا کر بڑے ہال میں آبیٹھی تھی۔ فائقہ اور عثمان کی آمد ہوئی تو وہ دونوں اسے دیکھ کر پریشان ہوگئے۔

"یہ کیا ہوا...... اور کیسے؟" فائقہ ازحد پریشان ہوئیں۔

"ریلیکس ماما آئی ایم فائن بس چھوٹی سی انجری ہے۔" فرح انہیں تفصیل بتانے لگی کہ کیسی یہ چوٹیں لگیں۔

"آپ کو کیا ضرورت تھی درخت پر چڑھنے کی؟" عثمان صاحب نے بھی کہا۔

”جو ہونا تھا وہ ہوگیا اب اس کا دھیان بٹاؤ ایویں پریشان ہوگی۔“ فائزہ نے دونوں کو کہا تو دونوں خاموش ہوگئے۔
فنکشن میں ایک دو بار شیر افگن سے سامنا ہوا...... جب وہ کسی کام سے ایک دو بار ہال میں آیا تھا۔
سلام دعا اور حال چال کے علاوہ کوئی بات نہ ہوئی وہ بہت مصروف تھا منگنی کا فنکشن بہت اچھا رہا اور فنکشن کے بعد بھی کافی ہلا گلہ ہوتا رہا تھا۔ وہ تھک گئی تو لڑکیوں کے سہارے واپس کمرے میں آ گئی وہ ابھی بستر پر لیٹی ہی تھی کہ فرح چلی آئی۔
”باہر سب تمہارے اور افگن بھائی کے رشتے پر میٹنگ کررہے ہیں۔“
”تو پھر کیا فیصلہ ہوا؟“
”فیصلہ تو تمہیں کرنا ہے۔“ اس کے پاس اس بات کا کوئی جواب نہیں تھا۔ کافی دیر گزر چکی تھی پھر ماما پاپا اس کے پاس آئے۔ فائقہ خاموش تھیں عثمان فاروق نے ہی بات کی۔
”آپ نے افگن سے رشتہ ختم کرنے کی بات کی تھی معاملہ سب بڑوں کے علم میں آیا ہے ہم نے ہر پہلو پر غور کرلیا ہے اب آپ بتائیں آپ کا کیا فیصلہ ہے؟“ وہ گم صم سی رہی۔
”میرے فیصلے کو مانا جائے گا کیا؟“ اس نے سنجیدگی سے پوچھا تو عثمان فاروق نے کچھ سوچتے ہوئے سر اثبات میں ہلا دیا۔
”تو پھر میں سوچ کر جواب دوں گی۔“ کچھ توقف کے بعد اس نے کہا تو دونوں حیران ہوئے۔
”مطلب؟“
”نہ مجھے کسی سے نفرت ہے اور نہ ہی کسی سے ذاتی دشمنی جب یہ لوگ مجھے میری خوبیوں خامیوں سمیت قبول کریں گے تو شاید میرے اندر بھی لچک پیدا ہوجائے۔“ انداز ابھی بھی قطعی تھا۔
”جو بھی فیصلہ کرو یہ یاد رکھنا تمہارے ساتھ زیادتی نہ ہو بعض اوقات انسان اپنے ساتھ خود ہی زیادتی کر جاتا ہے اور پھر وقت گزر جانے کے بعد پچھتاتا ہے مگر ازالے کے لیے پھر کچھ باقی نہیں رہتا خوش رہو ہمیں تمہارا ہر فیصلہ قبول ہوگا۔“
عثمان صاحب نے اس کی ذات کی برتری کو قبول کرلیا تھا۔ وہ آنکھوں میں پانی لیے انہیں دیکھتی رہی انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور پھر چلے گئے تھے۔

❖......O......❖

اگلے دن عثمان اور فائقہ چلے گئے وہ پاؤں ٹھیک ہونے تک یہیں رک گئی رہی باقی چیدہ چیدہ لوگ بھی رخصت ہوگئے تھے۔ اس کے بعد پھر کسی نے اس سے بات نہیں کی اور نہ ہی اس کا فیصلہ پوچھا تھا۔ اس دن وہ لباس بدل کر فریش ہوکر بیٹھی تھی جب دروازے پر دستک ہوئی۔ وہ اخبار دیکھ رہی تھی۔ اسے ایک طرف رکھتے ہوئے اس نے دروازے کی طرف دیکھا۔
”یس۔“ شیر افگن کو دیکھ کر وہ چونکی۔
”کیسی ہو؟“ شہرینہ نے سر کے اشارے سے جواب دیا۔
”اور پاؤں؟“
”کافی بہتر ہے ڈاکٹر باقاعدگی سے بینڈیج کررہا ہے۔“
دونوں کے درمیان پھر خاموشی چھا گئی۔
”چچا نے شاید تم سے کوئی بات کی تھی؟“ اس نے پوچھا۔
”کون سی بات؟“
”ہمارے رشتے کے متعلق۔“ اس نے ایک گہرا سانس لیا۔
”میں نے ان سے کچھ وقت مانگ لیا تھا۔“
”میرا خیال ہے تم فیصلہ کرچکی تھیں اب یہ وقت لینا کچھ سمجھ میں نہیں آرہا۔“
”آپ نے میری ذات کو سمجھنے کی کوشش ہی کب کی؟“
اس کے لہجے میں عجیب سی شکایت تھی۔ اس نے چونک کر اسے بغور دیکھا تو حیران رہ گیا۔
شہرینہ کے گلے میں اس کی دی ہوئی چین تھی وہ اس کے لیے یہ گفٹ خاص طور پر لایا تھا لیکن وہ شاید اس سے نہ لیتی سو اس نے فائزہ کو دے دی تھی۔ اسے یقین نہ تھا کہ وہ پہنے گی لیکن اس نے وہ چین پہن رکھی تھی۔
”یہ چین......!“ اس نے گلے کی طرف اشارہ کیا تو اس نے اپنے گلے پر ہاتھ رکھا۔

"یہ..... یہ تو بڑی ماما نے دی تھی۔" انداز نارمل تھا وہ خاموش ہوگیا۔
"میں کچھ دن کے لیے اسلام آباد جارہا ہوں۔" وہ کھڑا ہوا اور اسے سرسری سا بتایا۔
"تو مجھے بھی ساتھ لے جائیں۔ اصل میں میں اس بیڈ ریسٹ سے بے زار ہوچکی ہوں۔ وہاں کالج میں میرا پراجیکٹ ورک بھی منتظر ہے' کافی دن ہوگئے ہیں آئے ہوئے اب واپس چلنا چاہیے۔" اس نے وضاحت سے کہا۔
"اماں بی سے پوچھ لو میں لے چلوں گا۔" وہ کہہ کر چلا گیا' اس نے فرح کے ذریعے اماں بی سے پوچھا تو انہوں نے اجازت دے دی۔ فرح نے اس کی پیکنگ کردی تھی۔
اگلے دن وہ افگن کے ساتھ جانے کے لیے تیار تھی۔ اماں بی نے اسے بہت سا پیار کیا۔
"جو بھی فیصلہ کرنا بہت سوچ سمجھ کر کرنا۔"
"جی۔"
وہ بابا صاحب سے بھی ملی اور پھر گاڑی میں افگن کے سہارے آ بیٹھی۔
ایئر پورٹ تک ڈرائیور چھوڑنے آیا تھا اور پھر وہاں سے اسلام آباد جانا تھا۔ وہ افگن کے سہارے چلتی رہی گھر سے گاڑی آئی تھی اسے لینے افگن نے اسے گاڑی میں بٹھادیا تھا۔
"ڈرائیور آپ کو گھر لے جائے گا۔" اس نے کھڑکی میں جھک کر کہا تو شہرینہ چونکی۔
"کیا آپ مجھے یہیں سے اللہ حافظ کہہ رہے ہیں' گھر نہیں چھوڑنے جائیں گے۔"
"مجھے ایک کام ہے۔" افگن نے کچھ کہنا چاہا لیکن اس نے بات کاٹ دی۔
"آپ کے یہ کام مجھ سے زیادہ اہم ہیں کیا؟" وہ حیران ہوا تو اس نے ڈرائیور کو دیکھا۔
"یو ڈرائیور۔" ڈرائیور گاڑی چلانے لگا لیکن افگن نے روک دیا اور دروازہ کھول کر اس کے ساتھ ہی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔
"اب چلو۔" اس نے ڈرائیور کو گاڑی چلانے کا اشارہ کیا۔
اس نے شہرینہ کی طرف رخ کیا۔
"آپ نے اس جملے کی وضاحت کرو۔"
"کیسی وضاحت۔" وہ لاپروائی سے بولی تو افگن نے اسے بغور دیکھا۔
"جو کچھ لمحے پہلے کہا تھا۔"
"کیا؟" وہ لاپروائی سے باہر دیکھتی رہی' وہ خاموش ہوگیا تھا۔
"میرے پاؤں میں شدید درد ہورہا ہے۔" کچھ دیر بعد اس نے پاؤں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
"مجھے لگ رہا ہے یہ موومنٹ کرنے سے ہوا ہے۔" شیر افگن نے کہا۔ "ڈاکٹر کو دکھائیں۔"
"نہیں پہلے گھر چلوں گی۔" وہ نارمل انداز میں بات کررہی تھی۔ گویا دونوں کے درمیان کوئی مسئلہ ہی نہ ہو جیسے۔
کچھ دیر بعد گھر آ گیا تھا۔
وہ افگن کے سہارے چلتی اندر آئی تو فائقہ گھر پر نہیں تھیں۔ افگن اسے اس کے کمرے میں چھوڑنے آیا تھا۔
"آپ بیٹھیں پلیز۔"
"خالہ نہیں ہیں تو پھر کبھی سہی۔"
"تو کیا' میں زبیدہ سے کہتی ہوں۔ کچھ کھا پی کر جائیے گا۔" اس نے انٹر کام اٹھایا۔ افگن نے فوراً منع کردیا۔
"میں رات کو چکر لگاؤں گا۔ اگر پاؤں میں زیادہ درد ہے تو ڈاکٹر کے پاس لے چلتا ہوں۔"
"نہیں اب ریسٹ کروں گی تو ٹھیک ہوجائے گا۔" افگن نے کچھ کہنا چاہا پر خاموش ہوگیا' وہ اسے اللہ حافظ کہہ کر نکل گیا اور شہرینہ اسے مسکراتی نگاہوں سے جاتے ہوئے دیکھتی رہی تھی۔

❖......O......❖

رات کو افگن گھر نہیں آیا تھا۔ وہ لاشعوری طور پر اس کی منتظر تھی۔ وہ نہیں آیا تو اس نے کال ملائی۔
"آپ گھر نہیں آئے؟"
"کیوں خیریت؟"
"نہیں ویسے ہی ماما پوچھ رہی تھیں تو کال کی۔"

"خالہ سے کچھ دیر پہلے میری بات ہوئی ہے انہیں نہ آنے کا بتادیا ہے میں نے۔" شہرینہ ہنس دی تھی۔ "پھر کب آئیں گے۔"

"کیوں......خیریت؟"

"میں نے سوچنے کے لیے وقت لیا تھا۔ میں نے فیصلہ کرلیا ہے۔ میں چاہتی تھی کہ فیصلہ سب سے پہلے آپ کو سناؤں۔" دوسری طرف چند سیکنڈ کے لیے خاموشی چھائی رہی۔

"اگر فری ہوئے تو ضرور چکر لگا لیجیے گا...... میں انتظار کروں گی۔" اس نے کہہ کر کال منقطع کردی۔ وہ اگلے دن کی منتظر تھی۔

اگلے دن وہ اچھی طرح تیار ہوکر انتظار کرتی رہی لیکن افگن نہیں آیا۔ اس نے فون کیا۔

"آپ کیوں نہیں آئے؟"

"میں بہت بزی تھا۔"

"کیا میری بات سننے کے لیے بھی آپ کے پاس وقت نہیں تھا۔" دوسری طرف پھر خاموش چھائی تھی۔

"پھر بات ہوگی......اس وقت بزی ہوں اوکے بائے۔"

شہرینہ کو ایک دم غصہ آنے لگا۔

اس نے سوچ لیا تھا کہ اب وہ اسے فون نہیں کرے گی کچھ دن مزید گزرے تو افگن کی آمد کا انتظار ناامیدی میں بدلنے لگا' اس کا پاؤں اب کافی بہتر ہوگیا تھا پلستر اتر چکا تھا۔ اس کو اسلام آباد آئے کوئی پندرہ دن ہوچکے تھے وہ ایک دو بار زبیدہ کے ہمراہ کالج بھی جاچکی تھی۔ اس رات عثمان صاحب نے اسے بلالیا تھا۔

"پھر کیا فیصلہ کیا آپ نے؟" اس نے ایک گہرا سانس لیا۔

"جس میں آپ سب کی خوشی ہے' وہی میرا فیصلہ ہے۔"

اس کا انداز مطمئن اور پُرسکون تھا۔

عثمان اور فائقہ نے حیران ہوکر اسے دیکھا' دونوں کے لیے اس کی یہ فرماں برداری معمول سے ہٹ کر تھی۔ عثمان نے کھڑے ہوکر اسے گلے سے لگایا اور فائقہ مسکرا رہی تھیں' وہ ایک عرصے تک اس بے تکلفانہ محبت کو ترسی ہوئی تھی۔ اب میسر آئی تو آنکھوں میں آنسو چمکنے لگے تھے۔

❖......○......❖

"مجھے آپ سے ملنا ہے فوری اگر آپ نیچے دیے گئے وقت پر آج گھر نہ آئے تو پھر سمجھ لیجیے گا کہ آپ کا نہ آنا میری زندگی کا فیصلہ ہوگا۔" اس نے بہت سوچ سمجھ کر شیر افگن کو میسیج کیا۔

وہ طے شدہ وقت پر تیار ہوکر بیٹھ گئی تھی' کوئی دس منٹ بعد اس مخصوص گاڑی کا ہارن بجا تو شہرینہ نے خود کو آئینے میں دیکھا اور اپنا موبائل لے کر کمرے سے نکل آئی' وہ باہر آئی تو شیر افگن اپنی گاڑی سے نکل رہا تھا وہ پلٹا اور پھر اسے دیکھ کر رکا' وہ چلتی ہوئی افگن کے پاس آرکی۔

"السلام علیکم!" وہ حیران ہوکر شہرینہ کو دیکھ رہا تھا۔ شلوار قمیص اور کندھوں پر دوپٹا ڈالے ہلکے پھلکے میک اپ میں وہ واقعی بہت اچھی لگ رہی تھی۔

"وعلیکم السلام! کیسی ہیں آپ؟" اس نے پوچھا۔

"ٹھیک اور آپ؟" وہ مسکرایا۔

"فائن۔"

"آئیں ادھر بیٹھتے ہیں۔" وہ اسے لے کر لان میں نصب کرسیوں کی طرف آگئی۔

"اب پاؤں کیسا ہے؟"

"آپ کے سامنے ہے' بغیر سہارے کے چل پھر رہی ہوں۔"

"خالہ کہاں ہیں؟"

"اپنی سوشل سرگرمیوں میں مصروف۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"آپ اس دن کیوں نہیں آئے تھے؟" اس نے کچھ توقف کے بعد پوچھا۔

"بزی تھا۔"

"یعنی وہ کام مجھ سے بھی زیادہ اہم تھا آپ کے لیے؟"

"ایسی بات نہیں میں واقعی بزی تھا۔"

"چلیں مان لیتی ہوں۔" وہ پھر مسکرائی۔

"کتنے دن گزر گئے آپ نے پوچھا ہی نہیں کہ میں نے کیا فیصلہ کیا۔" اس نے خود ہی بات چھیڑی۔ افگن سنجیدگی سے اسے دیکھتا رہا۔

"جب فیصلہ آپ پر چھوڑ دیا تو اختیار بھی دیا تھا کہ کوئی بھی فیصلہ کرلیں۔"

"تو پوچھنے پر پابندی تھی کیا؟" اس نے مصنوعی غصہ دکھایا۔

"میں تمہارے فیصلے پر اثرانداز نہیں ہونا چاہتا تھا۔"

"وہ تو ہو ہی گئے ہیں آپ پورے طرح۔" وہ حیران ہوا۔

"مطلب......؟"

"میں نے اپنے پورے ہوش و حواس میں اپنی ساری زندگی آپ کے ساتھ گزارنے کا فیصلہ کرلیا ہے' کیا آپ کو میرا ساتھ قبول ہے؟" اس نے بڑے اعتماد سے شیر افگن کو دیکھتے کہا۔

شیر افگن ایک دم حیران ہوکر اٹھ کھڑا ہوا اور پھر اگلے ہی پل اس کے چہرے پر بے پناہ خوشی کے تاثرات پھیل گئے تھے۔

"رئیلی......؟" اس نے مسکرا کر سر ہلایا تو وہ واقعی بے پناہ خوش ہوا۔

"تھینک گاڈ۔" اس نے اسے دیکھا اور پھر مسلسل دیکھتا ہی رہا۔

"بعض اوقات، ہم انسان کو جیسا سمجھتے ہیں وہ ویسا نہیں ہوتا' میں ماضی میں تمہیں بہت کچھ کہہ چکا ہوں آج اپنے ان تمام خراب رویوں کے لیے معذرت خواہ ہوں۔" سنجیدہ ہوتے ہوئے اس نے کہا تو وہ مسکرادی۔

"ماضی میں جو ہوا وہ میری جذباتیت اور میرا جنون تھا لیکن اس وقت میرے جو جذبات ہیں وہ سب سے بڑی حقیقت ہیں۔"

"میں پریشان تھا کہ نجانے تم نے کیا فیصلہ کیا ہوگا اگر مجھے علم ہوتا کہ تم یہ فیصلہ کروگی تو میں بہت پہلے ہی آجاتا۔" وہ ہنس دی۔

"بہرحال تھینک یو سوچ۔" وہ اٹھ کر اس کے پاس آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے مقابل کھڑا کیا اور چند پل اسے بغور دیکھتا رہا۔

"آپ مجھے پزل کررہے ہیں۔" اس نے شرما کر کہا۔

"یہ فیصلہ کیونکر کیا...... کیا کسی نے مجبور کیا تھا؟"

"مجھے کیا کوئی مجبور کرسکتا ہے؟" اس نے پوچھا تو افگن مسکرادیا۔

"ہاں ویسے مجھے مجبور کیا تھا لیکن میرے دل نے......" وہ کھل کر مسکرلیا۔

"یہ میرے پاؤں کے فریکچر والا حادثہ نہ ہوتا تو شاید میں جذباتیت میں آکر سب کا نقصان کردیتی لیکن اس حادثے نے مجھے احساس دلایا کہ آپ کیا ہیں اور آپ کا وجود میرے لیے کتنا اہم ہے آپ کی محبت اور آپ کے خلوص میں ہر چیز کی قدر کرتی ہوں۔" افگن ہنس دیا۔

یہ ایک جنونی' جذباتی لڑکی تھی لیکن اس نے زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ درست وقت پر ٹھیک کرکے خود کو منوالیا تھا۔

اس نے اس کے دونوں ہاتھوں کو تھام کر خود سے قریب کیا اور محبت سے اس کی پیشانی سے اپنی پیشانی ٹکادی تھی۔

"لو یو سوچ شہرینہ......" وہ گنگنایا تھا۔



محاسبہ

راشدہ رفعت

کیا	خبر	کون	سی	خوشی	کے لیے
دن	یونہی		گنوائے	جاتا	ہے
رنگ	پیلا	ہے	تیرا	کیوں	ناصر
تجھ	کو	کیا	رنج	کھائے	جاتا ہے



گھر کے کام نمٹاتے ہوئے دن ڈھل چکا تھا لیکن کام اب بھی سمٹنے کا نام نہ لے رہے تھے۔ رشنا کی ٹانگیں اور کمر بے حد دکھنے لگی تھیں، پھر بھی وہ قوت ارادی سے کام لیتے ہوئے گندے برتنوں کے ڈھیر سے نبرد آزما تھی۔ اس کے ماموں سسر کچھ دن پہلے ہی حج کے مقدس فریضے کی ادائیگی کے بعد واپس آئے تھے اور آج رشنا کی ساس نے اپنے بھائی بھاوج کی پورے کنبے سمیت دعوت کی تھی۔ صفائی ستھرائی پر مامور ملازمہ نے بھی آج طبیعت خرابی کی وجہ سے چھٹی کرلی تھی۔ عام سا دن ہوتا تو رشنا سرسری سی صفائی کرلیتی لیکن چونکہ آج مہمانوں نے آنا تھا سو گھر چمکانے میں خاصا وقت لگا، پھر وہ نہا دھو کر کچن میں گھس گئی۔ جانتی تھی کہ ایک بار کچن میں جانے کے بعد کپڑے بدلنے کی بھی فرصت نہیں ملے گی۔ ساس صاحبہ نے مہمانوں کی ضیافت کے لیے بہت ہی پُرتکلف مینیو ترتیب دیا تھا اور کھانا پکانے سے لے کر کھانا پیش کرنے اور پھر دستر خوان سمیٹنے تک کی ذمہ داری صرف رشنا کے ہی ذمہ تھی۔

اس کی اکلوتی نند نے صرف سلاد کے لیے سبزیوں کی کٹنگ کرکے گویا احسانِ عظیم کردیا تھا۔ اس کے بعد وہ فرصت سے ماموں زاد بہنوں کے پاس بیٹھ کر گپیں لگاتی رہی تھی۔ عام دنوں میں رشنا کو الوینہ کی ہڈحرامی نہ کھلتی تھی وہ کچن کے تمام کاموں کو اپنی ذاتی ذمہ داری سمجھ کر خوشدلی سے سب کام نمٹاتی رہتی تھی لیکن آج جب گھر کے لامتناہی کام نمٹنے کا نام ہی نہ لے رہے تھے تو اسے جھنجلاہٹ بھی ہورہی تھی اور الوینہ کی ہڈحرامی پر غصہ بھی آرہا تھا۔ برتن دھونے کے دوران ہی ساس، سسر اور ماموں سسر کو چائے پکا کردی۔ پھر دوبارہ برتنوں کا ڈھیر دھونے لگی۔ اللہ اللہ کرکے مہمان رخصت ہوئے۔ برتن بھی دھل چکے تھے لیکن کچن کی حالت ابتر ہورہی تھی۔ کمر سے اٹھتی ٹیسوں کو نظر انداز کرکے اس نے پھر ہمت باندھی، ڈھلے برتن خشک کرکے کیبنٹس میں رکھے، چولہا اور سلیب رگڑ رگڑ کر صاف کیے، کچن کا فرش دھویا اور جب کچن اصلی حالت میں واپس لوٹا تو کچھ سکون کا سانس آیا۔ اب چائے کے ایک کپ کے ساتھ سر درد کی گولی لینے کا ارادہ تھا لیکن سچ تو یہ تھا کہ اب نئے سرے سے چائے پکانے کی ہمت بھی نہ رہی تھی۔ کچن سے نکلنے کا سوچ ہی رہی تھی کہ پھر ماتھے پر ہاتھ مارا۔ صبح ناشتے کے لیے آٹا گوندھنا یاد ہی نہ رہا تھا۔

اویس (شوہر) صبح جلدی آفس کے لیے نکلتے تھے۔ رشنا آٹا رات کو ہی گوندھ کر رکھ دیتی تھی لیکن آج تھکن سے برا حال تھا، سوچا آٹا صبح سویرے ہی اٹھ کر گوندھ لے گی پھر صبح سویرے کی متوقع افراتفری ذہن میں آئی تو نئے سرے سے کمر باندھی۔ صبح اویس آفس کے لیے نکلتے تو عاشر (دیور) کو بھی وقت پر کالج پہنچنا ہوتا۔ اگر الوینہ کا یونیورسٹی جانے کا موڈ بنتا تو وہ بھی ناشتے کے لیے افراتفری مچادیتی اور اس کے ساس، سسر تو ویسے ہی ذیابیطس کے مریض تھے۔ دونوں سے ہی بھوک برداشت نہ ہوتی تھی۔ رشنا کے لیے آٹا گوندھنا بالکل معمولی کام تھا لیکن آج تھکاوٹ کے باعث یہ معمولی کام بھی غیر معمولی مشقت محسوس ہورہا تھا۔ آٹا گوندھ ہی رہی تھی کہ الوینہ کچن میں داخل ہوئی، گلاس اٹھایا اور فریج کھول کر کولڈ ڈرنک گلاس میں انڈیل کر کھڑے کھڑے پی لی پھر بنا گلاس دھوئے سنک میں ڈال دیا۔ باہر نکلنے ہی لگی تھی کہ رشنا کی برداشت جواب دے گئی۔

"الوینہ کم از کم یہ گلاس تو دھو کر رکھ دو۔ پانی سے کھنگال کر ہی تو رکھنا ہے۔" بھاوج کے یوں مخاطب کرنے پر الوینہ تیکھے تیوروں سے واپس پلٹی۔

"آپ نے مجھے اتنے روڈ طریقے سے کیوں مخاطب کیا؟" اس نے پوچھا۔

"میں نے تمہیں صرف گلاس دھو کر رکھنے کا کہا ہے۔" غصہ ضبط کرتے ہوئے رشنا رسانیت سے بولی۔

"ایک گلاس ہی تو بنا دھوئے رکھا ہے بھابی آپ تو ایسے بی ہیو کررہی ہیں جیسے میں نے گندے برتنوں کا ڈھیر سنک میں جمع کردیا ہو۔" الوینہ تڑخ کر بولی۔ رشنا نے دکھ سے نند کو دیکھا۔ کیا وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ کتنے گھنٹوں سے کچن کے ہی کام نمٹا رہی ہے۔ بھرپور دعوت کا اہتمام اور دعوت کے اختتام پر گندے برتنوں کا ڈھیر جسے وہ ابھی ابھی دھو کر

ہی فارغ ہوئی ہے۔
"تب ایسے کیا دیکھ رہی ہیں، میں نے آپ کی شان میں کون سی گستاخی کردی ہے۔" الوینہ نے چڑ کر پوچھا۔ اتنے میں رشنا کی ساس بھی وہاں آ گئی تھیں۔
"کیا ہوا الوینہ، کیا مسئلہ ہے؟" انہوں نے بہو کے بجائے بیٹی سے ہی دریافت کیا۔
"مجھ سے کیا پوچھ رہی ہیں اپنی بہو بیگم سے پوچھیں۔ جانے کیوں موڈ آف کیا ہوا ہے؟" الوینہ نے کندھے اچکاتے ہوئے بے نیازی سے جواب دیا۔
"کوئی بات نہیں ہوئی امی۔ بس میں نے الوینہ کو ایک گلاس دھونے کا کہہ دیا تھا۔" رشنا نے مدافعانہ انداز اختیار کرتے ہوئے بتایا۔
"آج بھابی کو تھوڑا سا کام کیا کرنا پڑ گیا امی، ان کے تو مزاج ہی نہیں مل رہے۔ میں نے کولڈ ڈرنک پی کر بغیر دھلا گلاس سنک میں رکھا ہی تھا کہ انہوں نے تو مجھے دس باتیں سنادیں۔" الوینہ نے مبالغہ آرائی کی حد کردی۔
رشنا کو گمان گزرا کہ اب اس کی ساس بیٹی کو احساس دلائیں گی کہ رشنا صبح سے کاموں میں جتی ہوئی ہے، اگر اس نے ایک گلاس دھونے کا کہہ ہی دیا تو کوئی قیامت تو نہیں آ گئی۔ الوینہ کو بڑی بھابی سے تمیز سے بات کرنی چاہیے۔ رشنا کی سماعت منتظر ہی رہی لیکن ساس نے ایسا کچھ نہیں کہا بلکہ وہ بیٹی کی حمایت میں ہی بولیں۔
"بہو...... ایک گلاس دھونے کے پیچھے تم نے بچی کو اتنی باتیں سنادیں، حد ہے بھئی۔" وہ خفگی سے بڑبڑاتی ہوئی چلی گئیں۔ الوینہ بھی اس پر تیکھی نگاہ ڈال کر چلی گئی۔
رشنا بھی اب دل ہی دل میں خود کو کوس رہی تھی۔ کیا تھا جو وہ چپ چاپ وہ گلاس بھی دھو دیتی، ایک گلاس ہی تو تھا ناں۔

❀....❀....❀

اور یہ تین سال بعد کچن کا ہی منظر ہے۔ کچن کا نقشہ مختلف، لیکن منظر ملتا جلتا سا ہے۔ اب سنک کے پاس کھڑی الوینہ گندے برتنوں کے ڈھیر سے نبرد آزما ہے۔
آج الوینہ نند نہیں بلکہ ایک بھرے پرے سسرال کی بڑی بہو کے مرتبے پر فائز ہے۔ آج اس کی نند کے متوقع سسرالی تشریف لائے تھے۔ مہمانوں کی خاطر تواضع کی ساری ذمہ داری الوینہ کے کندھوں پر آن پڑی تھی کیونکہ صبوحی کو تو آج اپنی تیاری سے ہی فرصت نہ تھی۔ مہمانوں کے آنے کے بعد بھی وہ بس ان کے پاس بیٹھی شرماتی رہی تھی اور اب جب کہ مہمان رخصت ہو چکے تھے اس نے تب بھی کچن میں آ کر جھانکا تک نہ تھا۔ برتنوں کا ڈھیر دھونے کے بعد الوینہ نے ایک پلیٹ میں بریانی نکال کر اوون میں گرم ہونے کے لیے رکھی۔ پیٹ میں چوہوں کی دوڑ جاری تھی۔ ابھی تک اسے کھانا کھانے کی فرصت بھی نہ ملی تھی۔ ابھی چاول گرم بھی نہ ہوئے تھے کہ صبوحی نے کچن میں جھانکا۔
"بھابی، امی کہہ رہی ہیں دو کپ چائے پکا کر ان کے بیڈ روم میں لے آئیں۔"
"دو کپ چائے تو تم بنا سکتی ہو صبوحی میں نے تو ابھی کھانا بھی نہیں کھایا۔" الوینہ اپنی جھنجلاہٹ پر قابو نہ رکھ پائی تھی۔ صبوحی نے اسے گھورا پھر اکھڑے بگڑے تیوروں کے ساتھ دو کپ چائے پکا کر کپ ٹرے میں سجائے کچن سے باہر نکل گئی۔ الوینہ کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ اس کا صبوحی کو چائے پکانے کا کہہ دینا اسے کس قدر مہنگا پڑے گا۔ صبوحی نے جانے ماں کو کس انداز میں جا کر سنا تھا کہ ساس نے اسے کچن میں آ کر ہی بے نقط سنائی تھیں۔
"ساس، سسر کے لیے دو کپ چائے پکانا بھی تم پر اتنا بھاری پڑ رہا تھا کہ بچی کو صاف انکار کردیا۔ ارے یہ تو سوچ لیتیں کہ وہ اب اس گھر میں چند دن کی مہمان ہے۔ ہم تو تمہارے ماتھے کے تیور دیکھتے رہتے ہیں اور برداشت بھی کرتے ہیں۔ میری بچی کو تو بخش دیا کرو بی بی۔" الوینہ امی امی کرتی انہیں اپنی صفائی پیش کرنے کی کوشش کرتی رہ گئی، لیکن ساس نے اس کی ایک نہ سنی تھی۔

❀....❀....❀

چند دن بعد میکے جانے پر اس نے رو رو کر اپنا دکھڑا ماں کو سنایا تھا۔ عشرت بیگم کے تو جیسے کسی نے کلیجے پر ہاتھ ڈال

دیا تھا۔

"اللہ غارت کرے نامرادوں کو میری نازونعم میں پلی بچی سے کیسا سلوک روا رکھتے ہیں' تو فکر نہ کر میری بچی' تیرا صبر ان بدبختوں پر پڑے گا' جو کچھ وہ تیرے ساتھ کر رہے ہیں۔ ان کے بھی آگے آئے گا اور اس کلموہی صبوحی کی شادی ہو لینے دے اتنا بڑا ٹبر (کنبہ) ہے اس کے منگیتر کا۔ اسے لگ پتہ جائے گا۔" عشرت بیگم بیٹی کو سینے سے لگائے دلاسا دے رہی تھیں۔ قریب ہی رشنا بیٹھی سبزی بنا رہی تھی۔ وہ ساس' نند کی گفتگو میں مداخلت کیے بنا نہ رہ پائی۔

"ہماری الوینہ کو ہی صبر سے کام لینا پڑے گا امی..... اگر صبوحی کا کیا اس کے آگے آ بھی جائے گا تو اس نے کون سا شرمندہ ہونا ہے۔" الوینہ نے بھاوج کو اچنبھے سے دیکھا۔ اس نے سبزی بنالی تھی۔ اب ٹوکری اٹھائے کمرے سے باہر جارہی تھی۔

"یہ بھابی کچھ زیادہ ہی فلسفی نہیں ہوگئیں امی' ابھی کیا بول کر گئی ہیں۔" الوینہ نے ماں کو مخاطب کیا۔

"ارے دفع کر اسے۔ تو یہ بتا' حامد تو ٹھیک ہے ناں تیرے ساتھ۔ ماں' بہنوں کی لگائی' بجھائی میں وہ تو نہیں آتا۔" عشرت بیگم اپنی مزید تسلی چاہ رہی تھیں۔ ماں سے شیئر کرنے کے لیے ابھی الوینہ کے پاس بہت سی باتیں تھیں۔ ان کی گود میں سر رکھ کر وہ پھر سے دکھڑے رونا شروع ہوگئی تھی۔ عشرت بیگم بیٹی کے آنسو پونچھنے کے ساتھ ساتھ اس کے سسرال والوں کو مستقل کوسنے بھی دیے جارہی تھیں۔

ان کی بیٹی کے ساتھ جو بھی برا کر رہا ہے وہ اس کے آگے ضرور آئے گا۔ عشرت بیگم کو اس بات کا پورا یقین تھا۔



طوفان

شازیہ الطاف ہاشمی

بے خبر سا تھا مگر سب کی خبر رکھتا تھا
چاہے جانے کے سبھی عیب و ہنر رکھتا تھا
اس کی نفرت کا بھی معیار جدا ہے سب سے
وہ الگ اپنا اِک اندازِ نظر رکھتا تھا



ساس، دیورانی، جٹھانی یہ سب کس بھرے پرے گھر کی بہو کی زندگی میں نہیں ہوتیں اور کس کس طرح سے زندگی اجیرن نہیں کرتیں۔ یہ رشتے شاید ہوتے ہی بے فیض ہیں جو چاہت کے بدلے میں بھی سرد مہری حصے میں آتی ہے زندگی اسی کا نام ہے۔ ساس زبان کی ایسی میٹھی تھی کہ وہ ان کے منہ سے سنتے، حیران پریشان کھڑی رہ جاتی۔ ان کا چہرہ تو بالکل ایسا نہیں تھا۔ جو بات انہوں نے کہی تھی ان کے سفید بالوں اور بڑھاپے پر بجتی تو ہرگز نہ تھی مگر لوگ جیسے چہرے سے نظر آتے ہیں ایسے ہوتے کب ہیں؟ کس کے کتنے روپ ہیں، یہ ان کے پاس رہنے والی نائلہ اچھی طرح جان چکی تھی۔ نندیں ماں سے بھی دو بلکہ دس ہاتھ آگے تھیں اور اسے آگے نکلنے کے لیے راستہ چاہیے تھا مگر راستہ کون کسی کو دیتا ہے؟ وہ تو بنانا پڑتا ہے دل پر پتھر رکھ کر، کبھی رو کر، کبھی آہستہ تو کبھی چھپ کر، سسرال علی الاعلان سچ بولنے کی جگہ نہیں ہوتی۔ بڑا ہی کٹھن راستہ ہوتا ہے اور بڑا ہی پھونک پھونک کے قدم رکھنا پڑتا ہے ورنہ تو یا اژدھے جیسے لوگ بس ایک نوالہ بناتے ہیں اور ڈکار تک نہیں لیتے۔ یہ ہی بجھنے سمجھانے میں ازدواجی زندگی کے کئی اتار چڑھاؤ دیکھتے پرکھتے دس سال گزر گئے۔ اسے پل پل کی اذیت کا اندازہ تھا اچھے وقت کے گزرنے کا پتا نہیں چلتا مگر برا وقت گھسیٹ گھسیٹ کر اندر تک زخمی کر جاتا ہے۔ وہ فارغ کبھی نہیں رہی۔ گھر کے کام کاج میں ہمہ وقت مصروف رہی، نماز کی پابندی کبھی کی کبھی نہ کی مگر رب سے ناتا ہمیشہ جوڑے رکھا کیونکہ یہی وہ رسی ہے جو برے وقت میں اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ وقت کے دوزخ میں جلنے سے بچا لے جاتی ہے۔

چھوٹے سے قد کی حسنہ جو اس کی جٹھانی تھی دجال کی سی عادتیں رکھتی تھی۔ ہر وقت دیوار محبت میں سوراخ کرنے اور اسے کھوکھلا کر کے گرا ڈالنے کی تدبیر میں مصروف رہتی اور ساس چونکہ حسنہ کے بدلے بیٹی دیئے بیٹھی تھی، اس کی سہیلی بن بیٹھی تھی اس پر جٹھانی دوسری، بہن حزنہ بھی بیاہ لائی۔ دونوں بہنیں کیا جمع ہوئیں، مانو بہت سارے مصائب جمع ہو گئے اتنے کہ نظریں اٹھانے کی بھی ہمت نہ رہی۔ ساس ان دونوں کو ساتھ لے کر چلی، ہر قدم پر ان کا ساتھ دیا اور بدلے میں بیٹی کا سکھ کسی نہ کسی حد تک پالیا۔ احسان کو اس سے، بچوں سے محبت تھی مگر زندگی گزارنے کے لیے صرف محبت کافی نہیں۔ اسے محبت تو میسر تھی مگر ساتھ میسر نہیں تھا اور ساتھ نہیں تو کچھ بھی نہیں مگر چونکہ وہ چلتے جانے پر یقین رکھتی تھی سو چلتی رہی۔

بہت زیادتیاں ہوئیں۔ بات گالم گلوچ اور بدتمیزی تک آ گئی مگر اس نے بھی ایک ہتھیار کند نہ ہونے دیا، محبت کا ہتھیار۔ جب جب وہ دور ہوئے وہ قریب ہوئی اور دونوں میاں بیوی کو آمنے سامنے کرنے کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا۔ کبھی چائے کے سنہرے کھنکھناتے کپ، کبھی پلاؤ کی گرما گرم دعوت، پکوڑوں کے ساتھ ہری چٹنی کی چیپ۔ وہ منہ بند رکھنے میں کامیابی تو حاصل نہ کر سکی مگر نا کام بھی نہ ہوئی۔



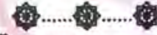
"ہائے بیٹا میرا تو بڑھاپا برباد ہوا۔" ساس اماں پھپھک پھپھک کر بیٹے کے اندر پیٹرول انڈیلنے کی کوشش کرتیں، نندیں فون کر کے تلی دکھاتیں۔ احسان کے پہنچنے سے پہلے ہی وہ ہار مان لیتی۔

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ شاید مجھ ہی سے غلطی ہو گئی ہو۔" غلطی مان لینے کے بعد کا سکون، بہت بھلا لگتا تھا اور نندیں سمجھتیں شاید بھائی بے ضمیر ہو گیا ہے حالانکہ مردوں کے اندر خصوصاً شوہروں کے وجود میں تو ضمیر ہوتا ہی نہیں، کبھی جاگتا ہی نہیں کہ کبھی اچھے برے غلط درست میں تمیز کر لے یہ سارے کام تو حوا کی بیٹی کے کرنے کے ہیں۔ دیور بھائی کا لاڈلا تھا۔ کام کاج کچھ نہیں کرتا تھا البتہ بھاوج سے دن بدن نفرت کرنے میں لگا رہتا۔ کبھی کوئی کام پڑ جاتا تو جواب تک نہ دیتا۔ اس نے صبر کر لیا تھا اور صبر کرنے والے کے ساتھ تو اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ اس کے ساتھ رہے گا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تو ہمیشہ صبر کیا تھا اور امی کہتی تھیں کہ صبر کا رنگ بہت گہرا اور پختہ ہوتا ہے۔ صبر کا فاتح ہونا لکھا جا چکا ہے بس ہمت نہ ہارنا شرط ہے۔ دل کو مضبوط کر کے رکھنا، ثابت قدم رہنا، زاد راہ ہے۔ وہ دل کو سمجھا لیتی اور اللہ سے مدد مانگتی۔

نندیں عالیہ باجی اور نگینہ باجی شوہروں کے دلوں پر قبضہ نہ کر سکی تھیں، روپے پیسے کی بھی قلت تھی اور عالیہ باجی کے

کپڑوں پر پیوند تو اس نے خود دیکھے تھے اور گھر بھی بدحالی کا ثبوت تھا۔ نگینہ تھوڑی بہتر تھی مگر شوہر کو عورتوں کا چسکا تھا، کسی کو تاڑا کسی کو چھیڑا یہ سب سے بڑا عذاب ہے جو گزرنے والیاں ہی جان سکتی ہیں۔

احسان کا اتنا احسان کیا کم تھا کہ وہ روزی روٹی کی طرف سے بے فکر تھی۔ وہ بچوں سے بھی پیار کرتا تھا مگر ایک عادت جو ساری عادتوں پر حاوی تھی، وہ تھی بہنوں اور ماں کی جائز ناجائز ماننا۔ اس نے یہ غلطی کبھی نہیں کی تھی کہ وہ اسے احساس دلاتی کہ وہ غلط ہے بلکہ اس کی غلطیوں سے بچاؤ اس کے لیے اہم تھا۔ عالیہ باجی اور نگینہ باجی اندر سے کتنے مکروہ عزائم رکھتی تھیں، وہ جانتی تھی مگر وہ یہ بھی جانتی تھی کہ احسان کو یہ سب بتانا بے کار ہے۔ وہ ان کے آنسوؤں پر فوراً یقین کر لیتا اور نائلہ کے سچ پر یقین کبھی نہیں کرتا۔



زندگی اپنے مخصوص انداز میں رواں دواں تھی۔ کچھ موسم کا کٹیلا پن تھا تو کچھ اس کا دل بھی بھر آیا تھا اپنے میکے کی آزاد فضاؤں میں سانس لینے کو دل مچلنے لگا تھا۔ دو سوٹ عید والے اس نے سنبھال رکھے تھے اور بچوں کے بھی لیس گوٹا کناری لگے بہت پیارے کپڑے ایک ہی بار پہننے کے بعد اس نے ہلکے ہاتھ سے دھو کر محفوظ کر لیے تھے۔ وہ دو سوٹ اور بنا کر وہ گھر جانے کے لیے پر تول رہی تھی۔

"ماں جیسی گھنی میسنی ہے یہ نائلہ۔" ساس اماں نے نہ کبھی امی کو بخشا نہ کبھی اسے۔

مٹر چھیلتے اس کے ہاتھ رکے اور پھر رواں ہو گئے۔ ندیا اور فاطمہ نے مٹر پلاؤ کی فرمائش کی تھی۔ اوائل سردی کے دن تھے اور مٹر مہنگی بھی تھی۔ بے خیالی میں کتنے ہی مٹر کے دانے کچرے والی تھیلی میں ڈال بیٹھی اور چھلکے مٹروں میں رکھتی گئی۔ دھیان آنے پر وہ چھلکوں کو علیحدہ کرنے لگی۔

"امی نے تو کبھی اماں جی کو برا نہیں کہا، پتا نہیں اماں جی کو ہر وقت کیا سوجھتا ہے جو یوں فضول بولتی رہتی ہیں۔"

جٹھانی حسنہ اور دیورانی عزنہ بھی ہمیشہ سے ہی درد سر بنی رہی تھیں۔ کبھی ندیا کو دھکا دے دیا کبھی فاطمہ کو گرا دیا۔ بچے تھے، کہاں کھیلتے۔ اکثر اوقات کہ کر جس طرح یہ مائیں زندگی عذاب بناتی ہیں اس کے لیے شوہر تو جواب دہ ہوں گے ہی مگر بیٹوں کی مائیں سب سے زیادہ قصوروار گردانی جائیں گی۔

احسان سے کہہ کر وہ میکے آ گئی۔ ساہیوال میں نگینہ اور عالیہ باجی کا بھی گھر تھا۔ کراچی سے لمبا فاصلہ طے کر کے وہ اوکاڑہ پہنچی۔ پہلے عظمیٰ، اپنی بہن سے ملنے اس کے گھر گئی۔ امی کا گھر تو آگے فرید آباد میں تھا۔ عظمیٰ سے مل کر اب اس کا ارادہ عالیہ باجی کے گھر جانے کا تھا کہ ان کا فون آ گیا۔ وہ پچھلے مہینے ان کے ہاں سے ہو کے گئی تھیں۔ کھانا پینا الگ ہوا تھا اور دینا دلانا بھی وہ لے کر گئی تھیں۔ ہزار ہزار کے دو نوٹ مشکل سے انہوں نے پکڑے تھے۔ وہ مطالبہ پانچ ہزار کا کر رہی تھیں اور بار بار ہاتھ جھٹک کر جس طرح انہوں نے نائلہ سے پیسے پکڑے تھے وہ اسے اچھی طرح سے یاد تھا۔

"ہم نائلہ سے ملنا نہیں چاہتے۔ وہ ہمارے گھر نہ آئے۔" عظمیٰ اس کی چھوٹی بہن نے بتایا کہ عالیہ باجی نے فون کر کے خود یہ بات کہی ہے۔ وہ ان کی بدفطرت سے واقف تو تھی ہی مگر وہ اس حد تک جا سکتی ہیں یہ اندازہ نہ تھا۔ فاطمہ، ندیا اور وہ ہی تو آئے تھے احسان ساتھ نہیں تھے۔ ٹوٹ جانے کی اسے کبھی عادت نہ رہی تھی۔ وہ خود کو سنبھال کر میکے آ گئی۔

امی کو سب صورت حال کہہ سنائی۔ انہوں نے احسان سے خود بات کرنے کا کہا مگر اس نے منع کر دیا۔ وہ بہنوں کے ہاتھوں یرغمال بھائی تھا جس کی آنکھیں کھلنے میں ابھی بہت وقت تھا شاید۔ وہ میکے سے سسرال واپس آ گئی۔ ساس اماں اس کے تیوروں کا اندازہ کرنے کے لیے بار بار اس کے سامنے آن بیٹھیں حال احوال پوچھا اور اصل میں اس کے دل کو پہنچنے والی ٹھیس کو جاننے کی جستجو میں کتنی دیر بیٹھی رہیں مگر اس نے کوئی بات نہ کی۔ کچھ نہ کہنے میں بھی ایسا اسرار ہے ایسا طلسم ہے جو بول دینے میں ہرگز نہیں۔

وہ رات اس پر بے حد بھاری گزری۔ اپنی بے وقعتی ٹھکرائے جانے کا احساس جان لیوا ہوتا ہے، بہت تکلیف دہ رات تھی اور بہت پراسرار فیصلہ تھا۔ اٹھانے کو تو اسے حشر اٹھا دینا چاہیے تھا۔ احسان کو اس کی بہنوں کی شکایت لگا کر گھر کو میدان

جنگ میں تبدیل کردینا چاہیے تھا مگر اس کی جامد خاموشی نے ہر طرف بے چینی پھیلا دی تھی۔ نندوں کا خیال تھا کہ احسان ان سے بول چال بند کرچکا ہے۔ بات چھوٹی موٹی نہیں تھی جو یوں ہضم کرلی جاتی۔ سب منہ کرارا کرنے کو بے تاب نظر آتے تھے مگر جو دل کے درد کو قابو میں کرلیتے ہیں وہ دشمن کی گردن پر گرفت مضبوط کرلیتے ہیں۔ اس کی خاموشی کا کیا مطلب تھا' کیا ہونے والا تھا؟

تجسس کی منزلیں بہت کڑی تھیں اور انتظار کی گھڑیاں جان نکالتی تھیں۔ ساس اماں کا سکون بھی غارت تھا آج کل کہ نجانے بہو کیا قدم اٹھائے یا بیٹی سے اٹھوانے والی ہے جو یوں خاموشی چھا گئی ہے۔ نہ بیٹے سے پوچھنے کی ہمت کرسکیں نہ بہو کی پراسراریت کا سبب جان سکیں۔ احسان صبح کا گیا شام کو ہی لوٹتا' آخر کچھ ہوتا کیوں نہیں' کیا وجہ ہے آخر؟ عالیہ باجی نے بہت انتظار کیا اور یہ انتظار انتظار ہی رہا۔ وہ دل پر پتھر رکھے، ہنستی مسکراتی معمولات میں مگن رہی۔

"بیٹا تیری بڑی بہن ہے، غلطی ہوگئی اس سے۔" اماں جی نے خود احسان سے معذرت کرنے کے لیے ساری کہانی کہہ سنائی اور احسان جاگ گیا تھا۔

"بڑی بہن ہونے کا بڑا ناجائز فائدہ اٹھایا ہے عالیہ نے۔" احسان کو جب غصہ آتا تھا تو بہت شدید آتا تھا۔ وہ جانتی تھی شکاری اپنے جال میں خود پھنس جاتا ہے' بس ذرا انتظار کی زحمت کرنا پڑتی ہے، فاختاؤں کو...... احسان نے فاطمہ اور ندیا سے بھی اس بات کی تصدیق کرلی تھی۔ طوفان آیا اور سارے پھل اس کی جھولی میں گرا کر اس نے اپنا رخ دشمنوں کی سمت موڑ لیا تھا۔ آئندہ کوئی دشمن اس کی طرف میلی نگاہ سے نہیں دیکھ سکے گا، اس بات کا اسے یقین ہوگیا تھا۔ اس کے دکھ پر جشن منانے والوں کے چہرے آج اتنے تاریک ہوگئے تھے کہ اماوس کی رات بھی پیچھے رہ گئی تھی۔



چندا رے چندا

ندا حسنین

ہم جہاں ہیں وہاں ان دنوں عشق کا سلسلہ مختلف ہے
کاروبارِ جنوں عام تو ہے مگر اک ذرا مختلف ہے
سب کے سب اپنے کاندھوں سے غیروں کا سر جوڑنے میں لگے ہیں
ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے یہاں کا خدا مختلف ہے

دنیا میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کا آپس میں تعلق لازم وملزوم ہے جیسے کہ ارباب اختیار کا کرپشن سے...... افطار کا پکوڑوں سے...... سردیوں میں مونگ پھلی تو میٹھی عید میں سویاں اور بڑی عید میں تکے اور کباب کا ساتھ چولی دامن کا بن چکا ہے۔

یہ قانون قدرت ہے کہ جہاں سیاہ ہے وہاں سفید بھی ہے' جہاں امیر ہیں وہاں غریب بھی ہیں اور ان مثالوں کی عملی تفسیر تھا شہر کا وہ بے حد قیمتی علاقہ جس کی مالیت کروڑوں میں تھی اور اسی سے منسلک تھا غریبوں کا محلہ نام تھا شبنم کالونی۔ مزے کی بات تھی کہ ان امیروں کو اپنے پہلو میں آباد غرباء کا یہ محلہ کھٹکتا بھی نہ تھا۔ ویسے کھٹکتا بھی کیوں ان کی نوکری چاکری پر مامور ملازم یہیں تو آباد تھے۔

شبنم کالونی کی دنیا بھی ایک دلچسپ دنیا تھی۔ کالونی کی ابتدا سجو حلوائی کی دکان سے ہوتی' جس کے بعد پھول والے پاشا بھائی اپنے گلوں کے ٹوکرے سمیت براجمان ہوتے' ساتھ ہی منجو بھائی کا چھوٹا سا جنرل اسٹور تھا اور اس کے ساتھ ہی بابو بھائی اپنی اسٹیشنری شاپ کھولے بیٹھے تھے' ان سے آگے اسلم کے گوشت کی دکان اور پھر بابا سبزی والا اپنی سبزی سجائے بیٹھتا تھا۔ دکانوں کا سلسلہ وہاں سے یوٹرن لے کر شنکر کپڑے والے کی دکان سے نئے سرے سے شروع ہوتا' گلو کی مرغی کے گوشت کی دکان' گلو کی دکان کے ساتھ ہی بابر نائی والا اپنا استرا چمکاتا' اس کے ساتھ ہی ٹیلر ماسٹر کی دکان تھی اور پھر زری لیس سے دکان بھر کر آصف دیوانہ چہرے پر ہنسی سجائے بیٹھا ہوتا اور پھر انگریز ساجن کی دکان جس کی دکان کی شان ہی نرالی تھی' رنگ برنگے شوخ دوپٹے لہراتے اور ان دلکش رنگوں کے جھرمٹ میں بیٹھا ہوتا گھنی مونچھوں والا بانکا سجیلا جوان ساجن' جس کے دل کے تار ایک ہی نام پر دھماکے دار انداز میں بجتے تھے اور وہ تھی چندا۔

پہلو میں بیٹھے آصف دیوانے کا دیوانہ پن بھی چندا کے نام پر شروع ہو کر اسی کے نام پر ختم ہوتا تھا۔ ویسے آصف نام کا ہی دیوانہ تھا اندر سے تو وہ خوب ہوشیار تھا۔ رقیب روسیاہ ساجن سے اس کا چھری کانٹے کا بیر تھا۔ شومئی قسمت کہ دونوں کی دکان بھی پہلو بہ پہلو تھی۔ ان دونوں کی دشمنی سے شبنم کالونی کا پورا بازار واقف تھا اور خوب مزے بھی لیتا۔ اس وقت بھی ان دونوں کی کسی بات پر خوب ٹھنی ہوئی تھی۔

ہوا کچھ یوں تھا کہ وہ دو روز قبل ہی چندا نے ساجن کو کچھ دوپٹے رنگنے کے لیے دیے تھے' ساجن نے بڑی چاہت سے آج ان دوپٹوں کو بذات خود اپنے دست مبارک سے رنگ کر تار پر پھیلائے تھے' کسی کام سے وہ دکان سے باہر نکلا تھا کہ آصف دیوانے نے چندا کے دوپٹوں کو قینچی سے کتر ڈالا تھا' تب سے اب تک دونوں میں گھمسان کا رن پڑا ہوا تھا۔

"میں کہہ رہا ہوں ماسٹر جی اسی فسادی نے چندا جی کے دوپٹوں کو کترا ہے چوہوں کی طرح۔"

"نہ ماسٹر جی...... میں کہاں...... میں کوئی چوہا ہوں جو کتروں گا اور میں تو کب سے اپنی دکان میں دکان داری کر رہا تھا۔" آصف دیوانہ بھی نورا میسنا تھا۔ معصوم سی شکل بنا کر مکر گیا۔

"ہرے ساجن...... یہ دیوانہ تو کب سے اپنی دکان میں بیٹھا گاہکوں کو دیکھ رہا ہے' لگتا ہے کہ سچ مچ کوئی چوہا تمہاری دکان میں گھس گیا ہوگا۔" سادہ لوح ماسٹر جی نے دکان کے کونے کھدروں میں نگاہ دوڑاتے ہوئے کہا۔

"ماسٹر جی کوئی اور نہیں' یہ میسنا دیوانہ ہی چوہا ہے جو آپ کو ہمیشہ بڑا معصوم لگتا ہے۔" دیوانے کے چہرے کی خباثت ساجن کو کوئی اور ہی کہانی سنا رہی تھی۔

"اچھا اچھا...... چھوڑو اس دیوانے کو' تم دکان میں پہلی فرصت میں چوہے دانی لا کر رکھو۔" ماسٹر جی کی بھی اپنی منطق تھی۔ آصف دیوانے کو اپنی دکان میں جانے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا اور خود ساجن کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر اس کی دکان کی سمت چلنے لگے۔

"کیا چھوڑوں ماسٹر جی...... چندا جی کے دوپٹے تھے وہ' ہو گئے ناں خراب' اب روٹھ جائے گی وہ مجھ سے پھر بھلا کیسے مناؤں گا میں چندا جی کو......" وہ جھنجلاتے ہوئے بولا۔

"ہرے پگلے' چندا کی تو بالکل فکر نہ کر...... وہ تو بالکل میری بیٹی جیسی ہے میں سمجھا دوں گا اسے۔" ماسٹر جی نے اسے مطمئن کرنے کی کوشش کی۔ وہ ایسے ہی تھے ہر ایک کے کام آنے والے۔ ساجن کو بھی بلا آخر رام کر ہی لیا تھا ماسٹر جی نے۔

"اس دیوانے کو تو میں چھوڑوں گا نہیں۔" ماسٹر جی کے جانے کے بعد وہ بڑبڑاتا ہوا منہ پر ہاتھ پھیرتے دیوانے کو کینہ توز نگاہوں سے دیکھنے لگا تھا۔

❁......❁......❁......❁......❁

"ماما جان...... کچھ بھی ہو اس بار میں اپنے کپڑے چندا

سے سلواؤں گی' غضب خدا کا پچھلی بار میں نے لتنے مہنگے اور قیمتی ڈریسز سلو لیے تھے جن کا ٹیلر نے بیڑہ غرق کردیا تھا اب کوئی کچھ بھی کہے میں اپنے کپڑے سلوانے کے لیے چندا کو ہی گھر بلواؤں گی۔" فروا کچھ دیر قبل ہی شاپنگ مال سے اچھی خاصی خریداری کر کے لوٹی تھی اور اب لائے گئے ملبوسات کو سلوانے کی فکر میں تھی۔

"فروا صحیح کہہ رہی ہے ماما جان' ہزار فتنے اس چندا کے ساتھ جڑے ہیں مگر جو سچ ہے وہ سچ ہے' سلائی اور کپڑوں کی ڈیزائننگ میں تو چندا ماسٹر ہے ماسٹر' میں بھی کہتی ہوں اس بار آپ چندا کو بلوا ہی لیں۔" اریبہ بھی نند کی ہاں میں ہاں ملاتی مسز ارسلان کے پاس آ بیٹھی۔

"بھئی چندا کو بلانا کون سا مشکل کام ہے آج کال کروں گی' کل صبح سویرے آ دھمکے گی وہ مگر اریبہ یاد ہے ناں پچھلی مرتبہ چندا کی وجہ سے تمہارے اور احسن کے درمیان کتنے جھگڑے ہوئے تھے' بھئی جان لو اچھی طرح' دنیا ادھر سے ادھر ہو جائے مگر چندا کے طور طریقے بدلنے والے نہیں...... اس لیے اب سمجھداری سے کام لینا۔" مسز ارسلان نے بہو کو پچھلے سال کے قصے یاد دلاتے ہوئے فکرمندی سے کہا۔

"بالکل فکر نہ کریں ماما جان' میں بالکل اچھی طرح سمجھ چکی ہوں کہ چندا کی اداؤں اور جفاؤں سے احسن کو کس طرح محفوظ رکھنا ہے اس بار ہم چندا کو بلائیں گے ہی اس وقت جب یہ مرد حضرات اپنے اپنے کاموں پر جاچکے ہوں گے۔" اریبہ نے ہنستے ہوئے منصوبہ سازی کی اور فروا نے جھٹ ہاں میں ہاں ملائی۔ مسز ارسلان نے موبائل اٹھا کر چندا کا نمبر ملانا شروع کردیا۔

"ہیلو...... ہاں چندا۔" اور ان کی بلند آواز گھر کے درودیوار سے ٹکرانے لگی۔

ریسلنگ کے دلدادہ احسن اور سمیر کے کانوں میں چندا کی آمد کی خبر کیا پڑی وہ دونوں ہی اپنی جگہ سے اچھل پڑے اور ان کی اس اچھل کود کا آنکھوں دیکھا نظارہ لیپ ٹاپ پر مووی دیکھتے شافع نے حیرانی کے عالم میں ملاحظہ کیا۔

"یہ...... یہ میں کیا سن رہا ہوں...... چندا آرہی ہے؟" سمیر کے کان خرگوش کی مانند کھڑے ہوئے۔

"ہائے...... پورے ایک سال بعد چندا پھر سے ہمارے گھر کو رونق بخشنے آرہی ہے۔" احسن نے بے تابی سے انگلی کی پوروں پر مہینوں کا حساب لگاتے ہوئے کہا۔

"توبہ...... اب یہ محترمہ چندا کون ہیں جس کے لیے تم لوگ اتنے بے چین ہوئے جارہے ہو؟" شافع نے لیپ ٹاپ بند کرتے ہوئے ان دونوں کو باری باری دیکھتے ہوئے دریافت کیا۔

"توبہ...... تم پوچھتے ہو کہ چندا کون ہے؟ میں بتلاؤں کہ بھیا آپ بتلائیں کہ گیا......؟" سمیر نے لہک لہک کر غالب کے شعر کے ہاتھ پیر توڑے اور احسن کو چندا کی قصیدہ گوئی کی دعوت دی۔

"ہائے پوچھتے ہو کہ چندا کون ہے؟ وہ ایک حسین بلا ہے' حسین اور بلا کا مطلب تو سمجھتے ہوناں تم؟" احسن نے چندا کا ہوش ربا سراپا تصور میں دیکھتے ہوئے چچازاد شافع سے سوال کیا۔

"اف حد ہوگئی یار...... تم لوگ تو اس طرح کہہ رہے ہو جیسے زندگی میں کبھی حسین چہرہ دیکھا نہیں اور احسن اریبہ بھابی کیا کم حسین ہیں جو تم یوں آہیں بھر رہے ہو۔" شافع نے ان کی بچکانہ حرکتوں پر طنز کیا' اس کی بات پر احسن اور سمیر ہم آواز و بے ہنگم قہقہہ لگانے لگے۔

"اسے ابھی خبر نہیں...... چندا نام کس آفت کا ہے۔" احسن نے سمیر کو آنکھ مارتے ہوئے ذومعنی انداز میں کہا۔

"اچھا تو پھر مجھے بھی اس آفت کے حوالے سے بریف کرو' جس سے تم لوگ اس حد تک متاثر ہو۔" شافع اب مکمل طور پر ان دونوں کی جانب متوجہ ہوا۔

"متاثر...... وہ بھی چندا سے......" وہ دونوں ہم آواز چیخ اٹھے۔

"بھائی میرے چندا ایک حسین بلا ہے' اگر پیچھے پڑ جائے تو بڑی مشکل سے جان چھوڑتی ہے۔" وہ دونوں اب اس کے دائیں بائیں بیٹھ کر اسے سمجھانے لگے۔

"میں نے بڑی مشکل سے جان چھڑائی ہے اس بلا سے' یقین نہیں آتا تو سمیر سے پوچھ لو۔" احسن نے سرگوشیانہ انداز اپناتے ہوئے بتایا۔

"ہاں ہاں بالکل۔"

"اچھا...... اگر ایسا ہے تو پھر تو مجھے بے چینی سے انتظار ہے چندا کا کیونکہ وہ اگر آسیب ہے تو میں جھنڈو بام بابا ہوں۔" شافع نے سینہ ٹھونک کر اعلان کیا۔

آئینے میں اس کا عکس یوں جھلملا رہا تھا جیسے شفاف نیلگوں پانی میں چاند کا عکس جھلملاتا ہو بھوری بادامی آنکھوں میں کاجل کی دھار دو دھاری تلوار کا روپ دھارے ہوئے تھی۔ اس نے نہایت نزاکت سے گلاب کی پنکھڑیوں کی مانند لبوں پر ہلکی گلابی رنگ کی سرخی لگائی اپنی ستواں ناک کو مزید ابھارنے کی غرض سے ہائی لائیٹر کا استعمال کیا اپنے سراپے کو صدقے جاواں مرجاواں والی نگاہوں سے تکتے ہوئے اس نے سیاہ آبشار کی گرہ کھول ڈالی گھنے سیاہ ریشمی بال اس کی پشت پر لہرانے لگے تھے۔

"ہائے چندا...... آج تو غضب کی قیامت ڈھا رہی ہے تو۔" آئینے میں اپنے چاندی جیسے عکس سے وہ مخاطب ہوئی۔ اس کا رنگ مکھن کی طرح پگھلتا ہوا سنہرا اور اس کی اٹھان شاندار تھی۔ اس نے ایک نگاہ پلاسٹر اکھڑی دیوار پر ڈالی جہاں گھڑی کی سوئی گیارہ کے ہندسے کو عبور کر چکی تھی۔ مقررہ وقت پر اسے اپنی منزل پر پہنچنا تھا بس کچھ ہی لمحے باقی رہ گئے تھے اس نے پھرتی سے سامنے کے دونوں اطراف کے بالوں کو چٹکی میں بھرا اور باریک چوٹیوں کی صورت ایک دوسرے میں پرونا شروع کر دیا۔

"اری چندا صرف سلائی کے لیے کپڑے ہی اٹھانے جا رہی ہے ناں بن سنور تو یوں رہی ہے جیسے کسی ڈرامے کی آڈیشن پر بلایا ہو تجھے۔" رضیہ نے کن سوئیاں لینے کی غرض سے کمرے کے اندر جھانکا اور اس کی زور و شور سے کی جانے والی تیاریوں پر خوب بلند آواز میں تبصرہ فرمایا۔

رضیہ کے پھٹے بانس جیسی آواز چندا کے بڑے بھیا کو ہوشیار کر گئی۔ غسل خانے کے شیشے میں اپنے عکس کو ترچھی نظروں سے تاڑتے ہوئے مونچھوں کی کانٹ چھانٹ کرتے ہوئے بڑے بھیا نے انتہائی جوش کے عالم میں چھاپا مارا۔

"نہ مجھے بتا چندا...... تو اتنا میک اپ شیک اپ کر کے بنگلے والوں کے فقط سلائی والے کپڑے اٹھانے جا رہی ہے یا کہیں اور ہی جا رہی ہے۔" بھیا نے تھانیدارانہ انداز میں "کہیں اور" کی ٹانگ کو اتنا کھینچا کہ بے چارہ لفظ بھی جھنجلا کر ان کے منہ سے نکل پڑا۔ رضیہ پھلجھڑی چھوڑ کر پھر سے سوکھے کپڑے اتارنے چلی گئی مگر وہ چندا ہی کیا جس کے کانوں پر جوں رینگے۔ وہ خاموشی سے اپنے بال سنوارتی رہی۔

"نہ تیرا بھیا کیا دیواروں سے باتیں کر رہا ہے یا تو منہ میں گھنگنیاں ڈالے بیٹھی ہے جواب کیوں نہیں دیتی۔" بھیا پر تلملاہٹ بری طرح سوار ہوئی۔

"نہ میرے بھیا تو کوئی ڈھنگ کا سوال پوچھے تو میں جواب دوں ناں چندا جیسا دیس ویسا بھیس پر یقین رکھتی ہے بنگلے والوں سے ڈیلنگ ہوتی ہے چندا کی تمہاری طرح سر جھاڑ منہ پھاڑ کالی بھجن بھینسوں سے ملاقاتیں کرنے باڑے نہیں جا رہی چندا...... بڑے بڑے لوگوں سے چندا کے تعلقات ہیں۔ اتنی تیاری تو پھر فرض ہوئی ناں چندا پر......" قفل ٹوٹا اور چندا پھوٹی۔

"ہائے کیسے ٹر ٹر چلا رہی ہے زبان...... ارے اسی باڑے کی کالی بھجن بھینسوں کا تازہ دودھ پی کر تو نے یہ رنگ و روپ نکالا ہے کم بخت...... آج اپنی بھینسوں کو کوس رہی ہے ناہنجار نہ ہو تو۔" بھیا کے باڑے کا طعنہ دل پر لگا۔

"تو کر رہی ہوں ناں فرض ادا تازہ دودھ کا میری کمائی کا آدھا سے زیادہ حصہ تو تیرے ہی بچوں کے کھانے پینے میں اڑ جاتا ہے بھیا۔" چندا نے چپ رہنا تو عمر کے کسی دور میں نہ سیکھا تھا ابھی بھی دوبدو جواب دے رہی تھی۔

"ارے اپنے چند گنتی کے نیلے نوٹ جو تیرے ہی اول جلول شوق میں پورے ہو جاتے ہیں ان کا طعنہ اپنے پاس رکھ تیری کمائی پر لکھ لعنت بھیجتا ہے بھولے۔" بھولے بھیا نے جذبات میں آ کر وہیں فرش پر تھوکنا بھی شروع کر دیا۔ چندا نے شعلہ بار نگاہوں سے بھولے کے پیچھے بتیسی نکالتی رضیہ کو دیکھا اور بلند آواز میں بولی۔

"ڈال دی ناں پھوٹ دونوں بہن بھائیوں میں کروا دیا ناں جھگڑا...... اب لا کر دیتی ہوں تجھے نقلی پلکیں بڑے ارمان تھے ناں تیرے ان نقلی پلکوں پر اپنی چنی منی آنکھوں میں چپکا کر اپنے بھائی کی شادی میں جانے کے اب کر تو ارمان پورے......" چندا نے بھی بھولے بھیا کے تن فن کرتے وجود کے پیچھے سے جھانک کر منہ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے للکارا۔

"ہائے چھوڑ ناں بھولے صبح سویرے کیوں بے چاری چندا کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گیا ہے کسی کام سے ہی جا رہی ہو گی ناں چندا...... اچھا اچھا بول تاکہ اس کا کام اچھا ہو۔" رضیہ نے جھٹ چولا بدلا اور لگی نند کی چاپلوسی کرنے۔

"رضیہ...... دیکھ تو گرگٹ کی طرح رنگ نہ بدلا کر...... میرا

میٹر گھوما ناں تو گرگٹ ہی بدل دوں گا۔" بھولے نے آنکھیں لال کر کے عزیز از جان بیوی کو گھورا۔

"نہیں...... گرگٹ ہی بدل دوں گا...... کیا مطبل......" رضیہ ہکا بکا سی پوچھ بیٹھی۔

"مطبل یہ کہ بیوی ہی بدل دوں گا۔" بھولے نے اپنا مطلب درست کرتے ہوئے کہا۔

"چندا باجی...... باہر کرولا آ گئی۔" پڑوسیوں کا سلو بھاگتے ہوئے کمرے کے اندر داخل ہوا۔

"کون سی کرولا...... کس کی کرولا؟" بھولے کے کان پھر سے کھڑے ہوئے۔

"بھیا جی...... کریم کی کرولا۔" سلو نے بیزاری سے کہا۔

"کوئے یہ کریم کون ہے...... بتا چندا کس کریم کے ساتھ منہ کالا کرنے جا رہی ہے بتا دے چندا ورنہ آج کچھ غضب ہو جائے گا۔" بھولے بھیا نے اچانک ہی سلطان راہی کا روپ دھار لیا۔

"توہو سلو اب جلدی بتا بھیا کو کہ یہ کریم کون ہے۔" چندا نے اپنا سر پیٹتے ہوئے کہا۔

"ارے بھیا ٹینشن نہ لو...... یہ کریم ایک کمپنی ہے جو اپنی گاڑیاں ٹیکسی کے طور پر استعمال کرتی ہے اور لوگوں کے بلانے پر گاڑی خود گھر آ جاتی ہے۔" گیارہ سالہ سلو بڑی سمجھداری سے بھولے بھیا کو کریم کے متعلق بتا رہا تھا۔

"دیکھ سلو...... تو سچ کہہ رہا ہے ناں، کسی لالچ میں تو انٹ شنٹ نہیں بتا رہا۔" بھولے بھیا کی بدگمانی دور ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

"ارے بھولے بھیا زمانہ بہت ترقی کر چکا ہے میرا یقین نہیں تو باہر جا کر کسی سے بھی پوچھ لو۔" سلو نے بھیا کے تیور دیکھ کر اپنا دامن چھڑا لیا۔

"اچھا اچھا ٹھیک ہے۔" بھولے نے منہ بنا کر کہا اور اپنی پھٹ پھٹی اسٹارٹ کر کے گھر سے باڑے کے لیے روانہ ہو گیا۔

"جلدی آ جاؤ باجی...... یہ کریم ساجن یا دیوانہ نہیں جس کو تم انتظار کراتی رہو اور اسے کوئی فرق نہ پڑے۔" سلو چندا کو کرائے کے متعلق یاد دہانی کراتا باہر بھاگ گیا۔

"ہائے چندا بڑی نواب ہے اتنی بڑی گاڑی میں بیٹھ کر تو بنگلے سے سلائی کے کپڑے لینے جائے گی۔" رضیہ نے حسرت آمیز لہجے میں استفسار کیا۔

"ارے بھابی تو جانتی نہیں چندا کی بڑی ٹور ہے ان بنگلوں میں اتنی بڑی گاڑی میں چندا جائے گی تو اتنی بڑی گاڑی میں چندا کو لینے کل کوئی رئیس آئے گا ناں۔" چندا خوابوں خیالوں میں بھٹکتے خواب آور لہجے میں کہا۔

"چندا کو لینے کل کوئی رئیس آئے گا" کڑی بالکل دیوانی ہو گئی ہے۔ غریبوں کے اس محلے میں کوئی رئیس تجھے عزت سے بیاہنے نہیں آنے والا ہاں کسی اور مقصد سے آ سکتا ہے۔" رضیہ نے نقل اتار کر منہ بگاڑ کر اس کا مذاق اڑایا تھا۔ البتہ آخری فقرہ بڑا ذومعنی تھا جسے چندا نے خون کے گھونٹ پی کر برداشت کیا۔

"نٹے منہ تیرا بھابی، شکل اچھی نہیں تو بات تو اچھی کر لیا کر......" وہ منہ بنا کر بولی تو رضیہ کو اس کا دل جلانے میں مزید مزہ آیا۔

"چندا تجھے جتنی اونچی اڑان اڑنی ہے اڑ لے بیاہنے تجھے یہ آصف دیوانہ یا ساجن ہی آئیں گے۔"

"بات سن بھابی وہ نقلی پلکیں ناں مارکیٹ سے غائب ہو گئی ہیں، دو نہیں ملنے والیں اب تجھے۔" گھر سے نکلتے ہوئے وہ رضیہ کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ گئی تھی۔

"ہائے چندا ایسا تو نہ کر...... ڈھونڈ لا ناں کہیں سے۔" رضیہ پھر منتوں پر اتر آئی مگر چندا ایک شان بے نیازی سے کرولا میں بیٹھ کر یہ جا وہ جا ہو گئی تھی۔

❀......❀......❀

کچھ دیر قبل ہی اخبار فروش اخبار اور کچھ فلمی میگزین دروازے کے اندر ڈال گیا تھا جسے شافع ٹیرس پر کھڑا دیکھ چکا تھا۔ ابھی وہ نیچے اترنے ہی والا تھا کہ اچانک بجنے والی ڈور بیل نے اسے اپنی جانب متوجہ کر لیا۔

"اوہو...... اس وقت کون آ گیا۔" سیاہ ٹراؤزر اور آسمانی رنگ کی ٹی شرٹ میں ملبوس شافع بڑبڑاتا ہوا دروازہ کھولنے کی غرض سے آگے بڑھا۔ گیٹ کھلتے ہی اس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ سامنے لشکارے مارتی حسینہ ایک ادا سے مسکراتی ہوئی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"جی...... آپ کی تعریف......" اس نے اس کے چمکتے دمکتے سراپے کو نگاہوں میں سمو کر خوش اخلاقی سے پوچھا۔

"تعریف تو آپ کریں گے ناں......" حسینہ نے لجا کر اسے لاجواب کیا۔

"وہ تعریف تو میں کر دوں مگر اس خوب صورت قصے کا

عنوان جاننا تو پہلے فرض ہے ناں۔" شافع نے معنی خیز نگاہیں ان مشتاق نگاہوں سے ملاتے ہوئے کہا۔

"ارے چھوڑیں جی...... میں تو مذاق کررہی تھی۔ چندا کہتے ہیں مجھے۔" چندا نے مقابل کی دلچسپی دیکھ کر اٹھلا کر اپنا نام بتایا۔

"ہائے چندا...... وہ جو ایک حسین بلا ہے...... نشے کی لت' جو ایک بار لگ جائے تو چھوڑنا مشکل' ایسا سحر جس کے شکنجے سے رہائی ناممکن...... سچ کہو تم وہی چندا ہو......؟" شافع چندا کا نام سنتے ہی بہک اٹھا۔

"ہائے اللہ...... میری ایسی تعریف...... آپ سے بھلا کس نے کی؟" چندا نے حیرانی سے آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے پوچھا۔

"آپ کے سابقہ عاشق جواب اپنی بیگم اریبہ بھابی کو پیارے ہوچکے ہیں وہ آج بھی آپ کا نام سن کر ٹھنڈی آہیں بھرتے ہیں......" شافع نے پرسوز لہجے میں کہا اور چندا خوشی سے نہال ہوگئی۔

"ہائے سچی......؟" چندا نے بے یقینی سے کہا۔

"بالکل جی...... سچی مچی......" شافع نے اس کے اشتیاق کو مزید جلا بخشی۔

"شافع یہ کس سے باتیں کرنے میں مصروف ہو اتنی دیر سے گیٹ پر۔" مسز ارسلان کی پاٹ دار آواز نے شافع کو بے ساختہ پلٹنے پر مجبور کردیا۔

"وہ...... ممانی جان' چندا آئی ہے...... آپ سے ملنے......" اس نے دروازے سے ہی صدا لگائی۔

"ارے چندا آگئی...... ہٹو بھئی شافع تم سامنے سے۔" چندا کا نام سنتے ہی مسز ارسلان تیزی سے دروازے کی جانب بڑھیں اور دائیں ہاتھ سے شافع کو ہٹاتیں' چندا سے مخاطب ہوئیں۔

"ارے چندا...... کب سے تمہاری راہ دیکھ رہی تھی اور تم یہاں کھڑی باتیں بنارہی ہو...... چلو اب اندر آجاؤ...... اتنے سارے کپڑے تمہارے منتظر ہیں۔" مسز ارسلان اسے لے کر اندر چلی گئیں۔ جاتے جاتے چندا نے مڑ کر شافع کو نظر بھر کر دیکھا اور دلفریب سی مسکان اچھالی۔

"ہائے......!" شافع دل تھام کر رہ گیا۔ "احسن ٹھیک کہہ رہا تھا' کم بخت واقعی بڑی حسین بلا ہے۔" بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ بھی اندر چلا گیا...... راہداری میں داخل ہوتے ہی اس کی نگاہ ڈرائنگ روم کی جانب اٹھی۔ جہاں چندا کو اریبہ اور فروا گھیرے بیٹھی تھیں اور وہ ان کے ملبوسات کو دیکھ کر ان کے ڈیزائنز' اسکیچز کے ذریعے انہیں سمجھا رہی تھی۔

"اچھا ایڈونچر ہاتھ لگ گیا ہے یہاں...... اب تو دن کمال کے گزریں گے۔" وہ مسکراتا ہوا اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

❁......❁......❁......❁

"ہائے اتنے بڑے بڑے اینٹ پتھروں کے بنگلے بنالیے مگر کم ظرفوں میں اخلاق رتی بھر کا پیدا نہ ہوا' ایک گلاس پانی پر ٹرخا دیا چندا کو...... یہ نہ ہوا کہ کچھ کباب شباب' کیک شیک ہی رکھ دیتے چندا کے سامنے۔" چندا پھولے منہ کے ساتھ بڑبڑاتی ہوئی گھر میں داخل ہوئی...... دونوں ہاتھوں میں ڈھیروں شاپرز اٹھائے تھکن سے بے حال' صبح والی تروتازگی اب ناپید تھی۔ واپس کریم میں آنے کے پیسے نہ تھے تو رکشہ زندہ باد رہا۔ بالوں کی سیاہ آبشار اب ایک دوسرے سے چپک کر الجھ چکی تھی جنہیں بے زاری کے عالم میں چندا نے جوڑے کی طرح لپیٹ رکھا تھا۔ صبح چندا خالی پیٹ نکلی تھی اور اب خالی پیٹ ہی اس کے منہ سے فروا اور اریبہ کے لیے سو سو کوسنے نکل رہے تھے۔ جنہوں نے جھوٹے منہ بھی اس سے کھانے پینے کو نہ پوچھا تھا۔

رضیہ نے لال بھبھوکا ہوتی چندا کو باورچی خانے سے ذرا سا جھانک کر دیکھا۔ صبح کیا گیا میک اپ اب بہہ چکا تھا۔ وہ تو چندا کا بے انتہا گورا رنگ اور تیکھے نین نقش تھے جو اس بگڑے میک اپ کو سنبھال ہوئے تھے۔

"آگئی پچھل پیری...... اگر نہ لائی میری نقلی پلکیں تو دیتی ہوں ذرا میں اسے کھانا۔" رضیہ منہ پر ہاتھ پھیرتے بڑبڑائی اور جلدی جلدی پتیلی کا بچا کھچا سالن چھوٹے سے پیالے میں انڈیلنے لگی۔ سارا سالن پیالے میں ڈال کر پیالہ چولہے کے پیچھے چھپا رکھ کر ہاتھ دوپٹے سے پونچھتی باورچی خانے سے باہر نکل آئی۔

"آگئی چندا...... کام ہوگیا تیرا...... یہ اتنے تھیلے بھر کر کیا لے آئی؟" رضیہ نے تخت پر رکھے تھیلوں میں جھانکا جھانکی کرتے ہوئے پوچھا۔

"سلائی کے کپڑے ہیں' ان کے ساتھ چھیڑ خانی نہ کرو بھابی۔" صحن کے ایک کونے میں لگے بیسن میں منہ ہاتھ دھوتی چندا نے مڑ کر رضیہ کو ناگواری سے دیکھ کر ٹوکا۔ رضیہ کی عادت جانتی تھی' ابھی سارے کپڑے پھیلا کر رکھ دے گی اور سمیٹنا پھر

اسے پڑے گا۔

"دفع دور...... میں نے کون سا ان کپڑوں کو چرا لینا ہے تو یہ بتا میری پلکیں لائی یا نہیں۔" رضیہ نے کپڑوں کے تھیلے کو ایک طرف کرتے ہوئے نخوت سے ناک چڑھا کر مطلب کی بات دریافت کی۔ چند دنوں میں اس کے بھائی کی شادی تھی اور اس نے خوب جم کر تیاری کر رکھی تھی۔ کچھ عرصے قبل چندا نے کسی تقریب میں نقلی پلکیں لگائی تھیں، رضیہ کا دل تب سے ان پلکوں پر جا ٹھہرا تھا تب سے اس نے چندا سے ضد باندھ رکھی تھی کہ وہ اسے نقلی پلکیں لا دے۔

"ہاں ہاں لائی ہوں تیری نقلی پلکیں، نہ لاتی تو تو نے میرا دانہ پانی بند کر دینا تھا۔ اچھی طرح جانتی ہوں تجھے بھابی۔ چل اب کھانا لا دے، قسم سے پیٹ میں چوہوں کی میراتھن ریس لگی ہوئی ہے۔" چندا اپنے دوپٹے سے بھیگے چہرے کو صاف کرتی تخت پر آ بیٹھی۔

"رک جا، ابھی لائی تیرے لیے کھانا۔" رضیہ جلدی سے اٹھ کر کچن میں چلی گئی، کچھ دیر بعد وہ لوٹی تو کھانے کی ٹرے اس کے ہاتھ میں تھی وہ خود بھی اس کے مقابل آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئی۔

"کبھی کچھ اچھا بھی بنا لیا کر بھابی۔ ساری زندگی تیرے ہاتھ کی بدمزہ سبزی کھا کھا کر کھانے سے دل اوب گیا ہے۔" حسب معمول چندا نے کھانا شروع کرنے سے قبل سبزی کو دیکھ کر ناک بھوں چڑھانا شروع کر دیے۔

"ساری زندگی تم دونوں بہن بھائیوں کے لیے کھانا پکا پکا کر میرے ہاتھ گھس گئے مگر تم ناقدروں کو میری قدر نہ ہوئی، قسم سے جیب آٹھنی، چونی کی ہے اور زبان کا چسکا سیکڑوں والا، ہونہہ۔" رضیہ نے بھی ناک چڑھا کر جواب دیا۔

"بھابی یہ رہیں تیری نقلی پلکیں، بڑی مہنگی ملی ہیں مجھے پورے دو سو کی، آج کل یہی چل رہی ہیں بازار میں، خوب بک رہی ہیں اور ہاں یہ دیکھ تیرے لیے لپ اسٹک بھی لائی ہوں۔ ہائے کیسا پیارا سرخ رنگ ہے لبوں پر لگا کر بالکل پٹاخہ لگے گی میری بھابی۔" چندا اب رضیہ کو خریدی گئی کاسمیٹکس کی ساری اشیا دکھا رہی تھی۔ وہ دونوں نند بھاوج ایسی ہی تھیں پل میں تولہ پل میں ماشہ، کبھی گلے کا ہار تو کبھی چھری اور تلوار۔

"ہائے چندا ایسا غضب کا بھڑکتا ہوا سرخ رنگ ہے تیرے بھیا کو یہ تو بڑا ہی پسند ہے۔" رضیہ خوش ہوتی لپ اسٹک کو الٹ پلٹ کر دیکھتی ہوئی بولی۔

"اچھا چل اب چیزیں سمیٹ بھابی، مجھے آرام کرنے دے تھوڑا، شام میں ان کپڑوں کے ساتھ ساتھ اس دیوانے اور ساجن سے بھی مغز ماری کرنی ہے۔" چندا نے سارے تھیلے زمین پر رکھتے ہوئے اپنے پاؤں پھیلانے کی جگہ بنائی اور وہیں آنکھوں پر بازو رکھ کر لیٹ گئی۔ رضیہ سارا سامان سمیٹ کر اپنے کمرے میں سونے کے لیے چلی گئی تھی۔

سلونی شام نکھرنے کو بے تاب تھی۔ مغرب کے بعد بھولے گھر کا چکر لگاتا، دونوں نند بھاوج کی بیداری اس کے گھر لوٹنے پر ہی ہوتی۔ دن بھر کی تھکن تھی تب ہی آنکھیں خمار آلود تھیں اور تب ہی خماری کے عالم میں احسن کا مسکراتا سراپا چھم سے اس کی آنکھوں کے سامنے لہرایا تھا۔

"آپ کے سابقہ عاشق...... وہ آج بھی آپ کا نام سن کر ٹھنڈی آہیں بھرتے ہیں۔" سماعت میں شافع کا کہا گیا جملہ رس گھولنے لگا تھا۔ خواب اس کی آنکھوں میں جاگنے لگے جہاں احسن اس کا ہاتھ تھامے جنت نظیر وادیوں میں لہراتا، گنگناتا پھر رہا تھا اور اریبہ کسی چوٹ کھائی ہوئی ناگن کی طرح ان کے پیچھے پیچھے پھر رہی تھی۔



بھولے اور چندا دو ہی بہن بھائی تھے۔ اپنے اپنے تئیں دونوں ہی اماں ابا کے لیے اکلوتے تھے مگر حسب روایت بھولے کا پلڑا ہمیشہ بھاری رہا۔ اماں ابا کی نگاہوں کا محور ہمیشہ بھولے رہا۔ چندا تو فقط نام کی چندا تھی، اماں نے تو ہمیشہ اسے کولہو کا بیل گردانا تھا۔ اماں کی خواہش ہوتی کہ چندا کسی ایک لمحے بھی سکون کا سانس لیتی نہ دکھائی دے۔

"چل چندا سالن پکا دے، ارے پگلی مرغیوں کو دانہ تو ڈال دے، بکریوں کے مینگنیاں کیا تیری ماں صاف کرے گی، اری جا پڑوسیوں کے گھر سے آٹا لے آ، کپڑے دھو ڈال آج کے آج سارے، منجو سے سودا لے کر آ، گھر کی صفائی ظہر سے پہلے کر ڈال، ہائے کم بخت سارا دن تخت پر پڑی رہتی ہے ذرا میرے پیر ہی داب دے۔" یہ فقرے روز مرہ کے فقرے تھے ان میں سے اگر کوئی ایک فقرہ کسی دن اماں کہنے سے چوک جاتیں تو چندا کو اماں کی طبیعت خرابی کی فکر آ گھیرتی۔ حقیقت یہ تھی کہ چندا کو اماں ابا نے گھر کا مرد بنا دیا تھا اور بھولے کو نازوں پلی سو نخرے چڑھی لاڈلی بیٹی۔

وہ تو کرنا قدرت کا کچھ یوں ہوا کہ اماں ابا ایک دن گاؤں کے لیے روانہ ہوئے بھولے اور چندا اس قابل ہو چکے تھے کہ انہیں گھر پر اکیلا چھوڑنے میں کوئی ہرج نہ تھا ویسے بھی محلے والے سارے اپنے لوگ تھے ایک زمانے کا اعتبار تھا دو دن بعد ان کی گاؤں سے واپسی تھی مگر اللہ کا کرنا کچھ یوں ہوا کہ ان کی گاڑی کو حادثہ پیش آ گیا۔ اماں ابا اس حادثے میں چل بسے ان دونوں کی وفات کے بعد بھولے کو احساس ہوا کہ مرد کا گزارا کسی بھی زمانے میں عورت کی طرح گھر بیٹھ کر ممکن نہیں اسے جدوجہد، محنت کرنا ہی ہوتی ہے گھر والوں کی کفالت کی ذمہ داری اس کے حصے میں رب کی طرف سے طے ہوئی ہے اور ہر حال میں اسے یہ ذمہ داری نبھائی ہے۔ بھولے کو جب یہ احساس ہوا تب جا کر وہ مرد بن کر ابا کے باڑے کو سنبھالنے لگا۔ اس موقع پر چندا نے ماں باپ کی جدائی کے غم کے ساتھ ساتھ پورے گھر کی ذمہ داری کو بھی سر پر لے لیا تھی کہ باڑے کے کئی اہم امور بھولے کو چندا نے ہی سکھائے تھے۔

گھر کی حالت کچھ بہتر ہونے لگی تو سکھ کی گاڑی بھی دھیرے دھیرے رفتار پکڑتی گئی۔ مرد بن کر بھولے نے جو پہلا چاند چڑھایا وہ رضیہ کے عشق میں گوڈے گوڈے ڈوبنا تھا۔ رضیہ کے گھر بھولے دودھ دینے جاتا تھا۔ وہیں سے شروعات ہوئی اور بات شادی تک جا پہنچی یوں چندا اور بھولے کے گھر میں رضیہ کا مزید اضافہ ہو گیا تھا۔

اوائل دنوں سے ہی نہ رضیہ کی چندا سے بنی نہ چندا کی رضیہ سے...... دونوں میں خوب تو تو میں میں ہوتی، بھولے کبھی چندا پر برستا اور کبھی رضیہ کی منتیں ترلے کرتا پھر دھیرے دھیرے دونوں نند بھاوج کو احساس ہو ہی گیا کہ جتنا بھی لڑ لو قسمت نے جب رہنا ساتھ لکھ دیا ہے تو پھر ساتھ ہی رہنا ہے۔ اس احساس کے ساتھ ہی دونوں کے جھگڑے کم ہونے لگے مگر اب بھی ایک دوسرے کی کھنچائی کا موقع دونوں ہی ہاتھ سے جانے نہ دیتیں۔ روز و شب یوں ہی گزر رہے تھے اور گزرتے دنوں میں بھولے کے خاندان میں مزید اضافہ ہوتا چلا گیا۔ ایسے ہی ایک دن بھولے رضیہ کو لے کر ہسپتال گیا ہوا تھا تب چندا کے گھر شہناز پھوپو کی آمد ہوئی شہناز پھوپو کو دیکھ کر چندا دنگ ہی رہ گئی تھی۔

بڑی سی گاڑی میں قیمتی لباس زیب تن کیے ہوئے بڑی شان و شوکت سے براجمان شہناز پھوپو کو چندا نے جوانی کی حدود میں داخل ہونے سے کافی عرصہ قبل دیکھا تھا۔ شہناز پھوپو سے ابا سخت ناراض تھے۔ پھوپو نے گھر سے بھاگ کر کسی امیر زادے سے شادی کی تھی اور اس کے بعد کس حال میں تھیں، کسی کو کچھ پتا ہی نہ تھا، پتا ہوتا بھی کیسے، ابا نے کوئی تعلق ہی نہ رکھا تھا۔ ان سب کے لیے شہناز پھوپو مر چکی تھیں لیکن ابا کی وفات کے بعد وہ آج بڑی شان و شوکت کے ساتھ ان کے دروازے پر کھڑی تھیں۔ چندا دنگ کھڑی تھی۔ شہناز پھوپو سے اس دن چندا نے خوب باتیں ہوئیں۔ بیتے دنوں کو یاد کرتے ہوئے انہوں نے اس کے سلائی کڑھائی کے شوق کی بابت دریافت کیا۔ وقت کی کمی کے باعث چندا اپنے ہر شوق سے بے نیاز ہو چکی تھی۔ اس کا زیادہ تر وقت اب گھرداری اور بھولے کے بچوں کو سنبھالنے میں گزرتا تھا۔

"ہری پگلی، کچھ اپنے لیے بھی سوچ، جھلی وہ تیرا ہنر تھا اس ہنر سے فائدہ اٹھا، جوان جہان ہو چکی اب تو تیرے ہاتھ پیلے ہو جانے چاہئیں تھے مگر بھولے کو تیری فکر کہاں، چل جیسا میں بتاتی ہوں ویسا کر......" اور پھوپو نے چندا کو اس کے حسن کو مزید نکھارنے کی نئی راہ سجھائی۔

پھوپو نے پہلے اسے محلے کی عورتوں کے اور اس سے آنے والے پیسوں سے اسے سلائی کڑھائی کے انسٹیٹیوٹ میں داخلہ لینے کا مشورہ دیا۔ چندا نے ایسا ہی کیا، محلے کے کپڑے سیتی رہی اور پیسے جمع کرتی رہی، صد شکر کہ بھولے نے اب تک اس کے اس مشغلے پر کوئی اعتراض نہ کیا تھا۔ وہ خوش تھا کہ اس طرح چندا کی ذمہ داری کچھ کم ہو گی۔ ویسے بھی نئے مہمان کی آمد نے اسے ذہنی طور پر الجھا دیا تھا۔ کچھ عرصے میں ہی چندا کے پاس اتنے پیسے ہو چکے تھے کہ وہ سلائی کڑھائی کے ادارے میں داخلہ لے سکے۔

ایسے موقع پر اس کے بچپن کے ساتھی ساجن نے بھی اس کا خوب ساتھ دیا۔ ساجن کے ابا کی چندا کے ابا سے گہری دوستی تھی، اس لیے ساجن کے گھر آنے پر بھولے کو مکمل اعتماد تھا۔ ساجن نے ہی سلائی کڑھائی کے ادارے کے حوالے سے معلومات حاصل کر کے چندا کو تفصیلات فراہم کی تھیں اور اس کا داخلہ کرانے میں رقم کی کمی بیشی بھی پوری کی تھی۔ ادارے سے کورس مکمل کرنے کے بعد چندا کو کسی ملازمت کی تلاش تھی۔ ساجن ملازمت کے حصول میں سرگرداں ہو گیا اس کے ذریعے ایک فیکٹری میں چندا کو ملازمت مل گئی۔

چندا کو رب تعالیٰ نے نہ صرف بے بہا حسن بلکہ بے بہا ذہانت سے بھی نوازا تھا' بس ایک کمی تھی قسمت میں اور وہ تھی غربت مگر یہ کمی پوری کی جاسکتی تھی' چندا اسی کوشش میں سرگرداں تھی' وہ غربت کی سرحدوں کو عبور کرکے زندگی نئے ڈھب سے گزارنا چاہتی تھی۔ فیکٹری کی ملازمت سے چندا کے ہنر میں تجربے کا انمول رنگ بھی شامل ہوگیا تھا۔ شہناز پھوپو کی بھولے اور رضیہ کی غیر حاضری میں ایک بار پھر آمد ہوئی۔ یہ بھی حسن اتفاق تھا کہ وہ جب بھی آئیں بھولے اور رضیہ کسی نہ کسی کام سے باہر نکلے ہوتے خیر یہ اچھا بھی تھا کیونکہ شہناز پھوپو بھولے کو پسند بھی نہ تھیں۔ اسے علم ہوجاتا ان کے گھر آنے جانے کا تو گھر میں بھونچال آ جاتا۔

"چندا کچھ عقل کر' ہنر کے ساتھ ساتھ حسن سے بھی کام لے' اس ساجن کے چکر میں نہ پڑ۔ اس موئے کے پاس ایک دوپٹا ٹکنے کی دکان کے علاوہ اور ہے ہی کیا' تو اپنے فیکٹری کے باس پر نظر رکھ۔ اس کے آگے پیچھے پھیر' خود تتلی بن جا اور اسے بھنورا بنا ڈال' پھر بن جا اس کے گھر کی رانی...... عیش کرے گی عیش' جیسے میں کررہی ہوں۔" پھوپو اسے الٹے سیدھے سپنے دکھانے لگیں۔

"مگر پھوپو وہ تو بڈھا کھوسٹ ہے اور شادی شدہ بھی۔" چندا گڑبڑائی۔

"شادی شدہ ہے تو کیا ہوا' مرد دوسری شادی بھی کرتے ہیں' بڈھا ہے تو اور اچھا ہے' جلدی مر مرا جائے گا' ہاں مرنے سے قبل اس کا مال اپنے نام کروالینا۔" پھوپو مشورے کے ساتھ اوسط درجے کا موبائل بھی پکڑا گئیں تاکہ پھوپو بھتیجی آرام سے ایک دوسرے سے رابطہ کرسکیں۔

پھوپو کی بات پر عمل کرکے اس نے باس کو پھانسنے کی بھرپور کوشش کی مگر وہ کم بخت کردار کا اچھا نکلا' اور اس کوشش کے نتیجے میں چندا کو اپنی ملازمت سے ہاتھ دھونا پڑے' چندا اپنا سا منہ لے کر رہ گئی۔ بے خبر ساجن پھر اس آڑے موقع پر کام آیا' اس نے ایک اونچے گھر میں چندا کی جان پہچان کرادی۔ مسز ارسلان اونچے گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں۔ اونچے گھرانوں کی دیگر عورتوں کی طرح وہ بھی نت نئے ڈیزائن کے قیمتی ملبوسات پہننے کی شوقین تھیں۔ سونے پہ سہاگہ یہ کہ حال ہی میں وہ اپنے بیٹے احسن کی شادی کرنے جارہی تھیں۔ انہیں ایک بہترین ڈریس ڈیزائنر کی سخت ضرورت تھی' اس کا ذکر انہوں نے باتوں ہی باتوں میں اپنے ڈرائیور سے کر رکھا تھا' یہ بھی حسن اتفاق تھا کہ وہ ڈرائیور ساجن کا دوست نکلا' ساجن کو جیسے ہی مسز ارسلان کی تلاش کا علم ہوا' وہ فوراً چندا کو لے کر مسز ارسلان کے گھر جا پہنچا اور یوں ایک نئی کہانی کا آغاز ہوا۔

چندا نے یہ سنہری موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ مسز ارسلان کو ان کی ہونے والی بہو کے ایسے شاندار ملبوسات تیار کرکے دیے کہ دیکھنے والے دنگ رہ گئے۔ جو لباس مہنگے مہنگے بوتیک میں لاکھوں میں ملتے تھے' چندا نے وہ لباس انتہائی کم لاگت میں تیار کرکے دیے تھے' مسز ارسلان نے صرف بہو کے ہی نہیں بلکہ اپنے اور بیٹی فروا کے شادی میں زیب تن کیے جانے والے لباس بھی چندا سے تیار کروائے تھے۔

چندا بھی نہایت خوش تھی۔ اس ایک گھر سے اسے خوب فائدہ پہنچ رہا تھا۔ اس نے جی جان اور بھرپور محنت سے ان ملبوسات کو تیار کیا اور اسے اپنی محنت کا معاوضہ بھی معقول مل رہا تھا۔

سب کچھ ٹھیک چل رہا تھا کہ اس دن تباہی مچ گئی۔ چندا رات کو تیار شدہ ملبوسات دینے آئی تھی۔ لوٹنے میں تاخیر ہوگئی' مسز ارسلان کا ڈرائیور اس وقت تک گھر جاچکا تھا۔ اس دن انہوں نے احسن کو چندا کو گھر تک چھوڑ آنے کا کہا اور یہ وہ دن تھا جب پہلی بار چندا احسن سے ملی تھی۔ حسن کو دیکھ کر اسے احساس ہوا کہ یہی وہ شخص ہے جو برسوں سے اس کے خوابوں میں آکر اسے دیوانہ کیے ہوئے ہے۔ نہایت خوبرو' وجاہت سے بھرپور' مسکراتی آنکھوں والا خوش گفتار سا احسن ہی اس کے خوابوں کا شہزادہ تھا مگر وہ شہزادہ کسی اور کا ہونے جارہا تھا۔

وہ پہلی ملاقات میں ہی احسن کو دل دے بیٹھی تھی مگر احسن اس سے بے نیاز تھا' اس نے اس رات راستے بھر لاکھ اپنے جلووں' اداؤں کو آزمایا مگر اس کی ہر ادا اکارت گئی تھی۔ ان دنوں مسز ارسلان کے گھر چندا کا خوب بول بالا تھا' شادی کا گھر تھا' دس طرح کے مہمانوں کا آنا جانا رہتا تھا۔ مسز ارسلان چندا کی صلاحیتوں کی تعریف ہر کسی کے آگے کررہی تھیں۔ آتے جاتے مہمان چندا کے ہنر سے خوب متاثر ہورہے تھے۔ مسز ارسلان نے چندا کو بھی احسن کی شادی پر مدعو کیا تھا۔

سرخ کلاہ اور سنہری شیروانی میں ملبوس احسن اس کے دل کے تاروں کو نئے سرے سے چھیڑ گیا' اس کی ہمراہی میں کھڑی نازک سی اریبہ کا حسن موہنا روپ چندا کو اپنے حسن کے آگے

صفر لگا تھا۔

”کہاں احسن...... کہاں یہ معمولی سی اریبہ‘ ہونہہ......“

سوئے اتفاق محفل میں شامل کچھ جل ککڑی قسم کی لڑکیوں نے بھی احسن اور اریبہ کی جوڑی پر کچھ ایسے بیانات داغ کر چندا کی سوچ کو بھڑکا دیا تھا۔ چندا کو پھوپو کی بات پھر سے یاد آ گئی۔

”مرد دوسری شادی بھی تو کرتا ہے۔“ اور یہ سوچ چندا کے ذہن سے جونک کے مانند چپک کر رہ گئی تھی۔ شادی کے بعد چندا نے مسز ارسلان سے تعلقات مزید بڑھا لیے‘ وہ انہیں ملبوسات کی تیاری میں زیادہ رعایت دینے لگی۔ مسز ارسلان اور ان کی بہو بیٹی کو سہولت ملی تو ان تینوں نے بھی خوب خوب فائدہ اٹھایا‘ خاندان کی کسی بھی تقریب سے قبل نئے ملبوسات چندا سے تیار کروائے جاتے‘ چندا کا آنا جانا بڑھتا چلا گیا‘ چندا نے آنے جانے کے وہ اوقات رکھے جن میں احسن سے آمنا سامنا ہو‘ اکثر وہ ایسے حالات پیدا کردیتی کہ احسن کو اسے گھر چھوڑنے جانا پڑ جائے۔ وقت کے ساتھ ساتھ چندا نے اپنا رنگ روپ بھی خوب نکھارا تھا‘ کپڑوں کی تراش خراش بھی بدل لی تھی۔ وہ کس طبقے سے تعلق رکھتی تھی اس کی شخصیت اس راز کو فاش نہ ہونے دیتی تھی۔

یہ چندا کی خوش بختی تھی کہ اریبہ فطرتاً لاابالی اور نادان ثابت ہوئی تھی۔ احسن پر توجہ کم دیتی‘ بیشتر وقت اس کا شاپنگ سہیلیوں کے ساتھ گھومنے پھرنے میں گزرتا‘ چندا کی عقابی نگاہیں یہ ساری صورت حال بہت جلد بھانپ چکی تھیں۔ احسن کو اپنی جانب مائل کرنا اس کے لیے آسان ہوگیا تھا۔ وہ مرد ذات تھا‘ امیر کبیر بھی تھا‘ بیگم کی بے توجہی کا شکار ہوکر چندا کی جانب متوجہ ہوگیا۔ وہ البیلی سی حسینہ اس کے من کو بھانے لگی۔ اب چندا جب بھی گھر آتی وہ کسی نہ کسی بہانے گھر پر موجود رہتا اسے گھر چھوڑ آنے میں وہ پیش پیش رہتا۔

چندا اور احسن میں بے تکلفی بڑھتی چلی گئی گھر سے ملاقاتیں شروع ہوئیں...... قبل اس کے کہ بعد وعدوں قسموں تک جا پہنچتی‘ ان دونوں کو آئسکریم پارلر میں ساتھ بیٹھ کر آئسکریم کھاتے اور پیار بھری نگاہیں ایک دوسرے پر نچھاور کرتے مسز ارسلان نے دیکھ لیا تھا۔ دونوں رنگے ہاتھوں پکڑے گئے تھے۔ چندا کا تو اسی وقت گھر آنا جانا بند ہوگیا تھا۔ البتہ احسن کی مسز ارسلان نے خوب کھنچائی کی اور اسی پر بس نہ ہوا بلکہ اریبہ کو بھی اس کی کوتاہیوں اور نادانیوں کا خوب احساس دلایا‘ احسن نے کسی نک چڑھے بیل کی طرح شروع شروع میں خوب نخرے دکھائے مگر پھر اماں اور بیگم نے بالآخر سدھار ہی لیا اب وہ چندا کو بھلا کر نئے سرے سے اریبہ کے عشق میں گوڈے گوڈے ڈوب چکا تھا۔

ارسلان ہاؤس کے دروازے ایک سال تک چندا پر بند رہے مگر آج پھر سے یہ بند دروازہ چندا پر کھول دیا گیا اور دروازہ کھلتے ہی شافع کی چرب زبانی نے چندا کے دل میں ایک بار پھر احسن کی چاہت کے پھول کھلا دیے تھے‘ اس بار چندا نے ارسلان ہاؤس میں قدم ایک نئے خواب اور نئے منصوبوں کے ساتھ دھرا تھا۔



”دیکھو شافع‘ میں پھر تمہیں سمجھا رہا ہوں‘ چندا کا پیچھا چھوڑ دو اس سے دور رہو۔“ شافع نے کچھ دیر قبل ہی اپنی اور چندا کی پہلی ملاقات کی جامع تفصیلات احسن کے آگے گوش گزار کیں اور وہ تمام باتیں سن کر احسن اسے تنبیہہ کی۔

”دیکھو میرے یار میں تیرے دل کا حال سمجھ رہا ہوں‘ تو نہیں چاہتا کہ میں تیری سابقہ محبوبہ سے عشق کے پینگیں بڑھاؤں‘ مگر یار وہ ہے ہی اتنی حسین کہ دل نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی جانب مائل ہوتا چلا جاتا ہے۔“ شافع نے کمینی سی مسکراہٹ لبوں پر چپکا کر احسن کی تنبیہہ کو ہوا میں اڑا دیا۔

”یار...... بات کو سمجھا کر‘ میں مانتا ہوں مجھ سے غلطی ہوگئی تھی مگر وہ غریب گھر کی لڑکی ہے تو اسے ایڈونچر سمجھ کر اس کے دل سے مت کھیل۔“ احسن کو شافع کا رویہ کہیں سے بھی مناسب نہیں لگ رہا تھا۔

”بڑی ہمدردی ہو رہی ہے اپنی سابقہ محبوبہ سے میرے بھائی کو‘ جا کر بتاؤں اریبہ بھابی کو کہ موصوف نے دیدار یار ابھی کیا نہیں مگر دل محبوب کے قدم کی چاپ پر ہی دھڑک اٹھا۔“ شافع نے احسن کو ڈرایا۔

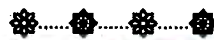
”ہوگئی بکواس ختم‘ بالکل تھرڈ کلاس فلموں کا ڈائیلاگ جھاڑا ہے۔“ احسن نے خفگی سے منہ بنا کر کہا تو شافع کا قہقہہ فوارے کی صورت پھوٹا۔

”اور وہ جو ستے سے آئسکریم پارلر میں چندا کے ساتھ ڈیٹ مارتے پکڑے گئے تھے‘ وہ کون سی کلاس کی مووی کا سین تھا۔“ شافع نے باقاعدہ کمر پر ہاتھ جما کر احسن کو چھیڑا۔

”چھوڑ دیں احسن بھائی...... شافع ویسے ہی سر پھرا ہے جو

کررہا ہے کرنے دیں‘ یہ جانے اور چندا جانے خوامخواہ اس بد دماغ نے کوئی آگ لگادی اور یہ بھائی کو جاکر تو آپ کو لینے کے دینے پڑجائیں گے۔“ سمیر نے شافع کے تیور دیکھ کر احسن کے کان میں سرگوشی کی۔

احسن نے بھی خاموش رہنے میں ہی عافیت جانی اور شافع کو اس کے حال پر چھوڑ دیا مگر دل میں کہیں نہ کہیں احسن کے دل میں چندا کی فکر تھی جو اسے ستارہی تھی‘ چندا نے اسے سچے دل سے چاہا تھا اور یہ احساس ایک بار پھر سر اٹھانے کو بے تاب تھا۔



سلو نے دن ہی دن میں ساجن اور دیوانے تک خبر پھیلا دی تھی کہ آج شام چندا مارکیٹ ضرور آئے گی۔ اس خبر کے عوض سلو کو ساجن اور دیوانے دونوں نے پچاس کا نوٹ پکڑا یا تو سلو خوش ہوگیا تھا‘ چندا کی بدولت اکثر اس کی کمائی ہوجاتی تھی۔

چندا کی آمد پر دیوانہ جہاں خوش تھا وہیں ساجن پریشان سا چندا کے سرخ کترے ہوئے دوپٹے کو تک رہا تھا۔

”چندارے چندارے...... کبھی تو زمین پر آ...... مل بیٹھیں گے باتیں کریں گے......“ دیوانہ بھونڈی آواز میں گنگناتا ہوا‘ دو دن قبل لائے گئے مال کو دکان میں ترتیب سے سجا رہا تھا مگر اس کے گانے کے بول ساجن کی سماعت میں پگھلے ہوئے سیسے کے مانند گررہے تھے۔ من ہی من میں وہ دیوانے کی گردن کئی مرتبہ مروڑ چکا تھا۔

”چندارے چندارے...... کبھی تو زمین پر آ......“ دیوانہ بلند تان لگاتے ہوئے بیت الخلا کے لیے باہر نکلا اور ساجن کو وہ موقع بلآخر مل ہی گیا جس کی وہ تلاش میں تھا۔

رش کا وقت تھا۔ تقریباً ساری دکانیں گاہکوں سے بھری ہوئی تھیں۔ ساجن کو سنہرا موقع ملا تھا۔ وہ نظریں بچاتا‘ دیوانے کی دکان میں جا گھسا۔ رنگریز تھا اس لیے رنگوں سے زیادہ نہ سوچ سکا‘ خوب صورت کڑھائی والے لیسوں کے بنڈل کو بد صورت رنگوں میں ڈبو ڈالا...... چمکتے دمکتے شوخ رنگوں سے مزین لیسوں کی چمک ماند پڑگئی اور خوب صورتی دم توڑ گئی...... یہ ساری کارستانی ساجن نے منٹوں میں نمٹائی تھی‘ بدرنگ رنگوں سے لبریز ان لیسوں کے بنڈل کو وہ واپس ان کی جگہ پر رکھ کر بڑے اطمینان سے اپنی دکان میں آ بیٹھا اور چندا کا انتظار اسے بھی اب بڑی شدت سے تھا۔

❀......❀......❀......❀

”نہ مجھے بتا چندا کب تک تخت پر پڑی رہے گی تو رات ہونے کو ہے تیرا سونا ہی ختم نہیں ہورہا۔“ بھولے بگڑے ہوئے تیور کے ساتھ گھر میں داخل ہوا تھا۔ آج دن کا آغاز ہی اچھا نہیں ہوا تھا‘ صبح صبح چندا سے منہ ماری ہوئی اور باڑے جاتے ہی دو بھینسوں کی بیماری کی خبر سننے کو ملی...... بیمار بھینسوں کا دودھ نہ دوہا گیا‘ اسی لیے روز کے کچھ گھروں کا ناغہ...... ناغے کے باعث دہاڑی کم ہوئی اور دیہاڑی کا کم ہونا ویسے ہی بھولے کو گرم کردیتا تھا۔ بکتے جھکتے‘ قسمت کو کوستے ہوئے وہ گھر میں داخل ہوا تھا۔

سامنے تخت پر پڑی چندا کو خواب خرگوش کے مزے لوٹتے دیکھ کر اسے بری طرح تپا گئی لہٰذا ساری بھڑاس اسی پر جا نکلی۔

”ابھی آنکھ لگی تھی کہ تو نے آکر میرے اچھے خاصے سہانے خوابوں کا بیڑہ غرق کر ڈالا بھیا۔“ چندا انگڑائی لیتے بیدار ہوئی تھی۔ بھولے کی کڑوی کسیلی باتوں کا اس پر چنداں اثر نہ ہوا‘ وہ تو اب تک احسن کے سہانے سپنوں کے خمار میں تھی۔

”آگ لگے تیرے ان منحوس سپنوں کو...... شرم نہیں آتی بھائی کے سامنے بے غیرتی کی باتیں کرتے ہوئے جا جاکر ٹھنڈا پانی لے کر آ میرے لیے۔“ بھولے کا میٹر یک دم گرم ہوا۔ چندا کو تخت سے اٹھا کر ہی دم لیا اور خود تخت پر ٹانگیں پسار کر بیٹھ گیا۔ چندا نے برا سا منہ بنا کر اپنے بھیا کو گھورا اور پھر تن فن کرتی کچن کی طرف بڑھ گئی۔ واپس آئی تو ہاتھ میں اسٹیل کا کٹورا ٹھنڈے ٹھار پانی سے لبالب بھرا ہوا تھا۔

”لے پی پانی اور ٹھنڈا ہوجا...... سارا دن گرم دماغ لیے پورے شہر میں دندناتا پھرتا ہے۔“ چندا نے کٹورا بھولے کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے کہا اور منہ ہاتھ دھونے کی غرض سے بیسن کی جانب بڑھ گئی۔

”منہ ہاتھ دھو کر میرے لیے جلدی سے گرما گرم چائے پراٹھا کر بنالا۔“ ٹھنڈا پانی پی کر بھولے نے ڈکار ماری اور پھر سے چندا کو مخاطب کیا۔

”بھیا...... میں تو جارہی ہوں مارکیٹ اپنے کام سے...... ایک کام کر‘ تو اپنی بیگم کو اٹھا اور اس سے جو چاہے بنوا کر کھا۔“ چندا نے صاف ہری جھنڈی دکھاتے ہوئے کہا تو بھولے کے تن بدن میں پھر سے آگ لگ گئی۔

”کس کام سے‘ ذرا مجھے بھی تفصیل بتا۔“ بھولے نے جھٹ سے پھر آنکھیں ماتھے پر رکھ لیں۔

"بھیا کیوں تو مجھ سے ہر وقت الجھنے کو تیار رہتا ہے' جانتا بھی ہے کہ آج میں بنگلے سے ڈھیروں ڈھیر کپڑے لے کر آئی ہوں' انہیں تیار کرنے کے لیے دس مرتبہ مجھے بازار کا چکر لگانا پڑے گا۔" چندا بلا آخر زچ ہو کر بولی۔

"اچھا چل جا مگر جلدی آجانا۔" بھولے ذرا نرم پڑا اور ہدایت نامہ جاری کر کے وہ رضیہ کو پکارتے اندر کمرے میں چلا گیا۔ چندا نے اپنا حلیہ سنوارا اور گھر سے باہر نکل گئی۔

سجو کی دکان سے بنٹی دانوں کی پڑیا بنوا کر پاشا بھائی سے گلاب کا ایک پھول لے کر وہ شنکر کی دکان میں جا پہنچی۔ وہاں سے گھنٹہ بھر بحث کے بعد میچنگ کے کچھ کپڑے اٹھائے اور پھر سیدھا ماسٹر جی کی دکان پر آئی' ماسٹر جی سے اس نے کپڑوں کی ڈیزائننگ کے حوالے سے ڈھیر سارے مشورے لیے' ماسٹر جی کے مشورے ہمیشہ سے اس کے کام آتے رہے تھے ماسٹر جی کا تجربہ غضب کا تھا۔ ان کی ڈیزائننگ بہترین سے بھی بڑھ کر ہوتی۔ کافی دیر تک ماسٹر جی کا سر کھانے کے بعد چندا اپنی دراز ریشمی چٹیا جھلاتے اور بنٹی دانے پھانکتے ہوئے دیوانے کی دکان کے سامنے سے گزری تو ایک چلبلی سی چندا کی مسکان آصف دیوانے کے نام ہوئی۔

"ہائے..... چندا رے چندا....." دیوانہ دل تھام کر رہ گیا مگر اگلے پل وہ چونک اٹھا' چندا نے ساجن کی دکان کا رخ کیا تھا۔ دیوانے کو کچھ دن قبل کی اپنی کارستانی یاد آئی۔

"ہائے ساجن..... آج تیری خیر نہیں چندا تجھے چھوڑنے والی نہیں۔" دیوانہ دل ہی دل میں خوش ہوا۔

"ساجن....." ساجن ڈرم میں گھسے رنگوں کو چیک کر رہا تھا۔ جب چندا نے اسے بڑی لگاوٹ سے پکارا۔

"چندا.....!" ساجن سب چھوڑ چھاڑ انتہائی بے تابی کے عالم میں چندا کی جانب بڑھا۔

"مجھے پتا چلا ہے کہ....." چندا نے مخمور نگاہیں ساجن کے بے تاب چہرے پر جماتے ہوئے کہا۔

"کیا پتا چلا ہے چندا.....؟" ساجن کا دل جھوم رہا تھا۔ چندا نے آج کتنے دن بعد اسے یوں پیار سے پکارا تھا۔

دیوانہ اپنی دکان سے مسلسل تانک جھانک میں مصروف تھا اسے فکر نے آن گھیرا تھا۔ ساجن اور چندا ایک دوسرے کے مقابل کھڑے قربان جانے والی نگاہوں سے ایک دوسرے کو تکنے میں مصروف تھے۔

"ہائے یہ کیا غضب ہونے جا رہا ہے....." دیوانے کے دل میں ہلچل سی مچ گئی۔

"مجھے پتا چلا ہے کہ..... تم نے میرا....." چندا نے نظریں جھکائیں' پھر اٹھائیں اور شرماتے ہوئے ہولے سے ادھورا جملہ لبوں سے ادا کیا۔

"میں نے تمہارا کیا چندا؟ بولو ناں چندا....." ساجن کی بے چینی عروج پر تھی' اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ چندا کے نرم و ملائم مکھن جیسے ہاتھوں کو اپنے سخت کھردرے ہاتھوں میں تھام لے۔

"تم نے میرا دوپٹا خراب کر ڈالا....." اس بار چندا واپس اپنی جون میں لوٹ آئی۔ وہی تیکھا نخریلا' غصیلا انداز...... ساجن سرپیٹ کر رہ گیا۔

"کھی کھی کھی کھی....." دیوانے کی منحوس ہنسی ساجن کے کانوں میں زہر گھول گئی جسے اس نے بمشکل نظر انداز کیا اور چندا کی جانب متوجہ ہوا۔

"وہ چندا..... میں نے کچھ نہیں کیا..... یہ ساری کارستانی اس کم بخت دیوانے کی ہے' وہی تمہارے دوپٹے کو قینچی سے کتر کر گیا تھا۔" ساجن بے قرار سا ہو کر اپنی وضاحت دینے لگا۔

"اچھا ذرا دکھا میرا دوپٹا۔" چندا نے ایک گھوری دیوانے کے نذر کر کے تیکھے لہجے میں ساجن کو حکم دیا اور ساجن نے حکم پر سر جھکاتے ہوئے جھٹ وہ لال دوپٹا اس کے آگے کر دیا' چندا نے ہر زاویے سے دوپٹے کو الٹ پلٹ کر دیکھا..... کترے ہوئے حصے کا بغور معائنہ کیا اور پھر ساجن کو تیکھی نگاہوں سے گھورا۔

"ساجن..... تو بھی حد کرتا ہے..... دیوانہ تیری طرح مرد ہے مرد' کوئی چوہا تھوڑی جو یوں کتر ڈالے گا..... دیکھ اس طرح صرف چوہے کترتے ہیں....." چندا نے ساجن کی عقل پر ماتم کرتے ہوئے کہا۔

"تو بھی سب کی طرح اسے بے قصور سمجھ رہی ہے چندا' کیا تو نے دیکھے نہیں اس کے لمبے لمبے' بڑے بڑے دانت۔" ساجن بے چارگی کی انتہا پر پہنچ چکا تھا۔ مظلومیت سے چندا کو تکتے ہوئے کہنے لگا۔

"چل چھوڑ ساجن..... اچھی بھلی شکل ہے دیوانے کی' تو اسے ڈریکولا نہ بنا' چل اب یہ بتا میرے دوپٹے کا نقصان تو کیسے بھرے گا؟" چندا فی الحال دیوانے کے متعلق ایک فضول لفظ بھی سننا نہیں چاہتی تھی۔ ساجن کے بعد اسے دیوانے کی

دکان پر ہی جانا تھا۔ اسے پتا چلا تھا کہ دیوانہ اس بار بڑی اعلیٰ القسم کی بیلیں لے کر آیا ہے۔ اس لیے وہ دیوانے سے فی الوقت اپنے تعلقات ذرا بھی خراب کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھی۔ دیوانہ بھلے اس کا دیوانہ تھا مگر اس کی کھوپڑی بالکل اخروٹ جیسی تھی۔ ذرا سی بھی بات پر انگارے جیسی گرم اور وہ اگر اس وقت ساجن کی بات پر یقین کرلیتی تو یقیناً دیوانہ اس سے روٹھ جاتا اور قیمتی مہنگی بیلیں اسے آدھی قیمت میں نہ دیتا۔

"تو جیسے بولے گی چندا میں ویسے تیرا نقصان بھر دوں گا...... تو بول تو سہی۔" ساجن منہ لٹکائے چندا کو منانے کی آخری امید لیے بولا۔

"اچھا تو پھر ایسا کر مجھے پانچ دوپٹے نیٹ کے، موتیوں والے خرید کر لادے اور سن ساجن...... ان میں یہ رنگ رنگوانے ہیں۔" چندا نے جھٹ کپڑوں کا تھیلا کھولا اور اس میں سے کپڑوں کے رنگ دکھانے لگی۔ ساجن کی جان میں جان آئی۔ پانچ دوپٹوں کے عوض ہی سہی چندا مان تو گئی وہ اسی پر خوش تھا۔

"ساجن یہ نہ سمجھنا چندا لالچی، خود غرض ہے ایک دوپٹے کے لیے پانچ دوپٹوں کا خرچا کروا رہی ہے دیکھ ساجن، تو جانتا ہے چندا تجھ پر کتنا اعتبار کرتی ہے وہ سرخ دوپٹہ میرا بڑا پسندیدہ تھا میری پھوپو نے بڑے مہنگے بازار سے لاکر دیا تھا۔ اس کی کڑھائی تو دیکھی تھی ناں تو نے اب خود بتا وہ دوپٹا خراب ہوا تو میرا دل کتنا دکھا ہوگا بس تو نے جو چندا کا دل دکھایا ناں اسی کی سزا دے رہی ہے چندا تجھے۔" جاتے ہوئے چندا نے بڑی معصومیت سے ساجن کے دل پر وار کیا اور ساجن دل تھام کر رہ گیا۔

"معاف کردے چندا...... میں وعدہ کرتا ہوں تجھ سے آئندہ کبھی تیرا دل نہ دکھاؤں گا۔ تیری ہر شے کو سینے سے لگا کر رکھوں گا۔" ساجن شہنشاہ جذبات بنا دل گیر لہجے میں کہتا چلا گیا۔

"چل مان لیتی ہوں تیری بات...... آئندہ دل نہ دکھانا اپنی چندا کا۔" چندا نے دکان سے باہر نکلتے ہوئے بڑی لگاوٹ سے کہا...... ساجن کا من "اپنی چندا" پر جھوم اٹھا۔ چندا کے جانے کے بعد وہ کتنی دیر تک چندا کے سہانے سپنوں میں کھویا رہا۔

"ہائے دیوانے...... کتنی حسین بیلیں لے کر آیا ہے ذرا میں بھی تو دیکھوں، چل ذرا دکھا تو مجھے نئی والی بیلیں۔" چندا دیوانے کی دکان میں پہنچ کر اب دیوانے کو گھیر رہی تھی۔

"ابھی دکھاتا ہوں...... مگر یہ بیلیں جتنی بھی خوب صورت ہوں چندا...... تیرے آگے ان کا حسن پانی بھرتا ہے۔" دیوانے نے صدقے واری ہوتی نگاہوں سے چندا کو تکتے ہوئے کہا۔ چندا کے گلابی لب شرگیں انداز میں مسکرا اٹھے۔

"چل ہٹ پگلے...... بالکل ہی دیوانہ ہے تو۔" چندا نے شرماتے ہوئے کہا اور دیوانے کے دل میں شگوفے کھل اٹھے۔

وہ جلدی جلدی ساری لیسیں نکالنے لگا مگر اگلے ہی لمحے دل دھک سے رہ گیا ان لیسوں کے بنڈل میں سے اکثر لیسوں پر بدنما رنگ چڑھا ہوا تھا۔ اگلے ہی لمحے وہ سارے بنڈل چندا کے سامنے پٹخ کر شکایتی انداز میں گویا ہوا۔

"دیکھ چندا اس منحوس ساجن نے میرے سارے مال میں اپنے بدنما رنگ چڑھا دیئے میرا ہزاروں کا نقصان کر ڈالا۔" چندا ہکا بکا رہ گئی۔ بیلوں کے بنڈل میں بدنما رنگوں کے دھبے ساجن کے خلاف گواہی دے رہے تھے۔

"یہ کیا کیا ساجن تو نے دیوانے کا سارا مال خراب کردیا۔" چندا دیوانے کے ہمراہ خراب شدہ بیلوں کے بنڈل اٹھائے ساجن کی دکان میں پہنچ کر برس پڑی۔

"میں نے کیا...... کیا؟ کیا ہوگا ان چوہوں نے جنہوں نے میری دکان میں کھپ ڈالی ہوئی ہے، پہنچ گئے ہوں گے وہ بھی دیوانے کی دکان میں۔" ساجن نے منہ بسور کر انتہائی بھونڈا سا جواب دیا۔

"ساجن تیرا دماغ ٹھیک ہے کیا الٹا سیدھا بول رہا ہے سچ سچ بتا تو نے کیوں کیا ایسا؟" چندا بھڑک اٹھی دیوانے کا نقصان اس کا اپنا نقصان تھا۔ اسے ڈیزائننگ کے لیے فی الفور بیلوں کی ضرورت تھی اور فی الوقت جو نقصان دیوانے کو اٹھانا پڑا تھا اس کے بعد وہ فوراً دوسرا مال لانے کے لیے نہ جلد راضی ہونے والا تھا نہ ہی اس پوزیشن میں تھا۔

"چندا تجھے میری بات کا یقین نہیں اور اس دیوانے کی ہر بات پر یقین کرلیتی ہے تو۔" ساجن شکوہ کناں ہوا۔

"ساجن تیرے ساتھ جو بھی ہوا اس میں دیوانے کا ہاتھ ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں تیرے پاس مگر تیرے رنگ خود گواہی دے رہے ہیں تیرے خلاف۔" چندا کا سا جواب ساجن کے منہ پر مار گئی۔ دیوانہ بھی بڑبڑاتا ہوا ساجن کی دکان سے نکل گیا۔

یہی فرق تھا ساجن اور دیوانے میں، وہ آج سے نہیں ہمیشہ سے ساجن کی پشت میں خنجر گھونپتا آرہا تھا مگر اس کا اصل چہرہ

ساجن کے کوئی نہیں پہچانتا تھا اور ساجن ٹھہرا ہمیشہ کا بے وقوف' اس کی چھیڑ خانیوں کا ردعمل وہ اسی طرح بھونڈے انداز میں دیتا تھا اور ہمیشہ سب کی نظروں میں برا بنتا تھا۔ اس وقت بھی چندا اس سے بے حد ناراض ہوچکی تھی اور اب وہ منہ لٹکائے بیٹھا تھا۔

✿......✿......✿......✿

اس کا مکمل نام ساجن پرویز تھا نہ جانے کیوں اماں ابا نے اس کا نام ساجن رکھ ڈالا تھا مگر یہ نام اس کی شخصیت سے بے حد میل کھاتا تھا' وہ یاروں کا یار تھا ابا نے رنگریزی کا کام شروع کیا' دکان کھولی تو نام ساجن کے نام پر رکھا۔ بچپن سے ہی وہ ابا کے ساتھ دکان پر بیٹھتا اور بیٹھتے بیٹھتے وہ ابا سے سارے ہنر سیکھ گیا۔

چندا کو وہ بچپن سے دیکھتا آرہا تھا۔ ابا کی چندا کے ابا سے گہری یاری تھی وہ اکثر اس کی دکان پر آبیٹھتے اور خوب گپیں ہانکتے اکثر و بیشتر چندا بھی ان کے ساتھ ہوتی' رنگ اسے اچھے لگتے تھے ساجن اسے وہ سارے رنگ دکھاتا جو اس وقت دکان میں موجود ہوتے' اسے نازک سی بے حد حسین سی وہ گڑیا بے حد اچھی لگتی تھی۔ اس وقت اس کی زندگی میں چندا اس کی واحد دوست تھی۔

تب کی چندا آج کی چندا سے بے حد مختلف تھی' وہ بہت معصوم تھی' سادہ دل' خیال رکھنے والی اور اپنوں سے محبت کرنے والی چندا..... ساجن کو وہ ہمیشہ سے ہی بے حد پسند تھی۔ ہمہ وقت وہ اپنے ماں باپ کی خدمت میں جتی رہتی تھی اور جب بھی ساجن کی دکان پر آتی اس کے لیے کچھ نہ کچھ ضرور لاتی بھلے وہ کچھ ٹافیاں' چپس ہی کیوں نہ ہوں۔

ساجن کے دل میں تب سے ہی چندا کے لیے اہم مقام تھا اور یہ اہم مقام نہ جانے عمر کے کس حصے میں محبت بن کر ساجن کے وجود میں سانس لینے لگا وہ خود نہ جان سکا مگر چندا کا خیال اس کی فکر بڑھتے چاند کی طرح اس کے من میں بڑھتی چلی گئیں۔ آنکھیں چندا کی ہمراہی کے سپنے دیکھنے لگیں۔ چندا کے عشق میں ڈوبنے کے باعث وہ چندا کے ذہن و دل میں در آنے والی تبدیلیوں کو محسوس نہ کرسکا' اپنے والدین کی حادثاتی موت کے بعد ساجن نے اس کی بے حد ہمت بندھائی تھی' اس کا بھرپور ساتھ دیا تھا چندا اس کی دوستی کے سہارے کچھ سمجھنے بوجھنے کے قابل ہوئی تھی' ساجن نے بھولے کا بھی خوب ساتھ دیا تھا پاڑے کے بنیادی اور مالی امور کی دیکھ بھال میں ہر طرح ساتھ دیا تھا۔ تب ہی بھولے کو ساجن پر یقین بھی بہت تھا اور اس کے گھر آنے جانے پر کوئی پابندی نہ تھی۔ ساجن کبھی کبھی اپنی چھوٹی بہن صبا کو بھی چندا کے پاس چھوڑ جاتا۔ ایسے ہی ایک دن صبا نے اسے بتایا تھا کہ آج جب وہ چندا کے گھر گئی تھی تو چندا نے اپنی بھابی کا بہانہ بنا کر اسے واپس گھر سے لوٹا دیا تھا جبکہ تھوڑی دیر قبل ہی صبا نے اس کے بھائی کو اپنی نئی نویلی دلہن کے ساتھ باہر جاتے دیکھا تھا۔ اتفاق سے صبا کی سہیلی دو گھر چھوڑ کر اسی گلی میں رہتی تھی۔ وہ کچھ دیر کے لیے اس کے گھر چلی گئی۔ اس کا اپنا گھر دو گلی چھوڑ کر تھا واپس گھر جانے کو باہر نکلی تو اس نے چندا کے گھر سے ایک اجنبی خوب صورت عورت کو باہر نکلتے دیکھا۔ وہ اجنبی عورت ایک گاڑی میں سوار ہوکر چلی گئی تھی۔

دوبارہ ملاقات ہونے پر صبا نے چندا سے بارہا اس عورت کی بابت دریافت کیا مگر چندا صاف مکر گئی صبا نے اس بات کا ذکر ساجن سے بھی کیا۔ چھوٹی بہن تھی مگر ساجن بھیا کے دل میں چندا کے لیے موجزن جذبات سے بخوبی آگاہ تھی۔ ساجن نے اس قصے کو زیادہ اہمیت نہ دی مگر اس دن کے بعد سے چندا میں غیر محسوس انداز میں تبدیلی آنا شروع ہوگئی تھی' وہ گھر کے کام کاج سے زیادہ سلائی کڑھائی پر توجہ دینے لگی پھر ایک دم اس نے سلائی کڑھائی کے ادارے میں داخلے کی خواہش کا اظہار کیا اور ساجن کی بدولت جلد ہی اسے مطلوبہ ادارہ مل گیا مگر فیس چندا کی پہنچ سے دور تھی۔ اس موقع پر بھی ساجن نے چندا کی مالی معاونت کی' چندا نے کورس مکمل کیا تو ساجن نے اس کی ملازمت ایک فیکٹری میں لگوادی کچھ عرصے بعد ہی چندا کا رویہ ساجن سے اکھڑا اکھڑا رہنے لگا پھر اسے چندا سے متعلق کچھ عجیب باتوں کی بھنک پڑی۔

ہوا کچھ یوں کہ روز کی طرح وہ اس دن بھی چندا کو لینے اس کی فیکٹری آیا تھا دروازے کے باہر کھڑا وہ کب سے انتظار کررہا تھا فیکٹری کے دروازے سے کچھ لڑکیاں باہر نکلی تھیں اسے انتظار میں سوکھتا دیکھ کر وہ معنی خیز انداز میں ایک دوسری کو دیکھ کر ہاتھ پر ہاتھ مارتیں کھلکھلا کر ہنس پڑیں۔ ان کی اس مشکوک حرکت کو ساجن نے تعجب سے دیکھا اور شرافت کا مظاہرہ کرتے ہوئے نظر انداز کرگیا۔

"بڑی توپ چیز ہے یہ چندا..... اس بے چارے کو مجنوں بنا کر گیٹ کے باہر کھڑا کررکھا ہے اور اندر اپنی اداؤں سے باس کو پھانسنے کے چکر میں ہے۔" وہ لڑکیاں اس کے نزدیک سے

گھسر پھسر کرتی گزری تھیں۔ یہ ساجن کی بدبختی تھی کہ ان کا کہا گیا تمسخر اڑاتا جملہ ساجن کی سماعت سے ٹکرا گیا تھا۔

"یہ چندا کے بارے میں کیا الٹا سیدھا بول رہی ہیں آپ لوگ' میری چندا ایسی نہیں ہے۔" وہ ناگواری سے ٹوکے بنا نہ رہ سکا۔

"بھلا ہمیں کیا ضرورت ہے کچھ الٹا سیدھا بولنے کی۔" ان میں سے ایک لڑکی نے ٹھیک ٹھاک برا مناتے ہوئے ساجن کو سرتاپا گھورتے ہوئے کہا۔

"چندا ہے ہی اتنی حسین' ذہین اور باصلاحیت کہ آپ جیسی لڑکیاں جل کر ایسی باتیں اس کے حوالے سے گھڑنے لگتی ہیں۔" وہ چندا کی شان میں قصیدے پڑھتا' ان لڑکیوں کو بری طرح تپا گیا۔

"چندا اگر حسین ہے تو ہم کون سا بدصورت ہیں اگر اس میں صلاحیت ہے تو ہم بھی یہاں اپنی صلاحیتوں کو منوانے آئے ہیں ناں کہ چندا کی طرح غیر مردوں کو اپنے حسن کے جال میں پھانسنے نہیں' آیا بڑا چندا کا رشتہ دار ہونہہ۔" وہ لڑکیاں کھری کھری سناتیں' ناک بھوں چڑھاتی وہاں سے چلی گئیں۔ ساجن گم صم سا کھڑا ان سب کی باتوں کو سوچتا رہ گیا۔

"تم کیوں گم صم بدھو بنے کھڑے ہو یہاں قسم سے بڑے ہونق لگ رہے ہو ساجن۔" چندا کب اس کے پاس آ کھڑی ہوئی اسے پتا ہی نہ چلا مگر راستے بھر ان لڑکیوں کی زہریلی باتیں اس کی سماعت میں زہر گھولتی رہیں۔ بالآخر وہ چندا سے پوچھ ہی بیٹھا۔

"چندا تیرا باس کیسا ہے...... بہت ہینڈسم ہے کیا......"

ساجن نے جھجکتے ہوئے چندا سے استفسار کیا وہ بائیک چلا رہا تھا اور چندا اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھے بے نیازی سے اس کے پیچھے بیٹھی تھی۔

"ہائے یہ بے پر کی کس نے اڑائی...... وہ تو بڈھا کھوسٹ ہے...... تجھ سے کس نے کہا ہینڈسم ہے۔" چندا تمسخرانہ انداز میں ہنستے ہوئے بولی۔

"وہ...... وہ کچھ لڑکیاں کہتی ہوئی نکل رہی تھیں کہ باس بہت اسمارٹ ہے۔" ساجن نے یوں ہی بات گھڑی۔

"اندھی ہوں گی' اسمارٹ تو نہیں مگر بڈھا مالدار بہت ہے۔" چندا نے عجیب سے لہجے میں کہا تھا۔

ساجن نے چونک کر بائیک کے شیشے میں چندا کا چہرہ دیکھنا چاہا مگر وہ منہ موڑے بیٹھی تھی پھر کچھ دن بعد ہی اسے چندا کی نوکری ختم ہونے کی خبر ملی۔ اس نے اپنے طور نوکری ختم ہونے کی وجہ معلوم کرنے کی کوشش کی اور جو خبر اسے پتا چلی اس نے ساجن کے ہوش اڑا دیے تھے۔

مگر چندا نے ملازمت ختم ہونے کا کوئی اور ہی قصہ سنایا تھا اور وہ اس پر یقین کر کے چندا کے لیے کوئی دوسری ملازمت تلاش کرنے لگا تھا...... جلد ہی اسے مسز ارسلان کے حوالے سے اطلاع ملی اور وہ چندا کو لے کر ان کے گھر جا پہنچا تھا' مسز ارسلان کے گھر بات بن گئی اور چندا کی لاٹری لاٹری نکل آئی۔ چندا بے حد خوش تھی اور چندا کو دیکھ کر ساجن بھی خوش تھا۔

آصف دیوانے سے اس کی کبھی بھی نہ بنی تھی۔ وجہ فقط چندا نہ تھی بلکہ دیوانے کے کرتوت تھے۔ اس کا نام دیوانہ ایسے ہی نہ پڑا تھا۔ آتی جاتی ہر خوش شکل لڑکی سے میل جول بڑھانا' اس کا شیوہ تھا۔ ساجن کو شروع سے ہی اس کی یہ عادتیں بے حد کھٹکتی تھیں۔ دونوں کی دکان ساتھ ساتھ ہونے کی بنا پر وہ اس کی الٹی سیدھی حرکات سے بخوبی واقف تھا مگر اس کا دل بری طرح تب کھٹکا جب مسز ارسلان کے گھر کا کام لینے کے بعد چندا نے دیوانے سے میل جول بڑھانا شروع کر دیا تھا۔ چندا بہت بدل گئی تھی۔ وہ دیوانے سے تعلقات بڑھا کر اس کی دکان سے مہنگی مہنگی بیلیں انتہائی کم داموں میں خرید کر فائدہ اٹھا رہی تھی۔ ساجن کو اس کا یہ چھچھورا پن بری طرح کھٹک رہا تھا' کتنی بار اس نے چندا کو سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ تنی سے اسے اپنی حد میں رہنے کی تاکید کر جاتی۔ ساجن کا دل تب بے حد دکھا تھا۔ ساجن جب اس کو سمجھانا چاہتا' چندا اس سے خفا ہو جاتی' وہ اپنا وقار کھوتی جا رہی تھی اور چندا کا وقار تو اسے اپنی جان سے زیادہ عزیز تھا۔ چندا سے دستبردار ہونے کا وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ وہ ہر حال میں اپنی فطرت سے دور ہوتی اور دنیاوی رنگ میں رنگتی چندا کو بچا لینا چاہتا تھا کیونکہ فطرت سے دوری مصیبت کو دعوت دینے کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔

❁......❁......❁......❁

چندا نے گزشتہ ایک ہفتے میں ڈرافٹنگ بھی کر لی تھی' کپڑوں کے میچنگ دوپٹے بھی تیار تھے' وہ دوپٹے اسے ساجن نے ہی لا کر دیے تھے خوب صورت رنگوں میں رنگ کر' اعلیٰ قسم کا پیکو کروا کر...... چندا نے کپڑوں کے ڈیزائن پیٹرن اکٹھے کیے' دوپٹے سنبھال کر ایک تھیلے میں رکھے' خود کو نکھارا سنوارا ایک

شوخ نگاہ آئینے پر ڈالی اور نکل گئی گھر سے۔ مسز ارسلان کے گھر فی الحال جانا اتنا اہم تھا نہ ضروری مگر دل کا کیا کرتی جو احسن کی ایک نگاہ خاص کا مشتاق تھا اور دل کے ہاتھوں مجبور وہ ارسلان ہاؤس کے دروازے پر آ پہنچی۔ حسن اتفاق تھا کہ اس بار بھی سب سے پہلے اس کی ملاقات شافع سے ہوئی تھی۔

"آپ کو کیا ہمارے آنے کی خبر مل جاتی ہے جو سب سے پہلے اس گھر میں آپ کا دیدار ہوتا ہے۔" چندا چہکی۔

"جناب اسے آپ یوں بھی کہہ سکتی ہیں کہ دل سے دل کو راہ ہوتی ہے۔" شافع نے معنی خیز نگاہیں چندا کے حسین چہرے پر جماتے ہوئے گمبھیر لہجے میں کہا۔ چندا نے چونک کر شافع کو دیکھا اونچے قد کاٹھ کا مالک خوبرو نوجوان جس کی نگاہوں میں بے پناہ شوخی سے بھرپور پیغام مخفی تھے۔ وہ مسکرا اٹھی۔

"جو بات احسن کی ہے جو مقام اس کے دل میں احسن کا ہے وہ کوئی نہیں لے سکتا۔" دل نے فوراً تنبیہ کی۔

"تو آپ کے خیال میں ہمارے اور آپ کے دل کی راہیں اب میل کھانے لگی ہیں؟" چندا نے اس بار ٹٹولتی نگاہیں شافع کے مسکراتے چہرے پر جماتے ہوئے دریافت کیا۔

"بالکل...... میل تم کھانے لگیں...... کیوں آپ کو نہیں لگتا؟" شافع دل ہی دل میں چندا کی ٹٹولتی نگاہوں پر مسکرا اٹھا۔

"جو راہیں بہت جلد اور تیزی سے بنتی ہیں وہ جدا بھی جلدی ہو جاتی ہیں اتنی قابل اعتبار نہیں ہوتیں دل کی یہ راہیں۔" چندا نے مسکرا کر جواب دیا اور شافع بھونچکا رہ گیا۔ چندا لاؤنج میں آ گئی تھی۔ اس کی اچانک آمد پر مسز ارسلان حیران ہوئیں مگر چندا نے اپنے آنے کے مقصد کو اس خوب صورتی سے بیان کیا کہ کچھ ہی لمحوں میں وہ اپنی حیرانی و پریشانی بھلا بیٹھیں۔

"میں نے اریبہ کے ڈریسز کے کچھ پیٹرنز بنائے ہیں اگر اریبہ ان پیٹرنز کو دیکھ لے اور فائنل کر دے تو پھر میں ان پر کام شروع کر دوں۔ بنا اریبہ کو مطلع کیے میں ان پر کام نہیں کر سکتی آپ تو جانتی ہیں ناں آنٹی اریبہ ڈریسز کے معاملے میں کتنی چوزی ہے۔" کچھ ہی دیر میں اریبہ چندا کے ساتھ بیٹھی ان پیٹرنز پر بحث کر رہی تھی۔ دل ہی دل میں وہ شکر ادا کر رہی تھی کہ کچھ دیر قبل ہی احسن آفس کے لیے روانہ ہوا تھا۔ دیکھا جائے تو اریبہ نے چندا کو گھر بلوا کر ایک بہت بڑا رسک لیا تھا۔ وہ عورت جس سے اس کے شوہر کا ماضی میں معاشقہ رہ چکا ہو اسے دوبارہ گھر بلانے کا رسک کوئی بھی سمجھدار عقل مند عورت نہیں لے سکتی مگر اریبہ نت نئے انداز کے کپڑوں کی اس قدر دیوانی تھی کہ اس نے بناء سوچے سمجھے یہ رسک لے لیا۔ مسز ارسلان نے دبے لفظوں میں اسے سمجھایا تھا مگر اریبہ نے یہ کہہ کر انہیں مطمئن کر دیا تھا کہ چندا کو وہ لوگ جب بھی بلائیں گی احسن کی غیر موجودگی میں بلائیں گی مگر آج چندا کی اچانک آمد نے اریبہ کو ایک جھٹکا دے ہی ڈالا تھا وہ دل ہی دل میں پیچ و تاب کھاتی چندا سے میکسی کے ڈیزائن پیٹرنز پر بحث کر رہی تھی۔ فروا کو بھی چندا کے لائے گئے دوپٹے بے حد پسند آئے تھے۔ فروا کے لباس کے ساتھ جو دوپٹے تھے اسے وہ پسند نہیں آئے تھے اسے کنٹراسٹ میں دوپٹے چاہیے تھے۔ چندا نے ان دوپٹوں کی ذمہ داری خود لے لی تھی اور ساجن سے وہ دوپٹے منگوا کر چندا نے ایک ایک دوپٹا مہنگے داموں میں فروا کو بیچا تھا۔

آج کا دن چندا کے لیے مالی طور پر تو بے حد شاندار گزرا تھا مگر دل شاکی تھا احسن کا دیدار ہو جاتا تو...... دل کو سکون آ جاتا...... وہ کچھ اداس سی دروازے سے باہر نکل رہی تھی جب پیچھے سے اسے کسی نے پکارا...... چندا نے پلٹ کر دیکھا اس کے عقب میں شافع موجود تھا۔

"آپ اتنی جلدی جا رہی ہیں؟" وہ مسکراتا ہوا اس کے نزدیک آیا۔

"جلدی کہاں...... کافی وقت گزر گیا اب تو......"

"میں باہر کسی کام سے جا رہا تھا چلیے میں آپ کو گھر تک چھوڑ دیتا ہوں۔" شافع نے چندا کو پیشکش کی اس کی پُرشوق نگاہیں چندا کے پُرسوچ چہرے کو تیزی سے پڑھ رہی تھیں۔

"نہیں شکریہ...... چندا اپنے گھر کا راستہ ہر ایک کی ہمراہی میں طے نہیں کرتی۔" اس بار چندا نے بھی ٹکا سا جواب دیا شافع کی بے تکلفی اسے کچھ خاص پسند نہیں آ رہی تھی۔

"بہت خوب اور اگر میں کہوں کہ اس ناچیز کے پاس آپ کے لیے احسن کی طرف سے ایک خاص پیغام ہے تو پھر......" شافع نے اس کے لیے من چاہا دانہ ڈالا چندا جز بز ہو گئی۔

"میرے خیال سے اب تو آپ میری ہمراہی میں اپنے گھر تک کا سفر طے کرنے پر راضی ہوں گی۔" شافع نے اپنی پیشکش ایک بار پھر سے دہرائی اور چندا اس کی گاڑی میں بیٹھ گئی۔

کتنی دیر تک وہ بے چینی سے منتظر سی بیٹھی رہی...... چندا سے اس کے گھر کا پتہ معلوم کرنے کے بعد شافع بے نیاز بنا

ڈرائیونگ کررہا تھا۔ چندا نے بے چین سوالیہ نگاہ اس کے چہرے پرگاڑی۔

"غالباً آپ کوئی پیغام مجھ تک پہنچانے والے تھے۔" بلآخر چندا نے ایک ایک لفظ چبا کر جملہ ادا کیا اور شافع کے لبوں پر مسکان پھیل گئی۔

"میں یہی دیکھنا چاہ رہا تھا کہ آپ احسن کے اس پیغام کو سننے کے لیے کتنی بے چین ہیں' جو بے قراری کی آگ احسن کے سینے میں آپ کے لیے لگی ہے اس آگ کے شعلے آپ کے دل میں بھی اٹھ رہے ہیں یا نہیں......" شافع نے گہری نگاہ چندا کے شرم سے سرخ ہوتے چہرے پر ڈالی اور مبہوت رہ گیا' سرخ وسیاہ چنری کے لباس میں اس کا گلابی سراپا' جھکی جھکی گھنیری پلکیں اور سرخ گلاب کی پنکھڑیوں جیسے تراشیدہ لب شافع کے دل میں ہلچل پیدا کررہے تھے۔ چندا کا دل بری طرح اتھل پتھل کا شکار ہوا' احسن کا ذکر' وہ اب بھی اس کے لیے بے قرار تھا۔ یہ خیال ہی اس کے دل کو تسکین پہنچا رہا تھا۔

"احسن آپ کو بھولے نہیں' وہ اریبہ بھابی کے ساتھ خوش نہیں ہے اور اس میں قصور اریبہ بھابی کا نہیں' آپ کا ہے...... آپ کا عشق اور حسن ہی ایسا دھواں دھار ہے کہ احسن کے دل کو اب اریبہ کی جانب پلٹنے نہیں دیتا۔" وہ جلتی پر تیل چھڑک کر شبنم کو شعلہ بنا رہا تھا۔

"احسن اب بھی مجھ سے محبت کرتے ہیں؟ مجھے یقین نہیں آتا......" اس نے دھیرے سے کہا' شافع مسکرا اٹھا۔

"حالانکہ آپ کو تو یقین ہونا چاہیے' اپنے اس لازوال حسن اور بے مثال عشق پر۔" اس وقت گاڑی سگنل پر رکی ہوئی تھی۔ احسن کے خیالوں میں کھوئی چندا شافع کی بے باک نگاہوں سے بے خبر اور بے خبری کہیں نعمت ہوتی ہے تو کہیں عذاب۔

چندا شافع کی حقیقت سے انجان تھی...... وہ اسے بھی احسن اور سمیر جیسا سمجھ بیٹھی تھی۔ سیدھا اور شریف جبکہ شافع کے لیے تتلیوں جیسی رنگ برنگی لڑکیاں اس کے بے قابو نفس کی فقط غذا ہی تو تھیں۔

"احسن...... تمہارا نمبر لینا چاہ رہا تھا...... وہ تم سے فون پر بات کرنا چاہتا ہے۔" چندا جب گاڑی سے اترنے لگی تو شافع نے اصل مدعا اس کے آگے رکھ دیا۔ چندا نے جھٹ اپنا نمبر شافع کو دیا اور گاڑی سے اتر گئی مگر جاتے ہوئے کہنا نہ بھولی۔

"احسن سے کہیے گا کہ میں اس کے پیغام کا انتظار کروں گی۔" شافع مسکرا اٹھا۔

"نادان لڑکی اتنا بھی نہیں سمجھتی جو شخص اسے دیکھنے کی چاہ بھی نہیں رکھتا' وہ اپنی ہنستی بستی دنیا کیوں اجاڑے گا......" چندا گلیوں میں کھو گئی اور شافع کی نگاہیں دیر تک اس کا پیچھا کرتی رہیں۔ رات گئے چندا کے موبائل پر احسن کا پیغام آیا۔

"میری چندا...... ایک عرصے بعد تمہیں دیکھنے کی امید نظر آئی ہے مگر پھر بھی مجبور ہوں' تمہیں نہ دیکھ سکتا نہ سن سکتا ہوں' اگر ایسا کرتا ہوں تو تمہاری اس گھر سے جڑی روزی ایک بار پھر سے چھین لی جائے گی جو کہ میں بالکل نہیں چاہتا...... اب خود ہی بتاؤ کہ تمہارا دیدار کیسے ممکن ہو' تمہارا احسن۔" چندا نے یہ پیغام ایک بار نہیں بار بار پڑھا...... اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ احسن کے دل میں اس کی محبت اب تک زندہ تھی یہ جان کر اس کا دل خوشی سے جھوم رہا تھا۔

"دیدار کی چاہ ہو تو راہ بھی نکل آئے گی۔ اتنا تو یقین دلاؤ کہ تم آج بھی میرے ہو احسن۔" اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور پھر باتوں کا سلسلہ رات بھر کے لیے چل نکلا تھا۔ چندا یہ جان کر بے حد خوش تھی کہ احسن آج بھی اس کے عشق میں مبتلا ہے' وہ دیوانگی کے عالم میں اس کے حسن کے قصیدے پڑھ رہا تھا' اس کے عشق میں سر دھن رہا تھا۔ چندا کو اپنا آپ ہواؤں میں اڑتا محسوس ہو رہا تھا۔ پھر احسن نے ایک گزارش کی تھی۔

"چندا...... میں چاہتا ہوں تم شافع کو اپنی تصویریں کھینچنے کی اجازت دے دو...... تم جس وقت گھر آتی ہو میں اس وقت گھر سے جا چکا ہوتا ہوں' تمہیں نظر بھر کر دیکھ نہیں پاتا' میں نے شافع سے کہا ہے تمہاری تصویریں کھینچ لیا کرے تاکہ میں تصویروں میں ہی سہی مگر تمہیں دیکھ تو لوں۔"

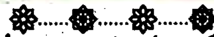
"مگر احسن' تصویریں تو ہمارے مسئلے کا حل نہیں...... کیا میں یہ سمجھوں کہ تم مجھ سے محبت کسی گناہ کی طرح چھپ چھپ کر کرتے ہو۔" چندا کو تشویش نے آن گھیرا۔

"میں بزدل نہیں ہوں چندا...... مجبور ہوں مگر میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ یہ مجبوری کی زنجیر جلد توڑ دوں گا اگر تم میرا ساتھ دو۔" احسن نے عاجزی سے کہا' چندا کا دل پگھل گیا۔

"چندا ہر حال میں تمہارا ساتھ دے گی احسن۔" چندا نے محبت سے چور لہجے میں کہا۔

"اس بار میں تمہیں خود سے دور جانے نہ دوں گا چندا......

چاہے کچھ بھی ہوجائے میں تمہیں اپنا بنا کر رہوں گا۔" احسن نے اس کی محبت کا جواب محبت کی قسم کھا کر دیا' چاندنی میں نہائی وہ رات چندا کے لیے چاہت کی برسات لے کر آئی تھی۔ چھت پر گول گول گھومتا پنکھا جو ہمیشہ کی طرح سست روی کا شکار تھا' اسے آج برا نہ لگ رہا تھا' پلاستر اکھڑی دیواریں بھی اسے غربت کا احساس دلا رہی تھیں۔ چندا کی آنکھوں میں تو سپنے سجے تھے۔ یار من جان من احسن کے اور جب دل سپنے دیکھنے پر رضا مند ہو تو سامنے کھڑی تلخ حقیقت بھی نگاہوں سے اوجھل ہوجاتی ہے۔



امیر باپ کی بگڑی ہوئی اولاد کی کہاوت پر شافع صد فیصد پورا اترتا تھا۔ وہ فیضان صاحب کا منجھلا بیٹا تھا۔ اس سے بڑا فرخ تھا' پرکشش شخصیت اور سلجھے ہوئے مزاج کا مالک ذہین اور سمجھدار لڑکا...... جو فیضان صاحب کے ساتھ مل کر ان کے کاروبار کو استحکام دینے کی سرتوڑ کوششوں میں معروف تھا۔ شافع کی شخصیت فرخ سے بالکل متضاد تھی۔ وہ اونچے قد کاٹھ' کسرتی جسم کا مالک خوبرو نوجوان تھا...... ناک' نقشہ اس نے اپنے بڑے بھائی کی طرح باپ کا نہیں چرایا تھا۔ وہ مکمل طور پر اپنی اماں کی کاپی تھا' اسی وجہ سے اماں کا لاڈلا بھی بہت تھا۔ رخسار بیگم نے لاڈ پیار میں اسے اس حد تک بگاڑ دیا تھا کہ وہ اب ان کے کہنے میں نہ تھا۔ انتہائی غیر ذمے دار لاپروا اور غیر مستقل مزاج کا حامل نوجوان' بات یہیں پر ختم ہوتی تب بھی ٹھیک تھا مگر شافع کی اضافی خوبی شاہ خرچ اور عیاش ہونا تھا۔

لڑکیوں کے پیچھے وہ اپنا قیمتی وقت اور باپ کی دولت دونوں ہی ضائع کرتا تھا...... ہر نادان ماں کی طرح رخسار بیگم بھی اس کی غلطیوں' نادانیوں پر پردہ ڈالے رکھتیں مگر کب تک...... جلد ہی فیضان میاں کے نوابی صاحبزادے کے کارنامے پنجاب کے چھوٹے شہر میانوالی کے مقامی اخباروں کے فرنٹ پیج پر چھپنے لگے۔ فیضان صاحب کی خوب بدنامی ہونے لگی۔ حال ہی میں انہوں نے فرخ کا رشتہ اپنے ایک کاروباری دوست کی بیٹی سے طے کیا تھا کچھ دنوں میں فرخ کی شادی ہونے والی تھی۔ شافع کے کارنامے فرخ کے رشتے کو بھی متاثر کرنے لگے تھے' ایسے میں فیضان صاحب نے یہ فیصلہ کیا کہ شافع کو کچھ دنوں کے لیے ماموں یعنی ارسلان میاں کے گھر بھیج دیا جائے۔ ارسلان ہاؤس کے مکین اب تک موصوف کے کارناموں سے ناواقف تھے تب ہی اندھا اعتماد کیے بیٹھے تھے جبکہ شافع میاں کراچی کے ارسلان ہاؤس میں نیا چاند چڑھانے کو تیار بیٹھے تھے اور سونے پہ سہاگہ یہ تھا کہ مسز ارسلان جو کہ خود ایک سوشل ویلفیئر سے منسلک تھیں اور آئے دن گھر سے باہر وقت گزارتی تھیں وہ شافع کی ظاہری شخصیت سے اس حد تک متاثر ہوچکی تھیں کہ میاں جی سے فروا اور شافع کے رشتے کا تذکرہ بھی کر بیٹھی تھیں...... بیچاری اب تک شافع کے کارناموں سے انجان جو تھیں' خاص کر وہ کارنامہ جو موصوف ان کے صاحبزادے کے نام پر کرنے جارہے تھے۔

چندا شافع کے لیے ایک خوب صورت' دلکش ایڈونچر سے زیادہ اہمیت کی حامل نہ تھی۔ اس نے اب تک کئی حسین لڑکیوں سے ملاقاتیں کی تھیں مگر چندا جیسا بارعب و چنچل حسن کسی کا نہ دیکھا' وہ کبھی خود اپنی جانب متوجہ کرتی تو کبھی لمحوں میں حدود قائم کرتی...... اس کی یہ شوخیاں اور گریز شافع کو اس کی جانب راغب کرتا' ویسے بھی کتنے دن ہوچکے تھے' اب تک اس نے کسی حسین چہرے کا دیدار نہ کیا تھا۔ تتلیوں کے رنگوں کو نہ چھوا تھا' چندا ایک ایسی خوب صورت سنہری چڑیا تھی جو صرف اپنی پسند کا دانہ چگنا چاہتی تھی اور شافع بخوبی جان چکا تھا کہ چندا احسن کے نام پر کچھ بھی کرسکتی ہے' لہٰذا اس نے اپنا تخریبی ذہن چلایا اور چندا کو پھانسنے کے لیے احسن کے نام کا جال بچھایا مگر احسن کو اس کے ارادوں کی بھنک پڑ چکی تھی اور وہ اسے روکنا چاہتا تھا لیکن شافع نے احسن کی مداخلت روکنے کے لیے اریبہ کے کان میں احسن کے حوالے سے الٹی سیدھی باتیں بھردی تھیں۔

"میں نے سنا ہے نادان ہوتی ہیں وہ لڑکیاں جو شادی کے بعد اپنے خاوند پر آنکھ بند کرکے اعتبار کرلیتی ہیں۔" اس دن اریبہ کسی خاص دعوت میں جانے کے سلسلے میں بنک سک سے تیار تھی۔ اس کی گندمی سنہری رنگت پر سنہری بنفشی امتزاج کی ساڑی خوب جچ رہی تھی۔

"صرف سنا ہے یا کہیں دیکھا بھی ہے اتنا اندھا اعتماد کرتی بیوی کو۔" اریبہ نے اس کی بات کو سرسری انداز میں لیتے ہوئے یوں ہی بات برائے بات جواب دیا۔

"دیکھا ہے نہیں...... دیکھ رہا ہوں...... اپنے سامنے کھڑی نادان بھابی کو...... ویسے ایک بات بتائیں بھابی...... آپ شادی کے بعد احسن کے ہاتھوں بیوقوف بننا شروع ہوئی ہیں یا شروع سے ہی ایسی تھیں۔" شافع نے اس بار کھل کر اریبہ کو

گھیرا۔
"کیا مطلب ہے تمہارا شافع' کہنا کیا چاہتے ہو؟" بالآخر اس نے ناگواری سے منہ بناتے ہوئے اس سے پوچھا۔
"ہمارے میری نادان بھابی! ناراض نہ ہوں' میں تو بس یہ کہنا چاہ رہا تھا کہ اپنی آنکھیں کھولیں آپ کے میاں آج کل مجھ سے چندا کا حال احوال پوچھتے رہتے ہیں۔" وہ آنکھیں گھماتا رازدارانہ انداز میں کہہ رہا تھا اور اریبہ کی آنکھیں جھٹ کھل گئیں...... دل اچھل کر حلق میں آ گیا' اس نے چندا اور احسن کا آمنا سامنا نہ ہونے دیا تھا مگر پھر بھی احسن کا چندا کے لیے یوں بے قرار ہونا اریبہ کو اپنے چاروں اطراف خطرے کی گھنٹیاں بجتی سنائی دینے لگیں۔
"احسن تو اس دن مجھ پر بھی غصہ کر رہا تھا کہ چندا سے بات نہ کیا کرو...... مجھے نہیں پسند کہ کوئی بھی اس سے بات کرے...... میں نے کہا بھئی تمہارا چندا سے اب کیا واسطہ' تو جانتی ہیں بھابی کیا جواب دیا احسن نے۔" وہ جھوٹے قصے گھڑتا کمال کی اداکاری کر رہا تھا۔
"کیا کہہ رہے تھے احسن؟" اس نے لرزتے دل سے پوچھا۔
"غصہ کر رہا تھا کہ میں کون ہوتا ہوں چندا اور اس کے بیچ آنے والا...... چندا کے سارے راستے آتے ہی مجھ تک ہیں...... اور بھی نہ جانے کیا کچھ کہا تھا' میں بتانا نہیں چاہتا' آپ کو دکھ ہوگا۔" وہ سارے کاری وار کر کے اب معصومیت سے کہہ رہا تھا...... اریبہ کی آنکھیں بھیگ گئیں۔
"مجھے یقین نہیں آ رہا کہ احسن ابھی بھی چندا کے لیے ایسے جذبات رکھتے ہیں' میں تو سمجھتی تھی کہ میرے ساتھ میرے خیال اور میری محبت نے ان کے دل سے چندا کو نکال دیا ہوگا...... مجھے یقین نہیں آتا شافع......" اریبہ کی صرف آنکھیں نہیں لہجہ بھی بھیگا ہوا تھا' وہ نم آنکھیں شافع کے چہرے پر جمائے ہوئے تھیں۔
"آپ ایسا کیجیے گا چندا اور احسن کا آمنا سامنا کروایئے گا۔ اس وقت ان دونوں کے جو تاثرات اور حالت ہوگی وہ خود ملاحظہ کر لیجیے گا اور آپ کی آسانی کے لیے میں اس وقت چندا سے مخاطب ہونے کی کوشش کروں گا پھر خود دیکھ لیجیے گا اپنے میاں جی کے تیور......" شافع تو کہہ کر چلا گیا مگر اریبہ وہاں بیٹھی کافی دیر تک جلتی کڑھتی رہی...... احسن جب گھر آیا تو بیگم کے بگڑے تیور ناسمجھی سے ملاحظہ کیے...... مزاج یار برہم ہونے کی وجہ دریافت کی تو ایک جنگ عظیم رونما ہوگئی' سارا ماجرا سن کر احسن کو شافع پر شدید غصہ آیا مگر فی الوقت اسے اریبہ کو سمجھانا تھا جو شافع کے بہکاوے میں آ کر احسن سے شدید متنفر ہو چکی تھی۔ احسن کو اس بکھیڑے میں الجھا کر شافع آرام سے رات رات بھر چندا سے احسن بن کر باتیں کرتا رہا تھا۔

❁......❁......❁......❁

چندا اس بار مہارت کے ساتھ ساتھ نہایت پھرتی کا بھی مظاہرہ کر رہی تھی۔ اس نے دن رات ایک کر کے مسز ارسلان کا ایک لباس تیار کیا تھا۔ فرزا کے لباس کے لیے اسے کچھ فینسی بیلیں اور دیگر لوازمات چاہیے تھے۔ اس مقصد کے لیے اسے دیوانے کے ساتھ ایک شام گزارنا پڑی...... اس شام وہ دیوانے کے ساتھ فلم دیکھنے بھی گئی اور واپسی پر گول گپے بھی کھائے...... خوب تصویریں بنوائیں اور آخر میں بڑی لجاجت کے ساتھ اس نے دیوانے کا ہاتھ تھام کر نئی قیمتی اور فینسی بیلوں کی فرمائش کی...... دیوانہ نیم رضامند ہوا' اسے مزید خوش کرنے کے لیے چندا نے اگلے کئی دن تک ساجن کا دل چکنی چپڑی باتوں سے دکھایا' پھر آخر کار دیوانے نے چندا کو بہترین کوالٹی کی فینسی بیلیں' تسل تحفے میں دے ہی ڈالیں...... ہزاروں کا حساب تھا جو چندا نے اپنی ذہانت سے مفت میں اڑا لیا اور اب دن رات کپڑوں کی ڈیزائننگ میں جتی ہوئی تھی۔
کل رات احسن نے اس سے کہا تھا کہ وہ جلد ارسلان ہاؤس آئے' وہ اسے دیکھنا چاہتا ہے۔ احسن کی فرمائش پر اس نے اسے اپنی تصویریں بھی بھیجی تھیں اور اب جلد از جلد چندا ایک لباس تیار کر کے ارسلان ہاؤس جانا چاہتی تھی۔ رات تاریک ہوتی جا رہی تھی مگر وہ سلائی مشین میں جتی ہوئی تھی۔ بھولے کئی بار بلند آواز میں اسے کوس چکا تھا...... مشین کی گھرر گھرر سے اس کی اور اس کے بچوں کی نیند میں خلل پڑ رہا تھا مگر وہ چندا ہی کیا جو بھولے کی بات پر کان دھرے...... اگر بھولے کی بات پر دھیان دیتی تو جو دن رات محنت کر کے جو تھوڑی بہت رقم محفوظ کی تھی وہ بھی نہ ہوتی...... اپنے روشن' خوب صورت مستقبل کے لیے جو محنت کرنا تھی اسے ہی کرنا تھی...... بھولے کو نہیں...... یہ بات وہ خود کو اچھی طرح سمجھا چکی تھی۔
ان ہی سوچوں میں غرق وہ سلائی مشین کی سوئی میں دوسرے رنگ کا دھاگہ پرو رہی تھی کہ سامنے رکھا موبائل یک دم

تھرتھرانے لگا...... چندا نے جلدی سے موبائل تھاما۔ احسن کال کر رہا تھا اسے۔ وہ مشین چھوڑ چھاڑ تخت پر جا لیٹی تھی۔ احسن نے کہا وہ کل شافع کو اسے لینے کے لیے بھیجے گا...... کل اسے ہر حال میں ارسلان ہاؤس آنا ہے...... وہ بے چینی سے وہاں اس کا انتظار کرے گا۔ احسن سے بات ہو جانے کے بعد وہ من ہی من میں کل دن کے معاملات کی ترتیب دینے لگی۔ رنگین سپنے اس کی آنکھوں میں قوس و قزح کے رنگ بکھیرنے لگے تھے۔

❀......❀......❀......❀

حسب وعدہ شافع اسے لینے کے لیے اس کے گھر آ پہنچا وہ مغروری فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھول کر شافع کے پہلو میں بیٹھ گئی۔ بھولے آج سویرے ہی باڑے کے لیے نکل گیا تھا۔ بے چاری رضیہ شافع کی شاندار گاڑی کو مشہور زمانہ کریم کی گاڑی اور شافع کو ڈرائیور سمجھ کر دروازہ بند کر کے پلٹ گئی البتہ چندا کو فرنٹ سیٹ پر بیٹھتا دیکھ کر اس کا ماتھا ضرور ٹھنکا تھا۔

"آنے دے بھولے کو بتاتی ہوں اس کی لاڈلی بہن کے کرتوت......" وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑاتی منے کو گود میں اٹھا کر باقی بچوں پر چیختی چلاتی اندر چلی گئی۔

ساجن اور دیوانے دونوں نے ہی چندا کو اس بڑی سی گاڑی میں کسی غیر شخص کے ہمراہ جاتے دیکھا تھا ساجن کا دل تو پہلے ہی چندا کے دیے گئے زخموں سے داغ داغ تھا مگر دیوانے کو جھٹکا کافی زور سے لگا تھا...... چندا گاڑی میں بیٹھی اس کے سامنے سے گزری اور اسے یکسر نظر انداز کرتی اس اجنبی شخص سے خوش گپیوں میں مصروف رہی۔ ابھی کچھ دن قبل ہی تو چندا نے دیوانے کو کئی سہنی خواب دکھائے تھے کتنے ہی وعدے کیے تھے اور دو دن میں سب بھول بھال وہ کسی اور کی سنگت میں گھوم رہی تھی۔

"جھوٹی دغا باز...... چھوڑوں گا نہیں تجھے۔" دیوانے نے طیش کے عالم میں منہ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے دل میں عہد کیا۔

ارسلان ہاؤس میں چندا کی شافع کے ساتھ آمد سب کو ہی چونکا گئی۔ مسز ارسلان سب سے زیادہ متحیر ہوئیں۔ کچھ دن قبل ہی انہوں نے فروا اور شافع کے رشتے کا تذکرہ ارسلان صاحب سے کیا تھا اور ارسلان صاحب بھی بخوشی راضی تھے بلکہ آج کل میں اپنے چھوٹے بھائی سے بات بھی کرنے والے تھے مگر شافع کی حرکتیں انہیں آج شک میں مبتلا کر رہی تھیں کہیں احسن کی طرح شافع بھی چندا کے حسن میں گرفتار تو نہیں ہو گیا دل میں وہم پیدا ہوا۔

"تم دونوں ایک ساتھ...... شافع تم چندا کو گاڑی میں لیے کہاں پھرتے پھر رہے ہو؟" انہوں نے کڑے لہجے میں شافع سے باز پرس کی جبکہ ایک سخت نگاہ چندا کے شعلے بھڑکاتے سراپے پر ڈالی...... چندا بے نیاز رہی۔

"ارے تائی جان...... کہیں لے کر نہیں پھر رہا آپ کی ڈیزائنر کو...... میں گھر لوٹ رہا تھا تو یہ محترمہ اتنے سارے شاپرز اٹھائے ہانپتی کانپتی چلی آ رہی تھیں۔ میں نے تو ازراہ ہمدردی انہیں گاڑی میں بٹھا لیا...... جو راستہ یہ دس منٹ میں طے کرتیں وہ دو منٹ میں کٹ گیا۔" شافع نے ہلکے پھلکے انداز میں کمال کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔ مسز ارسلان کا سارا شک کافور ہو گیا۔ چندا بھی شافع کے جھوٹ کو دل میں سراہے بغیر نہ رہ سکی مگر دور کھڑی فروا اتنی ناسمجھ نہ تھی اس نے شافع اور چندا کو کن انکھیوں سے اشارے کرتے دیکھ لیا تھا۔

اریبہ کو چندا کی آمد کا علم ہوا تو گھبرا گئی...... احسن آج گھر پر تھا اسے آفس آج دیر سے جانا تھا شافع جانتا تھا یہ بات تب ہی اس نے آج چندا کو اس وقت زور دے کر بلایا تھا۔ اریبہ کو فکر کھائے جا رہی تھی کہ احسن کے دل میں چندا کے لیے دبی محبت کہیں اسے سامنے دیکھ کر دوآتشہ نہ ہو جائے اسی فکر میں وہ کافی دیر تک احسن کو نیچے جانے سے روکتی رہی مگر کب تک...... احسن بالآخر نیچے آ ہی گیا۔

فروا اپنے لباس کا معائنہ کرنے میں مگن تھی جبکہ مسز ارسلان اپنا لباس پہن کر دیکھنے کے لیے اپنے کمرے میں گئی تھیں چندا اس وقت لاؤنج میں بیٹھی تھی تب ہی احسن بالائی منزل سے اترتے ہوئے نیچے آیا اور سامنے چندا کو بیٹھا پا کر ٹھٹکا اس کے قدم وہیں زنجیر ہو گئے۔ احسن کو یوں اچانک اپنے سامنے پا کر چندا بے قراری اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"احسن......!" لبوں سے دھیمی سی سرگوشی کی صورت صدا بلند ہوئی...... کئی لمحے گزر گئے وہ دونوں یوں ہی ایک دوسرے کو تکتے رہے۔

"وہ آج بھی ویسی خوب صورت تھی بلکہ پہلے سے بڑھ کر حسین ہو گئی تھی۔" آتشی رنگ کے لباس میں اس کی گلابی رنگت احسن کی نگاہوں کو ٹھنڈک بخش رہی تھی۔

چندا کی بے قرار نگاہیں احسن کے ساکت چہرے پر محبت کو

تلاش کررہی تھیں' کئی بے نام سے لمحے ان دونوں کے درمیان گم ہوتے جارہے تھے۔ لاؤنج کے دروازے پر کھڑا شافع چپکے سے ان دونوں کی کئی تصویریں اپنے کیمرے میں محفوظ کرچکا تھا۔

"کیسے ہو احسن...... آج بالآخر ہم دونوں نے ایک دوسرے کا دیدار کرہی لیا' میری پیاسی نگاہیں آج سیراب ہوگئیں۔" چندا بے تابی سے کہنے لگی اور احسن کی سماعت میں اترتے اس کے الفاظ اسے گنگ کرگئے۔ اوپر سے ستم یہ کہ سیڑھیاں اترتی اریبہ نے چندا کے یہ سارے فلمی ڈائیلاگ سن لیے اس کے تو تن بدن میں وہ آگ لگی کہ بجھائے نہ بجھے۔

اریبہ نے چیخ چیخ کر چندا کو وہ کوسنا شروع کیا کہ بوکھلائی ہوئی چندا کو اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونسنی پڑی...... بے چارہ احسن ایک بار پھر اریبہ کے کٹہرے میں جا کھڑا ہوا...... مسز ارسلان اور فردا کو جب تمام معاملات کا علم ہوا تو انہوں نے چندا کو خوب برا بھلا کہا...... یہ سارا تماشا معصوم سی شکل بنائے شافع چمکتی آنکھوں سے ملاحظہ کرتا رہا۔ احسن بے چارا مجرم بنا اپنی صفائی پیش کرنے کی مسلسل کوشش کرتا رہا مگر اس کی فریاد کسی نے نہ سنی نہ ہی اس کی بے گناہی پر یقین کیا...... اوپر سے سونے پہ سہاگہ یہ ہوا کہ چندا نے اتنی تذلیل کے بعد جوش میں آکر سینہ ٹھونک کر اپنی اور احسن کی محبت کا اعلان کرڈالا......

اریبہ تو وہیں غش کھا کر گر پڑی...... حواس باختہ احسن چندا کو غصے سے گھورتا اریبہ کو سنبھالنے لگا...... چندا احسن کی اس کایا پلٹ پر حیران و پریشان سی کھڑی رہ گئی۔ وہ احسن کے لیے ڈٹ گئی تھی مگر احسن نے اس کا ساتھ نہ دیا' یہ بات اسے پریشان کررہی تھی' اس نے نافہم نظروں سے شافع کو دیکھا مگر وہ انجان بنا رہا۔

اس دن چندا ذلت و رسوائی کا ٹوکرا لے کر ارسلان ہاؤس سے نکلی تھی' اپنے محلے میں وہ لٹی پٹی کیفیت میں پہنچی۔ رنگوں سے کھیلتے ساجن کی نظر بے اختیار چندا پر پڑی...... وہ دکان چھوڑ کر بے اختیار چندا کی جانب بڑھا۔

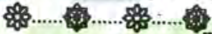
"چندا......!" اس نے چندا کے پیچھے چلتے ہوئے پکارا مگر وہ خاموشی سے چلتی رہی۔ ساجن تیز قدموں سے چلتا ہوا مزید اس کے قریب ہوا۔

"چندا......" اس بار اس نے ذرا بلند آواز میں اسے پکارا' چندا نے بے ساختہ اسے دیکھا مگر اس کی آنکھوں میں غصے کی لہریں ہلکورے لے رہی تھیں۔

"چلا جا ساجن...... چلا جا...... کوئی کام دھندا نہیں تجھے' جب دیکھو میرے پیچھے چلا آتا ہے۔" وہ تند لہجے میں ساجن پر برس پڑی۔

"چندا...... تیری طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی...... کیا ہوا مجھے بتا...... تیری حالت ٹھیک نہیں تو رک میں تیرے ساتھ......" ساجن اس کے تیز لہجے کو نظر انداز کرتا فکرمندی سے کہہ رہا تھا کہ چندا نے اس کا جملہ مکمل ہونے سے روک دیا۔

"دیکھ ساجن' تو چلا جا ابھی سامنے سے' تیرا یہ منحوس چہرہ میری طبیعت مزید خراب کررہا ہے' دفع کیوں نہیں ہوجاتا میری زندگی سے تو۔" چندا کے دل میں جو غبار اور نفرت اس وقت ارسلان ہاؤس کے مکینوں کے لیے ابل رہا تھا وہ سب کسی گرم سیال کی مانند ساجن کے وجود پر گراتی پاؤں پٹختی' نفرت سے منہ موڑ کر وہاں سے چلی گئی مگر ساجن ساکت کھڑا رہ گیا...... چندا نے اسے اپنی زندگی سے دفع ہونے کا کہا تھا...... چندا اتنی نفرت کرتی تھی اس سے اس نے کبھی سوچا بھی نہ تھا...... دور کھڑا دیوانہ یہ سارا منظر ملاحظہ کررہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں کینہ پروری تھی اور لبوں پر تمسخرانہ مسکراہٹ...... اس کا شاطر ذہن بہت تیزی سے جال بن رہا تھا' چندا کے شکار کا جال۔



احسن کچھ دیر قبل ہی اپنے کمرے میں لوٹا تھا اور اب اریبہ کے سرہانے بیٹھا اس کے بالوں کو نرمی سے سہلا رہا تھا۔ آج جو کچھ ہوا وہ بے حد بدصورت تھا مگر شام ڈھلے اسے جو خبر ملی تھی وہ بے حد خوب صورت تھی۔ لمحے بھر میں اسے اپنی زندگی بے حد حسین لگنے لگی تھی۔ اریبہ سے ساری شکایتیں دور ہوچکی تھیں۔ اس کا مرتبہ احسن کے دل میں مزید بلند ہوگیا تھا۔ اریبہ بے خبر نیند کی وادی میں مدہوش سی سوئی ہوئی تھی۔ احسن نے اس کا ہاتھ ہولے سے تھاما اور اپنے لبوں سے لگالیا۔

"میں تم سے بے حد محبت کرتا ہوں۔" احسن نے اس کے ماتھے پر بوسا دیتے ہوئے ہولے سے کہا۔

"تم یقین کرو یا نہ کرو' میری زندگی کی سب سے خوب صورت وجہ تم ہی ہو...... ماضی میں جو کچھ بھی ہوا اس کا اب حال سے کوئی واسطہ نہیں ہے اریبہ' اس حقیقت کو اب تم بھی مان لو میری زندگی۔" وہ اب اس کے ہاتھوں کو ہولے ہولے نرمی سے سہلاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

آج صبح جو بھی تماشا ہوا...... وہ سب کچھ غیر متوقع' غیر یقینی

تھا اور ان حالات کو دیکھ کر اریبہ کی طبیعت بگڑ گئی تھی۔ احسن اسے اسی وقت ہسپتال لے گیا تھا۔ وہ مکمل طور پر اس بات سے لاعلم تھا کہ یہ طبیعت خرابی دراصل ایک بڑی خوش خبری کا پیش خیمہ ہے‘ ہسپتال جا کر اسے علم ہوا کہ اریبہ امید سے ہے...... ڈھائی سال گزرنے کے بعد آج بالآخر انہیں یہ خوش خبری مل ہی گئی تھی وہ بے حد خوش تھا‘ گھر میں اچانک پھیل جانے والی ناگوار فضا خوش گوار احساس میں بدل گئی تھی۔ ارسلان ہاؤس کے سب ہی مکین اس خوش خبری پر بے حد خوش تھے۔ خود اریبہ بھی اس خبر کے ملنے کے بعد کافی حد تک مطمئن تھی۔ ان دونوں میاں بیوی کے درمیان گو کہ اب تک ناراضی کی فضا قائم تھی مگر اب احسن اس ناگوار فضا کو خوش گوار بنانے کے جتن میں مصروف تھا۔

احسن کی اس مسلسل چھیڑ چھاڑ نے اریبہ کی نیند میں بالآخر خلل ڈال ہی دیا۔ اس نے کسمسا کر آنکھیں کھولیں‘ سامنے احسن کا مسکراتا چہرہ دیکھ کر لمحے بھر کے لیے وہ کھو سی گئی۔ اس ایک شخص سے اس نے کتنی محبت کی تھی اور اس ایک شخص کو کھونے سے وہ کتنا ڈرتی تھی۔

”کیسی طبیعت ہے اب؟“ احسن نے اس سے محبت آمیز لہجے میں پوچھا۔ اریبہ کی آنکھوں سے موتی چھلک پڑے۔

”حال سے بے حال کر کے پوچھتے ہو کہ کیسی ہوں میں۔“ اریبہ شکوہ کناں ہوئی۔ احسن نے اس کے شکوے کے جواب میں ایک گہری سانس لی اور پھر دھیرے سے گویا ہوا۔

”حال سے بے حال تو تم نے مجھے کر رکھا ہے اریبہ...... مجھے بے یقین کر دیا...... ایسا کیوں کیا اریبہ...... کیا تم نے مجھے بے وفا پایا؟ کون سا لمحہ تھا وہ جب میں تمہیں دغا باز لگا...... مجھے بتاؤ اریبہ...... مجھ سے کہو...... آج میں اپنی زندگی کی تمام شکایتیں دور کر دینا چاہتا ہوں۔“ اسے اپنائیت سے اسے اپنی بانہوں کے حصار میں لیتے ہوئے کہا اور اریبہ بن بادل برسات کے زیر اثر آ گئی...... چھکوں پھکوں ہچکیاں لیتی روتی وہ سب کچھ کہتی چلی گئی‘ وہ سب کچھ جو شافع نے اسے بتایا تھا اور پھر چندا کی باتیں...... وہ سینہ ٹھونک کر کہہ گئی تھی کہ احسن صرف اس سے محبت کرتا ہے اور درحقیقت اریبہ کو شافع کی باتوں سے زیادہ شدید دھچکا چندا کے اس دعوے سے پہنچا تھا۔ احسن اریبہ کو شافع کے مزاج اور اس کے حوالے سے تمام باتوں کی وضاحت بتانے لگا۔

”شافع خود چندا میں دلچسپی لے رہا ہے اور اس کے مقاصد

نیک نہیں ہیں اور اگر وہ کچھ غلط کر بیٹھتا ہے تو جو بھی نتائج ہوں گے بھگتنے ہمیں پڑیں گے...... پھوپا جان کو بھی ہمیں جواب دینا پڑے گا۔ بدنامی الگ ہوگی اور پھر چندا...... وہ ایک الگ درد سر...... اس سے بھی نبٹنا پڑے گا۔ میں اسی لیے اسے اس کی ان فضول حرکات سے روک رہا تھا۔ جس کا اس نے غلط مطلب نکال کر تمہیں بہکانا شروع کردیا' سمیرا ان سب باتوں کا گواہ ہے' یقین نہ آئے تو اسے کال کرکے پوچھ لو۔" احسن ساری وضاحتیں دے کر اب اریبہ کی جانب امید بھری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

"تو وہ چندا...... وہ کیوں اتنی پُریقین تھی آپ کے حوالے سے' آپ کی محبت کے دعوے کرکے گئی ہے وہ...... اتنی ہمت' اتنا یقین کہاں سے آیا اس میں؟" اصل خوف تو اب نکلا تھا اریبہ کے لبوں سے۔

"اس بات پر تو میں بھی حیران ہوں اریبہ کہ چندا کس بل بوتے پر اتنا سب کچھ کہہ گئی۔ جب سے اس کا ہمارے گھر میں دوبارہ آنا جانا شروع ہوا ہے میری اس سے بات چیت تو دور کی بات آمنا سامنا تک نہیں ہوا...... جو کچھ ماضی میں ہوا تھا' وہ سب کچھ اسی وقت ختم ہوگیا تھا۔ مجھے اگر اس سے تعلق رکھنا ہوتا اریبہ تو یہ کچھ مشکل نہ تھا...... میں اس کا گھر بھی جانتا تھا اور نمبر بھی چندا نے تبدیل نہیں کیا تھا مگر میں بہک کر سنبھل چکا تھا اور دوبارہ بہکنے کی اب نہ خواہش ہے نہ گنجائش...... اب میری اس بات کا' میرے ساتھ کا اور میری محبت کا یقین تم بھی کرلو اریبہ۔" سچائی احسن کے لہجے سے جھلک رہی تھی...... اریبہ کے دل سے بھی بے اعتباری کے بادل چھٹنے لگے تھے مگر پھر بھی ایک خوف باقی تھا۔

"تو وہ چندا......"

"تو ہوں......" احسن نے اس کے لبوں پر شہادت کی انگلی رکھ دی۔

"اب کوئی چندا نہیں' میرے اور تمہارے درمیان اب بس ایک ہی چندا ہے...... وہ جو چھپ چھپ کر ہماری پیار بھری باتیں سن رہا ہے۔" احسن نے مسکرا کر کھڑکی سے نظر آتے افق پر دمکتے چاند کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا...... اریبہ بے ساختہ مسکرا اٹھی اور پھر فوراً بولی۔

"بالکل غلط...... ہمارے درمیان اب عنقریب ایک چاند سا مہمان بھی آنے والا ہے۔" اس کے چہرے پر شرمگیں مسکراہٹ بھی اور احسن اس کے اس روپ پر دیوانہ ہونے کو بے قرار ہوگیا۔



رات کے تیسرے پہر پیاس کی طلب سے اس کی آنکھ کھلی تھی...... وہ کمرے سے نکل کر صحن میں رکھے کولر سے پانی لینے آئی تھی تب ہی خاموشی میں تیرتی سسکیوں پر ٹھٹک گئی۔ اندھیرے کے باعث کچھ نظر نہ آرہا تھا مگر پھر بھی وہ اپنے بھیا کی سسکیوں کو پہچان گئی تھی۔

"بھیا......!" صبا نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر ہولے سے پکارا...... ساجن سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگا۔ اندھیرے میں بھی وہ اپنے بھیا کی سرخ آنکھوں کو دیکھ سکتی تھی اس کے دل پر کسی نے زور سے گھونسا مارا' کتنا نیک تھا اس کا بھائی' کتنا پیارا دل تھا ساجن کا اور اس دل کی اس بدبخت چندا نے قدر نہ کی۔ صبا نے دل ہی دل میں چندا کو خوب کوسا۔

"کب تک تو اس چڑیل کے پیچھے اپنا دل دکھاتا رہے گا بھیا' دفع کر اس نامراد کو' تیرے قابل نہیں وہ بھیا نہ رو اس کے لیے۔" وہ ساجن کے آنسو صاف کرتی نم لہجے میں بولی۔

"ایسے نہ بول صبا...... اسے کوئی برا کہے تو میرا دل دکھتا ہے۔" ساجن تڑپ اٹھا۔

"تو اتنی محبت کرتا ہے اس سے اور وہ تیری محبت کا جواب ہمیشہ نفرت سے دیتی ہے' تیری محبت کی نہ پروا ہے اسے نہ قدر...... تو کیوں اس کے لیے خوار ہوتا ہے' بھیا نکال دے اس بدبخت کا خیال اپنے دل سے۔" صبا ساجن کو سمجھانے لگی۔ آج جو رویہ چندا نے اس کے بھیا کے ساتھ اپنایا تھا اسے پورے محلے نے دیکھا تھا۔

"وہ مجھ سے محبت کرے یا نہ کرے مجھے تو یہ پتا ہے کہ محبت بے اختیاری کا نام ہے' اس کا نام ہی مجھے بے اختیار کردیتا ہے...... پھر چاہے وہ کچھ بھی کرتی رہے' سیاہ و سفید کرے...... مجھے معلوم ہے کہ تم سب میری عقل پر ماتم کرتے ہوگے مگر جھلی' محبت عقل کا نہیں دل کا معاملہ ہے اور دل تو میری بھی نہیں سنتا کسی اور کی کیا سنے گا۔" ساجن نے خود کو سنبھالتے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

"تجھے بھی بھیا ایک چندا ہی ملی تھی دل لگانے کو...... دل کی باتیں بھلا کہاں اس کی سمجھ میں آتی ہیں' وہ تو کسی اور ہی رنگ میں خود کو رنگ چکی ہے۔ تو کب تک اس کے پیچھے اپنی زندگی

برباد کرتا رہے گا۔" صبا، ساجن کی نرالی منطق پر جی جان سے کڑھتے ہوئی بولی۔

"نہ صبا نہ...... تو نہیں جانتی اسے...... وہ اتنی بری نہیں...... بس اسے دنیا کی ہوا لگ گئی ہے۔ وہ اپنے دل کی سننا چھوڑ چکی ہے اگر اپنے دل کی سنے تو اس کی دھڑکن آج بھی میرا نام لیتی ہے۔" ساجن پور پور چندا کے عشق میں ڈوب چکا تھا...... وہ کتنے ہی گھاؤ اس کے دل کو لگاتی مگر ساجن کے دل میں چندا کے لیے موجود احساس محبت میں کوئی تبدیلی نہ آتی۔

"بھیا دنیا کی ہوا کس کو نہیں لگی مگر کوئی بھی یوں اپنے قدم زمین سے نہیں اٹھا لیتا' اپنا دل یوں نیلام نہیں کر دیتا کہ جس کے پاس زیادہ قیمت ہو دل اس کے نام ہوا...... چندا اور اس کا خیال اپنے دل سے نکال دو بھیا...... ورنہ خوشیوں سے دور ہوتے چلے جاؤ گے۔" صبا تو کہہ کر چلی گئی مگر ساجن کو اس کے کہے گئے لفظوں نے چونکا دیا تھا۔

"دل کوئی نیلام نہیں کرتا۔" تو چندا اپنے دل کی بولی لگانا چاہتی ہے...... ایک سوچ نے اس کے اندر سر ابھارا۔

"تو بھی احمق ہی ہے جو اب تک انجان بنا پھر رہا ہے ساجن' چندا کے طور اطوار اب تک تو سمجھ نہیں پایا' وہ نہ محبت کی راہ تکتی ہے نہ وفاؤں کا دم بھرتی ہے' وہ صرف اس راہ پر چلنا چاہتی ہے جس کی منزل دنیا کا بھرا آرام ہے...... تو اب تک اس چندا کے تصور میں کھویا ہے ساجن جسے تو بچپن سے جانتا تھا' چندا اب بدل چکی ہے اس کی زندگی' اس کے دل میں تو اب کہیں نہیں...... سنبھل جا ساجن سنبھل جا۔" اس کے اندر کوئی تھا جو اسے سمجھا رہا تھا' اسے محبت کے فریب سے نکالنا چاہ رہا تھا' ساجن مضمحل سا اٹھ کھڑا ہوا...... نہ جانے کیوں آج دل بھی خاموش ہو رہا تھا' چندا کی محبت کا وظیفہ نہیں پڑھ رہا تھا۔



وہ بے چینی سے صحن کے چکر کاٹ رہی تھی۔ موبائل اس کے ہاتھوں میں بالکل ساکت تھا جیسے تھرتھرانا بھول گیا ہو...... چندا نے ایک بے چین نگاہ ہاتھ میں پکڑے موبائل پر ڈالی اور پھر سے بے صبری کے عالم میں کال ملانے لگی۔ کافی دیر تک وہ کال وصول کیے جانے کی منتظر رہی مگر انتظار بے سود رہا جب سے وہ گھر لوٹی تھی عجیب اضطراری کیفیت کا شکار تھی۔ ارسلان ہاؤس میں جو کچھ بھی ہوا وہ غیر متوقع تھا مگر سب سے زیادہ غیر متوقع احسن کا رویہ تھا' وہ رات بھر اس سے محبت کے دعوے کرنے والا شخص آج جب ملا تو اجنبی لگا' وہ اس کی محبت میں ڈٹ گئی مگر وہ ریت کی بھربھری دیوار کی صورت بکھرتا دکھائی دیا' وہ آزمائش کی اس گھڑی میں اس کا ساتھ دینے کے بجائے اریبہ کا ساتھ دے رہا تھا' اس کی محبت سے منکر ہو رہا تھا اور یہی بات اسے بری طرح کھٹک رہی تھی۔

"کیا احسن صرف وقت گزاری کر رہا تھا' یا وہ اتنا بزدل تھا کہ زمانے سے ڈر کر اس کی محبت کو اپنانے کی ہمت نہیں کر پایا......" دونوں صورتوں میں ہی خسارہ تھا...... جس کی پہلی قسط آج اسے مل گئی تھی۔ رسوائی اور ذلت کے ساتھ روزی سے بھی ہاتھ دھونا پڑا اور اب چندا مکمل طور پر اپنے حواسوں میں لوٹ آئی تھی۔ احسن سے اسے کوئی طوفانی قسم کا عشق نہ تھا کہ اگر وہ نہ ملتا تو وہ دنیا تیاگ دیتی ہاں مگر احسن وہ پہلا مرد تھا جس نے اپنے مرتبے اور خاندان کو نظر انداز کر کے اس کی جانب ہاتھ بڑھایا تھا۔ یوں تو کتنے ہی لوگ تھے جو اس کے پل بھر کے ساتھ کے خواہاں تھے اور وہ پل بھر کا ساتھ چندا نے ان کے نذر بھی کیا تھا مگر بدلے میں کئی مالی فوائد بھی حاصل کیے تھے مگر احسن کا معاملہ مختلف تھا۔ احسن کے ساتھ نے اس کے خوابوں کو پہلی مرتبہ سچ ہونے کی امید بخشی تھی۔ وہ ارسلان ہاؤس کی مالکن بننے کے خواب دیکھنے لگی تھی مگر پھر یکا یک سب کچھ بدل گیا' اس کے خواب ادھورے رہ گئے' اریبہ نے احسن کو اس سے چھین لیا اور کچھ عرصے کے وقفے کے بعد آج پھر احسن اس کی زندگی میں امید بن کر آیا تھا اور ایک بار پھر یقین کا دیا بجھنے کو تھا اور چندا دوبارہ اپنے خوابوں کو ٹوٹتا نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔

اگر احسن پھر سے ہمت ہار گیا تو...... ایسی صورت میں تو وہ پھر سے وہیں آ کھڑی ہوگی جہاں سے سفر شروع کیا تھا...... منزل تک پہنچنے کا سفر...... یعنی کہ صفر...... مگر نہیں...... ایسا وہ نہیں ہونے دے گی...... اس کے پاس احسن سے تعلقات کا ثبوت ہے' وہ اسے استعمال کرے گی' احسن کو اس کی محبت سے پیچھے نہیں ہٹنے دے گی...... سیدھی انگلی سے نہ سہی ٹیڑھی انگلی ہی سے سہی گھی تو وہ نکال کر ہی رہے گی۔ اس کا ذہن تیزی سے نفع نقصان کے حساب کتاب میں الجھا ہوا تھا کہ اس کی بھیگی ہتھیلیوں کے درمیان دبا موبائل اچانک لرز اٹھا...... چندا بری طرح چونکی...... کال احسن کی تھی اس نے بے قرار دل سے جھٹ کال وصول کی۔

"ہیلو احسن......!" اس کے لب بے ساختہ اسے پکار

اٹھی۔

"چندا...... میری چندا......" دوسری جانب سے بھی بے قراری جھلک رہی تھی۔

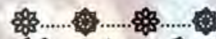
"تم ہمت ہار گئے احسن، تم چندا کو ہار گئے۔" چندا نے روہانسی ہوکر شکوہ کیا۔

"نہیں چندا...... میں تمہیں ہار نہیں سکتا...... آج جو کچھ بھی ہوا وہ اچھا نہیں تھا، مگر جس طرح تم ہماری محبت کے لیے لڑیں اس نے میرا دل جیت لیا۔ میں اب فیصلہ کرچکا ہوں، میں تم سے تمہاری محبت تمہارے ساتھ سے پیچھے نہیں ہٹوں گا۔" احسن مستحکم اور اٹل لہجے میں کہہ رہا تھا اور چندا مسکرا اٹھی۔

"میں نے فیصلہ کرلیا ہے کہ اس بار میں تمہیں اپنا بنا کر رہوں گا...... مگر اس کے لیے تمہیں میرا ساتھ دینا ہوگا...... تو میں کل......" احسن کہہ رہا تھا اور چندا کا رواں رواں اس کے فیصلے کو سننے کے لیے بے تاب تھا مگر احسن نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

"کل کیا احسن......؟ بولو۔" چندا بے تابی سے گویا ہوئی۔

"کل تمہیں مجھ سے ملنے آنا ہوگا...... کل ہم نکاح کرلیں گے۔ نکاح کے بعد کوئی کچھ نہیں کرسکتا چندا، مگر تمہیں میرا ساتھ دینا ہوگا...... تمہیں کل آنا ہوگا...... میں شافع کو بھیجوں گا تمہیں لینے...... تم آؤ گی نا چندا...... کل سہ پہر میں تمہارا انتظار کروں گا۔" احسن نے نکاح کا ذکر کرکے چندا کے دل کو بے حد مطمئن کردیا تھا۔ چندا کو اب اپنی منزل بالکل واضح نظر آنے لگی تھی۔ وہ اپنے حسن اور نصیب پر نازاں تھی...... بے خبر تھی اپنے آنے والے کل سے، بے نیاز تھی اپنے اردگرد کے حال سے...... باتوں میں مگن چندا نہ جانے کب سے رضیہ کی نگاہوں کے حصار میں تھی...... اس کی تمام گفتگو سے فیض یاب ہوکر رضیہ نے دھیرے سے کھڑکی کے دونوں پٹ بند کیے اور بھولے کی جانب پلٹ گئی۔ کئی دنوں سے چندا کی نگرانی کا پھل آج اسے مل گیا تھا۔



سمیر کچھ دیر قبل ہی گھر میں داخل ہوا تھا مگر گھر میں پھیلا سناٹا اسے اچنبھے میں مبتلا کرگیا۔ گھر کے مکین اپنے اپنے کمروں میں مقید تھے...... وہ خود بھی تھکا ہوا تھا، لہٰذا ان ساری باتوں کو نظر انداز کرتا اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا...... قبل اس کے کہ وہ دروازہ کھولتا اندر سے آنے والی سرگوشیوں نے اسے ٹھٹکنے پر مجبور کردیا تھا۔

وہ شافع تھا، جو بے فکر، بے خبر سا کسی سے باتوں میں مشغول تھا، سمیر نے اس گفتگو کے دوران کئی مرتبہ چندا کے نام کی تکرار سنی اور اسی سبب تمام گفتگو سننے پر مجبور ہوا، سب کچھ تو نہیں مگر کافی کچھ وہ جان چکا تھا اور اس ادھوری معلومات نے اسے تشویش میں مبتلا کردیا تھا۔ وہ الٹے قدموں وہاں سے پلٹ گیا۔ احسن اور اریبہ اپنے خوش گوار مستقبل کے منصوبوں کے تانے بانے بننے میں مگن تھے تب ہی دروازہ پر ہونے والی دستک نے ان دونوں کو چونکایا۔

"میں دیکھتا ہوں۔" احسن یہ کہتے ہوئے اٹھا، دروازہ کھولا تو سامنے سمیر کھڑا تھا۔

"ارے سمیر تم...... کب آئے؟ آنے کی خبر بھی نہ دی۔" احسن خوش گوار حیرت میں مبتلا ہوا۔

"بھائی بس ابھی ابھی پہنچا ہوں...... مگر یہ بتائیں اس گھر میں ہو کیا رہا ہے؟" سمیر نے سنجیدگی سے پوچھا...... اس کے سنجیدہ تاثرات نے احسن کو چونکایا۔ دن بھر کا پل پل بدلتا منظر اس کی نگاہوں کے سامنے گھوم گیا۔ اس نے الجھی نظروں سے اریبہ کی جانب دیکھا اور سمیر سے استفسار کیا۔

"اوہو بھئی...... کیا ہورہا ہے گھر میں...... گھر آتے ہی تمہیں ایسا کیا پتا چلا جو تم اتنے پریشان ہوگئے؟"

"بھائی یہ شافع کیا کرتا پھر رہا ہے۔" سمیر نے جھنجلاتے ہوئے کہا۔

"کیا کردیا بھئی شافع نے...... ہمیں بھی تفصیل سے بتاؤ سمیر۔" اریبہ بھی بیڈ سے اتر آئی۔

"اندر آؤ...... یہاں بیٹھو...... اب بتاؤ ماجرا کیا ہے؟" احسن نے سمیر کو اندر بلا کر دروازہ بند کرلیا۔

"بھائی بات دراصل یہ ہے کہ میں اپنے کمرے میں جارہا تھا کہ وہاں شافع موجود تھا، وہ چندا سے باتیں کررہا تھا اور مجھے سن کر شاک لگا، وہ چندا سے کل نکاح کرنے جارہا ہے، میں نے خود اپنے کانوں سے سنا ہے۔" سمیر نے کمرے میں دھماکا کیا...... احسن اور اریبہ ایک دوسرے کو دیکھ کر ہکا بکا رہ گئے۔

"یہ...... یہ کیسے ہوسکتا ہے سمیر...... آج دن میں ہی تو چندا نے اتنا بڑا ہنگامہ کھڑا کیا تھا۔" اریبہ ہونق بنی غیر یقینی کا شکار ہوئی۔

"ہنگامہ...... کیسا ہنگامہ...... بھابی، چندا نے کیا کیا دن میں،

بھائی مجھے پوری بات بتائیں آپ۔" سمیر کو احساس ہو گیا تھا کہ معاملہ گڑبڑ ہے۔ احسن اسے دن میں ہونے والے تماشے کی تفصیل بتانے لگا۔ سارا معاملہ جان کر سمیر سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

"میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ دن میں احسن سے محبت کے بلند و بانگ دعوے کرنے والی چندا شافع سے شادی کرنا چاہتی تھی تو پھر اس نے احسن پر جھوٹے الزام کیوں لگائے۔" اریبہ نے اچنبھے سے کہا۔

"کچھ تو گڑبڑ ہے، کل ہمیں ہر حال میں شافع پر نظر رکھنا ہوگی۔" احسن نے اس تمام معاملے کے ہر پہلو پر غور کرتے ہوئے کہا۔ سمیر اور اریبہ نے اس کی بات سے مکمل طور پر اتفاق کیا تھا۔



رضیہ نے دروازے کی اوٹ سے چپکے سے جھانکا۔ چندا اپنی تیاریوں میں مگن تھی۔ اس کی آج کی تیاری غضب کی تھی۔ سرخ شیفون کی ساڑھی میں اس کا مرمریں بدن قدرت کی صناعی کا حسین شاہکار معلوم ہو رہا تھا۔ اس کی آنکھوں کا کاجل، لبوں کی لالی آج کوئی اور ہی داستان سنا رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں جلتی محبت کی جوت اس کے چہرے کی دلکشی میں چار چاند لگا رہی تھی۔ چندا نے اپنی دراز ریشمی زلفوں کو خوب صورت جوڑے میں لپیٹا اور آئینے میں ہر زاویے سے اپنا جائزہ لیا۔

"ہائے......" وہ مسکرا اٹھی۔

"کسی دلہنوں والی سج دھج...... تو کہاں جا رہی ہے چندا؟" رضیہ بالآخر دروازے کی اوٹ سے باہر نکل آئی۔ چبھتی نگاہیں، چبھتا لہجہ، کانوں میں آویزے پہنتی چندا نے بے اختیار پلٹ کر دیکھا اور پھر اپنی ازلی لاپروائی سے جواب دیا۔

"بنگلے میں شادی ہے، چندا کو بطور خاص بلایا ہے، شرکت ضروری ہے۔" چندا کے لاپروا انداز میں بھی غرور کی کھنک تھی۔

"وہ تو تیری تیاری بتا رہی ہے چندا کہ تیرا جانا کتنا ضروری ہے۔" رضیہ عجیب سے لہجے میں کہتی ہوئی وہیں تخت پر بیٹھ گئی۔ چندا نے چونک کر رضیہ کو دیکھا اور پھر سر جھٹک کر سرخ سینڈل پہننے لگی۔ موبائل گنگنایا تھا۔ شافع کی آمد کی نوید ملی تھی۔

"بھیا کو بتا دینا بھابی...... مجھے آنے میں دیر ہو جائے گی۔" چندا مبتسم لہجے میں بولی۔ اس کے اس تبسم کے پیچھے چھپی داستان سے رضیہ لاعلم نہ تھی۔ طنزیہ مسکراہٹ چہرے پر سجاتے ہوئے گویا ہوئی۔

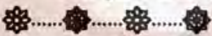
"لوٹ تو آئے گی ناں چندا...... وہیں تو نہیں رہ جائے گی......" جملہ بھید بھرا تھا مگر چندا نے غالباً سنا نہ تھا۔ وہ ایک طمطراق سے گھر سے باہر کھڑی گاڑی کا فرنٹ دروازہ کھول کر بیٹھ گئی۔ گاڑی فراٹے بھرتی پل بھر میں نظروں سے اوجھل ہوئی۔ دروازے پر کھڑی رضیہ نے چبھتی نگاہوں سے گاڑی کا پیچھا کیا اور پھر کسی کی آہٹ پر چونک گئی۔

"اڑ گئی تیرے آنگن کی مینا...... پر کیوں نہیں کتر کے رکھے بھابی تو نے۔" وہ دیوانہ تھا جس کے لہجے میں انتقام کی آگ روشن تھی۔

"مینا کے پر کترنے کی کیا ضرورت تھی دیوانے، وہ تو اپنے پر خود کاٹ گئی ہے۔ اب جب لوٹے گی تو اپنا انجام خود دیکھ لے گی۔" رضیہ کی مسکراہٹ معنی خیز تھی۔

پچھلے کچھ دنوں سے وہ چندا کے غیر معمولی رویے کا بڑی باریک بینی سے جائزہ لے رہی تھی۔ اس کے انداز و اطوار رضیہ کو کئی دنوں سے ہولا رہے تھے۔ وہ خود بچیوں والی تھی اور چندا کے ان بے باک تیوروں سے خوف زدہ بھی تھی۔ اس دن وہ دیوانے کی دکان میں کسی کام سے گئی تھی۔ زخمی شیر کی طرح انتقام کی آگ میں جھلستے دیوانے نے چندا کی بے اعتنائی، بے وفائی کا قصہ مرچ مسالا لگا کر رضیہ کو سنایا تھا۔ رضیہ چندا کے کرتوت جان کر جی جان سے لرز اٹھی تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کی شتر بے مہار نند کا برا سایہ اس کی بچیوں پر پڑے۔ اسی دن سے وہ موقع کی تلاش میں تھی کہ کسی طرح چندا کو گھر سے نکال باہر کرے اور کل رات یہ موقع چندا نے طشتری میں سجا کر رضیہ کے آگے پیش کر دیا تھا۔ رضیہ نے ساری کہانی دیوانے کے گوش گزار کر دی اور دیوانے نے چندا کو رسوا کرنے کا پورا منصوبہ بنا ڈالا تھا۔ رضیہ خوش تھی کہ اس کے بعد بھولے نے چندا کو دھکے دے کر گھر سے نکال باہر دینا ہے۔

"چل جا...... اب یہاں کھڑا ہو کر وقت نہ ضائع کر...... جا اس اڑتی مینا کے پر گن تا کہ کترنے میں کوئی کسر باقی نہ بچے۔" رضیہ نے لفظ چبا چبا کر ادا کیے، ویسے بھی چندا کی جانب اس کے بڑے حساب نکلتے تھے۔ دیوانہ چہرے پر کمینی سی مسکراہٹ سجائے اپنی پھٹپھٹی اسٹارٹ کر کے چلتا بنا تھا۔



"ساڑھی میں غضب کی لگ رہی ہو چندا...... احسن تو تمہیں دیکھ کر آج دیوانہ ہو جائے گا۔" گاڑی میں بیٹھتے ہی

شافع نے اس کی مدح سرائی کی۔ چندا کے چہرے پر شرمگیں مسکراہٹ پھیل گئی جو کہ اگلے ہی پل سمٹ گئی تھی۔

"مگر احسن نے اس دن میرا ساتھ نہ دیا تھا...... وہ بالکل اجنبی بنا کھڑا تھا۔ مجھ سے بے حد دور...... ایسا کیوں کیا اس نے شافع' میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی۔"

"اس نے جو بھی کیا اس دن' آج اتنا بڑا قدم اسی کے ازالے کے طور پر اٹھا رہا ہے۔ چندا تمہیں سارے شکوک دل سے مٹا دینے چاہئیں...... آج کی شام کے بعد جو دن تمہاری زندگی میں آئیں گے وہ بے حد دشوار ہوں گے...... تمہیں اب ان کے متعلق سوچنا چاہیے۔" اس نے مبہم مسکراہٹ چہرے پر سجائے کہا۔

"ایسا کیوں کہہ رہے ہو۔ دشوار کیوں ہوں گے آنے والے دن؟" چندا چونکی' پل بھر کے لیے ہی سہی مگر شافع کی بات نے اسے خوف زدہ کر دیا تھا۔

"بہت بھولی ہو چندا تم...... جانتی تو ہو نکاح کے بعد تمہیں اور احسن دونوں کو ہی اپنے اپنے گھر والوں کو منانا ہوگا اور یہ کوئی آسان مرحلہ تو ہوگا نہیں۔" شافع نے ہنستے ہوئے کہا اور چندا اس کی بات کی اصلیت کو جان کر مطمئن ہوگئی۔

"اچھا چھوڑو یہ سب باتیں آؤ ہم ایک یادگار سیلفی تو لے لیں آج کی شام کے بعد تو مزید کوئی تصویر میرے ساتھ بنوانا تم پسند تو نہیں کرو گی۔" اس نے گاڑی ایک مقام پر روکتے ہوئے کہا۔

"کیوں...... آج کے بعد ایسا کیا ہوگا جو میں تمہارے ساتھ تصویر بنوانا پسند نہ کروں گی۔" نہ جانے کیوں چندا کو آج شافع کی ہر بات کھٹکنے پر مجبور کر رہی تھی۔

"لو ہو بھئی...... آج کے بعد تو ساری تصویریں احسن کے ساتھ ہوں گی ناں' مجھ بے چارے کو کون یاد کرے گا مطلب نکل جانے کے بعد......" اس نے جیب سے موبائل نکالتے ہوئے ہنستے ہوئے کہا...... چندا اس کے اس پُر شوخ مذاق پر کھلکھلا اٹھی۔ شافع کیمرہ آن کیے کھٹا کھٹ تصویریں بنا رہا تھا۔ ان دونوں کے چہروں پر مسکراہٹ بکھری ہوئی تھی۔ تصویر بنانے کے بہانے شافع اس کے بے حد قریب بھی ہوا اور ان تمام شوخیوں میں چندا یہ بھی نہ محسوس کر سکی کہ ان کی گاڑی نسبتاً ایک سنسان راستے پر چل نکلی تھی۔

شافع نے گاڑی ایک چار منزلہ عمارت کے قریب روکی' چندا نے نظر اٹھا کر عمارت کو جانچا' غالباً وہ فلیٹوں پر مشتمل عمارت تھی۔ جس کے آس پاس آبادی نہ ہونے کے برابر تھی۔ چندا نے سوالیہ نگاہوں سے شافع کو دیکھا۔

"احسن کے دوست کا فلیٹ ہے' نکاح خواں کو احسن نے یہیں بلوایا ہے۔" وہ اس کی نگاہوں کو پڑھتا عمارت کے داخلی دروازے میں داخل ہوگیا۔ مجبوراً چندا کو بھی اس کی تقلید کرنا پڑی۔ وہ تیسری منزل پر واقع فلیٹ تھا...... جہاں شافع کے قدم رکے تھے' وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا' چندا کو پہلی بار ایک عجیب سے احساس نے آگھیرا...... آج نکاح ہونا تھا اس کا احسن سے' احسن کو پہلے سے اس گھر میں اس کا منتظر ہونا چاہیے تھا...... مگر اس کا استقبال خالی گھر نے کیا۔ اس کے اندر داخل ہوتے ہی شافع نے دروازہ لاک کر دیا تھا۔ چندا نے بے ساختہ پلٹ کر دیکھا۔ شافع اس کے سامنے سینے پر ہاتھ باندھے کھڑا تھا' ایک عجیب مشکوک سی مسکراہٹ اس کے چہرے پر سجی ہوئی تھی۔

"احسن کہاں ہے شافع؟ وہ اب تک آیا کیوں نہیں......" چندا کے لہجے میں گھبراہٹ در آئی تھی۔

"احسن اپنی بیگم اریبہ کے ساتھ اپنی زندگی کی سب سے بڑی خوشی کا جشن منا رہا ہے...... اوہ میں تو تمہیں بتانا بھول گیا...... دراصل وہ باپ بننے والا ہے ناں۔" شافع نے دھیرے دھیرے شرافت کا لبادہ اتارتے ہوئے کہا۔ وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا اس کے بے حد قریب آچکا تھا' چندا کا دل دھڑکنا بھول گیا۔ شافع کے تیور...... احسن کی خوش خبری...... پیروں تلے زمین نکالنے کے لیے کافی تھی۔

"لو یاد آیا...... میں تو تمہیں یہ بھی بتانا بھول گیا کہ رات بھر تم سے بات احسن نہیں میں کرتا تھا' جس کی باتوں کی تم دیوانی تھی......" چندا کے حواسوں پر بم گرا' وہ جی جان سے لرز اٹھی۔ شافع اس کے بے حد نزدیک آچکا تھا' اس حد تک کہ اس کی گرم سانسیں چندا کو اپنے چہرے سے ٹکراتی محسوس ہو رہی تھیں' اسے خبر ہی نہ ہوئی وہ کب دیوار سے جا لگی۔

"تم نے وعدہ کیا تھا کہ آج اپنی محبت کا خراج دو گی۔" وہ اس کی زلفوں کو ہر قید و بند سے آزاد کرتا جتاتی نگاہیں اس کے خوف زدہ چہرے پر جمائے کہہ رہا تھا۔ چندا کے حواس یک دم جھرجھری لے کے بیدار ہوئے' اگلے ہی پل اس نے دونوں ہاتھوں سے پوری قوت کے ساتھ اسے پرے دھکیلا اور چیخ

اٹھی۔

"جھوٹے' کمینے' دغاباز...... تم نے مجھے اتنا بڑا دھوکا دیا۔" وہ اسے برا بھلا کہتی دروازے کی جانب بھاگی کہ اگلے ہی لمحے شافع نے پوری قوت سے اسے بازو سے پکڑ کر اپنی جانب کھینچ لیا' وہ بے وزن سی اس کے سینے سے جا ٹکرائی۔ اس کے مضبوط بازوؤں کے حصار میں قید وہ آزاد ہونے کے لیے بری طرح پھڑپھڑائی مگر ظالم نے اس کے پر کترنے شروع کر دیے تھے۔ چندا کی ساڑی کا پلو ڈھلک چکا تھا اور وہ چیختی چلاتی اپنی عزت کی بقا کی جنگ لڑ رہی تھی۔

عزت کیا شے ہے اس کی قدر اس نے آج جانی تھی' ایک عرصے تک وہ اس عزت کو ہاتھ میں لیے گھومتی رہی تھی' کتنی انمول تھی اس کی عزت اس کا احساس تو اسے آج ہوا تھا کہ صرف اس پر ہاتھ ڈالنے کی غرض سے شافع کو اتنا بڑا گھناؤنا کھیل کھیلنا پڑا' اس کی آنکھوں سے اشک رواں تھے اور وہ حلق کے بل چلا رہی تھی...... آج سے پہلے اس کے علم میں نہ تھا کہ ارسلان ہاؤس میں ایک شیطان آ بسا تھا اور وہ نادان اس سے ناتا جوڑے بیٹھی تھی۔

وہ اس وحشی سے بہ مشکل مقابلہ کر رہی تھی۔ اس کے کپڑے پھٹ چکے تھے حال سے بے حال ہو چکی تھی۔ اس کی چیخ و پکار پوری عمارت میں گونج رہی تھی مگر کوئی پُرسان حال نہ تھا۔ تب ہی اچانک معجزہ رونما ہوا...... دروازے پر کسی نے دستک دی اور شافع چونک اٹھا۔ دوسرے ہی پل دروازہ زور سے دھڑ دھڑایا گیا' چندا کو ایک جانب دھکیل کر وہ اٹھ کھڑا ہوا' دروازے کے باہر سے کچھ آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ ایک سے زائد لوگ تھے جو آپس میں بات کر رہے تھے شافع کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے' چندا کو خونخوار نگاہوں سے گھورتا وہ اسی کشمکش میں دوچار تھا کہ اس دوران دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔ چندا کی نظریں بے ساختہ دروازے کی جانب اٹھیں اور اگلے ہی پل اس کا جی چاہا کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے...... سامنے احسن کھڑا تھا اور اس کے عقب میں سمیر...... وہ دونوں پھٹی آنکھوں سے کبھی شافع کو دیکھتے تو کبھی زمین پر گری بے حال سی پڑی چندا کو۔

اگلے ہی پل احسن نے ایک زوردار مکا شافع کے منہ پر جڑا اور وہ لڑکھڑا گیا' سارا نشہ پل بھر میں ہرن ہو گیا۔ کمرے کا نقشہ احسن اور سمیر کو ساری کہانی سنا چکا تھا۔

"کمینے انسان...... ایک ہی خون ہونے کے باوجود تو انسانیت کے درجے سے گر کر ذلالت کے پاتال میں گرا ہوا تھا اور ہم تجھے جان اور پہچان نہ سکے۔" احسن اسے زدوکوب کرتے غصے میں بڑبڑائے جا رہا تھا۔ سمیر نے نظریں چراتے ہوئے بستر پر پڑی چادر چندا کے حوالے کی' شرمساری چندا نے فوراً وہ چادر اپنے وجود کے گرد لپیٹ لی۔

"بس کرو احسن...... مجھے الزام نہ دو...... یہ فتنہ ہے کوئی معصوم نہیں' اس چال باز نے مجھے خود بلوایا ہے یہاں اور اپنی مرضی سے یہاں میرے ساتھ آئی ہے' اسے میرے ساتھ وقت گزارنے میں کوئی عار نہ تھا' اسے اعتراض صرف اپنے من چاہے معاوضے کے نہ ملنے پر ہے۔" شافع احسن کے ہاتھ روکتے ہوئے ڈھٹائی سے بولا۔

"یہ جھوٹ کہہ رہا ہے احسن...... اس نے دھوکا دیا ہے مجھے...... میں اس کی اصلیت سے انجان تھی...... میرا یقین کرو احسن۔" چندا نے روتے ہوئے شافع کی دروغ گوئی پر احتجاج کیا۔

"اچھا تو میں جھوٹ بول رہا ہوں...... یہ دیکھو...... یہ دیکھو تصویریں جو اس نے یہاں آتے ہوئے میرے ساتھ میری گاڑی میں کھنچوائیں اور یقین مزید چاہیے تو یہ دیکھو اس کے میسجز...... ساری رات یہ مجھ سے بات کرتی رہی ہے......" شافع بڑی چالاکی سے اپنے پتے کھیل رہا تھا' چندا بے چاری بہت بری طرح سے مات کھا رہی تھی۔ شافع نے اس کے لیے کوئی راہ نہ چھوڑی تھی...... ایک ایک کر کے وہ اس کے سارے پیغامات احسن اور سمیر کے آگے کرتا چلا گیا۔

"یہ بدقماش عورت ہے' کل تک تم پر یہ کیچڑ اچھالتی رہی اور آج مجھے اپنے مکروفریب کے جال میں پھنسا رہی تھی۔ انسان ہوں میں فرشتہ نہیں جو بہکوں گا نہیں مگر احسن سارا قصور اس فسادی کا ہے' دولت کی خاطر یہ ہم دونوں کے جذبات سے کھیلتی آ رہی ہے۔" وہ مظلومیت طاری کرتا سارا الزام چندا پر ڈالتا چلا گیا۔

چندا کو آج احساس ہوا تھا کہ ان سب کی نظروں میں اس کی اوقات کیا ہے۔ وہ بہت اونچی اڑان بھر رہی تھی۔ بہت زور سے زمین آ گری تھی...... شرم سے اس کا سر جھکتا چلا گیا۔ اپنے دفاع میں کہنے کے لیے کوئی لفظ اس کے پاس نہ بچا تھا۔

"اور کتنا جھوٹ بولو گے شافع' تمہیں لگتا ہے کہ تمہاری اس

جھوٹی کہانی کا پلاٹ اتنا مضبوط ہے کہ تم پر بھروسا کرلیا جائے...... ہرگز نہیں...... کل رات سمیر نے تمہاری ساری گفتگو سن لی تھی' ہم تب ہی تمہاری اصلیت جان چکے تھے' شاید تمہیں علم نہیں آج سارا دن تم ہم دونوں کی نگرانی میں رہے ہو۔ تم نے یہ سارا کھیل میرے نام سے کھیلا' مجھے بدنام کیا' میرا گھر برباد کرنے کی کوشش کی اور پھر اس غریب کے گرد بھی جال بننے لگے تم۔" احسن نے جھوٹی کہانی شافع کے منہ دے ماری تھی۔

"تم بتاؤ چندا...... کیا حقیقت ہے کیا فسانہ...... مگر یاد رکھنا، تمہارا سچ تمہیں بچا سکتا ہے اور جھوٹ تمہیں مزید نقصان پہنچائے گا۔" احسن چندا سے مخاطب ہوا تو چندا کو اس حال میں دیکھ کر کہیں نہ کہیں احسن کو دکھ پہنچا تھا...... جو بھی تھا' جیسا بھی تھا اس سے ایک تعلق اس کا ماضی میں رہا تھا۔

"مجھ سے شافع نے کہا تھا کہ احسن تم سے بات کرنا چاہتا ہے اور وہ میرا نمبر مانگ رہا ہے میں نے اس کی بات پر یقین کرکے اپنا نمبر دے دیا' مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہ سب شافع کی چال تھی' میں اس کی باتوں میں آ گئی۔ شافع رات بھر تمہارے نام سے مجھے پیغامات بھیجتا رہا۔ وہ تمہاری آواز میں مجھ سے بات کرتا رہا' میں اس کی باتوں کی عادی ہوتی چلی گئی' وہ تعلق جو کبھی ماضی میں تھا' ایک بار پھر جڑ گیا میں سمجھتی رہی کہ تم آج بھی میری محبت میں مبتلا ہو...... مگر یہ سب کچھ دھوکا تھا۔ اس دن ارسلان ہاؤس میں جو کچھ بھی ہوا' شافع کی ایما پر ہوا' اس نے مجھے تمہارے نام سے بلوایا تھا گھر اور میں نے جو کچھ بھی کہا تھا وہ اس کی جھوٹی محبت اور اس کے دعوؤں کے زیر اثر کہا تھا۔ اس دن ارسلان ہاؤس میں جو کچھ بھی ہوا وہ میرے لیے بھی غیر متوقع تھا' تمہارا اجنبی پن مجھے بری طرح چبھا تھا' اسی لیے میں محبت کا دعویٰ کرتی ڈٹ گئی۔ میں وہاں سے رسوا کرکے نکالی گئی' شاید یہ بھی شافع کی چال تھی تاکہ تم سب مجھ سے متنفر ہو جاؤ اور مجھ سے ہمیشہ کے لیے لاتعلق ہو جاؤ۔" چندا سسکتے ہوئے کہتی چلی گئی' شافع اسے کھا جانے والی نگاہوں سے گھور رہا تھا۔

"تم یہاں تک کیسے پہنچیں...... سچ سچ بتاؤ۔" سمیر نے اس کی ساری داستان غیر دلچسپی سے سنی اور دوٹوک لہجے میں پوچھا۔

"کل شافع نے فون پر کہا تھا کہ احسن مجھ سے نکاح کرنا چاہتا ہے اور اس نے مجھے بلوایا ہے' یہ ساری باتیں شافع نے مجھ سے احسن کے نام سے کی تھیں۔ وہ مجھے احسن کے کہنے پر لینے آیا تھا اور یہ تصویریں راستے میں لی تھیں۔ شافع نے کہا کہ اس فلیٹ میں میرا احسن کے ساتھ نکاح ہوگا' یہ فلیٹ احسن کے دوست کا ہے' میں نے شافع کی ہر بات کا آنکھ بند کرکے یقین کرلیا...... شاید اسی وجہ سے میرے ساتھ اتنا برا ہوا ہے۔" وہ اب زار و قطار رو رہی تھی۔

"نہیں چندا...... تمہارے ساتھ صرف اسی وجہ سے برا نہیں ہوا۔" ایک نسوانی آواز فلیٹ کے در و بام سے ٹکرائی' ان سب نے چونک کر اس آواز کی سمت دیکھا' نیچے گاڑی میں بیٹھی اریبہ نہ جانے کب اوپر چلی آئی' ان سب کو پتا ہی نہ چلا۔

"یہ تمہاری نیت تھی' تمہارے کرتوت' تمہارا کردار جنہوں نے تمہیں اس حال میں پہنچایا۔ تم نے ایک بار نہیں' دو بار ہمارا گھر توڑنے کی کوشش کی' ہم نے تمہارے ساتھ بھلائی کی' تم نے برائی لوٹائی۔ تم نے ہمارا گھر برباد کرنے کے لیے ایک نامحرم شخص کا سہارا لیا پھر شافع نے جو بھی کیا تمہارے ساتھ' وہ تو ہونا ہی تھا۔ تم جیسی ناعاقبت اندیش' خودغرض' لالچی لڑکیوں کا انجام خوش گوار کب ہوا ہے چندا......" اریبہ حقارت و نفرت سے گویا ہوئی' اس کے صرف جملے ہی کڑوے نہیں' انہیں ادا کرتے ہوئے اس کا حلق بھی کڑوا تھا۔

سمیر' شافع کو لے کر گھر لوٹ چکا تھا۔ یہ فلیٹ اس کے دوست کا تھا۔ شافع نے جان پہچان ہونے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے فلیٹ کی چابی سمیر کے دوست سے مانگی تھی۔ سمیر کو فلیٹ کی ڈپلیکیٹ چابی لینے کے لیے دوست کو سچ جھوٹ پر مبنی کہانی سنانا پڑی تھی۔ جو بھی تھا' بدنامی خوب ہوئی تھی۔ سمیر کو شافع پر بے حد غصہ تھا' وہ ارسلان صاحب کو سارے معاملات سے آگاہ کرکے ہی یہاں لوٹا تھا...... غصے کے زیر اثر ارسلان صاحب نے فیضان کو کراچی بلا لیا تھا۔

احسن اور اریبہ چندا کو اس کے گھر تک چھوڑنے گئے تھے۔ احسن کے دل میں چندا کے لیے ذرا بھی جو احساس تھا وہ آج ختم ہو چکا تھا۔ اسے چندا کی ان حرکتوں سے بے حد تکلیف ہوئی تھی اور ہر طرح کے جذبات سے عاری خودشناسی کے عمل سے گزرتی چندا فی الوقت ایک اذیت سے گزر رہی تھی۔ ان کی گاڑی چندا کے دروازے کے باہر جا کھڑی ہوئی تھی۔ گاڑی سے اتر کر احسن نے بھولے کے گھر کا دروازہ دھڑ دھڑایا...... کچھ لمحے کی تاخیر کے بعد دروازہ رضیہ نے کھولا...... اجنبی لوگوں کے ہمراہ بے حال سی' چادر میں لپٹی چندا کو دیکھ کر رضیہ بھی حیران رہ گئی...... ان دونوں کو اندر آنے کی اجازت دے کر رضیہ نے

دروازہ بند کردیا۔ گلی میں مجمع لگنا شروع ہوگیا تھا اور اس مجمعے کے پیچھے دیوانے کا ہاتھ تھا۔ اس نے چندا اور شافع کی تصاویر چھپ چھپ کر بنائی تھیں۔ حتیٰ کہ اس سنسان علاقے میں چار منزلہ عمارت میں شافع کے ساتھ اندر داخل ہوتی چندا کی تصویریں بھی پورا محلہ دیکھ چکا تھا۔ ساجن بھی بے یقینی کی کیفیت میں تھا چندا اس حد تک گر جائے گی اس نے کبھی نہ سوچا تھا۔

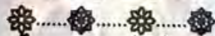
دیوانے نے صرف محلے بھر کو ہی نہیں بھولے کو بھی چندا کی حقیقت بتا ڈالی تھی۔ ان تصاویر کو دیکھ کر بھولے کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا...... ادھر شام ڈھلے چندا کی آمد وہ بھی اتنی خستہ حال...... بھولے کے سر پر خون سوار ہوگیا تھا۔ احسن اور اریبہ نے سارا قصہ من و عن سنا ڈالا تھا۔

"غریب لوگوں پر بھی اللہ نے عزت کی حفاظت فرض کی ہے بھائی صاحب' آپ نے جو اپنی بہن کی جانب سے آنکھیں بند کرلی ہیں اس کا حساب بھی اسے دینا ہوگا۔ اس بار تو ہم نے آپ کے گھر کی عزت بچالی...... لیکن ہر بار کوئی بچانے نہیں آئے گا۔" اریبہ نے جاتے ہوئے بھولے سے کہا۔

رضیہ کو کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔ چندا پر اس دن پہلی مرتبہ بھولے نے ہاتھ اٹھایا اور اسے دھنک کر رکھ دیا تھا...... بھولے نے جلد از جلد اس بوجھ کو اپنے کاندھے سے اتارنے کا فیصلہ کیا' اس سلسلے میں رضیہ فعال ہوگئی تھی۔ اس نے گھر گھر میں چندا کے رشتے کی خبر پہنچا ڈالی تھی مگر ہر طرف سے طعنے' تشنے' نصیحت و فصیحت ملے تھے۔ پیغام کوئی نہ آیا تھا۔

"آنکھوں دیکھی مکھی کون نگلے۔" دیوانے نے تمسخر اڑایا۔

چندا ان دنوں خود احتسابی' خود شناسی کے عمل سے گزر رہی تھی۔ اسے آج احساس ہوا تھا' حسن کا ہمیشہ دام ہوتا ہے' انمول فقط عزت و کردار ہوتا ہے۔ بھولے کے ویران گھر میں آج خوشی کی لہر دوڑی تھی' چندا کا رشتہ آیا تھا' صبا اور ساجن کی بوڑھی ماں رشتہ لے کر آئی تھیں بھولے نے فوراً ہی بیاہ کی تاریخ رکھ دی۔ آنے والی جمعہ کی شب سادگی سے چندا اور ساجن کا نکاح ہوگیا اور چندا رخصت ہوکر ساجن کے گھر آ گئی تھی۔



کمرا تو سجا ہوا تھا مگر دلہن بہت سادہ تھی۔ فقط لال گھونگھٹ اور لال سرخی تھی' اتنی سادہ دلہن آج تک ساجن نے زندگی میں نہ دیکھی تھی۔ اسے دکھ نے آن گھیرا...... کیا چندا خوش نہ تھی وہ کہہ گیا۔

"کیا بات ہے چندا تم خوش نہیں ہو؟"

"نہیں ساجن...... آج چندا نے جان لیا کہ حسن سے زیادہ قیمتی چیز کردار' شرافت اور عزت ہے' چندا نے تیرے لیے اپنے تن سے زیادہ من کو سجایا ہے کیونکہ چندا جانتی ہے من کا قدر دان ہر کوئی نہیں ہوتا اور چندا خوش نصیب ہے کہ اسے من کا قدر دان ملا' اسے اس کا ساجن ملا۔" چندا نے ایک جذب کے عالم میں ساجن کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔

"تو سچ کہہ رہی ہے چندا......! تو واقعی مجھے چاہتی ہے؟" ساجن غیر یقینی سے اسے دیکھے گیا۔

"ہاں ساجن...... میرے دل نے تجھے پہچان لیا...... دنیا کا تو یہ حال ہے کہ کسی کے ساتھ نہ بھلائی کرتی ہے نہ ہونے دیتی ہے مگر تُو تو ایسا ہیرا ہے کہ جو تیرے ساتھ برائی کرے تو اس کے ساتھ بھی بھلائی کرتا ہے...... تجھ سے زیادہ اعلیٰ ظرف میں نے کہیں نہیں دیکھا ساجن تُو مجھے معاف کردے ساجن' میں نے بڑا دل دکھایا تیرا' تیرے ساتھ برا کیا مگر میرے ٹھوکر کھانے پر ایک تُو نے ہی مجھے سنبھالا' میرے کردار پر لگے داغ کو صرف تُو نے اپنے نام سے دھویا' چندا تو تیری اسیر ہوگئی...... تیری داسی بن گئی میرے ساجن۔" چندا اس کے سینے سے لگی کہتی گئی اور ساجن کا من شانت ہوتا چلا گیا۔

اس کٹھن موقع پر چندا کا ساتھ دینا اس کے لیے کوئی آسان فیصلہ نہ تھا' مگر اس نے زمانے کی نہیں دل کی سنی...... ٹھوکر کھایا ہوا انسان کوئی عام انسان نہیں ہوتا' ٹھوکر کھا کر وہ خود میں اتنی طاقت پیدا کرلیتا ہے کہ خود کو بدل لے' اپنی غلطیوں' کوتاہیوں کا ازالہ کرلے' یہی وہ موقع ہوتا ہے جب اندر کی برائی' اچھائی میں تبدیل ہوتی ہے' بس ضرورت ہوتی ہے تو ایک ہمدرد کی' ایک پُرخلوص ساتھ کی اور چندا کو وہ ساتھ مل گیا تھا...... اسے اس کا ساجن مل گیا تھا۔



ہومیو کارنر

طلعت نظامی

دماغی پردوں کا ورم سلی

Tuberculous Meningitis

اس مرض میں ٹی بی کے جراثیم کی وجہ سے دماغ کے پردوں میں ورم ہو جایا کرتا ہے۔

اسباب مرض:۔

اس مرض کا اصل سبب مادہ سل یعنی ٹی بی کا مادہ ہے خنازیری مزاج کے بچے جن کی عمر ایک سے پانچ سال کی ہوتی ہے اور بعض اوقات سلی مزاج کے نوجوان اشخاص بھی اس مرض میں مبتلا ہو جایا کرتے ہیں صدمہ دماغ دفعتاً خوف کھا جانا، بچہ کا تکلیف سے دانت نکالنا بھی اس کے اسباب ہیں۔

ابتدائی علامات:۔(Clinical Features)

ابتدائی علامات کے سوا اس مرض کی علامت کو تین درجوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

Symptoms Before Clinical Disease

آغاز مرض میں پہلے بچہ کی طبیعت کمزور ہوتی ہے اور وہ لاغر ہوتا چلا جاتا ہے ذرا سی محنت سے تھک جاتا ہے سر چکراتا ہے دماغی اجتماع خون کے باعث بخار ہو جاتا ہے ہاتھ پاؤں میں درد رہتا ہے چلتے وقت بچہ پاؤں گھسیٹ کر چلتا ہے اچانک چیخ مار کر جاگ اٹھتا ہے۔

علامات درجہ اول

Clinical Features Of Stag-I

بخار رہتا ہے جس کی حرارت 102 درجہ ہوا کرتی ہے بچہ مغموم اور اس کا مزاج چڑچڑا ہوتا ہے کبھی کھیلتا ہے کبھی ڈر کر ماں کی گود میں جا چھپتا ہے ذرا بڑا ہو تو درد سر کی شکایت کرتا ہے سر کے چکرانے سے ایک آدھ منٹ ادھر ادھر دیکھ کر رونے لگتا ہے چلتے وقت پاؤں کو گھسیٹ کر چلتا ہے سبز رنگ کی قے آتی ہے قبض رہتی ہے اور ہاضمہ خراب ہوتا ہے بے چینی، بے خوابی اور غنودگی ہوتی ہے مگر ذرا سی آہٹ سے بچہ چونک کر جاگ اٹھتا ہے روشنی برداشت نہیں ہوتی۔

ایک ہفتہ تک یہ علامت رہ کر دوسرے درجے کی علامات شروع ہو جاتی ہے۔

علامات درجہ دوم

Clinical Feature of Stage -II

دماغ پریشان ہوتا ہے مریض چپ چاپ تیور چڑھائے پڑا رہتا ہے آواز کی برداشت نہیں ہوتی آنکھوں کے آگے شعلے سے اڑتے اور کانوں میں شور وغل کی آوازیں سنائی دیتی ہیں تشنج ہوتا ہے اور مریض بار بار چیخ مارتا ہے جو ایک خاص علامت ہے اگر بچہ ذرا بڑا ہو تو سخت درد وغیرہ کی شکایت کرتا ہے نبض تیز چلتی ہے تشنج ہوتا ہے مقامی فالج اور ہذیان وغیرہ علامات پیدا ہو جاتی ہے۔

اس کیفیت کے ہفتہ دو ہفتہ بعد تیسرا درجہ شروع ہو جاتا ہے علامات درجہ سوم **Clinical Features Of Stage-III** اس درجہ مرض میں مریض بالکل بے ہوش پڑا رہتا ہے عضلات بدن ڈھیلے پڑ جاتے ہیں بچوں میں اس کی میعاد ایک ہفتہ سے تین ہفتہ یا تیئس روز تک ہوتی ہے کبھی دفعتاً تشنج ہو کر مریض مر جاتا ہے اور کبھی صحت کاذب ہو کر مریض چند روز تک اچھا معلوم ہوتا ہے مگر اس کے بعد اچانک

حرکت تنفس بند ہوکر مرجاتا ہے۔

اس مرض کی تشخیص ہوتے ہی مکمل علاج شروع کردینا چاہیے مرض کی شدت وخفت کو سامنے رکھ کر ادویہ کی مقدار وخوراک کا تعین کرنا ہوگا اس مرض کا علاج بالکل اسی طرح کیا جاتا ہے جس طرح کہ پھیپھڑوں کی ٹی بی کا کیا جاتا ہے۔

غذا (Diet) لطیف وزود ہضم غذا سود مند ہوتی ہے۔

ورم دماغ (Cerebritis)

اس مرض میں نفس دماغ اور اس کے تینوں پردوں میں ورم ہوجاتا کرتا ہے۔

اسباب مرض (Causes)

دماغ کی چوٹ، صدمہ دماغ، تمازت آفتاب، شدت کی گرمی دماغ کا غیر معمولی طور پر بڑھ جانا، ناک اور کان کی ہڈیوں کے امراض کا دماغ کی طرف منتقل ہوجانا کھوپڑی کی ہڈیوں کا مردار پڑجانا سمیت خون، امراض کثرت شراب خوری اور دوسری نشہ آور چیزوں کا استعمال، پیشاب، پاخانے کا رک جانا عورتوں میں بندش حیض، کثرت تفکرات ومطالعہ وغیرہ عورتوں کی نسبت مردوں کو یہ مرض زیادہ ہوتا ہے۔

علامات مرض Clinical Features

اگر ورم دماغ کا سبب مادہ سل ہو تو سب سے پہلے علامات کو ملحوظ خاطر رکھ کر علاج شروع کیا جائے عام حالات میں اس مرض کی علامات درج ذیل ہوتی ہیں۔

دردسر رہتا ہے جس کو شور وغل سے زیادتی ہوتی ہے قے آتی ہے غنودگی طاری ہوتی ہے ہاتھ پاؤں سرد رہتے ہیں شروع میں آنکھوں کی پتلیاں سکڑی ہوئی پھر ہلکی سی پھیلتی ہیں اور آخر میں کشادہ ہوتی ہیں تنفس بھی غیر منظم گہری اور سرد ہوتی ہے قبض ہوتی ہے اور پیشاب بھی نہیں آتا بخار ہوتا ہے مگر حرارت جسم 102 درجہ سے زیادہ نہیں ہوتی۔

عصبی علامات مختلف مریضوں میں مختلف ہوا کرتی ہیں مثلاً بعض میں شدت دردسر اور قے بعض میں سستی اور کاہلی اور غنودگی زیادہ مگر قے کم، بعض میں بار بار تشنج ہوتا ہے جس کے چوبیس گھنٹے بعد بے ہوش اور اڑتالیس گھنٹے بعد ہاتھ پاؤں سرد ہوجایا کرتے ہیں اور مریض خاموش پڑا رہتا ہے بول نہیں سکتا حواس خمسہ میں فتور عضلات میں پھڑکن اور چہرہ بدہیت ہوجاتا ہے۔

انجام مرض (Prognosis)

اس مرض کا انجام عموماً خراب ہوا کرتا ہے موت اس میں 90 فیصدی ہوتی ہے مریض عموماً پہلے ہفتے، کبھی دوسرے کبھی تیسرے اور حد چوتھے ہفتے میں انتقال کرجاتا ہے کبھی یہ مرض دیوانگی میں تبدیل ہوجایا کرتا ہے۔

بہتر ہے ابتدائی مرض کی تشخیص ہوتے ہی علاج بالمثل کو فوقیت دی جائے۔

⌘

بیاض دل

میمونہ رومان

صغریٰ شہزادی کنول......جڑانوالہ

نہ کوئی عمل ہے سنانے کے قابل
نہ منہ ہے ہمارا دکھانے کے قابل
لگاتے ہیں اس کو بھی سینے سے آقا ﷺ
جو ہوتا نہیں منہ لگانے کے قابل

ھفصہ نور......گجرات

ہم تو یوں بھی تیرے ہیں
ہم پر جادو ٹونا کیا
دل کو دل سے مطلب ہے
پیتل چاندی سونا کیا

سعدیہ لیاقت......جنوبی ۱۰۵

دل گیا رونق حیات گئی
غم گیا، ساری کائنات گئی

حنا ارشد......لاہور

ان میں لہو جلا ہو ہمارا کہ جاں و دل
محفل میں کچھ چراغ فروزاں ہوئے تو ہیں

کرن شہزادی......مانسہرہ

دوسروں پر اگر تبصرہ کیجئے
سامنے آئینہ رکھ لیا کیجئے
آپ سکھ سے ہیں ترک تعلق کے بعد
اتنی جلدی نہ یہ فیصلہ کیجئے

رحمہ ثانی......کراچی

جو خبر پہنچی یہاں وہ اصل صورت میں نہ تھی
تھی خبر اچھی مگر اہل خبر اچھے نہ تھے

لیلیٰ رب نواز......بھکر

تیرے آنے کا انتظار رہا
عمر بھر موسم بہار رہا
پابہ زنجیر زلف یار رہی
دل اسیر خیال یار رہا

نجمہ نساء......ڈھوک کالا خان آباد

رفاقتوں کے نئے خواب خوش نما ہیں مگر
گزر چکا ہے تیرے اعتبار کا موسم

نجم انجم اعوان......کراچی

بعض اوقات ہوا کے جھونکے
لو چراغوں کی بڑھا دیتے ہیں
دل میں جب بات رہ نہیں سکتی
کسی پتھر کو سنا دیتے ہیں

مہربان شاہ......نوشہرہ

پھر کبھی ہو نہیں سکتی محبت سنا تم نے
وہ شخص بھی ایک تھا اور میرا دل بھی ایک

سمیہ سواتی......بھیر کنڈ

اے عدم احتیاط لوگوں سے
لوگ منکر نکیر ہوتے ہیں

اریشہ راج......ٹمن تلہ گنگ

آنگن میں گھنے پیڑ کے نیچے تیری یادیں
میلہ سا لگا دیتی ہیں اچھا نہیں کرتیں

عاصمہ بی بی......طور جہلم

عجیب شخص ہے خوش بھی نہیں خفا بھی نہیں
ہوا تھا دور مگر دور وہ رہا بھی نہیں
میں ساتھ چھوڑ دوں اس کا کہ اس کو اپناؤں
وہ میرا دوست ہے، نادان بھی ہے، برا بھی نہیں

ثانیہ الطاف اعوان......راولپنڈی

سائے کا بھی ہم نے اگر احسان لیا ہے
گھر کس کا ہے دیوار سے پہچان لیا ہے

سحر تبسم سحری......مغل پورہ

کیا کروں کہ آہ بھلایا نہیں جاتا مجھ سے
وہی پیمان محبت جو تمہیں یاد نہیں

ہالہ سلیم......کراچی

تیری یاد باقی، تیرا غم سلامت
بہلتا نہیں دل کسی انجمن میں

اقراء ممتاز......سرگودھا

میری تنہائی کی توہین نہ ہوتی یا رب
کوئی آنسو میری آنکھوں کا سہارا ہوتا

اسماء صدیقہ......خانیوال

خبر لے کون محبت کے درد مندوں کی
جہاں میں بھیج کے ہم کو خدا بھی بھول گیا
ایس این شہزادی...... جڑانوالہ

یہ کس کو دیکھا ہے میں نے بزم ہستی کو
کہ جو شے ہے نگاہوں کو حسیں معلوم ہوتی ہے
تسنیم شریف...... کراچی

میں پتھر ہوں مگر سچ بولتا ہوں
وہ آئینہ ہے اور سچا نہیں ہے
لبنیٰ شکیلہ...... سیالکوٹ

جل جاؤ خوشی سے کڑی دھوپ میں لیکن
اپنوں سے کبھی سایۂ دیوار نہ مانگو
سیدہ لوبا سجاد...... کہروڑپکا

تم محبت کی بات کرتے ہو
ہم محبت لٹاکے بیٹھے ہیں
ماریہ سلیم اختر...... کورنگی

چہرہ بدل بدل کر مجھے مل رہے ہیں لوگ
اتنا برا سلوک میری سادگی کے ساتھ
ارم صابرہ...... تلہ گنگ

میری آنکھیں مجھے لوٹا کہ تجھے دیکھ تو لوں
اے بصارت کے چراغوں کو بجھانے والے
ندا رضوان...... کراچی

یہ عجب مرحلۂ عمر ہے یا رب کہ مجھے
ہر بری بات بری بات نظر آتی ہے
گلشن چودھری...... گجرات

سن کر تمام رات میری داستان غم
وہ مسکرا کر بولے بہت بولتے ہو تم
فصیحہ آصف خان...... ملتان

آیا ہی تھا خیال تمہارا
اک روشنی سی ساتھ چلنے لگی
عائشہ پرویز صدیقی...... کراچی

لحاظ عشق نہ ہوتا تو تجھ سے رنجشیں ہوتیں
شکایت صرف اتنی ہے کہ تو سمجھا نہیں مجھ کو
فریدہ فری یوسف زئی...... لاہور

جی رہی ہوں اس اعتماد کے ساتھ
کہ زندگی کو میری ضرورت ہے

مدیحہ کنول سرور...... چشتیاں

نہ سوال بن کر ملا کرو نہ جواب بن کر ملا کرو
میرے خواب، میرے خواب ہیں مجھے خواب بن کر ملا کرو
نوشین اقبال نوشی...... بدر مرجان

کسی بچے کے کھلونے جیسا
میرا ہونا بھی نہ ہونے جیسا
عائشہ سلیم...... کراچی

وہ روز مجھے فریب دیتا ہے
خیر اسے یہ زیب دیتا ہے
مدیحہ نورین...... برنالی

اب کیا ڈھونڈتے ہو جلے ہوئے کاغذ کی راکھ میں
وہ افسانہ ہی جل گیا جس کا عنوان تم تھے
چندا شیخ...... ملتان

مجھے کسی سے کوئی غرض نہیں، مجھے کام ہے اپنے کام سے
تیرے ذکر سے، تیری فکر سے، تیری یاد سے، تیرے نام سے
فوزیہ سلطانہ...... تونسہ شریف

بہت امید رکھنا اور پھر بے آس ہونا بھی
بشر کو مار دیتا ہے بہت حساس ہونا بھی
ارم کمال...... فیصل آباد

جنگ لڑنی پڑتی ہے اپنے زور بازو پر
زندگی کے میدان میں معجزے نہیں ہوتے
فریحہ شبیر...... شاہ نکڈر

تجھے بھول جانے کی کوشش کبھی کامیاب نہ ہوسکی
تیری یاد اِک گلاب ہے جو ہَوا چلی تو مہک اٹھی
مہوش کنول...... لانڈھی

سانسوں کے سلسلے کو نہ دو زندگی کا نام
جینے کے باوجود بھی کچھ لوگ مر گئے



biazdill@aanchal.com.pk

ڈش مقابلہ

طلعت آغاز

گلاوٹ کا قیمہ

اجزاء:۔

قیمہ (بغیر ہڈی کا)	مشین کا آدھا کلو
پیاز (درمیانے سائز کی)	ایک عدد
بناسپتی گھی	تین کھانے کے چمچے
گرم مسالا (پسا ہوا)	ایک کھانے کا چمچہ
پپیتا	دو انچ کا ٹکڑا (پسا ہوا)
دہی	دو کھانے کے چمچے
کوئلہ	ایک ٹکڑا (گرم کیا ہوا)
ایک روٹی کا ٹکڑا	(چند بوندیں کوکنگ آئل کی ڈال دیں)

ترکیب:۔

سب سے پہلے قیمہ دھو کر اس میں پپیتا، ادرک اور لہسن، گرم مسالا ملا کر بیس منٹ کے لیے رکھ دیں۔ ایک پتیلی میں گھی گرم کریں اور اس میں پیاز براؤن کریں جب پیاز براؤن ہو جائے تو اس میں قیمہ ڈال دیں اور ہلکے ہاتھوں سے بھون کر پانچ منٹ کے لیے ڈھک دیں پھر اس میں دہی، لال مرچ، نمک ڈال کر ڈھک دیں اور آنچ ہلکی رکھیں، کوئلہ گرم کر لیں، قیمہ کے بیچ میں روٹی کا ٹکڑا رکھ کر اس پر کوئلہ رکھ دیں اور کوکنگ آئل ٹپکا کر ڈھکن بند کر دیں اور دو منٹ بعد چولہا بند کر دیں۔ اب اسے گرما گرم چپاتیوں یا پوریوں اور رائتے کے ساتھ نوش فرمائیے۔

نزہت جبین ضیاء...... کراچی

گوشت درباری

اجزاء:۔

ران کا گوشت	ایک کلو
بڑی الائچی (دانے نکال لیں)	دو عدد
نمک	حسب ذائقہ
سرکہ	تین کھانے کے چمچے
گھی	تین کھانے کے چمچے
لہسن کے جوئے (بھون لیں)	تین سے چار عدد
پیاز (بڑی)	ایک عدد (باریک کاٹ لیں)
ادرک (باریک پیس لیں)	ایک انچ کا ٹکڑا
گرم پانی	تین سے چار کپ
ٹماٹر پیسٹ	ایک کھانے کا چمچہ
ہرا دھنیا	دو کھانے کے چمچے
ثابت سیاہ مرچ	دس عدد
تیز پات	ایک عدد
لونگ	چار عدد
ہری مرچ	دو عدد (لمبائی میں آدھی کاٹ لیں)
رائی	ایک کھانے کا چمچہ
خشخاش	دو کھانے کے چمچے
ثابت خشک لال مرچ	چار عدد
دار چینی	دو انچ کا ٹکڑا

ترکیب:۔

گوشت پر سے اضافی چکنائی اتار لیں اور دو انچ کی بوٹیاں بنا لیں۔ رائی، تل، خشخاش، ثابت سیاہ مرچ، ثابت خشک لال مرچ، تیز پات، دار چینی، لونگ ملا کر گرائنڈ کر لیں اور سرکہ ملا کر مسالا پیسٹ تیار کر لیں اور اس پیسٹ کو گوشت پر اچھی طرح لگا کر میری نیٹ کرنے کے لیے چار سے چھ گھنٹے یا ریفریجریٹر میں رات بھر کے لیے رکھ دیں۔ لہسن میں نمک ملا کر پیس لیں اور ملائم پیسٹ بنا لیں۔ گھی کو ہلکی آنچ پر گرم کریں، پیاز اور ادرک ملا کر آنچ درمیانی کر دیں اور پیاز کے نرم ہونے تک فرائی کریں۔ ادرک کا پیسٹ شامل کر دیں اور مزید دو سے تین منٹ چمچہ چلاتے ہوئے فرائی کریں۔ گوشت ملا دیں اور پیاز کے مکسچر میں اس وقت تک پکائیں کہ گوشت کی تمام بوٹیاں براؤن ہو جائیں۔ پانی ملا دیں اور ابال لیں۔ آنچ کم کر کے ٹماٹر پیسٹ، ہری مرچ اور ہرا دھنیا ملا دیں اور آنچ درمیانی کر کے چمچہ مسلسل چلاتے ہوئے تین سے چار منٹ تک پکائیں۔ پتیلی کو چولہے پر سے اتار لیں۔ مزے دار گوشت درباری تیار ہے گرم گرم نان کے ساتھ سرو کریں۔

انوشہ طارق...... کراچی

مسالے دار کلیجی

ضروری اشیاء:۔

کلیجی (دھو لیں اور صاف کر کے خشک کر لیں)	آدھا کلو
لیموں کا رس	آدھا کپ

سرکہ	تین کھانے کے چمچے
دہی	ایک کپ
نمک	حسب ذائقہ
لال مرچ پاؤڈر	آدھا چائے کا چمچہ
دھنیا پاؤڈر	ایک چائے کا چمچہ
گرم مسالا پاؤڈر	ایک چوتھائی کا چمچہ
ہلدی پاؤڈر	آدھا چائے کا چمچہ
ٹماٹر (باریک چوپ کرلیں)	دو عدد
لہسن ادرک پیسٹ	تین چائے کے چمچے
پیاز (باریک چوپ کرلیں)	دو عدد
سرسوں کا تیل	حسب ضرورت
ہری مرچیں (چوپ کرلیں)	چار عدد

ترکیب:۔

کلیجی کو ایک پیالے میں ڈال کر اس میں لیموں کا رس، سرکہ، نمک اور ایک چوتھائی چائے کا چمچہ ہلدی پاؤڈر ڈال کر پچیس منٹ کے لیے ایک طرف رکھ دیں اور اس کو چھلنی میں ڈال کر سارا پانی نتھار دیں۔ پتیلی میں ہلکی آنچ پر سرسوں کا تیل خوب اچھی طرح گرم کرلیں۔ دہی، لال مرچ پاؤڈر، دھنیا پاؤڈر، ہری مرچیں اور نمک ڈال کر بھونیں اس کے بعد کلیجی ڈھک کر ہلکی آنچ پر پانی خشک ہونے تک پکائیں آخر میں گرم مسالا پاؤڈر ڈالیں۔ مسالے دار کلیجی تیار ہے، سروِنگ ڈش میں نکال کر باریک کٹی ادرک، لیموں، ٹماٹر اور سلاد کے پتے سے گارنش کرکے سرو کریں۔

ایمن فاطمہ.....کراچی

سندھی بریانی

اشیاء:

باسمتی چاول (صاف کرکے بھگودیں)	ایک کلو
بکرے کا گوشت	ایک کلو
آلو	ڈیڑھ کلو (بڑے ٹکڑے کاٹ لیں)
ٹماٹر (چوپ کرلیں)	چار عدد
پیاز	چار عدد (سلائس کاٹ لیں)
دہی	ایک کپ
نمک	حسب ذائقہ
زردہ رنگ	ڈیڑھ چائے کا چمچہ
دودھ	ڈیڑھ کپ
تیل	ڈیڑھ کپ
سرخ مرچ پاؤڈر	ایک کھانے کا چمچہ
دھنیا پاؤڈر	دو کھانے کے چمچے
ادرک لہسن پیسٹ	دو کھانے کے چمچے
آلو بخارے	100 گرام (دھو کر بھگولیں)
پودینہ	ایک گٹھی
ہری مرچیں	آٹھ عدد
لیموں (تلکے کاٹ لیں)	چار عدد
تیز پات	دو عدد
دار چینی	دو ٹکڑے
لونگ	چار عدد
بڑی الائچی	چار عدد
چھوٹی الائچی	چھ عدد
ثابت سیاہ مرچیں	دس عدد
زیرہ	ڈیڑھ چائے کا چمچہ

ترکیب:۔

پتیلی میں تیل گرم کرکے اس میں پیاز ڈال کر سنہری ہونے تک تلیں اس کے بعد آدھی پیاز نکال کر الگ رکھ لیں اور پتیلی میں بکرے کا گوشت، دہی، سرخ مرچ پاؤڈر، دھنیا پاؤڈر، ادرک لہسن پیسٹ، گرم مسالا پاؤڈر اور نمک ڈال کر گوشت گلنے تک ڈھکن ڈھک کر ہلکی آنچ پر پکائیں۔ گوشت آدھا گل جائے تو اس میں ٹماٹر، آلو، ہری مرچیں اور آلو بخارے ڈال کر تیل الگ ہونے تک بھون لیں۔

ایک پتیلی میں نمک ملے پانی میں چاول، تیز پات، دار چینی، لونگ، بڑی الائچی، چھوٹی الائچی، ثابت سیاہ مرچیں، زیرہ اور تھوڑے پودینے کے پتے ڈال کر ایک کنی رہنے تک ابال لیں اس کے بعد چھان کر چاول الگ کرلیں۔ ایک دوسرے بڑے پتیلے میں پہلے ابلے ہوئے چاولوں کی تہہ لگا کر تیار کیا ہوا گوشت کا سالن ڈال کر باقی بچے ہوئے چاولوں کی تہہ لگادیں آخر میں دودھ میں زردہ رنگ گھول کر ڈالیں۔ پودینہ، لیموں کے تلکے اور تلی ہوئی پیاز ڈال کر دم پر لگادیں مزے دار سندھی بریانی تیار ہے، سروِنگ ڈش میں نکال کر سلاد اور رائتہ کے ساتھ سرو کریں۔

ثمرین کنول.....کراچی

اچاری قیمہ دیگی پلاؤ

اشیاء:

قیمہ (بکرے کا)	ایک کلو
سی چاول	ایک کلو
اچار	ڈیڑھ کپ
پیاز	دو عدد
لہسن ادرک پیسٹ	دو کھانے کے چمچے
ہری مرچیں	تین سے پانچ عدد
ہری مرچیں	تین سے پانچ عدد
کڑھی پتے	تین سے چار عدد
گرم مسالا پاؤڈر	ایک کھانے کا چمچہ
تیزپات	ایک عدد
لیموں (باریک گول ٹکڑے کاٹ لیں)	ایک عدد
لونگ	پانچ عدد
ثابت سیاہ مرچیں	پانچ عدد
پانی	چار کپ
نمک	حسب ذائقہ
دہی	ایک کپ
یلو فوڈ کلر	چند قطرے
ہلدی پاؤڈر	ایک چائے کا چمچہ
ٹماٹر	دو عدد (باریک کاٹ لیں)
تیل	حسب ضرورت

ترکیب:۔

ایک سوس پین میں تیل گرم کرکے اس میں پیاز ڈال کر چمچہ چلائیں۔ براؤن ہونے پر اس میں قیمہ ڈالیں اور قیمے کی رنگت براؤن ہونے پر اس میں دہی' ٹماٹر' اچار' ہری مرچیں' لہسن ادرک پیسٹ' کڑھی پتے' نمک' گرم مسالا پاؤڈر ڈال دیں اور بھونیں جب تیل الگ ہوجائے اور گوشت گل جائے تو پانی ڈالیں اور ابال آجائے تو اس میں چاول اور یلو فوڈ کلر ڈال کر چمچہ چلائیں۔ جب پانی سوکھ جائے تو ہلکی آنچ پر رکھ دیں' مزے دار اچاری دیگی پلاؤ تیار ہے۔ سرونگ ڈش میں نکال کر لیموں سے گارنش کریں اور رائتہ کے ساتھ گرم گرم سرو کریں۔

رابعہ......ملتان

گرین مسالا ران

اشیاء:

بکرے کی ران	ایک عدد
ادرک	ایک انچ کا ٹکڑا
لہسن کے جوئے	چار سے چھ عدد
ہرا دھنیا (چوپ کیا ہوا)	دو کھانے کے چمچے
پودینہ (چوپ کیا ہوا)	دو کھانے کے چمچے
ہری مرچیں	چار عدد
زیرہ پاؤڈر	ایک چائے کا چمچہ
دہی	ڈیڑھ کپ
کچا پپیتا پیسٹ	دو چائے کے چمچے
نمک	حسب ذائقہ
تیل	حسب ضرورت

ترکیب:۔

ران کو اچھی طرح صاف کرکے گہرے کٹ لگالیں' اب اس پر نمک اور پپیتا پیسٹ لگا کر ڈیڑھ گھنٹے کے لیے رکھ دیں۔ گرائنڈر میں ادرک' لہسن' ہرا دھنیا' پودینہ' ہری مرچیں' زیرہ اور نمک ملا کر گرائنڈ کرکے ہرا مسالا تیار کرلیں۔ دہی میں پسا ہوا ہرا مسالا اور گرم مسالا پاؤڈر ڈال کر اچھی طرح مکس کریں اور یہ آمیزہ ہاتھوں کی مدد سے پوری ران پر اچھی طرح لگائیں اور دو گھنٹے تک میرینیٹ ہونے کے لیے رکھ دیں۔ پتیلی میں چھ کھانے کے چمچے تیل گرم کرکے مسالا لگی ران اس میں ڈال کر بیس منٹ تک ڈھک کر پکائیں' اس کے بعد پلٹ دیں اور بیس منٹ تک ڈھک کر پکائیں' سرخ ہونے پر اور گوشت گل جانے کے بعد نکال لیں۔ گرین مسالا ران تیار ہے' سلاد اور ہری چٹنی کے ساتھ سرو کریں۔

رمشا نور......کراچی



نیرنگِ خیال

ایمان وقار

الٰہی تیرے دستِ قدرت میں کل ملک ہے

ترا نام باقی ہے فانی نہیں
ترا کوئی عالم میں ثانی نہیں
تُو ہی غم زدوں کا غمخوار ہے
تُو ہی بے کسوں کا مددگار ہے
گناہوں سے ہوکر پریشان حال
ترے دَر پہ آئے ہیں یا ذوالجلال
ہمیشہ گناہوں کی عادت ہوئی
نہ ہم سے تیری کچھ عبادت ہوئی
سنا جب سے تجھ کو رحیم و غفور
یقیں ہوگیا بخش دے گا ضرور
طفیلِ جنابِ رسول کریم ﷺ
کرم کر کرم یا غفور الرحیم
ہے حال ضیعفانِ کُل مؤمنین
تُو کر رحم یا ارحم الراحمین
اندھیری میری قبر میں اے غنی
تُو کر نور ایمان کی روشنی
یہ بندی جو بے حد گناہ گار ہے
تیری مغفرت کی طلبگار ہے

(انوش فاطمہ...... ضلع بھکر)

کہا تھا نا؟

محبت کے سمندر میں
اُترنے سے ذرا پہلے
بس اتنا سوچ لینا تم
کہ یہ ایسا سمندر ہے
نہیں ہے انت کوئی اس کا
جو اس میں پاؤں رکھتا ہے
وہ اس میں ڈوب جاتا ہے
کہا تھا نا؟
محبت کے سمندر میں
اُترنا کھیل مت سمجھو
کہا تھا نا؟؟؟

(سباس گل...... رحیم یار خان)

بکرے کے دام

بکرے کے دام تو یہ کہاں مفلسی کہاں
گائے بھی مجھ کو دیکھ کے روکے ہنسی کہاں
بیگم یہ کہہ رہی ہیں کہ ڈھونڈوں ابھی کہاں
پائے کہاں ہیں کلیجی کہاں ہے سری کہاں
دو چار اور ڈیپ فریزر ہوں تو خوب ہے
ناغہ کبھی ہو تو گوشت کی دردِسری کہاں
اجرت جو کم کراؤ تو پیشانیوں پہ بل
پہلے قصائیوں میں تھی یہ بے رخی کہاں
رانیں تو ان کو گائے کی دے آئے ہیں مگر
ان کو ہوئی ہے ہم سے محبت ابھی کہاں
ہوتے ہیں ان کی دید سے روشن دل جگر
جو بجلی مفت میں دے ایسا سخی کہاں
اک عمر ہوگئی ہے انہیں رازداں کیے
نیر قرارِ قلب کہاں ہے خوشی کہاں

(نیر رضوی...... کراچی)

ویڈنگ غزل

مجھے اکثر یہ لگتا تھا محبت کھو گئی شاید
قلبِ بے نوا کی جنبش سے یاد آیا ہے
میری ذات کے تاریک آسمانوں پر
بعد مدت کے محبت کا چاند آیا ہے
سنو اس چاند میں بے وفائی کا کوئی داغ نہیں
یہ تو وفا کی روشنی سے جگمگایا ہے
ہیں میرے سامنے محبت میں دو دھڑکتے دل
ان کی خوشی میں دل آج کھل کے مسکرایا ہے
دولہے راجا بنے بیٹھے ہیں پیار کا پیکر
اور پیاری دلہن کو دیکھ کر چاند بھی شرمایا ہے

میں نے دیکھا ہے ان کی چاہت کے کبھی رنگوں کو
کبھی خوشیاں تو ٹوٹتی اُمنگوں کو
بڑی مشکل سے ایک دوسرے کو پایا ہے
انہیں قسمت نے ہر موڑ پہ آزمایا ہے
پر نہیں ٹوٹنے پائی کبھی ہمت ان کی
قدم قدم پہ رہی ساتھ محبت ان کی
ایک دوسرے پہ یقین ہی ان کو ساتھ لایا ہے
ان کی وفا نے آج خوشیوں کا دن دکھایا ہے
اس محبت پہ اعتبار کھو چکی تھی انجم
انہیں دیکھا تو اس جذبے پہ یقین آیا ہے
(انجم زہرہ......ملتان)

غزل

زبان خوشبو میں تجھ سے کہا ہے
صبا کی بات کو میں نے سنا ہے
مرے جذبوں کی سچائی کو دیکھو
یہ وہ جادو ہے جو تم پر چلا ہی
پیاسا جو رہا دریا کنارے
بہت اس میں کمال و حوصلہ ہے
جو پتہ شاخ سے ٹوٹا وہ مُردہ
اشارہ یہ خزاؤں نے دیا ہے
رہی خانم پہ اپنے رب کی رحمت
یہی احساس تو اس نے لیا ہے
(فریدہ خانم......لاہور)

غزل

ذکر تیرا ہی یار ہوجائے
تو بھی خوشیوں سے ہم کنار ہوجائے
جیون میں کبھی نہ آئے تیرے خزاں
بس یوں جشن بہار ہوجائے
کتنا روتی ہوں اے جان جاں تیرے بنا
آنکھ تیری بھی اشک بار ہوجائے
جب سے تو نے قرار لوٹا ہے
کاش تو بھی بے قرار ہوجائے
چاند تو چھپ گیا ہے بدلی میں
جگنوؤں کا انتظار ہوجائے
انتظار کی بھی ایک حد ہوتی ہے
اب تو تیرا دیدار ہوجائے
(فریدہ جاوید فری......لاہور)

میں لوٹ آیا ہوں

دیکھ میں گرتا سنبھلتا
اب لوٹ آیا ہوں
ہزاروں رستے بدلتا
میں لوٹ آیا ہوں
سنا ہے تیرا حسن جوبن پہ ہے مگر
دہکتے انگاروں پر چلتا
میں واپس لوٹ آیا ہوں......!
تیرے گھر کی چوکھٹ پر
آنسوؤں سے اک نام لکھ کر
میں اپنی سسکیاں دباتا
واپس لوٹ آیا ہوں
محض ایک گل کو چاہنے کی
بڑی سزا پائی ہے
کہ اپنا پھولتا گلشن لٹا کر
میں خالی ہاتھ لوٹ آیا ہوں
دیکھو تو زمانے والو!
شکستہ پا
روتا تڑپتا
آخر میں لوٹ آیا ہوں......!!!
(جاذبہ عباسی......مری)

غزل

عجب اذیت پسندی شامل ہے اس کی چاہت میں
درد دیتا ہے مگر رونے کی اجازت نہیں دیتا
ہر بات میں ڈھونڈ لیتا ہے کوئی تلخ حقیقت
بہت چاہتا ہے مگر دل کو وسعت نہیں دیتا
اِک لمحہ ہی لگتا ہے اسے سزا سنانے میں
معافی مانگنے کی ذرا سی مہلت نہیں دیتا
جلا دیتا ہے جذبوں کو اپنی گرم طبیعت سے

دل کو پیار کی آنچ سے حدت نہیں دیتا
ہر چیز دیتا ہے مگر وقت نہیں دیتا
مال و زر بھی دیتا ہے مگر محبت نہیں دیتا
(فائزہ بھٹی......چوکی)

میرا پاگل پن

میں گر کبھی بدل جاؤں
تمہاری محبت بھول جاؤں
فرض کرو
گر میں ان چاہتوں سے مکر جاؤں
محبت پر ایمان سے پھر جاؤں
تو جاناں
مجھ پر اک احسان کرنا
مجھ کو بیتے لمحے یاد دلا دینا
اپنی محبت جتا دینا
کچھ میرا پاگل پن مجھ کو بتا دینا
اگر پھر بھی
فرض کرو پھر بھی میں مکر جاؤں
تو میرا اک آخری کام کرنا
مجھے تحفے میں تم کفن دے دینا
کہ مجھے تیرے بن نہیں ہے جینا
(عائشہ نور عاشا...... گجرات)

ساتھ

سنو!
کیا ایسا نہیں ہو سکتا
دو دن تم میرے ساتھ رہو
دو دن میں تمہارے ساتھ رہوں
چار دن کی زندگی ہے
نہ تم اداس رہو
نہ میں اداس رہوں!!
(عروسہ شہوار رفیع......کالا گجراں، ضلع جہلم)

اِک خواب سا ہے
تم سنگ چلو
اِک رات رکو
ملاقات تو ہو
تم ساتھ جو ہو
برسات بھی ہو
کچھ پل تو رکو
کچھ سپنے ہوں
جو اپنے ہوں
کچھ رستوں پر
میرے سنگ چلو
اِک خواب سا ہے
اِک وادی ہو جہاں پھول کھلیں
خوشبو بھی ہو اور ہوا چلے
کچھ ایسا کہوں تم سنتے رہو
اِک خواب سا ہے
تجھے گیت لکھوں
سنگیت لکھوں
من میت لکھوں
میری ہار جو ہو
تم جیت بنو
من میت میرے
میں جانتی ہوں
میرا خواب جو ہے
سراب ہے یہ
صحرا میں کھلا گلاب ہے یہ
(اُم کلثوم......اختر آباد)

دل نے چوٹ کھائی ہے
ہرنی جیسی آنکھوں والی
خوشبو جیسی باتوں والی
معصوم سی، دیوانی سی
وہ لڑکی
شام سہانی سی
بات کوئی من میں دبائے بیٹھی ہے
اپنے دل کی دھرتی پہ
پیڑ درد کا اُگائے بیٹھی ہے

خوشبو جیسی لڑکی
یہ نہیں جانتی کہ
دل کا درد چھپانے کو
جتنے بھی جتن کیے جائیں
یہ آنکھیں پریشاں کرتی ہیں
اور ہر اک سے کہتی ہیں
دل نے چوٹ کھائی ہے
ہم نے نیند گنوائی ہے
(علینہ اشرف......اسلام آباد)

فرق

کیا فرق پڑتا ہے
میں تم سے روٹھ جاؤں تو
تمہارے پاس نہ آؤں تو
پھر تم سے دور جاکر میں
کبھی واپس نہ آؤں تو
تمہاری یاد میں گم صم
کبھی آنسو بہاؤں تو
تمہارے پیار میں اکثر
میں خود کو بھول جاؤں تو
میں تم سے دور رہ کر
اکیلے مر بھی جاؤں تو
تمہیں کیا فرق پڑتا ہے
(اقرا تبسم......اوکاڑہ)

"ہائے غربت"

میں نے سوچا تھا
اس برس عید آئے گی
اک نشیلی آنکھوں والا
تگڑا سا بکرا میں بھی لاؤں گی
گلے میں چمکتی رسی ڈال کر
اُسے گلیوں میں گھماؤں گی
محلے بھر میں اتراؤں گی
اور جی بھر کے مسکراؤں گی
عید آئی بھی اور چلی بھی گئی
جو خواہش تھی وہ دل میں رہ ہی گئی
اس مہنگائی کے مارے
بکرا تو کیا......
کمزور سا بکرا بھی میں نہ لا سکی
اور محلے میں اترا نہ سکی
اک پھیکی سی مسکراہٹ کے سوا
نجم انجم بالکل بھی مسکرا نہ سکی
(شاعرہ: نجم انجم اعوان......کراچی)

غزل

وہ ہمیں جفائیں دیتے رہے
ہم انہیں دعائیں دیتے رہے
بدلے میں اس کی بے رخی کے
کیا کیا بتائیں دیتے رہے
بے مروت بے وفاؤں کو ہم
بے لوث وفائیں دیتے رہے
جو کب کا بھلا چکا ہمیں
انجانے میں اسے صدائیں دیتے رہے
ٹھہرتا ہی گیا موسمِ دل
زخموں کو ہوائیں دیتے رہے
آنے کی جس کی اُمید نہیں
خواب میں اسے ندائیں دیتے رہے
(فصیحہ آصف خان......ملتان)



دوست کا پیغام آئے

ہما احمد

پُرخلوص تل والی کے نام

السلام علیکم! کیسے مزاج ہیں۔ سب خیریت سے ہوں گے۔ بہت ٹائم ہو گیا یہاں سے تنا بچے کو ضرور ہاں ہے تو سوچا آپ کے بارے میں کیا لکھوں، چلو کچھ کہہ ہی دیتی ہوں یار میں۔ حسنا، نگہت عبداللہ، آمنہ رحمٰن، کرن شہزادی، سمیعہ کنول، پارس شاہ، نمیرہ... عدل کی رانی، عائش نعمانے (قسم سے بہت لائک کرتی ہوں آپ کو)، مدیحہ نورین، نجم آپی، ام زہرہ، ذکاوہ، زرگن، اقرا، لیاقت، عمرہ یونس، عائشہ پرویز، آپ تو بہت ہی مصروف ہیں۔ شاید زندگی کے بزی لمحات میں سے ہمارے لیے وقت نکال لیجیے گا۔ میں تو بہت دفعہ آپ کو پیغام بھیج چکی ہوں پر...... خیر خوش رہیں۔ سارے سارے عظمیٰ نورز، نسرین، ثانیہ، عابدہ کنول، ہادی، ریحانہ، پتا نہیں کیوں تمنا ہے کہ شاید کبھی ہماری ملاقات ہی ہو جائے۔ ملالہ اسلم شادی خانہ آبادی کیسی جا رہی ہے۔ یار ہمیں بھی کوئی گُر ہمیں دے دو شاید کام ہی آ جائے۔ ہاہاہاہا مذاق کر رہی ہوں خوش رہو۔

پارس شاہ، عائشہ رحمٰن، بینا، نامنہ، ہالی بس کروہ واپس آ جاؤ تا آنچل نگری میں تم نہیں اچھی نہیں لگ رہی مجھے پلیز۔ پروین آپی، ام کنول، کوثر خالد، یہ تو آنچل کی رونق بنی رہیں۔ کل سب نوار کسی تھوڑے سارے نال لگ دیو۔ ماہم نور، غفاری، طیبہ، خالدہ، شمزا، شمزادی، کمرل، ماہ رخ سیال، فصیحہ آصف، انیلا طالب ہر لمحہ مسکراتی رہیں۔ جویریہ، کوثر، رقیہ، سمیعہ (باربی ڈول کی طرح ہو بالکل)۔ عطرت قسم سے پر خلوص لوگ اب بھی ہمارے پھیر کنڈ میں ہیں۔ سارے لڑکے ہوا آتا کھو کیوں نہیں ہوں کیا پتا مجھے یہاں میں کیسر اللہ میرے پاس بیٹھی ہے تو ہے۔ بہت اچھا لگا آپ کے گھر جانا ہمیں۔ شکریہ جویریہ اور تمہاری بہن نے جو مجھے چوڑیاں پہنائی تھیں وہ اب بھی میرے پاس ہیں سارے دوستوں کو ملیں گے۔

مصروفیت سے وابستہ ہے یہ زندگی میری دوستو!
خدا گواہ ہے پھر بھی یہ دل دوستوں کو بہت یاد کرتا ہے

(سیرا سواتی...... بحر کنش)

والنٹرز اور آنچل کے نام

السلام علیکم۔ نزہت جبیں ضیاء، ماہ پاسدف، آصف، تارہ کنول، جازی، ریحانہ، اعجاز، کمیرا شریف طور، سعدیہ، کوثر سردار، نفیسہ، سعدیہ آپی، شمع، حفیظ آپی، صائمہ قریشی، نمبریاء، ہما، کیمن، شاہ، صائمہ اکرم، طلعت نظامی، انجم خان، صبا، ایشل، صباحت، دشمی، سعدیہ عابدہ آپ سب میری پسندیدہ رائٹرز ہیں۔ آپ سب کی تحریریں لاجواب ہوتی ہیں۔ دعا ہے آپ ہمیشہ خوش رہیں اور ہمارے لیے اچھا اچھا لکھتی رہیں آمین۔ کنول خان، سون کنول، حاور شاہ آپ کو بک کی اشاعت پر بہت بہت مبارک (تینوں اپنی اپنی بک مجھے گفٹ کر دیں) ہاہاہاہا۔

نوشین اقبال نوشی، ڈاکٹر صبا خان آپ کی شاعری مجھے بہت پسند ہے۔ انیلہ جمیلہ آپی اور فاخرہ گل آپی آپ دونوں بہت اچھا لکھتی ہیں۔ آپ دونوں کی پوسٹ پڑھنے کے لیے میں فیس بک پر جاتی ہوں۔ رضوانہ آفتاب، رخسانہ آفتاب، صبا احمد خان ہمیشہ اچھا لکھتی رہیں۔ پروین افضل شاہین، انیلہ طالب، نجمہ انجم، نورین انجم، فائزہ بھٹی، مدیحہ نورین، دعا، عمر بھائی آپ سب کی آنچل میں ہر ماہ آمد بہت اچھی لگتی ہے۔ نورین مسکان بہنا ہمیشہ خوش رہیں۔ میں کچھ پڑھائی کی وجہ سے کچھ عرصہ آنچل میں شامل نہ ہو سکی۔ ان شاء اللہ اب ہر ماہ شرکت کروں گی۔ دعا ہے کہ ہمارا آنچل دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے (آمین)۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

(حنا کنول فرحان...... جو ہرآباد)

ہماری ایما جانی

السلام علیکم امید ہے خیریت سے ہوں گی۔ آپ تو مجھے بالکل ہی بھول گئی ہیں۔ اتنی مشکل سے وقت نکال کر خط لکھتی ہوں اور جب آنچل آتا ہے اپنا نام نہ دیکھ کر بہت افسوس ہوتا ہے۔ اب ہم پہلے نے اور بزرگ ہو چکے ہیں مگر پرانی دوستی تو زیادہ پختہ ہوتی ہے نا۔ میرے اسکول کی بچیاں جو میٹرک کر کے گھر بیٹھی ہیں تو ان کو پڑھنے کے لیے میں باقاعدہ آنچل لے کر ان کو دیتی ہوں کیونکہ مجھے پتا ہے کہ آنچل ان کا راہنما بنے گا ابھی نہیں۔ پھر اگر میرا نام بھی اس میں شامل ہو جائے تو سونے پہ سہاگہ والی بات ہوتی ہاں کہ ان کے درمیان ان کی ہی ٹیچر آنچل میں لکھ سکتی ہے تو وہ خود کو کمتر نہ سمجھیں کہ ہم گاؤں میں رہتے ہیں تو کمتر ہیں۔ لیکن ایسا نہیں ہے تو میری گزارش ہے آپ سے کہ ایسا سلوک مت کیا کریں جیسے سوتیلی مائیں کرتی ہیں۔

ایما جانی! میں نے 2014ء میں عمرہ اور زیارات کی تھیں۔ مگر جب ایم فل کیا تو اس سفر پر ایک اسائنمنٹ بنائی تھی جب میرے ٹیچر نے کہا تھا کہ اس کو تھوڑا سا شارٹ کر کے لکھیں مگر اسے کسی رسالے میں چھپائیں تو میرا رشتہ تو آنچل سے ہی اتنا مضبوط ہے کہ میں اپنا سفرنامہ آپ کو بھیج دوں۔ آپ پڑھ لیں یا دو اقساط میں پلیز آنچل میں شائع کر دیں تو میں آپ کی شکر گزار ہوں گی۔ امید ہے مایوس نہیں کریں گی۔

محبوب خدا ﷺ کے در کا سفر دل کرتا ہے سب کو سناؤں تاکہ سب وہاں جانے کا مصمم ارادہ کر لیں۔ میں نے رجسٹری کروائی ہے۔ آنے والے رمضان کی بہت بہت مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی امان میں رکھے اور ہمیں ایمان، رمضان سے فیض یاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ سب کی خدمت میں درجہ بدرجہ سلام۔ اجازت دیں اللہ حافظ۔ بہت سی امیدوں کے ساتھ طالب دعا۔

(شگفتہ خان...... بھلوال)

بنام آنچل، مونا شاہ اینڈ مسرت ایچ

کچھ لوگ ہوتے ہیں۔ ہاں بالکل کچھ لوگ...... جن کا خلوص آپ کو مقروض کر جاتا ہے۔ مصری کلکت کے حسن ان کا نام ساری پژمردگی کو اپنے اندر ضم کر لیتا ہے اور یہ مسند چہ بالا نام حسن کے نام یہ پیغام لکھنے کا قصد کیا ہے۔ وہ میرے قلب میں جاگزیں محترم احباب میں سے ایک ہے۔ عزیز من! آپ کے ہر تبصرے نے مرے سادہ خط میں مونا شاہ کا ذکر باعث راحت ہے۔ اس پذیرائی پر میں اپنے دل کے آخری سرے تک ممنون ہوں۔ آئیں آپ کو تمام نیک تمناؤں اور آرزوؤں سمیت آپ کی سپاس گزار ہوں۔ فیس بک پر ایک بار رابطہ کر کے کہاں مفرور ہیں آپ؟ کچھ اتا پتا دیں اپنا......

(مونا شاہ قریشی...... کبیر والا)

ہماری دوستوں کے نام

کیسی ہو سب دوستوں؟ انیلہ طالب میرا تبصرہ پسند کرنے کا شکریہ آپ تو بڑی پیاری ہو گی ہاں انیلا آپ کا نمبر مل سکتا ہے کیا؟ ویسے آپ کا ایڈریس تو میرے پاس ہے تو کیا کہتی ہو آ جاؤں تمہارے پاس؟ شازیہ ہاشم آپ کا بھی تبصرہ بہت خوب تھا۔ میرا تبصرہ پسند آیا مہربانی۔ فائزہ بھٹی جی تم زیادہ ہی مصروف ہو گئی ہو۔ اگر آم کھانے اور جامن کھانے ہوں تو آ جاؤ ہمارے علاقے میں خوب کھلاؤں گی۔ جلدی سے آ جاؤ۔ آنٹی پروین افضل شاہین آپ تو عید کا چاند ہی ہو گئی ہو۔ آنٹی کوثر خالد پلیز میرے لیے بھی دعا کریں کہ میری تمام مشکلات آسان ہو جائیں۔ اقرا ممتاز تم سے میں ناراض ہوں۔ اقرا مشتاق میری پیاری بہن، حمید، تم اقرا ممتاز وغیرہ میرے پاس آئیں بہت اچھا لگا اور اقرا میرے کمرے کی صفائی کی اس لیے تھینکس۔

اقرا ممتاز تم تو ہو ہی گی...... ہاہاہا ایک موٹی کہانی بھی لکھا کرنے لگی۔ گجوں طیبہ، نادیہ تم کہاں مر گئی ہو۔ آنچل میں انٹری ہی دے دو۔ کرن شہزادی جی آپ بھی کسی سے کم نہیں ہو۔

(صائمہ مشتاق...... سرگودھا)

تل والی کے نام

السلام علیکم۔ تمام آنچل ممبرز، ریڈرز اور فرینڈز کو عید کی بہت بہت مبارک ہو۔ میری پیاری فرینڈز سدرہ، فرزانہ، علیزہ، مقدس، پروین، سعدیہ (گوگو والی)، انجم، انجم، ہما خالد، حسینہ، لبنیٰ الیس، کوثر خالد، تبسم، شیزہ، مدیحہ نورین اور گل مریم اور جن کے نام رہ گئے ہیں ان سب کو میرا سلام اور عید کی بہت بہت مبارک ہو۔ گل مریم دعا ہیں رہنے کا بہت شکریہ۔ ڈیئر ام کمال آپ کی حالات کے بارے میں پڑھ کر دکھ ہوا اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کو صحت کاملہ عطا فرمائے (آمین)۔ سدرہ یار پلیز ٹینشن مت لیا کرو بیٹیاں تو اللہ پاک کی رحمت ہوتی ہیں انہی کی وجہ سے گھر میں برکت اور رونق ہوتی ہے۔ ستمبر میں میری سالگرہ ہے کون کون گفٹ بھیج رہا ہے یار کیک میں بھجواؤں گی ہاہاہا۔ میری پیاری امی اور سویٹ سی اما کو بھی عید مبارک ہو۔ خدا آپ کا اور پاپا کا سایہ ہمارے سروں پر ہمیشہ قائم رکھے آمین۔

میری رہنما، میری پیاری ٹیچر نجمہ اور سر مولانا صادق صاحب آپ کو عید مبارک ہو۔ اسکول کی بہت یاد آتی ہے اور سر آپ کی ڈانٹ بہت یاد آتی ہے۔ آئی رئیلی مس یو۔ سچ کہتے ہیں انسان چھوٹا ہو تو جوانی کا انتظار کرتا ہے اگر جوان ہو جائے تو بچپن میں لوٹ جانے کی دعا کرتا ہے مگر کہتے ہیں نا جو وقت گزر جاتا ہے وہ واپس نہیں آتا اس لیے اپنے ہر لمحے کو یادگار بنائیں اور دعاؤں میں یاد رکھیے گا اللہ حافظ۔

(رقیہ ناز...... تحصیل ملسی وہاڑی)

آنچل فیس بک والوں کے نام

خلوص دل میں جاگزیں ہو تو پختی ہے دوستی
مٹ سکتے ہیں رشتے نہیں پختی ہے دوستی

جب غم کسی کی ذات سے منسوب ہوتا ہے
تو ابر رحمت بن کر برستی ہے دوستی

السلام علیکم! سب آنچل پریوں کو ہمارا سلام۔ امید ہے آپ سب خیریت سے ہوں گی اور زندگی کو خوب انجوائے کررہی ہوں گی۔ حمنہ سویٹی تمہاری 7 جولائی کو برتھ ڈے تھی نا اس کے لیے ہیپی برتھ ڈے۔ ہمیشہ خوش رہو۔ تم میری بہت سویٹ بہن ہو (جگی یار)۔ ارے شانزہ تم کیوں آنکھیں گھمارہی ہو پلیز ایسے مت دیکھو ورنہ مجھے چھوٹا سا ہارٹ اٹیک ہوجائے گا (!!!! ڈر کے مارے یار)۔ تمہارا اسکول اوپن ہونے والا ہے چلو اسکول کی تیاری کرو۔ نجم انجم فریدہ فرید جاوید پروین افضل شاہین نگہت عظیم مکال ندیجہ نورین مہک عائزہ یمنی نورین انجم نیلا طالب کوثر خالد آپ سب بہت اچھی ہیں۔ میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں۔ آپ پلیز مجھے جلدی اجازت دیجئے گا۔ مدیحہ نورین آپ پتہ نہیں مجھے کیوں اپنی اپنی لگتی ہو۔ بس یار ایسا لگتا ہے جیسے ہماری بچپن کی دوستی ہو۔

ایس این شہزادی کھرل آپ بھی بہت مزے کی ہو۔ عائش کشما آپ کا نام بہت پیارا ہے اس کا مطلب کیا ہے؟ (نام کا یار)۔ حنا ارشد فرام لاہور آپ کی پوئٹری بہت اچھی ہوتی ہے میں بہت شوق سے پڑھتی ہوں۔ تمنا بلوچ آپ اتنی سیڈ مت ہوا کریں پلیز ایک دفعہ آپ کی اتنی سیڈ نظم پڑھ کے مجھے رونا ہی آ گیا۔ پتہ نہیں آپ کیسے لکھ لیتی ہیں اتنی سیڈ پوئٹری۔ حریم فاطمہ آپ کو آپ کی پاپا جانی بہت مس کرتی ہیں۔ دعش مریم آپ کے پاپا جانی کے بارے میں پڑھا پڑھتے ہوئے آنکھوں میں آنسو آگئے۔ بے شک اس اپ کا کیا تم ہوا۔ کیں ماشاء اللہ پاک آپ کے پاپا جانی کو بھی اپنی آغوش رحمت میں جگہ دے آمین۔

پہلی دفعہ لکھ رہی ہوں پتہ نہیں کیا لکھا گیا۔ پانچ سال سے پڑھتی آرہی ہوں آج پہلی دفعہ خط لکھنے کی جسارت کی ہے آخر میں سب فرینڈز کے لیے دعائیں جو مجھ سے دوستی کرنا چاہیں ناٹس اوسٹ۔ دیکھیے اب چلتی ہوں نینا آپ ڈٹوں کے ساتھ ہو گاویں۔ آخر میں عید مبارک۔ رب راکھا۔

(اے ایف ایچ ایس فرام کمالیہ)

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! آنچل فرینڈز کیسی ہیں سب؟ امید واثق ہے فٹ فاٹ ہوں گی۔ (اور مجھے مس کرتی ہوں گی ہائے ری خوش فہمی)۔ سدا خوشیاں آپ سب پر سایہ فگن رہیں آمین۔ پچھلے ماہ کچھ نئے پڑھنے والے نام بہت اچھا لگا۔ اقراء جٹ میرا شعر پسند کرنے کے لیے شکریہ آپ کا مفصل تبصرہ ہمیشہ کی طرح بہت نائس تھا (اپریل کا)۔ کیا ہی خوب الفاظ کا چناؤ کیا تھا۔ ویل ڈن۔ آپ کا انجام میرے پاس پڑا ہے آکر لے جانا...... !!!!

پروین افضل کیسی ہیں آپ؟ شعر پسند کرنے کا شکریہ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو اولاد نرینہ سے نوازے آمین۔ مدیحہ نورین مہک دعا کے لیے شکریہ۔ یونہی یاد کرتے رہیے گا۔ سالگرہ نمبر میں آپ کی ایک نظم بہت نائس تھی۔ سامیہ گل افضل آپ کا سلام دل وجان سے قبول ہے۔ ہماری جانب سے وعلیکم السلام۔ سیرا اسحاق آپ کو ہم اپنی دوست ہی سمجھتے ہیں۔ مدیحہ کرن آپ کے والد کی وفات کا بہت افسوس ہوا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔

ثانیہ الطاف تبصرہ پسند کرنے کے لیے شکریہ۔ ہنستی مسکراتی رہیں۔ کرن شہزادی تبصرہ پسند کرنے کے لیے شکریہ۔ آپ کا تبصرہ بھی بہت نائس تھا۔ ارم کمال آنٹی کیسی ہیں آپ؟ نواسے کی بہت بہت مبارک باد۔ کوثر خالد آنٹی آپ کے کیا حال ہیں؟ بیٹی کی منگنی بہت بہت مبارک ہو۔ فریدہ فرید آنٹی آپ کی طبیعت کیسی ہے؟ ہم تو آپ کو دعاؤں میں یاد کرتے رہتے ہیں۔ عائزہ یمنی آپ کا آنچل ہاؤس بے حد پسند آیا بس ایک کمی رہ گئی تھی آپ نے مجھے شامل ہی نہیں کیا آنچل کی سالگرہ سلیبریشن میں۔ میں تو آنچل کی دو پریوں جیسا وائٹ فراک پہنے سر پر چاندی کا تاج سجائے ہاتھ میں سرخ پھولوں کا گلدستہ اور خوب صورت سا کیک لیے کھڑی تھی کی پری...... !!!!

گل مینا خان "مجھے تم سے پیار ہے" کہ سارے میرا مطلب وہ والا نہیں ہے بلکہ یہ تو آپ کے کارنیگی کا عنوان ہے !!!!...... آپ نے بھی بہت اچھا لکھا زبردست۔ نجم انجم اعوان جاذبہ عباسی پارس شاہ سیدہ لوبا سجاد نورین مسکان سرور مدیحہ کنول صباء زرگر اور کاملہ شکرا اقراء جاوید بشریٰ جاوید پرنسز ناشیٰ نیلا طالب عائش کشما کی ماہم نور انصاری دلکش مریم حسینہ انیگ ایس مہر کنول مانی شانزہ ہاشم کنول ماہ رخ سیال نور انصاری دلکش مریم حسینہ ایس ملیحہ کنول مانی شانزہ ہاشم تشال طیبہ خاور سلطان نورالشال شہزادی آپ سب کو ڈھیروں سلام ودعائیں۔ سدا خوش رہیں ہنستی مسکراتی رہیں آمین۔ فرینڈز میرے ایگزام ہورہے ہیں دعا کیجئے گا کہ اچھے سے ہوجائیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے آمین۔ اللہ نگہبان۔

(سعدیہ حمید عین ...... کلانہ کے پی کے)

دل میں رہنے والوں کے نام

السلام علیکم! آنچل فرینڈز اور میرے دل میں رہنے والوں کو میرا کیوٹ سا سلام قبول ہو۔ میری دعا ہے کہ آپ سب خیریت سے ہوں۔ سنا ہے کہ سائرہ شاہین تمہاری 15 اگست کو سالگرہ ہے۔ سکینہ اور اناز حسن کی طرف سے سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔ سکینہ حسن کی طرف سے صغرا گوندل نیلفر مریم زینب اور باقی سب فرینڈز کو عیدالاضحیٰ مبارک ہو۔ اناز حسن کی طرف سے بشریٰ رحمن کو عیدالاضحیٰ مبارک ہو۔ اس عید پر میری دعا ہے کہ تمہاری زندگی میں سدا بہار پھول کھلیں قدم قدم خوشیاں قدم قدم کامیابیاں نصیب ہوں (آمین ثم آمین)۔ سکینہ کی طرف سے اور اناز حسن کی طرف سے ہمارا پیارا سا شعر بہت ہی اچھے لوگوں کے لیے۔

تیری یاد تو ایک اصول پھول ہے
میں تجھے بھول جاؤں یہ تمہاری بھول ہے
کوئی یاد نہ کرے ہمیں کوئی گلہ نہیں
لیکن ہم اپنوں کو بھولتے نہیں یہ ہمارا اصول ہے
والسلام

(سکینہ حسن، اناز حسن ...... گوندل کی بلیاں)

دوستوں کے نام

السلام علیکم! آنچل فرینڈز کیا حال ہے۔ ڈیئر شانزہ ہاشم آپ کو پڑھ کر بہت خوشی محسوس ہوئی ہے۔ بنت عائشہ مس نونئیر وحیدلی ہی تھی کہ آپ فرم نہیں کا کام کرنا چاہتی ہو۔ میرا بھی آنٹی تیمرا آماہ سے لینا میں چاہتی ہوں کہ آپ مجھیں اپنی شاگردی میں لے لیں۔ سویٹی فردوس پرویز اینڈ امبر سکندر سحر آپ بھی آنٹی سے نمبر لے کر رابطہ کرے۔ ثمینہ وکنزیا کو ڈھیر سارا پیار کرنٹ روبی علی جاذبہ عباسی مریم قصور ارم کمال اقراء جٹ صائمہ مشتاق اقرا ممتاز عائزہ یمنی سعدیہ حمید عین ہاشمی آپ سب کا مجھے یاد کرنے کا شکریہ۔ سدا خوش رہیں نورین انجم اینڈ نجم انجم بھول گئیں جانی ہیں سا شدہ حسن اینڈ عائشہ حسن کیسی ہیں آپ؟ خوب صورت پری کہاں گم کرلیا ہے خود کو۔ ڈیئر شمع مسکان کیا کہوں علیہ مثل میں نہیں بھولی بھول تو آپ گئی ہیں۔ حافظہ شریٰ اینڈ اقراء جاوید کیا حال ہے؟ ننھی دوستوں سویٹ ہارٹ آفیہ چڑیل کدھر ہو۔ نیا افسانہ کب آرہا ہے حسینہ کا کیا حال ہے؟ فوزیہ سلطانہ جانی چکوال نورین شیخ پارس شاہ کشف فاطمہ ہمیرا اصیرا اقصیٰ نگہت عبیرہ ثمینہ زیست مکرم مس یو ویری مچ۔ عزیزہ افشاں بلوچ کیسی ہو جانی سدا خوش رہو ہنستی مسکراتی رہو۔ حنا طاہرہ اینڈ طیبہ طاہرہ ماہ کو دل کے قریب رکھنے کا شکریہ۔ نورین لطیف ظفر کریم ادھر بھی۔ نینا خان بے وفا لڑکی۔ سویٹی دھڑکن بلوچ کہاں گم ہیں آجاؤ نا۔ سلمیٰ غزل آنٹی کیسی ہیں؟ پیاری لڑکی لائبہ میر کہاں ہیں؟ آفرین ارشد آپ بھی بھول گئی۔

حمیرا عروش، ایمن وفا، جگنو، حور عین، فاطمہ روشنی، وفا فاخرہ، ایمان ماہ آپ کو یاد کرتی ہے۔ صائمہ کشف کیا حال ہے؟ فیض اسحاق آپ سلانوالی میں کہاں رہتی ہیں؟ طیبہ نذیر، نورالشال آپ سب کو سلام۔ اوکے دوستوں زندگی رہی تو پھر ملیں گے۔ سدا خوش رہیں آباد رہیں۔ السلام علیکم۔

(ماہ رخ سیال ...... سرگودھا)

آنچل کے پیاروں کے نام

تبسم بشیر (ڈنگہ) آپ تو دوستی کرکے غائب ہی ہوگئی ہیں۔ صفیہ مہر کیسی ہو؟ گل مینا خان آپ کو کسی اور رسالے میں دیکھ کر خوشی ہوتی ہے آپ آنچل کی جان ہیں۔ عائزہ یمنی کیا حال ہے؟ سدا خوش رہو۔ طیبہ ماتا کیسی ہو۔ شکریہ چار سال بچے کے لیے بنا کرکئی ہو رسالہ۔ بچے تو وہ ضرور دیتا۔ اقراء جٹ خوشی ہوئی آپ آنچل میں واپس آگئیں۔ نیلا طالب تسی گریٹ ہو۔ ایس این شہزادی کھرل آپ کا جو بھی اصل نام ہو ہم تو آپ کو ایس این شہزادی کہیں گے۔

مسز دوبیز تمہاری سالگرہ 28 ستمبر کو ہے ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔ سدا خوش رہو۔ ڈیئر نجم انجم اعوان خوشی ہوئی آپ نے مجھے اپنا سمجھا۔ مدیحہ نورین مہک آپ کہاں غائب ہیں؟ کرن شہزادی آپ کو ڈھیر سارا سلام۔ اقصیٰ نذیر مبارک ہو آنچل میں تمہارا بچہ آ گیا۔ تمہاری برتھ ڈے 29 ستمبر کو ہے ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔ زیادہ حیران ہونے کی ضرورت نہیں ہے میں نے سوچا تمہیں آنچل کے ذریعے وش کرلوں۔

شہلا کیسی ہیں؟ کسی دن ہمارے گھر آئیں نہ ہمیں پٹھانوں والی ڈھیر ساری باتیں بتائیں۔ صائمہ مشتاق کیسے مزاج ہیں۔ شاہ زندگی عائشہ پرویز رقیہ نازین علیا آپ کو ڈھیر سارا پیار۔ اس دعا کے ساتھ اجازت چاہوں گی جہاں رہیں خوش رہیں۔ ہنستے مسکراتے رہیں (آمین)۔

(اقراء ستار ...... سرگودھا)

اپنوں کے نام

سب سے پہلے بسم ماسر کو میری طرف سے پیار بھرا سلام آپ جہاں بھی ہیں اللہ

آپ کو ترقی نصیب فرمائے۔ جب سے آپ گئی ہیں آپ کی بہت یاد آتی ہے اب کالج میں وہ بات کہاں رہی جو آپ کی موجودگی میں تھی۔ کہاں کالج کا میرٹ ہائی تھا اب تو بس اللہ کے حوالے ہے۔

میڈم راحیل آپ کی ڈانٹ کو بہت زیادہ مس کرتی ہوں آپ کی ڈانٹ میں بھی اپنا مزہ تھا۔ میڈم نگہت' میڈم صفیہ' میڈم آمنہ آپ کو پیار بھرا سلام۔ کالج فرینڈز کہاں غائب ہوگئی ہو۔ صائقہ کوثر' ثمن' عاصمہ' نمرین' اقراء' عمارہ' اسریٰ سب کو سلام۔ کیا حال ہے۔ کبھی یاد بھی کرلیا کرو۔ خدا حافظ۔

(ایمن احمد...... ٹلہ گنگ' کوٹ سارنگ)

ہماری آپی سنڈس کے نام

السلام علیکم۔ تمام آنچل اسٹاف اور قارئین کو ہمارا پیارا سا سلام قبول ہو۔ آپی سنڈس جی کیسی ہیں؟ امید ہے ٹھیک ٹھاک اور فٹ فاٹ ہوں گی۔ خوش رہیے آپ ہنستے ہوئے بہت اچھی لگتی ہیں۔ میری دعا ہے آپ ہمیشہ ہنستی مسکراتی رہیں اور خوشیاں آپ کی دہلیز پر بکھری رہیں۔ (آمین)۔ آپی میں آپ کو آنچل کے ذریعے بتانا چاہتی ہوں کہ آپ کتنی اچھی اور نائس ہیں۔ آپ مجھے بہت اچھی لگتی ہیں (اور دل کے قریب بھی)۔ یہ ایک سیکرٹ ہے آپی جی کسی کو بتانا نہ کا کیں۔ ہاہاہا ہی ہی۔

میں سچ کہہ رہی ہوں آپی جی مس یو سو مچ۔ اور آنچل فرینڈز مدیحہ نورین مہک' اقراء جاوید' جویریہ جاوید' جاوید شمشیر تم سب لوگ کیسی ہو۔ سب کو میرا پیارا سا سلام ہو اور اقراء جٹ تمہیں بھی۔ نورین فاطمہ میں نے آستین کے سانپوں کا فیصلہ اللہ پر چھوڑ دیا ہے۔ چھوٹی سی پیاری دوست ایسے ہی ایک دن تجھے خواب میں دیکھا تو بہت پریشان ہوئی۔ اللہ تمہارے سارے غم دکھ درد دور کردے' تمہیں خوشیاں عطا کرے۔ جب تک زندگی ہے امید پر دنیا قائم ہے۔ وہ کہا ہے نا اگر برا وقت آئے تو اچھا وقت بھی ان شاء اللہ آئے گا۔ ڈونٹ وری دوست پریشان رہنے سے مشکل حل نہیں ہو جاتی۔ تم ہر روز صبح و شام نماز کے بعد یہ پڑھا کرو اللہ ہر مشکل آسان کرے۔ ایک دفعہ آیۃ الکرسی تین بار یہ دعا بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شئی فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم۔ اور آخر میں تمہارے نام۔

سب نے ہے چاہتیں اسی نیر ملا کے
جیو نمیاں دی سدا خوشیں وچھوڑے رہیں گے

(مشری شہزادی...... جڑانوالہ)

آنچل پڑھنے والوں اور گلشن چوہدری گل کے نام

السلام علیکم۔ تمام آنچل پڑھنے والوں اور گلشن کو میری طرف سے سلام۔ میں آنچل بہت عرصے سے پڑھ رہی ہوں مگر شرکت پہلی بار کررہی ہوں۔ آنچل پڑھنے کی عادت مجھے میری دوست گلشن سے پڑی ہے۔ ہم گجرات میں رہتے ہیں۔ میں اور گلشن دونوں کزن ہیں۔ ایک ہی گھر میں رہتے ہیں اور ہر وقت آنچل کی باتیں کرتے رہتے ہیں اور اس کے آنے کا انتظار ہم بے چینی سے کرتے ہیں اور جب ہم کو مل جاتا ہے تو ہم لڑتی جھگڑتی ہیں کہ پہلے میں پڑھوں گی۔ میں آنچل پڑھنے والوں سے دوستی کرنا چاہتی ہوں۔ اچھا اجازت دیں۔ اللہ حافظ۔

(حفصہ نور...... گجرات)

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم فرینڈز! آپ سب کیسی ہو۔ امید کرتی ہوں کہ فٹ ہوں گی۔ پیاری آپا فریدہ جاوید فری اللہ آپ کو پاک آپ کو اپنی رحمتوں کے حصار میں رکھے اور ڈھیروں خوشیاں' کشادہ رزق' عمر دراز' اچھی صحت اور کامل ایمان عطا فرمائے۔ یاد فرمانے کا شکریہ۔ عائزہ سکندر سوہرو آپ کو بھی دعاؤں کا گلدستہ پیار کے ساتھ اور ترقی آپ ہمیشہ خوش رہو۔ ارم کمال بڑے دنوں کے بعد آپ نے یاد کیا شکریہ۔ پرنسز' تانیہ آپ کو بہت سارا پیار۔ کرن شہزادی' سمیعہ رانی میری شاعری پسند کی بہت شکریہ۔ خوش رہو۔ عزیزی گلشن چوہدری میں واقعی اس شعر پر بہت دکھی ہوں جب سے یہ شاعری لکھی۔ آپ کو پسند آئی اللہ پاک آپ کو ہمیشہ خوش رکھے۔ اینلا طالب' نظم پسند آئی یہ پڑھ کے اچھا لگا۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ آپ کو دین کی کامیابیاں نصیب ہوں۔

مدیحہ نورین' اقراء جٹ' مون قریشی' زرش' کرن اعوان آپ کیسی ہیں؟ کیا حال ہے؟ سیرت صبا قریشی اللہ پاک آپ کی بھی تمام مشکلات حل کریں گے آپ یقین کریں میں سب کی ہر روز رات کو عشاء کے بعد بھی وظیفہ یا قلعی کی سے دعا کرتی ہوں اور میرے ہر کام آسان ہوجاتے ہیں آپ کے ہوں گے آپ خدا پر کامل بھروسہ رکھیں۔ سویٹ ملالہ' سلمیٰ ہمیشہ سلامت رہو۔ ڈیئر خدیجہ اعوان آپ کو بہت بہت پیار یاد کرنے کے لیے تھینک یو ڈیئر۔ ڈیئر پروین افضل شاہین ہمیشہ ہم ہی یاد کرتے ہیں آپ کو' کبھی بھول کر آپ بھی یاد کرلیا کریں۔ سلما' شبیر حسین شکریہ اللہ آپ ہمیشہ خوش رکھے آپ کو۔ سمیعہ رانی' ارم کمال' بہت سارا پیار۔ ارم ناز' عائش کرن' طاہرہ اعوان' قائزہ بھٹی' حسنہ' فاروق' حسن فاروق' عائشہ پرویز آپ سب کو بہت بہت پیار دعائیں۔

(نجم انجم اعوان...... کراچی)

آنٹی عصمت اور آنچل بہنوں کے نام

السلام علیکم۔ کیسے منہ والا آنٹی عصمت' پھپھو میرزاب' آپی ہما احمد اور باقی آنچل کی شہزادیاں' سب ٹھیک ٹھاک ہو؟ عید کیسی گزری؟ آنٹی گوشت کھا کر موٹی ہوئی ہو یا نہیں؟ نہ کوئی کال نہ کچھ کیا ہوا تمہیں مل ہی جاؤ بس گھر بیٹھی رہتی ہو (دیکھی کہیں کی)۔ آپی اقراء جٹ آپ نے میری پھپھو میرزاب کو یاد کیا تھینک یو سو مچ۔ کیا آپ مجھ سے دوستی کرو گی؟ آنٹی ناصرہ اور ساسوں سرفراز میں آپ کو بھی آنچل میں بے بی کی مبارک باد دیتی ہوں۔ بے بی کو لے کر جلدی سے آؤ اور ہم سے مل کر جاؤ۔ آنٹی عصمت سردیوں میں تم نے میرے زیادہ سے زیادہ کپڑے سلائی کرنے ہیں سوچ کے۔

کوثر خالد' مدم کمال' فائزہ بھٹی' اقراء جٹ' پروین افضل شاہین' شازیہ ہاشم' سوہنی' عائشہ پرویز' نجم انجم اعوان' مدیحہ نورین' ڈاکٹر زہرہ فری' مقدس زہرہ' مون قریشی' حبا قریشی' اینلا طالب' نورالشال شہزادی اور مدیحہ کنول سرور آپ سب آپیاں ہو یا آنٹیاں جو بھی ہو کیا آپ سب مجھ سے دوستی کرو گی؟ آپ سب مجھے بہت ہی اچھی لگتی ہو۔ اگر کوئی اور مجھ سے دوستی کرنا چاہے تو موسٹ ویلکم۔ اللہ حافظ!

(ڈاکٹر زارا جبیر...... قصور)

سویٹ سی آپیوں کے نام

السلام علیکم۔ قارئین کیسے ہیں آپ سب؟ یقیناً اپنوں کی دعاؤں کے زیر سایہ ہمیشہ کی طرح شاداب و آباد (منزل سراب) ہاہاہا...... خوش و مطمئن ہوں گی۔ اس بار تو میں آپی ہما احمد کا شکریہ ادا کرنا چاہ رہی تھی کہ انہوں نے میرا پیغام شامل کیا۔ شکریہ آپ جی۔ اس بار تو آتے ہیں اپنے اصل مدعا کی طرف۔ یہ خط خاص الخاص میں اپنی پیاری سی کیوٹ سی آپیوں کے لیے لکھ رہی ہوں۔ میری دونوں آپیاں بہت ہی اچھی ہیں۔ میں نے اپنی زندگی میں ان سے بہت کچھ سیکھا اور میری امی جان بہت ہی اچھی اور صابر ہیں۔ آئی لو یو امی جی۔

27 اکتوبر کو میری دونوں آپیوں کی اینی ورسری ہے بہت بہت مبارک ہو آپ دونوں کو اللہ پاک آپ کی ازدواجی زندگی میں آپ کو ہمیشہ خوش اور شاد و آباد رکھے (آمین)۔ حورین' حسنات' حق اور محمد احمد کو ڈھیر سارا پیار۔ تمام رائٹرز کو سلام سب ہی بہت اچھا لکھتی ہیں۔ میری بہت بڑی خواہش ہے کہ اس دنیا میں کچھ بھی نہ رہے اور یہ اتنی بڑی دنیا ایک بہت بڑی لائبریری بن جائے جس میں پوری دنیا کا علم ہو اور میں آخری دم تک اس میں بس کتابیں ہی پڑھتی رہوں۔ ہاہاہا...... کتنا عجیب ہے نا۔ خیر اللہ حافظ بہت سا ٹائم لے لیا آپ کا۔ آپ بھی بور ہو رہی ہوں گی۔

(اقصیٰ نذیر...... ہما گنگانوالہ)

فرینڈز کے نام

السلام علیکم! کیسے ہیں سب لوگ؟ عید منا بیٹھے بھئی گوشت زیادہ تو نہیں کھایا؟ ارے چھوڑو بھئی گھر میں بکرے بھی یا گھر ہی بیٹھے ہے۔ مجھے آنی عید مبارک گزری ہوگی۔ کی اور طوبیٰ کیسی ہو یار ٹھیک ہو سب؟ سکی شہزو میرش کیسی ہو تم یار تم تو بھول گئی ہو ہم سب۔ سے وعدہ ہو بڑی تم۔ اور رو تمہیں بہت مبارک ہو بہت کامیابی حاصل کی ہے۔ کرن شہزادی' انعم' زہرہ اور نورین انجم کیسی ہے آپ لوگ؟ عید کیسی گزری؟ کوثر آنی' پروین آنی' نجم آنی' یہ آرمائے لیجنٹ سب لوگوں کو عید مبارک اور بیسٹ ہو دو آپ۔ ہاہاہا...... لو یو کے اللہ حافظ۔

(گلشن چوہدری...... گجرات)

عائشہ صادق کے نام

السلام علیکم۔ عائشہ آپی کیسی ہیں آپ؟ عائشہ آپی میرے پاس الفاظ نہیں ہیں جس میں میں آپ کی تحریروں کی تعریف کی صحیح بیان کرسکوں۔ بس اتنا کہتی ہوں کہ جب مجھے پتہ چلا کہ آپ کا سلسلہ وار ناول حجاب میں شائع ہورہا ہے تو میں نے صرف آپ کی وجہ سے حجاب پڑھنا شروع کردیا۔ آپ کا انداز تحریر اتنا اعلیٰ ہے کہ میں لفظوں میں بیان کرہی نہیں سکتی۔ اللہ پاک آپ کو مزید ترقی سے نوازے آمین۔ میں نے پہلے بھی آنچل و حجاب کے ذریعے آپ تک اپنے دلی جذبات پہنچانے چاہے تھے لیکن پتہ نہیں کیوں ابھی تک میرا کوئی ایک بھی پیغام شائع نہیں ہوا۔ بس اللہ پاک سے یہی دعا ہے کہ آپ جہاں بھی رہیں ہمیشہ خوش رہیں آمین۔

(حفصہ کنول...... ٹوبہ ٹیک سنگھ)

سب بہنوں کے نام

السلام علیکم۔ میری طرف سے آنچل اور حجاب سے وابستہ سب لوگوں کو نہایت ادب سے پیار بھرا سلام۔ کیسے ہیں آپ سب؟ امید ہے کہ خیریت سے ہوں گے۔ شوایبڈ اقراء آج کل میں رزلٹ کا انتظار کرتے کرتے بور ہوگئی ہوں۔ کب رزلٹ آئے گا اور کب دوبارہ کالج جانا اسٹارٹ ہوگا۔ پہلے دل سوچ رہی تھی بہت یاد آتی ہے کالج میں گزرا ایک ایک پل کو بہت یاد کرتی ہوں اور دل کرتا ہے کہ دوبارہ وہ دن لوٹ آئیں۔ نئے دوست اور نئے رویے پرکھنے کو

طے اچھا پڑھا کرنا میرے لیے کہ میرا اور تم لوگوں کا مالک سب لوگوں کا رزلٹ اچھا اچھا آئے (آمین)۔ آنچل فرینڈز میں حنا اور شازہ آپی آپ کو ایوارڈ کی بہت بہت مبارک باد۔ مجھے بہت خوشی ہوئی اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ کو کامیابیاں عطا کرے (آمین)۔

نجم انجم آپی کیسی ہیں آپ؟ مدیحہ نورین! نجم تم کیسی ہو گڑیا۔ نجم آپی آپ سے بات کرنے کا بڑا دل کرتا ہے۔ تم آپ جہاں بھی رہیں خوش رہیں۔ باقی فرینڈز (میمونہ یار معاذ بھائی (چاچے کزن کی بیٹی ہی سہی) کیسی ہو بھائی کیسی ہیں۔ یہاں دوست زیادہ کی ہو۔ جویریہ میرا اسکول (سیال اسکول) عنبر بشریٰ میرا گل نادیہ نیلا فضیلہ اور باقی پیارا گروپ یار سب بہت یاد آتی ہو۔ اسکول میں جو موج مستی ہوتی تھی کی تھی لڑائیاں۔ جھگڑے اور پھر دوستی سب یاد آتا ہے۔ اب تو میرے ملاقات ہی نہیں ہو پاتی۔ میرا اسکول خاص کر تمہیں بہت مس کرتی ہوں۔ میرے پیارے بھائیوں علی بھائی اینڈ شمیر بھائی آپ دونوں کو بھی میں بہت مس کرتی ہوں۔ لیکن اب مجھے خوشی کہ تم دونوں پاکستان آنے والے ہو ہم سے ملنے والے ہو آئی لو یو میرے پیارے بھائیو۔ امی ابو جان میری زندگی تو آپ لوگوں کے دم سے ہے ہم سب علی بھائی آپیہ باجی سلمیٰ شگفتہ عمیر سعدیہ حمزہ کنزیٰ ہم سب آپ دونوں سے بہت پیار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ دونوں کا سایہ ہمیشہ ہمارے سروں پر سلامت رکھے۔

اے میرے پیارے بھائی نجم ہادی بہت مس کر رہی ہوں تمہیں۔ چاند فاطمہ روشن جہاں، حنا اسد اقرا پیاری پیاری بھابھی کیسی ہو تو سب کو۔ باقی سب آنچل فرینڈز ردا قاسم عمرتا تازہ صفی جدہ کی سحر تبسم سوری نجم انجم اعوان، نورین ملک، نجم اعوان نورین مسکان مرو اور جتنے بھی فرینڈز ہیں سب کو سلام اینڈ اب تک کے لیے اتنا کافی ہے۔ اللہ کی امان۔

(لیلیٰ ریحان ..... ودھیالی بھکر)

ماریہ شہزاد کے نام

السلام علیکم سب کو میرا محبت بھرا سلام۔ امید کرتی ہوں سب خیریت سے ہوں گے۔ سب سے پہلے میں اپنے فیورٹ ٹیچرز کی بات کروں گی جن کی وجہ سے ہم آج اس مقام پر ہیں۔ میم عظمیٰ جب سے ہمارے کالج میں آئی ہیں میں تب سے ان کو لائک کرتی ہوں۔ ان کا پڑھانے کا انداز ان کی مسکراہٹ مجھے بہت اچھی لگتی ہے بلکہ سب کو ہی بہت اچھی لگتی ہوگی اور وہ میری ہر دعا میں شامل ہوتی ہیں۔ اگر میں ان کی تعریفیں کرنے لگوں تو شاید کبھی ختم نہ ہوں۔ اگر اس وقت میں نے میم صفورا اور میم مینی بٹ کو نہ شامل کیا تو یہ سراسر ناانصافی ہوگی کیونکہ وہ بھی تو میرے دل میں رہتی ہیں۔

میم صفورا مجھے آپ کا فرینڈلی انداز بہت اٹریکٹ کرتا ہے پر تھوڑا ڈر بھی لگتا ہے۔ انگلش کی ٹیچر جو ہیں آپ ویسے آپ جتنی پیاری ہو اتنی اچھی بھی ہو۔ میم مینی پلیز آپ بہت پیاری ہیں پر غصے میں نہ آیا کریں۔ مسکراتی ہوئی اچھی لگتی ہیں۔ اب مجھے اس بات سے بالکل بھی انکار نہیں ہے کہ وہ اب ممتاز ڈگری کالج دولت نگر بہت ہی خوش نصیب ہے اور اس سے زیادہ ہم خوش نصیب ہیں جن کو آپ جیسے اچھے ٹیچرز ملے۔ اس کے بعد میں میم سعدیہ اور میم عطیہ کے بارے میں بات کروں گی۔ آپ بھی بہت اچھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو خوشیوں بھری زندگی نصیب فرمائے آمین ثم آمین۔

اس کے بعد میری فرینڈز ثانیہ ارشد صدف عارف حصول اعظم زرقہ نایاب لو یو تم کیسی ہو کالج کیسا جا رہا ہے؟ اس کے بعد آپی عائشہ آپی سائرہ آپی فاخرہ اور آپی نائلہ سب کیسی ہو۔ لو کے پھر زندگی رہی تو ملیں گے۔ اگر کوئی فرینڈ شپ کرنا چاہے تو ویلکم۔ ہما جانثار تبسم اور آنی تمنا فردوس کو سلام۔ آنچل سدا یونہی مہکتا رہے آمین ثم آمین۔ سونیا کو میری طرف سے سلام۔ خدا حافظ۔

(حلیمہ مریم خان ..... بھکو یوالی)

ہماری راج نگری کا لاہوریوں کے نام

میری ساری بہنیں ٹھیک ہوں گی خوب گوشت کباب اور باربی کیو کیا ہوگا اور مجھے پوری امید ہے کہ ضرورت مندوں کا بھی اچھی طرح سے خیال رکھا ہوگا کیونکہ ایک دوسرے کا خیال رکھنا ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں حصہ لینا ہی انسانیت کی معراج ہے۔ فریحہ جاوید ہری آپ کا کیا حال ہے؟ آپ کا بہت خیال رکھا ہوا آپ کا پتا میرا اپنا ہی ہوتا تو اس کے لیے کیا شکریہ ویسے بھی محبتوں میں شکریہ اور سوری نہیں ہوتا۔ مدیحہ نورین مہک آپ کے یاد رکھنے کا جزاک اللہ۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی ہوں کہ آپ کو امتحانات میں نمایاں کامیابی سے سرفراز کرے (آمین) اور آپ زندگی کے ہر امتحان میں اول آئیں۔ سدرہ کنول مرزا آپ کو بھی وعلیکم السلام۔ ہمیشہ خوش رہو کھلکھلاتی رہو اور گنگناتی رہو۔ اقرا جٹ آپ کو بھی ڈھیروں سلام اور بے شمار دعائیں۔ ممون قریشی میں ٹھیک ہوں اور آپ سے سو فیصد اتفاق کرتی ہوں کہ کشمیر تو ہمارے دلوں میں بستا ہے۔ اللہ کرے جلد وہ صبح طلوع ہو کہ کشمیر پاکستان کا حصہ بن کر ابھرے۔ حنا قریشی شکریے کی ضرورت نہیں، یہ تو ہم سب کا ایک دوسرے پر مان ہے۔ پرشب احسان اور اعوان میری نگارشات پسند کرنے کا بہت بہت شکریہ۔

(ارم کمال ..... فیصل آباد)

دل والی سہیلیاں دے نام

السلام علیکم کیسی حال ہے سہیلیاں سب خیریت سے ہیں سہیلیاں ہی کتنی ہو پائی بیاہ پوچھ لیا۔ اتنا عرصہ میں غیب رہیں کسی نے بھی نہ ہو پوچھا نہ کہا۔ دل بڑا اداس ہوا پر فکر بھی آج آگئی۔ اور کرن شہزادی، شہناز باجی (کرن وفا باجی) اقرا جٹ، گل مینا، کوثر خالد، نجم انجم، مدیحہ نور مہک، ارم کمال، انیلا طالب، پروین افضل شاہین، (آنٹی) ساریاں ٹھیک ہو۔ میں اسکول دی سہیلیاں نو کیویں بھول سکتی آں۔ عمرہ عروج، امریہ، مصطفیٰ، مہرین، روشنی، منیبہ اور پیاری شازیہ (جڑی ایتھے کام کرکے لکھ رہی اے) ہاہاہا کن نوں اجازت دیو۔ رب راکھا۔

(علشبہ نور ..... بھیر کنڈ)

سویٹ فرینڈز کے نام

السلام علیکم آنچل کی پریوں کے کیا حال چال ہیں بھئی؟ یاسمین کنول، ذکا زرگر، ملالہ اسلم، شازیہ ہاشم سیالوی، مدیحہ نورین مہک، ذکل مریم، اقرا جٹ اور صائمہ مشتاق، اقرا ارمان سویٹ، نجم انجم اعوان، نرش اور اریبا اعوان سب کو سلام۔ عابدہ شاہ کتابہ صاحب، صائمہ مشتاق جی کہاں گم ہیں ان دنوں؟ فائزہ بھٹی اور گل مینا خان مجھے بھی اپنی یادوں میں یاد رکھنے کا دلی شکریہ۔

مرحا صداقت آپ کا میرے ناول کو پسند کرنے اور سراہنے کا شکریہ۔ کنزیٰ ملک آپ کا بھی شکریہ آپ دونوں بہنوں کی خواہش ہے کہ میں سیدہ نبیلہ یا جاگیر والوں پر ناول لکھوں تو سنیں آپ نے میرے ذہن کی اس خواہش کا اظہار کیا پھر میں کیوں نہ آپ کی بات مانتی۔ لیکن چونکہ ان دنوں ایک ڈائجسٹ کے لیے قسط وار ناول لکھنے میں اس حد تک مصروف ہوں کہ دو تین ماہ تک ایسا سوچا بھی نہیں جا سکتا۔ بہر حال ان شاء اللہ اگلے سال کے ابتدائی ماہ میں آپ کی خواہش ضرور پوری ہو جائے گی۔ خوش ہو جاؤ دونوں۔

چلو جی اب ذرا اپنے رائٹرز قبیلے سے بھی گپ شپ ہو جائے۔ خواجہ عرفان صاحب، مقبول حق جی، ریحانہ نور رضوان اور جن کے نام رہ گئے ان سے معذرت۔ آپ سب اچھا لکھ رہی ہیں۔ آنچل کی محترمہ قیصر آرا ماما آپ کو بہت سلام۔ شہلا عامر جی ایمان وقار جی کے لیے بہت دعائیں۔ آپی پروین افضل شاہین، نبیلہ شیر حسین، انجم اعوان، اقرا ارمان، ارم کمال جی خوش رہیں۔ گلشن چوہدری کل مجھے آپ کی دوستی قبول ہے۔ سیدہ رانی گڑیا ہمیشہ شاد آباد رہو۔ آپ مجھے ضرور صادق جی ہیں میں بہت پہلے سے مقروض ہوں۔

ملالہ اسلم لیئرہ میں آپ کی محنت سے واقف ہوں۔ لگی رہو ضرور کامیابی ملے گی۔ اتنا ضرور کہوں گی آپ سے کہ آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور وہ کس صنف میں ہے یہ آپ کو کھوجنا ہے۔ باقی سب دوستوں کو سلام۔ آخر میں ایک گزارش ہے کہ بہت سی بہنیں چاہتی ہیں کہ ان کی دیکھی سنی آپ بیتی کہانی پر کچھ لکھا جائے تو اگر آپ کے پاس بھی کوئی سچی آپ بیتی یا سوز کہانی ہے تو بلا جھجک رابطہ کر سکتی ہیں۔ دفتر سے میرے پتے پر اپنا خط کہانی بھیج دیجیے گا جواب آنچل میں ملے گا۔ میرا نمبر نہیں مل سکتا اس کے لیے معذرت۔ لیکن جوابی خط آپ تک ضرور پہنچے گا۔ اپنا خیال رکھیے، خوش رہیے۔ خدا حافظ۔

(انیلا طالب ..... نوشہرہ ورکاں ضلع گوجرانوالہ)

نوٹ: پیغامات زائد تعداد میں وصول ہونے کی صورت میں باریک کر کے شائع کیے جا رہے ہیں۔

یادگار لمحے

جویریہ سالک

عبادات میں مبالغہ

اللہ تعالیٰ نے جو کام انسان کے لیے پسند کیے ہیں ان میں سادگی اور آسانی رکھی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

"اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے اور تنگی نہیں چاہتا۔" (بقرۃ:۱۸۵) اللہ تعالیٰ رحمٰن اور رحیم ہے۔ اس کی تمام صفات لامحدود ہیں مگر رحمت کا ذکر خصوصی ہے۔

(سورۃ مزمل کے آغاز میں فرمایا: (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) رات کو قیام کریں، سوائے اس کے تھوڑے سے حصے کے۔ نصف رات، اس سے تھوڑا کم یا تھوڑا زیادہ اور ٹھہر ٹھہر کر قرآن پڑھیے۔" اسی سورۃ کی آخری آیات میں، جو بعد میں نازل ہوئیں، دو تہائی یا نصف یا ایک تہائی رات تک قیام کرنے کی پابندی ختم کر دی گئی اور یہ سہولت دے دی گئی کہ ہر شخص اپنی استطاعت کے مطابق قیام اللیل میں جتنا ممکن ہوا تنا قرآن پڑھ لیا کرے۔

آج بعض مسلمان بھی عبادات میں غلو کو اچھا جانتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ عبادت کا بہترین انداز اور طریقہ وہی ہے جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم عمل پیرا تھے۔

عبادت میں نماز کا درجہ سب سے اونچا ہے۔ قرآن میں جگہ جگہ نماز ادا کرنے کی تاکید ہے، مگر غلو کی اس میں بھی اجازت نہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

"تین آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے گھروں کی طرف آئے، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے بارے میں سوال کرتے تھے، جب ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے بارے میں بتایا گیا تو انہوں نے اس کو تھوڑا سمجھا اور دل میں خیال کیا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا مناسبت رکھتے ہیں آپ کے اگلے اور پچھلے تمام گناہ معاف ہو چکے ہیں۔ ایک نے کہا میں ہمیشہ رات بھر نماز پڑھتا رہوں گا۔ دوسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ روزے رکھوں گا اور افطار نہیں کروں گا۔ تیسرے نے کہا میں عورتوں سے الگ تھلگ رہوں گا اور کبھی نکاح نہ کروں گا۔ چنانچہ (جب رسول اللہ صلی اللہ کے علم میں یہ بات آئی تو) آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا۔ تم ہی وہ لوگ ہو جنہوں نے ایسی ایسی باتیں کہی ہیں؟ خبردار! اللہ کی قسم، میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں اور تقویٰ اختیار کرتا ہوں، لیکن میں (نفل) روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں اور (نفل) نماز بھی پڑھتا ہوں اور سو بھی جاتا ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ پس جو شخص میری سنت سے اعراض کرے وہ میری امت سے نہیں ہے۔" (متفق علیہ)

انسان

○ انسان ایک مکان ہے اور زبان اس کا تالا، تالا کھلتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ دکان سونے کی ہے یا کوئلے کی۔

○ انسان بزدل اتنا ہے کہ سوتے ہوئے خواب میں ڈر جاتا ہے اور جاگتے ہوئے اللہ سے نہیں ڈرتا۔

○ میں نے زندگی میں دیکھا ہے کہ انسان کو کوئی چیز نہیں ہرا سکتی جب تک وہ خود نہ ہار مان لے۔

○ انسان کو اچھی سوچ پر جو انعام ملتا ہے وہ اسے اچھے اعمال پر بھی نہیں ملتا کیونکہ سوچ میں دکھاوا نہیں ہوا۔

بھائی اور دوست

حضرت علی سے پوچھا گیا کہ بھائی اور دوست میں کیا

فرق ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ بھائی سونا اور دوست ہیرا ہے۔

"وہ کیسے ہیں؟"

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا سونا ٹوٹ جائے تو جڑ جاتا ہے مگر ہیرا ٹوٹ جائے تو نہیں جڑتا۔

(گلشن چودھری...... گجرات)

فطرت

لوگ ویسے ہی ہوتے ہیں جیسی ان کی فطرت ہوتی ہے، بس ہم سے سمجھنے میں غلطی ہوجاتی ہے اس میں قصور ان کا نہیں بلکہ ہماری سمجھ کا ہے؟

ظاہر

خود کو ایسا ہی ظاہر کرو جیسے تم ہو یا ویسے بن جاؤ جیسا خود کو ظاہر کرتے ہو!!

جواب

جب سائنس کیوں، کب اور کیسے پر آ کر رک جاتی ہے تب جواب آتا ہے۔

"ان اللہ علی کل شی قدیر"

قرب

اللہ کا قرب پالینا ایسی منزل ہے جس کے بعد کوئی منزل نہیں۔

دلچسپی

لوگ بدلتے نہیں صرف اتنا ہوتا ہے کہ یا تو آپ میں ان کی دلچسپی ختم ہوجاتی ہے یا آپ سے زیادہ دلچسپ ان کو کوئی اور مل جاتا ہے!

(مدیحہ نورین مہک...... گجرات)

بیاض

آنچل تیری یاد کا بھگو دیتی ہے بارش
سوچ پہ جمی گرد کو دھو دیتی ہے بارش
ہنس ہنس کر سنا ہے جہاں بھر کا فسانہ
پوچھوں تیرے بارے میں تو رو دیتی ہے بارش

(سحر تبسم سحری...... مغل پورہ)

محبت کی زبان

کہتے ہیں کہ محبت اور پیار سے دشمن کو بھی دوست بنایا جاسکتا ہے، بلکہ یہی مثال جانوروں پر بھی لاگو ہوتی ہے۔ ماہر نفسیات کا کہنا ہے کہ ذہنی مسائل کے شکار نوجوانوں کے والدین کو چاہیے کہ گھر میں کوئی جانور یا پرندہ پال لیں، اس سے نوجوانوں کی ذہنی صحت پر مثبت اثرات پڑتے ہیں۔ حالیہ طبی تحقیق سے پتا چلا ہے کہ جانور پالنے سے ذہنی تناؤ میں کمی واقع ہوتی ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ دن بھر کے تھکے ہارے جب شام کو آپ واپس گھر پہنچتے ہیں تو گھر والوں سے زیادہ پر جوش استقبال پالتو جانور یا پرندے کرتے ہیں۔ جو یکدم ذہنی تناؤ کو کم ترسطح پر لے آتا ہے۔

ابھی ڈوبا تو نہیں ہوں

علامہ سید سلیمان ندوی کی مشہور تصنیف "حیات شبلی" میں ایک واقعہ درج ہے کہ علامہ شبلی نعمانی پانی کے جہاز سے ترکی کا سفر کر رہے تھے۔ اس سفر میں ان کے ہمراہ پروفیسر آرنلڈ بھی تھے کہ راستے میں اچانک سمندری طوفان آ گیا۔ جہاز ہچکولے کھانے لگا اور قریب تھا کہ جہاز ڈوب جائے، پورے جہاز میں کہرام مچ گیا۔ بدحواسی کے عالم میں علامہ شبلی نعمانی پروفیسر آرنلڈ کے کیبن میں داخل ہوئے۔

وہاں پہنچ کے کیا دیکھتے ہیں کہ وہ مطالعے میں پوری طرح غرق ہیں۔ انہوں نے گھبرائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"پروفیسر صاحب! یہاں جہاز ڈوب رہا ہے اور آپ ہیں کہ مطالعہ فرمارہے ہیں؟"

مولانا شبلی کی بات سن کر پروفیسر نے اطمینان سے

جواب دیا۔
"اگر جہاز کو ڈوبنا ہی ہے تو کیا ہمارے واویلا کرنے سے وہ بچ جائے گا؟"

الوداع اردو سنو!

بڑے ہی فخر سے اک راز ہم بھی "فاش" کرتے ہیں
کبھی ہم منہ بھی دھوتے تھے مگر اب "واش" کرتے ہیں
تھا بچوں کے لیے "بوسہ" مگر اب "کس" ہی کرتے ہیں
ستاتی تھیں کبھی یادیں مگر اب "مس" ہی کرتے ہیں
چہل قدمی کبھی کرتے تھے اور اب "واک" کرتے ہیں
کبھی کرتے تھے ہم باتیں مگر اب "ٹاک" کرتے ہیں
کبھی جو تھا غسل خانہ، بنا وہ "باتھ روم" آخر
بڑھا جو ایک درجہ بنا وہ "واش روم" آخر
کبھی جو درد ہوتا تھا مگر اب "پین" ہوتا ہے
پڑھائی کی جگہ اب تو "نالج گین" ہوتا ہے

(انتخاب.....رحمہ ثانی، کراچی)

محبت کے فوائد

یوں تو محبت کرنے کے بہت سے فائدے ہیں، مگر ہم یہاں صرف چند کا ذکر کر رہے ہیں۔ محبت کرنے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس کے بعد آپ کو بھوک نہیں لگتی، جس سے جسم میں فالتو چربی کم ہوجاتی ہے اور آپ چاق و چوبند رہتے ہیں۔ محبت کرنے کے بعد آپ کو نیند کم آنے لگتی ہے اس سے آپ کے کام کا حرج نہیں ہوتا۔ بے جا سونے کی عادت نہیں رہتی۔ آپ ہمہ وقت مستعد رہتے ہیں۔ محبت کا ایک بہت ہی زبردست فائدہ یہ ہے کہ گرم ترین موسم بھی آپ کو موسم عاشقانہ نظر آتا ہے اور آپ شدید گرمی میں بھی گرمی لگنے سے بچے رہتے ہیں۔ محبت ہوجانے کے بعد آپ تمام مسائل سے بے پرواہ خوش رہنے لگتے ہیں۔ ہر پل دل خود بخود مسکرانے کو چاہتا ہے۔ محبت کے بعد آپ میں جینے کی امنگ جاگتی ہے۔ آپ ڈپریشن سے بھی بچے رہتے ہیں۔ محبت کی برسات کے بعد آپ کے دل میں دوسروں کے لیے اچھے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ یہ بھی سچ ہے کہ محبت کے بعد آپ اداس بھی ہوجاتے ہیں۔ محبوب کی بے اعتنائی آپ کو غمگین کردیتی ہے۔ اس لیے کوشش کریں کہ محبوب ایسا ڈھونڈیں، جس میں زندگی کے جراثیم بھرپور ہوں، جو آپ کو بہت خوش رکھے۔

(ندا افتخار.....چشتیاں)

التجا

یارب!
میں ایک کھلونا مٹی کا
تیرے کن سے جو تخلیق ہوا
تیرے کرم نے ذی روح کیا مجھے
تیرے حکم سے سانسیں چلتی ہیں
تیرے فضل سے ہستی قائم ہے
تو اول تو ہی آخر ہے
تو ظاہر ہے تو باطن ہے
اک اور کرم فرما مجھ پر
میرے سارے رنگ اتار یارب
اور اپنا رنگ چڑھا مجھ پر

(امیمہ احمد.....تلہ گنگ کوٹ سارنگ)



yaadgar@aanchal.com.pk

آئینہ

شہلا عامر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اللہ رب العزت کے نام سے ابتدا ہے، جو بڑا مہربان اور رحیم ہے۔ ہماری اکثر قاری بہنیں اپنی مصروفیات اور دیگر احوال لکھ بھیجتی ہیں۔ آپ کے خط کا ایک ایک لفظ پڑھتے ہیں مگر شائع کرنے سے قاصر ہیں۔ خطوط کا یہ سلسلہ آپ کی آراء، تبصروں، تجزیوں کے لئے مخصوص ہے۔ دیگر احوال کے لئے دیگر سلسلے ہیں۔ اُمید ہے آئندہ خیال رکھیں گی۔

ارم کمال...... فیصل آباد السلام علیکم۔ ستمبر کا شمارہ بروقت موصول ہوا۔ ٹائٹل دلکش تھا۔ سرگوشیاں سے نایاب جیلانی کے خاوند کے انتقال کی خبر پڑھی۔ دل رنج و درد سے بھر گیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں صبر دے۔ دانش کدہ سے قربانی کی عظمت و فیوض کے بارے میں آگاہی ملی۔ ہمارا آنچل میں تقریباً سب کے تعارف ایک جیسے ہوتے ہیں۔ اگر کوئی یونیک سے سوالات دیئے جائیں تو دلچسپی بڑھ جائے گی۔ سلسلے وار ناول "جنون سے عشق تک" میں پہلے شہرینہ پر غصہ آتا تھا اب ترس اور رحم آتا ہے۔ اُم مریم کی "انا" میں ثانیہ نے جس تحمل اور بردباری کا مظاہرہ کیا، کم کم ہی دیکھنے میں آتا ہے۔ نازیہ کنول نازی کا "عشق سفر کی دھول" حسن بانو کی اذیت ناک موت نے دل کو خون کے آنسو رُلائے۔ اگلے حصے کا انتظار ہے۔ "اکائی" سپر ڈوپر جارہا ہے۔ بہت امیزنگ رہا فاطمہ کا نکاح وقار الحق سے، ایسی اماں بی سے تو اللہ بچائے سب کو۔ وقار الحق کا نکاح کے بعد گریز سمجھ سے باہر ہے۔ صائمہ قریشی کی تحریر "اناڑی پیا اور بکرا" پہلے بھی آنچل کے صفحات میں چھپ چکی ہے۔ اب یہ نہیں پتہ پہلے بھی رائٹر یہی تھیں یا دوسری۔ "مداوا" نے جھنجوڑ کر رکھ دیا۔ مہربانی انسانوں پر ہو یا جانوروں پر، بات تو ایک ہی ہے۔ نزہت جبیں ضیاء کا "ہم ساتھ ساتھ ہیں" میں واقعی ہم انسان بڑے مطلب پرست واقع ہوئے ہیں اور امتحان دے کر سبق سیکھتے ہیں۔ "بستہ گل" کا "میں بے چاری" میں اپنی بھی کئی بے چارگیاں یاد آتی گئیں۔ "خواہش، تتلی، خواب جھروکے" میں بڑا پر لطف سبق تھا۔ ہمارے مذہب نے جو حد بندیاں لگائی ہیں، ان میں ہی ہمارے رشتوں کا حسن اور عافیت ہے۔ بیاض دل، یادگار لمحے، نیرنگ خیال، ہم سے پوچھئے، سب نے دل کا ماحول خوشگوار کردیا۔

☆ پیاری ارم! "اناڑی پیا" کے نام سے صائمہ قریشی سیریز لکھ رہی ہیں۔ ادارے نے نئے سلسلے شروع کرنے کا ارادہ کیا ہے، ان شاء اللہ بہت جلد آپ کو یہ نئے سلسلے پڑھنے کو ملیں گے۔ پرچے کی پسندیدگی کے لئے ممنون ہیں۔

جازبہ عباسی...... مری سلطنت آئینہ کی ملکہ شہلا جی اور اس دیس میں بسنے والی تمام پریوں کو ملکہ کوہسار کی رانی جازبہ عباسی کا محبتوں بھرا پرخلوص آداب! ملکہ آئینہ کیسی ہیں آپ؟ ہم معذرت خواہ ہیں کہ کچھ تعلیمی، گھریلو اور ذاتی مسائل و مصروفیات کی بنا پر ایک طویل عرصے سے آپ کے دربار میں اور سلطنت آنچل میں بھی ہماری حاضری بار آور نہ ہوسکی مگر دوران غیر حاضری ہم قطعاً غافل یا لاعلم نہیں رہے۔ اپنے آنچل اور اس میں شائع ہونے والے تمام شاہکاروں سے اپنی قلمی سہیلیوں اور پیاری پریوں کے پیغامات سے۔ "جنون سے عشق تک" سمیرا شریف طور کی ایک ایسی تحریر جو پڑھتے وقت حقیقت کا روپ دھار لیتی ہے اور اس کے تمام کردار آنکھوں کے سامنے چلتے پھرتے محسوس ہوتے ہیں۔ "اکائی" عشنا کوثر سردار کی نئی تحریر بالکل نئے انداز میں لکھی کہانی اپنے الفاظ کی بدولت نہایت پُراثر لگتی ہے۔ نئی لکھاری پریوں کے افسانے اور مستقل سلسلوں میں نگارشات ہمیشہ نہایت عمدہ معیار پر مبنی ہوتی ہیں۔ بس پریو! یہ الفاظ کا ہیر پھیر، یہ تعریفی کلمات، ہم سب کی ذہانت اور پیارے آنچل کی تعریف کے لئے بہت کم محسوس ہوتے ہیں۔ اللہ سب کا حامی و ناصر ہو آمین۔

☆ پیاری ملکہ کوہسار کی رانی! کہاں کی ملکہ اور کہاں کا دربار۔ براہ مہربانی کوہساروں سے اتر کر کبھی میدان میں آئیں تو پتہ چلے کہ تبدیلی آچکی ہے۔

ثناء رسول ہاشمی...... صادق آباد تمام قارئین کو سلام! دو، تین ماہ آنچل پر تبصرہ نہیں کر پائی تو سب نے جیسے بھلا ہی دیا۔ خیر، یہی روایتِ دُنیا ہے تو کیسا گلہ؟ ماہ ستمبر کا سرورق بہت خوب صورت تھا۔ سرگوشیاں، حمد و نعت، دانش کدہ کے بعد ہمارا آنچل

میں سب کا تعارف پڑھا، جو کہ بہت اچھا لگا۔ کہانیوں میں اقراء جی کی "تیری زلف کے سر ہونے تک" سے آغاز کیا۔ کسی ٹوئسٹ کے منتظر تھے اور اگلی قسط میں غالباً کوئی ایسا ہی واقعہ دیکھنے میں آ جائے گا۔ "انا" اُم مریم کی ایک اور بہترین تحریر تھی۔ بہت سبق آموز انداز تھا۔ "عشق سفر کی دھول" نازیہ کنول نازی کا انداز بیاں دل کو چھو گیا لیکن آخر میں "باقی آئندہ" دیکھ کر موڈ خراب ہو گیا۔ حسن بانو جیسی ہزاروں کہانیاں ہمارے گرد بکھری ہوئی ہیں۔ ایسی لڑکیوں کے انجام سے بخوبی واقف ہونے کے باوجود بھی عبرت کیوں نہیں پکڑتی لڑکیاں۔ آخر ہر کوئی ٹھوکر کھا کر ہی کیوں سنبھلنا چاہتی ہے، گرنے کا ہی انتظار کیوں رہتا ہے؟ "اکائی" عشنا کوثر کے سابقہ انداز سے تھوڑا ہٹ کر ہے مگر بہت آؤٹ اسٹینڈنگ ہے۔ شبینہ گل کی "بے چاری" کی بے چارگی پر ترس کھانے کے سوا اور کچھ نہیں کر سکے۔ زبردست شبینہ جی۔ سپرب۔ "خواہش، تتلی، خواب جھروکے" فرح بھٹو کی ہلکی پھلکی تحریر بڑی ہی اچھی لگی۔ باقی کہانیاں ابھی پڑھی نہیں۔ "میں بے چاری" بھی مصروف ہوتی ہوں ناں (ہاہاہا) بیاض دل میں تمام اشعار بہترین تھے۔ دوست کے پیغام میں مجھے کسی نے یاد نہیں کیا۔ جاؤ میں نہیں بولتی آپ سے۔ فریدہ فری، خدا آپ کی تمام مشکلات اور پریشانیاں دور فرمائے۔ آخر میں دعا ہے کہ خدا آنچل سے وابستہ لوگوں کو سلامت رکھے اور آپ سب کی مسکراہٹیں قائم رکھے کہ آنچل آپ کے دم سے ہے۔

☆ **پیاری ثناء! کسی اور نے کیا ہو یا نہ کیا ہو مگر ہم نے آپ کو یاد کیا اور وہ تمام قارئین جو باقاعدگی سے ہمیں خط لکھتے ہیں، اگر پانچ** چھ ماہ غائب رہیں تو ہمیں تشویش ہونے لگتی ہے۔ چار ماہ کو تو ہم مصروفیت کا نام دے کر خاموش رہتے ہیں۔ رہی بات لڑکیوں کی تو لڑکیاں تو پھر لڑکیاں ہوتی ہیں ناں...... اب اور کیا کہیں۔ دعاؤں کے لئے ممنون ہیں۔

ثروت عزیز نوشی اینڈ محسن عزیز حلیم...... کوٹھا کلاں۔ السلام علیکم۔ ستمبر کا شمارہ عید کے دوسرے دن ملا۔ ٹائٹل بہت چارمنگ اینڈ بیوٹی فل تھا۔ سب سے پہلے فریدہ جی کی سرگوشیاں پڑھیں پھر حمد و نعت سے مستفید ہوئے پھر "در جواب آں" میٹھے چلبلے سے جوابات پڑھے اور پھر الکوشہ کا مطالعہ کیا۔ ہمارا آنچل میں عاصمہ بی، ادیبہ شاہین، ڈاکٹر زارا، نجمہ نساء کا تعارف پڑھا، اچھا لگا۔ سلسلہ وار ناولز میں "تیری زلف کے سر ہونے تک" سسٹر اقرا یہ قسط سنسنی خیز ثابت ہوئی۔ "اکائی" یہ ناول تو پڑھتے ہوئے ہمیں ایسا لگتا ہے جیسے ہم اس میں کھو گئے ہیں، خاص کر اماں جی کا کردار کافی اٹریکٹ کرتا ہے۔ ان کی مثالیں...... اف۔ "عشق سفر کی دھول" نازیہ آپی ایک اچھی کامیابی کے بعد پھر سے حاضر ہیں۔ امید ہے بلکہ یقین ہے یہ ناول بھی پہلے کی طرح کمال کر دے گا۔ یہ قسط بہت عمدہ رہی۔ گڈ۔ "جنون سے عشق تک" سمیرا آپی سپرہٹ ہے۔ "اناڑی پیا اور بکرا" سو فنی۔ افسانے بھی اچھے تھے۔ ہاجرہ ضیاء سسٹر ہم بلوچ ہیں، خان نہیں۔ شازیہ ہاشم سیوانی سسٹر ہمارا تعارف پسند کرنے کے لئے شکریہ۔ مہندی کے ڈیزائن اچھے تھے۔ "بیاض دل" میں سبھی نے اچھا لکھا۔ "یادگار لمحے" میں سبھی نے اچھا لکھا۔ اب اس دعا کے ساتھ اجازت چاہیں گے کہ آنچل ہمارا ترقی کرتا رہے۔

طوبیٰ سلیم اختر...... کورنگی، کراچی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے بابرکت نام سے ابتدا ہے جو اس کائنات کا مالک ہے۔ اس بار خلاف توقع آنچل عید کی وجہ سے خاصا لیٹ ملا مگر مل گیا۔ شکر ہے مالک کا۔ سرورق بہت خوب صورت تھا۔ اس کے بعد سرگوشیاں میں نایاب جیلانی کے خاوند کے بارے میں پڑھ کر بہت دُکھ ہوا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور اہل خانہ کو صبر جمیل عطا کرے، آمین۔ اس کے بعد در جواب آں میں اپنے خط کا جواب دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی۔ ہمارا آنچل میں عاصمہ بی اور ڈاکٹر زارا تعبیر کا تعارف پڑھ کر اچھا لگا۔ "تیری زلف کے سر ہونے تک" بہت خوب صورت انداز میں آگے بڑھ رہی ہے۔ پڑھ کر بہت، بہت اچھا لگا۔ "اکائی" بھی بہترین تھی۔ "جنون سے عشق تک" ویل ڈن سمیرا آپی، بہت زبردست تھی اس بار، مجھے لگتا ہے اگلی قسط میں شہرینہ کی رخصتی تو پکی ہے، باقی دیکھیں گے کیا ہوگا۔ اس بار نازیہ کنول نازی کو دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی۔ "عشق سفر کی دھول" سپر اسٹوری ہے۔ ابتدا میں بہت ہی بہترین ہے، اختتام بھی بہت اعلیٰ ہوگا۔ "اناڑی پیا اور بکرا" بہت عمدہ ہر بار کی طرح اس بار بھی اناڑی پیا بازی لے گئے، بہت مزہ آیا پڑھ کر۔ "انا" بہت ہی زبردست افسانہ تھا۔ "تمہارے لئے" میں رابعہ افتخار نے بہت خوب صورت انداز میں قربانی جیسے فریضے کو بیان کیا۔ بے شک یہی قربانی اصل قربانی ہے کہ سب سے پیاری چیز اپنی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قربان کی جائے۔ "بیاض دل" میں تمام اشعار بہترین تھے۔ ڈش مقابلہ میں "دم کے کباب" اور "تواکلیجی" کی ریسپی پسند آئی۔ نیرنگ خیال میں تمام غزلیں اور نظمیں عمدہ تھیں۔ "یادگار لمحے" میں پہلی بار اپنا نام دیکھ کر جو خوشی ہوئی وہ بیان سے باہر ہے۔ ہم سے پوچھیے میں تمام سوالات کے جوابات بہت مزے کے تھے۔ "آئینہ" میں اپنا تبصرہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ تبصرے کے نیچے لکھا تھا ہم آپ کے اگلے تبصرے کے منتظر ہیں، لیجئے میرا تبصرہ حاضر ہے۔ تبصرہ کا

شمارہ بہت بہترین تھا۔ ہر تحریر بہت عمدہ تھی اللہ تبارک وتعالیٰ آنچل کو مزید ترقی دے آمین۔

☆ پیاری ماریہ! بہت عمدہ، بہت جامع تبصرہ......ویسے تو یہ خط سارے کا سارا تعریفوں پر مبنی ہے لیکن اگر کچھ پسند نہ آئے تو بے دھڑک اظہار کردیا کریں۔ ہم بالکل برا نہیں مانیں گے۔

ماہا بشیر حسین...... ٹنگہ۔ اس دفعہ آنچل کا شمارہ شاندار رہا۔ ٹائٹل خوب صورت تھا۔ "سرگوشیاں" بہت خوب صورت الفاظ، سبز اولکھنوی کی حمد بہت عمدہ رہی جبکہ اختر شیرانی کی نعت نے دل موہ لیا۔ "در جواب" میں لبنیٰ شکیلہ محترمہ، شکریہ یہ پرکس بات کا؟ "الکوثر" مشتاق انکل کا خوب صورت سلسلہ، اس دفعہ بھی خوشبوؤں سے بھرا تھا۔ "ہمارا آنچل" میں سب سے مل کر اچھا لگا۔ سلسلہ وار ناول اچھے جارہے ہیں، پر اقرا نے کہانی عجیب سی کردی ہے۔ "عشق سفر کی دھول" نازیہ آنٹی، ویلکم بیک۔ پہلی قسط اچھی رہی آگے دیکھتے ہیں۔ ناولٹ "اناڑی پیا اور بکرا" وہی پرانا موضوع، کئی بار کا پڑھا ہوا۔ مزہ نہیں آیا۔ "انا" ام مریم کہانی کا نہ سر سمجھ آیا نہ پیر۔ یہ ہی کہانی اگر کسی قاری نے لکھی ہوتی تو فوراً ری جیکٹ ہوجاتی، لگا ہی نہیں یہ کہانی ام مریم جیسی لکھاری نے لکھی ہے۔ "تمہارے لئے" رابعہ افتخار کا افسانہ بھی وہی پرانا موضوع، پلیز کچھ نئے آئیڈیاز لائیں، یہ کہانیاں کئی دفعہ پڑھی ہیں۔ "مداوا" طلعت کا افسانہ قدرے بہترین تھا۔ "ہم ساتھ ساتھ ہیں" نزہت نے بھی پرانے موضوع کو نیا کرنے کی کوشش کی۔ یا الگ ہونا پھر پریشانی آنا، سبق ملنا وغیرہ وغیرہ۔ "میں بے چاری" شبینہ نے مختلف لکھا۔ بے چاری کا نام کیا تھا؟ "خواہش، کلی، خواب جھروکے" فرح بھٹو نے بالکل نیا لکھا۔ "شادی سے پہلے کالو" ارسا کو سمجھ کر اچھا کیا۔ وری گڈ! "ہومیو کارنر" ویری ویل۔ "بیاض دل" رمشا، انیلا، تابی، شازیہ، رحمہ، حنا ہشام، عابدہ، وقاص، عمر، مقدس، ارم کمال، فاطمہ کے اشعار لاجواب رہے۔ "ڈش مقابلہ" سحر تبسم، مہرین، گلشن نے لاجواب لکھا۔ "بیوٹی گائیڈ" میں ہالہ وعائشہ سلیم نے ہیئر کلر کے متعلق کافی لاجواب معلومات دیں۔ "نیرنگ خیال" میں سب نے اچھا لکھا۔ فریدہ فری اور فصیحہ آصف کی شاعری ہمیشہ سب سے اچھی ہوتی ہے۔ "یادگار لمحے" پسند آیا۔ او کے جی، اللہ حافظ اور پلیز کوشش کیا کریں آنچل کی کہانیاں سب سے مختلف ہوں۔ موضوع کا خیال خاص رکھیں کیونکہ آنچل ہمیں عزیز ہے اس لئے کہا ورنہ اگر بات بری لگی ہو تو آئندہ نہیں کہتے۔

☆ پیاری ماہا! کہانیوں کا انتخاب کرتے ہوئے نوآموز یا کہنہ مشق لکھاری کا نام نہیں دیکھا جاتا بلکہ کہانی کا موضوع، معیار اور پختگی کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔ آپ کی رائے ان سطور کے ذریعے ہمارے نئے پرانے سب لکھنے والوں تک پہنچ گئی ہے۔ امید ہے وہ لوگ آئندہ نئے نئے موضوعات پر طبع آزمائی کریں گے۔ آپ کو پرچا پسند نہیں آیا، آئندہ کوشش کریں گے کہ آپ کو بھی پرچا پسند آئے۔ تنقید کا ہم بالکل برا نہیں مانتے۔ آپ کی یہ تنقید ہمیں مزید محنت پر اکساتی ہے۔ آپ پرچے پر کھل کر تنقید کریں۔

گلشن چوہدری گل، حفصہ نور...... گجرات۔ السلام علیکم! امید ہے کہ سب ٹھیک ہوں گے، اپنے بھی حال چال فٹ فاٹ ہیں۔ جی عید کی وجہ سے آنچل لیٹ ملا کیونکہ میرے بھائی جان تو دوستوں کے ساتھ پارٹیوں میں مصروف تھے تب ہم دونوں کو آنچل لاکر دیجیے۔ ہم نے تو بڑی منتیں کیں مگر نہ جی ملا ہی نہیں، پھر ترس آگیا اور لاکر دے دیا۔ ماڈل تو اچھی لگی پہلے قیصر آپی کی سرگوشیاں پڑھیں پھر حمد و نعت پڑھی۔ پھر ہمارا آنچل اور الکوثر پڑھی، اس کے بعد گئے اسٹوریوں پر۔ "اکائی" بہت سست روی سے آگے بڑھ رہی ہے۔ حفصہ کو "اکائی" پسند نہیں ہے اور مجھے بہت پسند ہے۔ تھوڑا افاست لکھا کریں۔ پھر پڑھا "جنون سے عشق تک" کہانی تو اچھی جارہی ہے۔ آپ کا ناول تو آنچل کی جان ہے۔ "تیری زلف کے سر ہونے تک" ابھی پڑھی نہیں کیونکہ خط لکھنا تھا تو لگا کہ کہیں ہم لیٹ نہ ہوجائیں۔ مکمل ناول اور افسانے بیسٹ تھے۔ نزہت جبیں کو ان کی کتاب شائع ہونے پر ڈھیروں مبارکباد۔ کچن کارنر میں رنیسپی اچھی تھی۔ بیاض دل کے شعر سارے اچھے تھے۔ نیرنگ خیال میں ساری غزلیں اچھی تھیں۔ یادگار لمحے میں سب اچھی باتیں تھیں۔ ہم سے پوچھیے میں شمائلہ آپی کے کھٹے میٹھے جواب مزہ دے گئے۔ آئینہ میں سب نے شرکت کی ہے۔ میری کزن حفصہ نور پہلی بار شرکت کررہی ہے تو اسے خوش آمدید کہیے گا۔ اچھا آپ لوگوں کے لئے شعر۔

ارے واہ ہم حال نہ پوچھیں تو مغرور
تم حال نہ پوچھو تو مصروف

☆ پیاری گلشن! ہم خواہ کتنے ہی مصروف کیوں نہ ہو، اپنے اچھے مخلص اور محبت کرنے والے قارئین کے لئے وقت نکال ہی لیتے ہیں۔ آپ نے یاد کیا، شکریہ اور حفصہ نور کو محفل میں خوش آمدید۔ امید ہے آئندہ وہ بھی تبصرے کے ساتھ حاضر ہوں گی۔

لیقہ احمد...... تلہ گنگ، کوٹ سارنگ۔ آنچل کی مہکتی کلیوں کو میری طرف سے پیار بھرا اسلام۔ کیا حال

ہے شہلا آپی، سب سے پہلے تو آپ یہ بتایئے کہ آپ کو میرا تبصرہ ملا نہیں یا کوئی اور وجہ تھی؟ اس ماہ کا ٹائٹل بہت خوب صورت لگا۔ سرگوشیاں سنیں۔ حمد و نعت کو پڑھا۔ در جواب آں پر سرسری نظر ڈالی۔ دانش کدہ سے فیض یاب ہوئی۔ اس عید پر نازیہ کنول نازی کے مکمل ناول کا جو سرپرائز آپ نے دیا، اس نے عید کی خوشی کو دوبالا کردیا۔ کہانی بہت زبردست ہے۔ اس کے بارے میں یہ ہی کہوں گی۔

اس دل پر بھی کڑی عشق میں گزری ہوگی
نام جس نے محبت کا سزا رکھا ہے

سمیرا شریف طور کے ناول "جنون سے عشق تک" نے تو آنچل کو روشن کیا ہوا ہے۔ آپی جو بھی لکھتی ہیں، کمال لکھتی ہیں۔ شہرینہ کی ماں مرگئی، دکھ ہوا لیکن خوشی بھی ہوئی کہ ہمیں پرانی شہرینہ ہنستی مسکراتی مل گئی۔ اب پلیز شہرینہ کو مزید نہیں رُلانا۔ عشنا کوثر سردار کا ناول "اکائی" کچھ بورنگ لگتا ہے۔ جلدی سے یہ ختم ہوجائے۔ "تیرے زلف کے سر ہونے تک" میں زید اور سودہ کو ایک کردو اور انشراح کا نوفل کو دھوکا دینا بہت برا لگا۔ یہ بھی بیسٹ جارہا ہے۔ صائمہ قریشی نے جو ناولٹ لکھا ہے، اس کے لئے وہ تعریفوں کا حق رکھتی ہے۔ بہت مزا آتا ہے۔ اناڑی پیا کے کارنامے پڑھ کر اسی طرح لکھتی رہی، ویل ڈن۔ افسانوں میں ویسے تو سب ہی اچھے تھے پر "انا" اور "مداوا" ٹاپ پر رہے۔ "بیاض دل" میں عائشہ پرویز، مدیحہ نورین اور کوثر خالد کا انتخاب اچھا لگا۔ "ڈش مقابلہ" میں ابھی صرف ریسیپی پڑھی، کوئی ٹرائی نہیں کی۔ بیوٹی گائیڈ پر سرسری نظر ڈالی۔ میرے مطلب کی اس میں کوئی بات نہیں تھی (ہاہاہا)۔ "نیرنگ خیال" میں غزلیں پڑھیں تو اپنی بھی بھیجنے کو دل کیا۔ سباس گل اور حمیرا قریشی کی غزل اچھی لگی۔ دوست کے پیغام میں دوستوں کے پیغام پڑھ کر بہت اچھا لگا۔ یادگار لمحے میں سب بہترین تھا۔ "آئینہ" میں اپنی کمی شدت سے محسوس ہوئی۔

نا بزم اپنی، نا ساقی اپنا
نا شیشہ اپنا، نا جام اپنا
اگر یہی ہے نظام ہستی تو غالب
زندگی کو سلام اپنا

تبصرہ لمبا نہ ہوجائے، اجازت چاہتی ہوں زندگی رہی تو "آنچل" سے رشتہ اور مضبوط ہوگا ان شاء اللہ۔ اللہ آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی دے، دعاؤں میں یاد رکھئے گا۔

سحر تبسم سحری...... مغل پورہ: اس دفعہ آنچل نے 23 کو دیدار کروایا۔ ٹائٹل کیوٹ تھا، خاص کر بانگ ٹیکا۔ آنچل میں حجاب کی جھلک دیکھی اور دل کو تسلی دی۔ سرگوشیاں سے حمد و نعت کا سفر طے کرکے ہم نے آنی کی محفل کو رونق بخشی، جہاں آنی اپنے ساتھ کا یقین اپنے شیریں لہجے میں بیان کرتی تھیں۔ "الکوثر" میں مشتاق انکل نے قربانی کے صحیح مفہوم سے واقف کروایا کہ کیا ہے مسلمان کی اصل قربانی۔ تعارف میں ڈاکٹر زارا کا تعارف سب سے اچھا لگا۔ سلسلہ وار ناول میں اقرا صغیر کے ناول نے ہمیں ابھی تک جکڑا ہوا ہے۔ زید، سودہ، انشراح، نوفل تو ہمارے فیورٹ ہیں، پر لاریب......؟ زہر ہے۔ "اکائی" کی یہ قسط بھی زبردست رہی لیکن عشنا آپی آپ رومانس زیادہ اچھا لکھ لیتی ہیں۔ نازیہ کنول نازی کی آمد سے آنچل کو بارہ چاند لگ گئے۔ شکریہ نازیہ آنٹی واپس آنے کا۔ "عشق سفر کی دھول" ذرا تین، چار اقساط ہوجائے پھر ساتھ پڑھوں گی ان شاء اللہ اور تبصرہ بھی کروں گی۔ "جنون سے عشق تک" کہانی میں کئی نئے باب کھلے ہیں۔ لگتا ہے سمیرا نے ناول طویل طے کیا ہے۔ ناولٹ "اناڑی پیا اور بکرا" سوری صائمہ آپ کی یہ تحریر کچھ خاص پسند نہیں آئی۔ افسانے میں "انا"، "مداوا"، "میں بے چاری" بس سو سو ہی رہے۔ تمہارے اے ون "ہم ساتھ ساتھ" چھوٹی تحریر بڑی بات سمجھا گئی۔ "خواب جھروکے" ویری ویل۔ یہ راحت وفا، راشدہ رفعت، صدف آصف، نازیہ جمال، ندا حسین، حیا بخاری کہاں گئیں؟ جہاں بھی گئی ہیں، جلدی جلدی واپس آجائیں پلیز۔ "ہومیو کارنر" یہ طلعت کو میں رائٹر طلعت سمجھتی ہوں، وہی ہیں کیا؟ "بیاض دل" میں سب کا انتخاب اے ون رہا۔ "ڈش مقابلہ" میں اس ناچیز کو جگہ دینے کا شکریہ۔ "بیوٹی گائیڈ" ہیئر کلر کے متعلق معلومات کے لئے شکریہ بہت بہت۔ "نیرنگ خیال" میں سب کی شاعری اے ون رہی۔ "دوست کا پیغام آئے" اقرا یاد کرنے کا شکریہ، تم بھی مجھے ہمیشہ یاد رہتی ہو۔ "یادگار لمحے" میں اس دفعہ سب کا انتخاب کافی معیاری تھا۔ "آئینہ" ہم نے جس تبصرہ پر فاتحہ پڑھ لی تھی، وہ آپ نے ہمارے سامنے لاکر کھڑا کردیا۔ خوش کردیا شہلا آپی، اس خوشی میں دعا بے ساختہ نکلی کہ ہزاروں سال جیو آپی! "ہم سے پوچھئے" شمائلہ آپی چھکے پہ چھکے ماری جارہی ہیں۔ "آپ کی صحت" اور "کام کی باتیں" بھی عمدہ تھی۔ مہندی کے ڈیزائن بھی اچھے لگے۔

☆ پیاری سحر! ہزاروں سال؟؟ یہ بددعا کس خوشی میں دی ہے؟

ندا افتخار ...... چشتیاں: محترمہ شہلا صاحبہ! السلام علیکم۔ سرورق اچھا لگا۔ ماڈل عالیہ کا میک اپ بہترین تھا۔ سرگوشیاں میں قیصر آرا آپی نے وطن کیلئے بہترین الفاظ لکھے۔ حمد و نعت بھی عمدہ تھیں۔ تعارف سب کے اچھے لگے۔ سلسلے وار ناول بہترین جارہے ہیں۔ نازیہ کنول نازی کے ناول "عشق سفر کی دھول" کی تعریف کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ نازیہ کنول بہت اچھا لکھتی ہیں۔ سمیرا شریف طور کا ناول بھی زبردست جارہا ہے۔ صائمہ قریشی کا ناولٹ "اناڑی پیا اور بکرا" پڑھ کر مزہ آیا۔ افسانے سارے اچھے تھے۔ بیوٹی گائیڈ میں بالوں کا ٹاپک پڑھ کر معلومات میں اضافہ ہوا۔ بیاضِ دل، نیرنگ خیال، یادگار لمحے اور دوست کا پیغام آئے، یہ سب سلسلے میرے پسندیدہ ہیں۔ مہندی کے ڈیزائن پیارے تھے۔ بیاضِ دل میں پروین افضل شاہین، وقاص عمر، فائزہ بھٹی، کوثر خالد، مدیحہ نورین مہک آپ سب کا انتخاب بہت پسند آیا۔ نیرنگ خیال میں شاعری سب نے بہترین لکھی۔ سب کے پیغام بھی اچھے لگے۔ مدیحہ کنول سرور کا پیغام سب سے پہلے پڑھتی ہوں کیونکہ وہ میرے شہر کی ہیں۔ مدیحہ کنول سرور آپ کا کیا حال ہے؟ تبسم بشیر حسین، سحر تبسم سحری اور اقرا جٹ آپ نے حجاب میں میری نگارشات کو پسند کیا تو آپ کا بے حد شکریہ! میں نے پہلی بار تبصرہ کیا ہے، امید ہے آپ کو ٹھیک لگے گا۔

☆ پیاری ندا! جب آپ کو آنچل کی ہر چیز پسند آئی تو بھلا ہمیں آپ کا تبصرہ کیسے نہ پسند آتا؟ لیکن اگر کوئی خامی یا کمی نظر آئے یا کوئی تجویز دینا چاہیں تو بلا تکلف لکھ بھیجئے گا۔

تبسم بشیر حسین ...... ننگہ: ٹائٹل پر حسینہ نے دل موہ لیا۔ واہ کیا پریٹی گرل تھی۔ وائٹ ڈریس میں جیولری اے ون میک اپ فنٹاسٹک پوز، واؤ۔ پر مہندی کہاں گئی؟ خیر...... سرگوشیاں، نایاب جیلانی کے شوہر کا پڑھ کر دکھ ہوا۔ کافی دیر تک کچھ نہ پڑھ سکی۔ پھر تھوڑی دیر بعد دعا کر کے شمارہ دوبارہ اٹھایا۔ "آئینہ" میں سب کے تبصرے لاجواب رہے۔ اقرا جٹ، شازیہ ہاشم، کوثر خالد، ہاجرہ ضیا، اسماصدیقہ، ون ڈرفل وقاص عمر اس ماہ نہ تھے۔ پلیز ہر ماہ تھوڑی سی فرصت نکال کر تبصرہ ارسال کردیا کریں۔ "یادگار لمحے" سب پسند آئے۔ "دوست کا پیغام آئے" ڈیئر اقرا جٹ، یاد کرنے کا شکریہ۔ کوثر جی، کیا میں بھی آپ سے بات کرسکتی ہوں فون پر، آپ سے ایک انسیت سی ہوتی ہے۔ جب آپ سب سے آنچل اسٹاف سے قارئین سے گفتگو کرتی ہوں تو بہت سکون ملتا ہے، باقی اللہ ہے جس سے ہر بات کرتی ہوں۔ مقدس زہرہ، واہ کیا پیغام، سیٹی بجانے کا دل کیا۔ باقی سب نے بھی دل سے پیغام دیا اپنے دل میں بسنے والوں کے نام، ہاؤ کیوٹ اینڈ سویٹ۔ "بیوٹی گائیڈ" اچھا رہا۔ "بیاضِ دل" واؤ آسم۔ دل جیت لیا یارو۔ "ہومیو کارنر" ڈیئر طلعت، کافی معلومات دیتی ہو، تمہارا شکریہ۔ "نیرنگ خیال" تہمینہ غوری، حرا وارثی، نعیم الفرہاشمی، نیئر رضوی، سباس گل، حمیرا قریشی، فریدہ، فصیحہ آصف، فریدہ فری، لاجواب شاعری کی، پر جس کی نظم سب پر بازی لے گئی از "عید کا چاند" وقاص عمر، واؤ امیزنگ، آپ کی شاعری زبردست ہوتی ہے۔

اُم فروا ...... کوٹلی: ایک عرصے کی بات، دس سال سے خاموش رہی، پر اب خاموش نہیں رہنا۔ ہمیں احساس کرانا چاہئے کہ ہم بھی آنچل کی فین ہیں۔ ہم بھی اس کے لئے راتوں کو جاگتے ہیں اور مہینہ بھر ستائیس تاریخ کے لئے دن گنتے رہتے ہیں۔ 5th کلاس سے لے کر میٹرک تک آنچل چھپا کر پڑھتے رہے ہیں۔ کئی دفعہ تو مار بھی کھانی پڑی آخر سلیبس سے ہٹ کر کتابیں پڑھتے تھے۔ کئی دفعہ ہماری کتابوں کو اکٹھا کر کے ہمارے سامنے آگ لگادی جاتی اور ہم بھیگی پلکوں کے ساتھ راکھ تک اکٹھی کر لیتے۔ "مجھے ہے حکم اذاں" اُم مریم نے اس خوب صورت انداز سے اختتام کیا کہ ہم نے کاغذ اور قلم لیا اور کئی خط لکھ ڈالے لیکن افسوس کہ ہمیں ڈر بہت لگتا ہے۔ ہمیں ناکامی سے ڈر لگتا ہے۔ ہمیں یہ بھی پتہ ہے ہر ناکامی میں کامیابی چھپی ہوتی ہے مگر ہم ٹھہرے لاڈلے، اس لئے ڈر تھا کہ اگر شائع نہ ہوا تو ہم بہت ہرٹ ہوں گے کیونکہ آنچل لانے کے لئے ہمیں گاؤں سے شہر تک دو گھنٹے لگتے ہیں، آنچل ہمیں گھر تک لانے کے لئے تین سو روپے درکار ہوتے ہیں اور آپ خود سوچئے ہمیں ہر ماہ آنچل 300 کا پڑتا ہے۔ ہم پھر بھی اس کے دیوانے ہیں اور جب اتنا خرچہ کر کے آئینہ میں ہم شامل نہ ہوں تو پھر رونا تو تا ہے ناں! ہم میں لکھنے کی صلاحیت بھی بہت ہے۔ کوئی غلطی کردی تو معاف کیجئے گا ورنہ ہم دس سالوں میں نہیں بولے تو آئندہ بھی نہیں بولیں گے۔ اللہ حافظ!

☆ پیاری اُم فروا! ایم اے اردو کی طالبہ اور املا کی اتنی غلطیاں؟؟ بزم میں خوش آمدید۔ آنچل سبق آموز اور اصلاحی تحریروں سے آراستہ جریدہ ہے۔ لوگ نہ جانے کیوں پڑھے بغیر ہی رائے قائم کر لیتے ہیں۔ فی الحال تو آپ کوئی خوشگوار سے انجام کا مختصر افسانہ بھیجیں تاکہ اندازہ ہو کہ لکھ سکتی ہیں کہ نہیں۔ دعاؤں کا شکریہ۔ اب خاموشی توڑ ہی دی ہے تو آتی جاتی رہئے گا اور یاد رکھئے جو لوگ

ناکامی سے ڈرتے ہیں، وہ کبھی کامیاب نہیں ہوسکتے۔ ہمارے والد کہتے تھے ناکام ہونا، ہارنا نہیں ہے، حوصلہ ہار جانا، ہارنا ہے اور اگر آپ سالانہ خریدار بن جائیں تو آپ کو پرچا ملنے کی پریشانی سے نجات مل جائے گی۔

اسماء صدیقہ، ثمینہ مصری...... عبدالحکیم: اس دفعہ حد ہوگئی بھئی آنچل 19 کو مل گیا۔ ''سرگوشیاں'' میں آپی جان نے ہماری سوچ کی ترجمانی کی۔ ''ہمارا آنچل'' میں چار بہنوں کا تعارف اچھا لگا مگر عاصمہ بی کا تعارف اپنا تعارف محسوس ہوا، سوائے میوزک کے۔ ''تیری زلف کے سر ہونے تک'' میرے سمیت تقریباً تمام قاریات نے بھی یہی سمجھا تھا کہ سودہ، زید کی بجائے پیارے میاں کی ہوگئی۔ بہرحال یہ عقدہ تو اب کھلا ہے۔ اف اقرا آپی، کمال کرتی ہیں، ایسا خوفناک سپنا دکھایا۔ ویسے دل نہیں مانتا تھا زید غضب کی شخصیت کا مالک اور پھوٹ پھوٹ کر رو دے اور برملا اظہار محبت کرے، بہرکیف اچھی کہانی چل رہی ہے۔ اُم مریم صاحبہ کی تحریر ''انا'' بہت اچھی لگی۔ ''عشق سفر کی دھول'' ہائے او...... نازی آپی آئی ہیں۔ مرحبا۔ پڑھ کر مزہ آ گیا۔ اگلی قسط کا انتظار ہے۔ ''اکائی'' عشنا کوثر آپی یہ چھوٹا نواب، فاطمہ کے ساتھ کیوں ایسا بی ہیو کر رہا ہے۔ ''تمہارے لئے'' رابعہ افتخار پیاری تحریر ہے۔ سکینہ کی تاما سے وابستگی اچھی لگی۔ کرداروں کے مکالمے دلچسپ لگے۔ جیتے بھی رہے اور آخر میں الو کھا سبق از بر کرلیا۔ ''اناڑی پیا اور بکرا'' خوب صورت، صائمہ آپی نے عید میں رنگ بھر دیئے۔ ''جنون سے عشق تک'' صحیح چل رہی ہے۔ ''ہم ساتھ ساتھ ہیں'' نزہت جبیں ضیاء سبق سکھاتی تحریر ہے، ویری نائس۔ ''میں بے چاری'' شبینہ گل، تعریف کیلئے الفاظ کا فقدان ہے۔ بس جی چاہا رائٹر کے گھر کا کام میں کر دوں تا کہ وہ ناول مکمل کر سکے۔ ''خواہش، تتلی، خواب جھروکے'' فرح بھٹو آپ کو پہلی بار پڑھا، مشرقی تربیت کو اُجاگر کرتی زبردست کاوش۔ ''بیاض دل'' کوثر خالد، سعدیہ رب نواز، انیلا طالب، مقدس زہرہ، حرا قریشی کی شاعری، بہت پسند آئی۔ ''نیرنگ خیال'' فریدہ خانم ہمباس گل، عظمیٰ جبیں کی شاعری دل کو چھو گئی۔ ''یادگار لمحے'' شازیہ ہاشم، عاصمہ بی، مقدس زہرہ، مدیحہ نورین، نورین انجم ٹاپ پر رہیں۔ ماشاء اللہ۔ ''آئینہ'' میں اس دفعہ تو شہلا آپی بڑے خاص موڈ میں تھیں۔ عید کے موقع پر پیارے اور میٹھے جوابات دیئے، شکریہ۔ ''ہم سے پوچھئے'' کمال صرف ارم کا ہے، ملک صاحب کو نیچہ مارا، ان دو جملوں نے ہنسا ہنسا کر پھر ہنسا ڈالا۔ غرض کہ مکمل شمارہ خوب صورت تھا۔ بڑی محنتوں سے تیار کیا گیا تھا۔ بس آنچل کے صفحات بڑھا دیں۔ ایک ریکوئسٹ ہے آپی کہ عمیرہ یا نمرہ احمد میں سے کسی ایک سے ناول لکھوالیں آنچل کے لئے۔ دلکش مریم، بہنا پلیز لکھو ناں آنچل کے لئے، تبصرہ ضرور بھیجنا اور ہاں، حیا اور مون، جواب دینے کا شکریہ۔ ہمارے ہاں تو مرد حضرات بھی میلوں اور لکی میں شامل نہیں ہوتے اور عورتوں کا تو سوال بھی پیدا نہیں ہوتا۔ ان شاء اللہ ضرور ملیں گے۔ ہما احمد بھی تو میرا پیغام بھی شامل کرلیں دوستوں کی لسٹ میں، پیاری ثمینہ عید مبارک۔ اچھا جی، اجازت، تبصرہ لمبا ہوگیا ہے اب بس کرتے ہیں کیونکہ دیکھچ پتیلے ہمارے منتظر ہیں کہ ہم کب ان کو مانجھتے ہیں۔

☆ اسماء صدیقہ اور ثمینہ مصری! پیاری دوستو! شبینہ گل کے بارے میں آپ کے خیالات جان کر خیال آیا کہ کبھی ایڈیٹر کی مصروفیات بھی آپ کی نذر کریں گے۔ سچ ہمارے گھر میں بھی بہت کام ہوتا ہے مگر پہلے اپنے پتیلے مانجھ لو، پھر مل کر سوچیں گے۔

صغریٰ شہزادی...... جڑانوالہ: اس دفعہ ڈائجسٹ بھلا کب ملا ہے؟ ہمیں اکثر 27,28 کو ملتا ہے لیکن اس دفعہ تو حیرت یہ ہے کہ 20 اگست کو ستمبر 2018ء کا شمارہ ہمارے ہاتھ میں تھا۔ ہے ناں حیرت والی بات...... ! اکثر 27,28 سے بھی زیادہ لیٹ ہو جاتا ہے، زیادہ تر 30 کو ہی ملتا ہے۔ خیر اب کچھ اس کے بارے میں بات ہو جائے۔ ماڈل گرل بہت پیاری لگ رہی تھی لیکن اس کی انگوٹھیاں پسند نہیں آئی۔ نری بوری (ہاہاہا) جس افسانے نے لیٹر لکھنے پر مجبور کیا ہے وہ ہے اُم مریم کا افسانہ ''انا''۔ وجہ پسند تو بہت آیا، دوسرا شرکت ہی عرصے بعد کی ہے۔ حسب معمول سب سے پہلے لسٹ دیکھی۔ حدیث پڑھی۔ سرگوشیاں سنیں۔ حمد و نعت سے مستفید ہوتے ہوئے در جواب آں میں دیکھا مدیرہ جی نے ہمیں شامل نہیں کیا تھا۔ چلئے خیر ہم یہی کہیں گے

وہ منزل ہی بدنصیب تھی جو ہمیں پا نہ سکی

اس سے آگے دانش کدہ سے معلومات لی۔ اللہ ہمیں سنت ابراہیمی پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)۔ چاروں بہنوں کے تعارف پسند آئے۔ ڈاکٹر زارا، اللہ آپ کی خواہش پوری کرے (آمین)۔ سیدھی چھلانگ لگائی موسٹ فیورٹ ناول ''جنون سے عشق تک'' ویل ڈن آپی سمیرا، مدیرہ صاحبہ سے گزارش ہے قسط نمبر اوپر لازمی لکھ دیا کریں ہمیں اکثر یہ دیکھنے کے لئے کون سی قسط ہے، پچھلے ڈائجسٹ دیکھنے پڑتے ہیں۔ ''تیری زلف کے سر ہونے تک'' آپی اقرا صغیر اس دفعہ تو آپ نے حیران ہی کر دیا۔ ویسے انشراح کون سا کھیل کھیلنے والی ہے۔ جلدی پتہ چل جائے گا۔ اس کے بعد ''اکائی'' عشنا کوثر سردار ان کا ناول مجھے پسند

نہیں آیا۔ شروع کی ایک دو قسطیں پڑھی تھیں، سر سے گزر گئی۔ سمجھ ہی نہیں آئی۔ اب تو ویسے ہی پڑھنا چھوڑ دیا ہے۔ سمجھ ہی نہیں آتی۔ افسانے سارے ہی لاجواب تھے۔ نازی جی کے ناول نے برا کیا، اینڈ پر جاکر باقی آئندہ ماہ منہ چڑھا رہا تھا اور سارا سسپنس کری ایٹ کردیا۔ صائمہ قریشی ''اناڑی پیا'' کے ہمراہ، بہت دیر بعد آئی ہیں اور چھا گئیں۔ افسانوں میں ام مریم بہت عرصے بعد نظر آئی ہیں، ان کا افسانہ بہت پسند آیا۔ ''مداوا'' طلعت نظامی ہم سب کو اپنے اپنے اعمال کا جائزہ لینا چاہیے۔ کسی چیز کو ناکارہ نہیں جاننا چاہیے۔ اللہ ہم کو ہدایت دتوفیق دے (آمین)۔ ''ہم ساتھ ساتھ'' آپی نزہت جب بھی آتی ہیں کسی اچھوتے احساس کے ساتھ آتی ہیں۔ ان کا افسانہ بہت پسند آیا ہے۔ بے شک ساتھ رہنے میں ہی برکت ہے۔ مجھے آپی نزہت کا افسانہ بھی بہت پسند آیا ہے۔ آپی اتنا اچھا افسانہ لکھنے پر سلام ہو۔ امی رسالوں کے خلاف ہیں لیکن ابو تو بہت اچھے ہیں ورنہ امی کو یہ افسانہ لازمی پڑھواتی۔ ''بیاضِ دل'' میں جھانکا تو وہاں اپنی کمی محسوس کی۔ ''بیاضِ دل'' کی محفل میں آپی پروین افضل شاہین، کوثر خالد، مدیحہ نورین مہک کے انتخاب پسند آئے۔ ڈش مقابلہ میں سحر تبسم اور مہرین کنول کے ڈشز پسند آئیں۔ ان شاء اللہ موقع ملا تو لازمی ٹرائی کروں گی۔ آپی طلعت آغاز، میری ریسپچی شامل کرنے کا بے حد شکریہ۔ ''بیوٹی گائیڈ'' آپی روبین احمد، میں نے بھی کچھ ٹپس بھیجی تھیں، شامل کرلیجیے، کتنا انتظار کرواتے ہیں۔ نیرنگ خیال، آپی ایمان وقار، اگر کہیں تو آپ کے آگے ہاتھ پیر پکڑ لیتے ہیں لیکن خدارا اپنی محفل میں جگہ دے دیں پلیز۔ ''دوست کا پیغام آئے'' میں حسن فرینڈز نے یاد رکھا ہے ان کا بے حد شکریہ۔ ہمیشہ کی طرح آپی شمائلہ زندہ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے حملہ کرنے والوں کا، یعنی کہ اینٹ کا جواب پتھر سے، بہت جاندار طریقے سے دیتی ہوئی نظر آرہی تھیں۔ ویسے بے چاری قارئین کتنی محنت سے پیارے پیارے سوالات لکھ کر بھیجتے ہیں۔ آپی اس دفعہ تو لاجواب ہوں گی لیکن آپی نے لاجواب ہونا سیکھا ہی نہیں۔ بٹ جہاں لاجواب ہوتی ہیں، وہاں سے کوئچن غائب کردیتی ہیں (ہاہاہاہا ہی ہی ہی ہی) میں سچ کہہ رہی ہوں شمائلہ آپی، اب اتنا برا منہ نہ بنایئے اور مہربانی فرما کر اپنی محفل میں مجھے بھی جگہ دے دیں۔ آخر میں یہ دعائے سحر کہاں غائب ہے اور اقرا امتیاز جی، آپ کہاں چلی گئی ہیں اور آپی جی آپ (مدیرہ) سے درخواست ہے سیدہ غزل زیدی کو کہیں سے ڈھونڈ کر لائیں اور اس سے ''کروں سجدہ ایک خدا کو'' جیسا ناول لکھوایئے جو مدتوں یاد رہے۔ اور میرے ابو کی تندرستی کے لئے لازمی دعا کریں، شاید کسی ایک کے دل سے نکلی ہوئی دعا قبول ہو ہی جائے۔

☆ پیاری شہزادی! ہماری دعا ہے کہ اللہ آپ کے والد کو صحت دے اور آپ سب مل کر محبت سے رہیں، آمین۔ شمائلہ آپی کہہ رہی ہیں کہ اللہ نے مجھے ایسا چاند سا مکھڑا دیا ہے میں اسے برا کیوں نہ بناؤں اور میں سوال غائب نہیں کرتی، بس دوسروں کی چیزیں غائب کردیتی ہوں۔

تبسم..... نامعلوم۔ ''کام کی باتیں'' واؤ اس دفعہ کافی کام کی لگی۔ شکریہ حنا احمد۔ ''در جواب آں'' میں آنی اپنے شیریں لہجے میں محفل سجائے ملی۔ عبادہ کتاب پر مبارک باد۔ یاسمین کنول، اللہ آپ کی تمام پریشانیاں جلد دور کریں آمین۔ مدیحہ آپ کی خوشیوں کے لئے میں بھی دعا گو ہوں۔ شگفتہ خان عمرہ مبارک ہو۔ ڈاکٹر زارا، ان شاء اللہ تم ضرور ڈاکٹر بنو گی اور دو عمرے مبارک ہو۔ نجمہ نساء تم سے مل کر اچھا لگا۔ ''الکوثر'' ہمیشہ کی طرح لاجواب رہا۔ مشتاق انکل کا شکریہ اس سلسلے کے لئے۔ افسانے میں اُم مریم کو دیکھ کر خوشی ہوئی۔ ان کا آنچل میں ''مجھے ہے حکم اذاں'' لاجواب تحریر تھی لیکن اب آنچل کو پراپر ٹائم کیوں نہیں دیتیں؟ ''انا'' ایک بہت ہی دلچسپ اور سبق آموز تحریر رہی۔ ویل ڈن مریم آپی۔ ''ہم ساتھ ساتھ ہیں'' از نزہت جبیں ضیاء آخر حید کو سبق مل ہی گیا۔ ''مداوا'' طلعت نے بھی کافی خوب صورت لکھا۔ ''تمہارے لئے'' رابعہ افتخار کا افسانہ بھی لاجواب رہا۔ سکینہ کی تارا سے محبت بہت پیاری لگی لیکن اصل قربانی تو یہی ہے ناکہ اپنی سب سے پیاری چیز قربان کردی جائے۔ ''میں بے چاری'' شبینہ کافی وقت بعد آئی اور چھا گئی۔ ''خواہش، تتلی، خواب جھروکے'' واہ کیا خوب صورت نام رکھا ہے کہانی کا۔ فرح جی نام کی طرح کہانی بھی دلچسپ رہی۔ ''لو میرج'' اس دفعہ کے سارے افسانے ہی زبردست رہے۔ ویل ڈن۔ ناولٹ ''اناڑی پیا اور بکرا'' صائمہ قریشی نے بھی زبردست لکھا۔ ویری گڈ ڈیئر۔ یہ حرا قریشی کہاں گئی؟ واؤ ہمیں اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا تا زیہ کنول نازی ''عشق سفر کی دھول'' کے ہمراہ ہمارے دلوں کو ایک بار پھر جکڑنے کے لئے تیار ہیں۔ پلیز یہ ناول طویل رکھیے گا۔ ہم نے آپ کا بہت انتظار کیا۔ پہلی قسط عمدہ لاجواب بے مثال سب کچھ رہی اور اگلی قسط کا شدت سے انتظار ہے۔ فاخرہ گل لگتا ہے کہ ہمیں بھول گئی ہیں۔ گمشدہ لکھنے کے بعد خود بھی گم ہوگئی۔

☆ پیاری تبسم! ٹائٹل گرل کا میک اپ پر بہت خرچا ہوگیا تھا، مہنگی لگوانے کے پیسے ہی نہیں بچے تھے۔ آئندہ دیکھو خیال رکھنا..... راز کی باتیں مت پوچھنا اور سیٹی بجانے کا جب دل کرے بجالیا کرو مگر احتیاطاً اِدھر اُدھر دیکھ لینا۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کے ابا

جان کسی غلط فہمی کا شکار ہو جائیں اور بچی کو سدھارنے کے مشن پر لگ جائیں۔ باقی پرچا پسند آیا، شکریہ اور پیارے بھائی وقاص کے لئے جو دعا لکھی تھی، وہ بہت طویل تھی معذرت چاہتے ہیں کہ شائع نہیں کی اور آئندہ سے اپنے شہر کا نام ضرور لکھا کریں۔

میزاب...... قصور: آنچل 25 اگست کو مل گیا تھا۔ ٹائٹل بہت پیارا تھا۔ ٹائٹل دیکھنے کے بعد سارا آنچل جلدی جلدی چیک کرنا شروع کیا اور یہ کیا، ہمارا آنچل دیکھ کر تو میری پوری آنکھیں اور پورا منہ کھل گیا۔ زارا تعبیر ہا سے کہتے ہیں میری بلی اور مجھے ہی میاؤں۔ اس نے مجھے بالکل نہیں بتایا اور میں 9 سال سے آنچل پڑھ رہی ہوں لیکن اپنا تعارف لکھنے کی ابھی تک ہمت نہیں ہوئی اور یہ میڈم مجھ سے پہلے آنچل پر چڑھ بیٹھیں۔ خیر سبھی کڑیوں سے مل کر اچھا لگا۔ اب آتے ہیں مائی فیورٹ "تیری زلف کے سر ہونے تک" کی طرف، پچھلی قسط پڑھ کر اتنا دل اداس ہو گیا تھا کہ سودہ کا نکاح اور رخصتی ہو گئی لیکن یہ زید کا خواب تھا۔ شکر ہے۔ اقرا آپی پلیز سودہ اور زید کی جوڑی بنا دیں، پلیز پلیز۔ اور "جنون سے عشق تک" بہت اچھی جا رہی ہے۔ اس میں شہرینہ کی اکڑ تھوڑی کم ہونی چاہئے، باقی بیسٹ ہے۔ "اکائی" اس کے بارے میں، میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔ اتنے سالوں میں یہ آنچل میں شائع ہونے والا پہلا ناول ہے، جو میں نہیں پڑھ رہی، سوسوری۔ باقی سارا آنچل بہترین تھا اور "دوست کا پیغام آئے" سبھی کے پیغام پڑھ کر اچھا لگا۔ ڈاکٹر زارا تعبیر، آپ کا تعارف بہت اچھا لگا اور ہاں نائس ٹو میٹ یو۔ اب اجازت دیں، اللہ میرے پیارے ملک پاکستان کی اور پیارے کشمیر کی حفاظت کریں، آمین۔ جاتے جاتے یاد آیا مقدس زہرہ آپ نے بہت ہی اچھا پیغام لکھا ہے ہمیں واقعی میں اپنی اصلاح کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ تو خدا نے فرمایا ہے کہ جیسی اُمت ہوگی، ان کے اعمال کے حساب سے انہیں حکمران ملے گا۔ اللہ ہمیں ہدایت دے آمین۔

☆ پیاری میزاب! یہ تعارف بھیجنے میں بھی ہمت کی ضرورت ہوتی ہے؟ معلوم ہوتا ہے زارا کے تعارف نے کچھ زیادہ ہی حیران و پریشان کر دیا ہے تب ہی اتنا مختصر تبصرہ بھیجا ہے۔

ڈاکٹر زارا تعبیر...... قصور: ٹائٹل گرل "عالیہ خان" پیاری لگ رہی تھی۔ حمد و نعت کے بعد دوڑ لگائی "جنون سے عشق تک" بہت ہی اچھی جا رہی ہے۔ آپی سمیرا جی شہری کو سیٹ کر دیں اور جلدی سے شہری اور افگن کی شادی کریں۔ "تیری زلف کے سر ہونے تک" زید آپ اچھا نہیں کر رہے ہو۔ "عشق سفر کی دھول" آپی نازی صاحبہ نیو ناول کے ساتھ براجمان ہوئی ہیں۔ "میں بے چاری" آپی شبینہ گل بہت ہی اچھا افسانہ تھا۔ "خواہش، تتلی، خواب جھروکے" اسا اور کی خواہش تو پوری ہوئی "لو میرج" کی "مداوا"، "اناڑی پیا اور بکرا"، "تمہارے لئے"، "انا" سب سے معذرت کیونکہ اسکول کا کام زیادہ ہونے کی وجہ سے پڑھ نہیں پائی۔ لیکن مجھے پتہ ہے کہ آپ سب نے اچھا لکھا ہے کیونکہ اتنی محبت سے جو لکھا ہے۔ "آئینہ" میں سبھی کا تبصرہ پسند آیا، خاص کر حاجرہ ضیاء کا۔ "دوست کا پیغام آئے" آپی مقدس زہرہ آپ کا لیٹر بہت اچھا تھا۔ آپ نے ضمیر کو ہلا دیا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حکمرانوں کو عقل دے اور ہمیں بھی توفیق دے کہ ہم اپنی ذمہ داریاں اچھی طرح نبھائیں۔ "نیرنگ خیال" میں آپی فریدہ فری اور آپی حرا وارثی کی غزلیں بہت اچھی تھیں۔ "بیاض دل" میں آپی فائزہ بھٹی کا شعر بہت ہی پسند آیا۔ بھائی وقاص عمر اور آپی راسفہ منیر کے شعر بھی لاجواب تھے۔ "یادگار لمحے" بھی اپنے نام کی طرح یادگار تھے۔ آخر میں اللہ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آنچل کو ترقی دے، ہمارے ملک پاکستان کی حفاظت فرمائے اور کشمیریوں کو اپنے حفظ و امان میں رکھے آمین، ثم آمین۔

☆ پرچے کی پسندیدگی کا شکریہ ڈاکٹر صاحبہ! اور ہاں ویلکم...... موسٹ ویلکم۔

انیلا طالب...... گوجرانوالہ۔ خوب صورت پھولوں سے سجا دلکش سرورق والا آنچل طویل تر انتظار کو ختم کیے اس بار چوبیس اگست کو ہی مل گیا۔ صد شکر...... لیجیے جناب تبصرہ حاضر ہے۔ عالیہ خان کو میرا سلام دیجیے گا۔ بہت ہی اچھی بس مجھے بہت پیاری لگیں اور سب سے پہلے تو ہماری نایاب جیلانی کو پرسہ بے حد افسوس ہوا ان کے شوہر کی رحلت پر اللہ انہیں غریق رحمت کرے۔ حمد و نعت پڑھی، دل کو حد درجہ سکون ملا۔ دانش کدہ میں سے بہت سی دانش سمیٹی اور ہمارا آنچل پہ آئے۔ چاروں خصوصی تحریریں اپنی جگہ آفتاب تھیں۔ لیکن عاصمہ بی کا تعارف زیادہ پسند آیا، کیونکہ انہیں نام سے جانتی جو ہوں، پھر جناب "تیری زلف کے سر ہونے تک" ناول پڑھا، بہت دلچسپ مکالمے انتہائی عمدہ پلاٹ ام مریم کا انا انتہائی سبق آموز رہا، "عشق سفر کی دھول" بھئی مجھے تو سمجھ نہیں آتی لوگ اتنا عشق کو پسند کیوں کرتے ہیں۔ نازیہ کنول نازی کا ناول ابھی پڑھا نہیں۔ عشنا کوثر سردار کا "اکائی" ٹھیک تھا۔ عابدہ افتخار نے اچھا لکھا، "تمہارے لیے" کا آغاز بہترین تھا اور صائمہ قریشی...... اتنی دیر بعد کیا دھماکے دار انٹری دی۔ ہم تو ترس گئے تھے۔ فاطمہ اور حسنین کی نوک جھونک سننے کو، "اناڑی پیا اور بکرا" خاصی دلچسپ لگی۔ موڈ فریش ہو گیا، طلعت نظامی نے مداوا بھی

خوب لکھا۔ "میں بے چاری" میرے خیال سے اسی نام سے کسی چینل پر ڈرامہ بھی آن ایئر ہوا تھا۔ ہلکی پھلکی تحریر اچھی لگی، خواہش تتلی، خواب جھرو کے کہانی سے زیادہ عنوان پسند آیا۔ کہانی بھی اچھی لگی، ہاسل نام پیارا لگا۔ اور اسا ور منفرد...... باقی بیاض دل میں فائزہ بھٹی، شازیہ ہاشم میوانی، آپی پروین افضل شاہین، یرشب اعوان، مدیحہ نورین مہک کے اشعار دل میں کھب گئے۔ ڈش مقابلہ زبردست رہا، نیرنگ خیال میں سیدہ لوبا سجاد، لیلیٰ رب نواز، فہمیدہ آصف خان، نجم انجم صاحب، فہمیدہ غوری نے میدان فتح کرلیا۔ دوست کا پیغام آئے میں بلیو مون آپ کی سالگرہ کا پتہ چلا، مَنی مَنی پپی، برتھ ڈے ڈیئر اللہ بلیس یو، مدیحہ نورین سمیت اپنوں کی شرکت نے بہت اچھا تاثر ڈالا، مون قریشی، اقراء جٹ مجھے یاد کرنے کا شکریہ۔ یرشب اعوان، ارقا اعوان آپ کی دوستی قبول ہے۔ آپ دونوں کے نام بہت پیارے لگے۔ باقی آنچل کے تمام سلسلے خوب ہے۔

سمیعہ سجاول...... ھری پور ۔شہلا آپی جب میں دوسری جماعت میں تھی تب سے پڑھنا شروع کیا اور اب الحمدللہ سیکنڈ ایئر میں ہوں۔ شہلا آپی آنچل میں پہلی مرتبہ شرکت کررہی ہوں۔ امید ہے کہ خوش آمدید کہیں گی۔ آنچل کی خاموشی قاصی ہوں۔ آنچل 30 اگست کو ملا اور پڑھ کر آج یعنی یکم ستمبر کو شرکت کرنے کی جسارت کرلی۔ ایسا ہی ہوتا ہے کہ ایک دن میں ہی سارا ڈائجسٹ ہضم کرلیتے ہیں۔ اب آتے ہیں آنچل کی طرف تو ٹائٹل بہت اچھا تھا۔ "حدیث مبارکہ" اور "سرگوشیاں" پڑھنے کے بعد جب نایاب جیلانی کے خاوند کی رحلت کے بارے میں پڑھا تو ان کے لیے دعائے مغفرت کی اور آگے بڑھے۔ "حمد و نعت" سے مستفید ہوئے۔ "در جواب آں" اور "دانش کدہ" پڑھا۔ پڑھ کر بہت اچھا لگا۔ پھر سب سے پہلے "جنون سے عشق تک" پڑھی۔ ویلڈن "سمیرا آپی" ویلڈن۔ بہت خوب صورتی سے کہانی آگے بڑھ رہی ہے۔ لیکن تھوڑا افسوس بھی ہوا کہ شہرینہ کو اس کی ماں کے ساتھ اتنا کم کیوں رکھا۔ کم از کم اسے سیر تو ہونے دیتیں، پھر پڑھی "تیری زلف کی سر ہونے تک۔" اقرا آپی کی کہانی بھی بہت زبردست جارہی ہے۔ آپی ریکوسٹ ہے کہ سودہ کو زیدکی ہی رہنے دیجیے گا۔ اور باقی کرداروں کے ساتھ بھی بھرپور انصاف کیا جارہا ہے۔ ویری ویری ویری ویلڈن۔ "نازیہ آپی" کا "عشق سفر کی دھول" بھی اچھی اسٹوری ہے۔ "صائمہ آپی" کا "اناڑی پیا اور بکرا" بڑی مزیدار سی اسٹوری ہے۔ اچھی لگتی ہیں آج کے اس ٹینشن زدہ دور میں پر مزاح تحریریں۔ اور افسانے سارے ہی پیارے تھے "انا، ام مریم"، "تمہارے لیے، رابعہ افتخار"، "مداوا" طلعت نظامی"، "ہم ساتھ ساتھ ہیں، نزہت جبیں ضیاء"، فرح بھٹو" آپ سب نے بہت اچھا لکھا۔ دل خوش کردیا۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ آپ سب یونہی ترقی کی راہ پر گامزن رہیں آمین۔ ثم آمین۔" باقی سارے سلسلے بھی پڑھے۔ سب سے مستفید ہوئے۔ سب بہت اچھے تھے۔ نیرنگ خیال میں سب کی شاعری پسند آئی۔ ڈش مقابلہ، بیوٹی گائیڈ، کام کی باتیں، حنا کے رنگ، آنچل کے سنگ، آپ کی صحت، یادگار لمحے، ہومیو کارنر سب بہت پرفیکٹ اور سیٹ لگا۔ بیاض دل میں سب کے اشعار بہت پسند آئے۔ اور ہم سے پوچھیے، واہ شمائلہ آپی واہ۔ دل خوش کررہی ہیں۔ ساری بونگیوں کو جواب دے کے۔ سوری سسٹرز پیار سے کہا ہے۔ (کائنڈلی مائنڈ مت کرنا) ہمارا آنچل اور دوست کا پیغام میں بھی سب کی باتیں اچھی لگیں۔

☆سمیعہ پہلی بار شرکت کرنے پر خوش آمدید کہتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ آئندہ بھی شرکت کرتی رہیں گی۔

اس دعا کے ساتھ اجازت، پاکستان ہمیشہ آباد رہے اور اس کے چاہنے والے شاد رہیں آمین۔



ہم سے پوچھیے

شمائلہ کاشف

عائشہ پرویز...... کراچی

س: آداب عرض ہے! آپی سب سیٹ ہے زندگانی میں؟

ج: تسلیمات، تمہاری کمی تھی ورنہ تم سے پہلے سب سیٹ ہی چل رہا تھا۔

س: زندگی کی رعنائیوں سے بھرپور لوگوں کے درمیان یاسیت اور حسرت بھرے دل کے ساتھ کھڑا ہونا بہت مشکل لگتا ہے، اس کا حل بتائیں؟

ج: کسی کی سیٹ کھینچ کر اس پر بیٹھ جاؤ۔ آج کل یہ کھینچا تانی بہت عام ہوگئی ہے۔

س: جو لوگ چاہ کر بھی کسی کے دل میں اپنے لیے جگہ نہ بنا سکے جو کسی کو اپنی طرف اٹریکٹ نہ کر سکے، آپ ان لوگوں کو کیا سمجھیں گی؟

ج: ہائے بے چارے! اچھا بھلا گئے لوگ۔

س: آپی کیا یہ سچ ہے کہ مئی اور دسمبر کبھی متفق نہیں ہو سکتے؟

ج: دونوں متفق ہوتے ہیں، جب ہی تو بہار آتی ہے۔ پھر ان کے جدا ہوتے ہی برسات پھر خزاں اور یوں ان کا ملنا، بچھڑنا سارا سال رہتا ہے۔

س: میں کہتی ہوں جو بات دل میں ہو اگر وہ زبان پر آ جائے تو اچھا، فوراً کہہ دیں۔ پیچھے نہ دھکیلیں، آپ کی کیا رائے ہے؟

ج: تم اگر پیچھے دھکیلو گی تو تمہاری ساس نندیں تمہیں ہی گھر سے باہر نکال دیں گی۔ اس لیے شوہر سے ہی بول دیا کرو بس۔

س: اب اس دعا کے ساتھ اجازت کہ اللہ آپ کو ترقی دے اور دنیا جہاں کی خوشیاں دے آمین۔

ج: ثم آمین تم بھی خوش رہو اپنے شوہر کے خرچے پر۔

سمیرا سواتی...... بھیر کنڈ

س: آپا جی! خون کے رشتے اہم ہوتے ہیں یا احساس کے؟

ج: کون سے زمانے کی باتیں لے بیٹھی ہو دادی اماں۔

س: ڈیئر آپا سچ بتائیں قربانی کا گوشت کھا کر آواز اتنی سریلی ہوئی ہے یا اوجھڑی فائدہ مند ثابت ہوئی ہے؟

ج: لگتا ہے اس بار پھر تم اونٹ کا مغز کھا کر آئی ہو تب ہی بات بات پر ہنس رہی ہو۔

س: آپا یہ محبت بھلا ہے کیا چیز......؟

ج: اگر بتا دی تو پھر تم اسی کے واسطے دے کر ادھار مانگتی پھرو گی۔

س: آج میری جھولی میں بھی ڈال دینا کچھ الفاظ اپنی دعاؤں کے کیا پتا تیرے لب ہلیں اور میری تقدیر سنور جائے......

ج: ابھی ہم نے آستانہ نہیں کھولا انتظار کرو۔

تمنا شاہ...... ڈیرہ غازی خان

س: عزت ملنے پر حیرانی سے منہ کیوں کھول لیا۔

ج: تم جو مست ہاتھی کی طرح داخل ہوئی ہو منہ کیا میری تو حیرت سے آنکھیں بھی کھلی رہ گئیں۔

س: کیا حال چال ہیں؟

ج: میری چھوڑو اپنی بدحالی کی وجہ بتاؤ۔

س: آپی جی اگر کوئی بہت بہت پیار سے دیکھے تو؟

ج: یقین کر لو کہ بے چارے کی آنکھیں خراب ہیں، ورنہ تو تمہیں کوئی غصے سے نہ دیکھے، پیار تو پھر دور کی بات ہے۔

س: کنوری لڑکیوں کو سسرال سے کیوں ڈراتی ہیں۔

ج: تاکہ وہ گھر کے کچھ کام کاج ہی کر لیں ڈھنگ سے۔

س: مفت میں آنچل پڑھنے کو کیوں جی چاہتا ہے؟

ج: کیونکہ تمہیں مفت خوری کی عادت جو ہوگئی ہے۔

س: لوگ کہتے ہیں اگر وہ چپ ہو جائیں تو میں سر چڑھ جاتی ہوں، ایسا ہے کیا؟

ج: اس میں تو کوئی شک کرنے والی بات ہی نہیں ہے۔

س: دل ہی دل میں میری تعریف مت کریں، آپی جی۔ مجھے شرم آ رہی ہے۔

ج: دل کی بات دل میں رہنے دو۔ سب کے سامنے کر دی تو شرمندہ ہو جاؤ گی۔

مدیحہ نورین مہک...... گجرات

س: اگر ٹنڈ میں جوئیں پڑیں تو کیسی لگتی ہیں چلتی پھرتی؟

ج: تمہیں ہی پتا ہوگا تمہارے تو ابھی جوئیں دوڑ رہی ہیں۔

س: مجھے گلاب کے پھول اپنے جیسے کیوں لگتے ہیں؟
ج: مرجھانے کے بعد ناں۔
س: محبت بڑی کہ عقل؟
ج: اس بات کا تو محبوب کی محبوبہ کو دیکھ کر اندازہ لگانا پڑے گا۔ اگر خوب صورت ہوئی تو اس کی عقل اور اگر جو لیلیٰ کی طرح کالی ہوئی تو اس کی محبت۔
س: کاش میں بارش ہوتی۔
ج: آسمان سے برستی اور ندی نالوں میں بہہ جاتی۔
س: آپی آپ کو مجھ سے کتنی محبت ہے؟
ج: نمک کے برابر۔
س: جب بھی آئینہ دیکھتی ہوں ایک ہی خیال آتا ہے؟
ج: کاش میں بھی کسی حد تک خوب صورت وذہین ہوتی۔
س: محبوب کی آواز کو کوئل کی بجائے کوے سے ملایا جائے تو؟
ج: اپنے ان سے کہنا وہ تمہاری آواز کوے سے ملادیں گے، بہت پیار سے۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

س: میں جب بھی اپنے میاں جانی پرنس افضل شاہین سے خرچا بڑھانے کا مطالبہ کرتی ہوں وہ آسمان کی طرف کیوں دیکھنے لگتے ہیں؟
ج: تم نے خرچا آسمانوں کی بلندیوں کی طرح جو پہلے سے بڑھایا ہوا ہے۔
س: ایک زندہ دل مرد اپنی زندگی سے کب بدظن ہوتا ہے؟
ج: جب اس کی زندگی میں کام چور اور کاہل بیوی آجاتی ہے۔
س: عورتیں اپنی عمر کیوں چھپاتی ہیں جب کہ میں تو؟
ج: صرف ڈاڑھی اور مونچھیں چھپاتی ہوں...... سچ بات کہو چاہیے......

نیلہ آمان' عظمیٰ بشیر...... گاؤں حال جدال

س: سویٹ سی، کیوٹ سی شائلہ آپی کیسی ہیں؟
ج: الحمدللہ بہت خوب صورت اسمارٹ اور اسٹائلش۔
س: آپی آپ کا اس بار بھی قربانی کرنے کا ارادہ ہے یا پھر پچھلی بار کی طرح۔
ج: تمہاری طرح تھوڑی، مرغی کی قربانی کی اور پنجے ہمسایوں کو بھیج دیے۔
س: غصے سے ہمیں گھور کیوں رہی ہیں۔ قربانی کا گوشت آپ کو لازمی بھجوائیں گے۔
ج: ضرور مگر پکا کے بھیجنا۔
س: اچھا جی ہم جارہے ہیں دھکے تو نہ دیں۔
ج: ارے رکو بکرے کی سری تو لیتی جاؤ بغیر مغز کے۔

شازیہ ہاشم میوانی...... کھڈیاں

س: غم میں حسرت کے ہنڈولے میں بیٹھ کر حاضر ہوئے ہیں آپ کی محفل میں کیسا لگا؟
ج: دل چاہ رہا ہے تمہیں اسی ہنڈولے میں اس طرح جھولا دیں کہ تم چاند کے پار اتر جاؤ۔
س: انتخابات اتنے شفاف ہوئے کہ سوچیں ساری دھاندلی کی آلودگی سے آلودہ ہوگئیں، آپ کا کیا خیال ہے؟ ایسا ہی ہے۔
ج: اب یہ آلودگی یہاں مت پھیلاؤ، پہلے گھر بیٹھ کر سوچ لو کہ اس آلودگی کو صاف کیسے کرنا ہے، پھر آنا۔
س: عمران خان کو ناداں خان کہنا کیسا ہے؟
ج: چار کی اجازت تو اللہ نے دے رکھی ہے۔ تم نے تین میں ہی نادان کہنا شروع کردیا۔
س: اگر آپ کو صدر بنایا جائے تو سب سے پہلے کون سا قانون بنائیں گی۔
ج: یہی کہ سنجیدہ لوگ میری محفل میں نہ آئیں۔

وقاص عمر...... حافظ آباد

س: سمجھدار، معصوم چہرہ، میٹھی آواز خوب صورت آنکھیں اور خوش مزاج انداز...... یہ تو ہوگئی میری بات...... اب آپ سنائیں کیسی ہیں آپ؟
ج: اللہ کا شکر ٹھیک ہوں۔ یہ بتاؤ چوری کھاؤ گے بھائی مٹھو۔
س: خواتین خاموش طبع مردوں کو پسند کرتی ہیں...... بھلا کیوں؟
ج: کیونکہ اب وہ دستیاب نہیں۔
س: عورت کا اصل روپ کب سامنے آتا ہے۔
ج: جب وہ منہ دھو کر سامنے آتی ہے۔
س: محبت آزمائی ہے اور محبوب؟
ج: صرف خرچا کرواتی ہے۔
س: تم بن جیا جائے کیسے...... بھلا کس کے؟

ج: بجلی کی بات کررہے ہو ناں تو ایسا کرو دستی پنکھا لے لو۔

سحرش...... میانوالی

س: شمائلہ جی کیا محبت ایسی ہوتی ہے کہ چار دن چاندنی پھر اندھیری رات؟

ج: اگر گنجے سے ہوجائے تو پھر اس اندھیری رات میں چاند کی طرح چمکتی ہوئی بھی نظر آئے گی گنجی محبت۔

س: مجھے بہت چھینکیں آتی ہیں۔ کیا آپ مجھے بہت زیادہ یاد کرنے لگی ہیں؟

ج: تمہیں چھینکیں آتی ہیں تو نسوار سے دور رہو بس۔

س: ایک دعا آپ کے لیے۔ اگر آپ کو کوئی پریشانی یا مشکلات ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں ہمیشہ کے لیے دور فرمائے اور ایک دعا میرے لیے بھیجے گا۔

ج: اللہ تمہیں عقل اور سلیم دے آمین۔

سائرہ رانا، مدیحہ...... ٹوبہ ٹیک سنگھ

س: آپی آپ کی محفل میں پہلی بار آئے ہیں۔ کھڑے رہیں یا بیٹھ جائیں۔

ج: خوش آمدید اور ایک ٹانگ پر کھڑی ہو کر ہاتھوں کے بل بیٹھ جاؤ۔

س: آپی عید کا گوشت بھیجوں یا خود آؤں۔

ج: تم آ کر کیا کروگی گوشت پکا کے بھیج دو ساتھ چار روٹیاں بھی بھیج دینا۔

اے ایف ایچ ایس...... کمالیہ

س: شمائلہ آپی پہلی دفعہ شرکت کی ہے، پلیز ویلکم تو کردیں؟

ج: خوش آمدید...... چائے پیوگی یا کافی۔

س: شمائلہ آپی آپ ہر کسی کی ساس نند کو کیوں کھینچ لاتی ہیں...... اگر ہم نے آپ کی ساس نند کو کھینچ لیا تو (ہاہاہا)

ج: کھینچ لو اور ہمیشہ اپنے پاس ہی رکھنا اور ہر قسم کی ذمہ داری بس تمہاری ہوگی ہم ذمہ دار نہیں۔

س: اگر آپ کے وہ کالے کوے جیسے نکلے تو (ہاہاہا)

ج: میری چھوڑو اپنی بات کرو، تمہارے وہ ہاتھی سے کم نہیں۔

س: میں آپ کو بالکل بور نہیں کرتی آخر میں دعا دیتی جائیں...... (ساس اور نند کے ساتھ میں خوش ہوں ہاہاہا)

ج: پھر گھر داری میں طاق ہو جاؤ۔ سب کہو آمین۔

رقیہ ناز...... تحصیل میلسی، ضلع وہاڑی

س: شمائلہ آپی بقرہ عید مبارک ہو۔

ج: تمہیں بھی بہت بہت مبارک لیکن یہ تھال لیے کیوں گھوم رہی ہو ہر طرف؟

س: آپی جی ماشاء اللہ کافی صحت بنالی ہے لگتا ہے گوشت بانٹنے کے بجائے آپ سارا چٹ کرگئی تھیں۔

ج: اچھا تو یہ تھال تم نے گوشت جمع کرنے کے لیے اٹھا رکھا ہے۔ اپنی صحت دیکھو ہاتھی کی فیملی سے لگ رہی ہو۔

س: اچھا چھوڑیں یہ بتائیں کہ پیار کے جراثیم کب لگتے ہیں۔

ج: جب پڑھنے سے دل اکتا جائے اور صرف سوچیں ہوں اس وقت۔

ہرشب اعوان، ارقاء اعوان...... سیالکوٹ

س: شمائلہ آپی ہم پرنسز (ہرشب ارقاء) کی آمد کیسی لگی۔

ج: فضول سی۔ کچھ اچھے سوال تو پوچھتیں۔

س: شموئیل آپی! آئے گئے لوگوں کو دیکھ تو لیا کریں بیٹھ گئیں، پھر سے سر کھجانے تو بتانی جوئیں؟

ج: تمہارے سر میں ناں تو صاف کر کے آنا تھا ناں اب لوگ تو باتیں بنائیں گے ہی۔

س: آپی جان! لنڈے بازار میں کیوں دھکے کھا رہی تھیں؟ (کراچی کے)

ج: تمہارے لیے سردی کے گرم کپڑے لینے تھے، لیکن تم تو وہاں بھی قربانی کا گوشت مانگ رہی تھیں۔



فاطمہ ساہیوال سے لکھتی ہیں کہ سب سے پہلے میں ڈاکٹر ہاشم مرزا کی شکر گزار ہوں جنہوں نے آنچل میں آپ کی صحت کا کالم شروع کیا اس سے ہم مستفید ہو رہے ہیں اللہ ان کے درجات بلند کرے ان کو جنت الفردوس میں جگہ دے آمین۔ میرا مسئلہ یہ کہ میرے پاؤں کے ناخن پہلے ٹھیک حالت میں تھے گلابی رنگ کے تھے اب ان کی حالت کھردری اور ناخن کے اوپر لکیریں بن گئی ہیں ہاتھوں کے ناخن بھی ٹوٹ جاتے ہیں پھر کئی ماہ اسی حالت میں رہتے ہیں بڑھتے نہیں ان کا مناسب حل بتائیں میں نے آپ کی برتھ کنٹرول دوا استعمال کی ماشاء اللہ بہت فائدہ ہوا اس کے لیے جزاک اللہ دوسرا مسئلہ میری امی کا ہے ان کے پیٹ میں بائیں طرف مٹھی برابر جگہ میں درد ہوتا رہتا ہے الٹراساؤنڈ بھی کرایا مگر کوئی مسئلہ نہیں آیا بس درد رہتا ہے بادی چیز سے اضافہ ہوتا ہے۔

محترمہ آپ SILICEA 6 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں 3 بار استعمال کریں ان شاء اللہ ناخن ٹھیک ہوجائیں گے دوا 6 ماہ تک جاری رکھیں اور اپنی والدہ کو CHELIDONIUM کے 5 قطرے دن میں 3 بار پلائیں چکنائی مرچ مصالحہ سے احتیاط رکھیں۔

صدف شاہین ساہیول سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر جواب دیں۔

محترمہ آپ مبلغ 900 روپے کا منی آرڈر ہمارے کلینک کے نام پتے پر ارسال کریں۔ APHRODITE HAIR INNIBETOR OIL آپ کے گھر پہنچ جائے گا اور خالہ کو BERBERIS AQUIFALIUM Q کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں 3 ٹائم پلائیں ان شاء اللہ شفایابی ہوگی۔

حوریہ گل فتح پور سے لکھتی ہے کہ میری عمر 20 سال ہے میرا مسئلہ یہ ہے کہ میری کمر اور کندھوں پر بازو پر دانے نکلتے ہیں چھالے نما جب یہ ختم ہوتے ہیں تو گہرے کالے نشان چھوڑے جاتے ہیں ناخن پر وائٹ نشان بنتے ہیں اور میری والدہ والا مسئلہ بغیر شائع کیے جواب دیں آپ کی مہربانی ہوگی۔

محترمہ آپ SULPHUR 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں 3 بار پئیں اور صفائی کا بہت خیال رکھیں مرغن اشیا سے پرہیز کریں اور والدہ کو SEPIA 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں 3 ٹائم پلائیں اور گرم اشیا سے احتیاط کرائیں جلد بہتری آئے گی۔

فرحت ناز فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ اپنی الٹراساؤنڈ رپورٹ بھیج رہی ہوں مہربانی فرما کر میری رپورٹ دیکھ کر مجھے دوا تجویز کریں۔

محترمہ اپ کی رپورٹ دیکھ لی ہے آپ کو کوئی

خاص مسئلہ نہیں بس تھوڑی سی سوجن ہے آپ SEPIA 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں 3 بار پئیں ان شاءاللہ جلدی آرام آجائے گا۔

حمیرا ارشد ملتان سے لکھتی ہیں کہ میری 2 بیٹیاں ہیں ایک 22 سال کی ایک 25 سال کی دونوں جسمانی طور پر بالکل ٹھیک ہیں مگر نسوانی حسن نہ ہونے کے برابر جس کی وجہ سے دونوں بہت شرمندہ رہتی ہیں مہربانی فرما کر کوئی مناسب حل بتائیں آپ کی بہت نوازش ہوگی۔

محترمہ آپ مبلغ 1200 روپے کا منی آرڈر ہمارے کلینک کے نام پتے پر ارسال کریں APHRODITE BREAST BEAUTY OIL آپ کے گھر پہنچ جائے گا اس کے ساتھ ہی انہیں SABAL SERRULATA Q کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں 3 بار پلائیں اگر دوا آپ کے علاقے میں میسر نہ ہوتو ہمارے فون نمبر پر رابطہ کریں۔

ہانیہ یوسف پنجاب سے لکھتی ہیں کہ میں فرسٹ ایئر کی طالبہ ہوں جب کالج سے گھر آتی ہوں تو میرے سر میں درد ہوجاتا ہے دھوپ سے کوئی دوا کھا لوں تو وقتی آرام آجاتا ہے مگر دوسری دن گھر آنے کے بعد پھر وہی تکلیف شروع ہوجاتی ہے کوئی مناسب حل بتائیں کہ میری یہ پریشانی ختم ہو۔

محترمہ آپ NATRUM MURE 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں 3 بار استعمال کریں ان شاءاللہ جلد بہتری آئے گی۔

مہوش حنیف اسلام آباد سے لکھتی ہیں کہ میرے بھائی کی عمر 25 سال اسے بچپن سے ہی ناک کے غدود کا مسئلہ ہے آپریشن بھی کرایا مگر پھر وہی حالت ہوگئی ہے سونگھنے کی حس ختم ہوگئی ہے سانس میں بدبو آتی ہے ہر وقت نزلہ بہتا رہتا ہے نتھنوں میں رینگنے کا احساس رہتا ہے چھینکیں آتی ہے آنکھوں سے بھی پانی آنے لگتا ہے اور اس کے کان میں بھی سرسراہٹ ہوتی ہے درد رہتا ہے مہربانی فرما کر دوا تجویز کریں کہ ہمارے بھائی کو اس تکلیف سے نجات مل جائے۔

محترمہ آپ اپنے بھائی کو TEUCRIUM MARUM 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں 3 بار پلائیں دوا جرمنی کی WILLMAR SEHWABE کی لیں اور 6 ماہ تک جاری رکھیں ٹھنڈی اشیا اور وہ اشیا جن سے بلغم بنے یعنی دودھ، چاول، کیلا ان اشیا سے پرہیز کرائیں ان شاءاللہ جلد ہی بھائی کو مکمل شفا ہوگی۔

ملاقات اور منی آرڈر کرنے کا پتا۔

صبح 10 تا ایک شام 6 تا 9 ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک دکان نمبر C-5 کے ڈی اے فلیٹ فیز 4 شادمان ٹاؤن نمبر 2 سیکٹر 14B نارتھ کراچی 75850 خط لکھنے کا پتا آپ کی صحت ماہنامہ آنچل پوسٹ باکس 75 کراچی ایزی پیسہ اکاؤنٹ 0349-490000



محرم کی باتیں

حنا احمد

محرم الحرام کی عظمت

اسلامی سال نو کا آغاز ماہ محرم الحرام سے ہوتا ہے۔ "محرم" کا لفظ تحریم سے بنا ہے اور تحریم کا لفظ حرمت سے نکلا ہے۔ حرمت کے لفظی معنی عظمت، احترام وغیرہ ہیں۔ اس بناء پر محرم کا مطلب احترام اور عظمت والا ہے۔ چونکہ یہ مہینہ بڑی عظمت اور فضیلت رکھتا ہے۔ اور بڑا مبارک اور لائق احترام ہے، اس لیے اسے محرم الحرام کہا جاتا ہے۔

ماہ محرم نہایت ہی فضائل و برکات کا حامل مہینہ ہے مگر جس طرح رمضان کا آخری عشرہ پہلے دو عشروں سے افضل ہے اور آخری عشرہ میں لیلۃ القدر کی رات سب سے افضل ہے، اسی طرح اس مہینہ میں عاشورہ کا دن تمام ایام سے افضل ہے۔ عاشورہ کا مطلب دسواں ہے۔

عاشورہ کی فضیلت

یوم عاشور کی فضیلت میں بالعموم تاریخ کے عظیم واقعات بیان کیے جاتے ہیں۔

(۱) یوم عاشورہ میں ہی آسمان و زمین، قلم اور حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا۔

(۲) اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی۔

(۳) اسی دن حضرت ادریس علیہ السلام کو آسمان پر اٹھایا گیا۔

(۴) اسی دن حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی ہولناک سیلاب سے محفوظ ہوکر کوہ جودی پر لنگر انداز ہوئی۔

(۵) اسی دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو "خلیل اللہ" بنایا گیا اور ان پر آگ گل وگلزار ہوئی۔

(۶) اسی دن حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔

(۷) اسی دن حضرت یوسف علیہ السلام کو قید خانے سے رہائی نصیب ہوئی اور مصر کی حکومت ملی۔

(۸) اسی دن حضرت یوسف علیہ السلام کی حضرت یعقوب علیہ السلام سے ایک طویل عرصے کے بعد ملاقات ہوئی۔

(۹) اسی دن حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم و استبداد سے نجات حاصل ہوئی۔

(۱۰) اسی دن حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل ہوئی۔

(۱۱) اسی دن حضرت سلیمان علیہ السلام کو بادشاہت واپس ملی۔

(۱۲) اسی دن حضرت ایوب علیہ السلام کو سخت بیماری سے شفا نصیب ہوئی۔

(۱۳) اسی دن حضرت یونس علیہ السلام چالیس روز مچھلی کے پیٹ میں رہنے کے بعد نکالے گئے۔

(۱۴) اسی دن حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کی توبہ قبول ہوئی اور ان کے اوپر سے عذاب ٹلا۔

(۱۵) اسی دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔

(۱۶) اور اسی دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں کے شر سے نجات دلا کر آسمان پر اٹھایا گیا۔

(۱۷) اسی دن دنیا میں پہلی باران رحمت نازل ہوئی۔

(۱۸) اسی دن قریش خانہ کعبہ پر نیا غلاف ڈالتے تھے۔

(۱۹) اسی دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔

(۲۰) اسی دن کوفی فریب کاروں نے نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور جگر گوشۂ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو میدانِ کربلا میں شہید کیا۔

(۲۱) اور اسی دن قیامت قائم ہوگی۔

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی فضیلت والے دن کے روزہ کا اہتمام بہت زیادہ کرتے نہیں دیکھا، سوائے اس دن یعنی یوم عاشورہ کے اور سوائے اس ماہ یعنی ماہِ رمضان المبارک کے۔"

☆ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"مجھے امید ہے کہ عاشورہ کے دن کا روزہ گزشتہ سال کے گناہوں کا کفارہ ہوجائے گا۔"

یوم عاشورہ میں کرنے کے کام

احادیث طیبہ سے یوم عاشورہ میں صرف دو چیزیں ثابت ہیں۔

(۱) روزہ: اس سلسلے میں روایات ماقبل گزر چکی ہیں، لیکن یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ "حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار و مشرکین کی مشابہت اور یہود و نصاریٰ کی بود و باش اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اس حکم کے تحت چونکہ تنہا یوم عاشور کا روزہ رکھنا یہودیوں کے ساتھ اشتراک اور تشابہ تھا، دوسری طرف اس کو چھوڑ دینا اس کی برکت سے محرومی کا سبب تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ کے مقدس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ تعلیم دی کہ یوم عاشور کے ساتھ ایک دن کا روزہ اور ملالو۔ بہتر تو یہ ہے کہ نویں اور دسویں کا روزہ رکھو، اور اگر کسی وجہ سے نویں کا روزہ نہ رکھ سکو تو پھر دسویں کے ساتھ گیارہویں کا روزہ رکھ لو تاکہ یہود کی مخالفت ہوجائے اور ان کے ساتھ کسی بھی قسم کا تشابہ نہ رہے۔

جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم عاشورہ کا روزہ رکھا اور مسلمانوں کو بھی اس کا حکم دیا تو بعض صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! اس دن کو یہود و نصاریٰ بڑے دن کی حیثیت سے مناتے ہیں (تو کیا اس میں کوئی ایسی تبدیلی ہوسکتی ہے، جس کے بعد یہ اشتراک اور تشابہ والی بات ختم ہوجائے؟) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"جب اگلا سال آئے گا تو ہم نویں کو بھی روزہ رکھیں گے۔" ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ اگلا سال آنے سے پہلے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی۔

